جدید نظرثانی ایڈیشن

محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری پیاری سنتیں



اُسوۂ حسنہ

المعروف بہ

شمائلِ کبریٰ

چوبیس گھنٹے کی زندگی کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اور نورانی طریقوں اور اعمال پر مشتمل ایک نایاب کتاب، جسے پڑھ کر دلوں میں سنتوں کے اپنانے کا شوق پیدا ہوگا۔

مؤلفہ
مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب القاسمی مدظلہ العالی

پسند فرمودہ
حضرت مفتی نظام الدین شامزئی رحمہ اللہ

زمزم پبلشرز

جدید نظرثانی ایڈیشن

محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری پیاری سُنّتیں

اُسوۂ حسنہ

المعروف بہ

شمائلِ کُبریٰ

جلدِ اوّل

کھانے پینے اور لباس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے
شمائل وسنن پر مشتمل ہے

مؤلفہ
مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب القاسمی مدظلہ العالی
اُستاذِ حدیث مدرسہ ریاض العلوم گورینی جون پور

پسند فرمودہ
حضرت مفتی نظام الدین شامزئی رحمہ اللہ
اُستاذِ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

ناشر
زمزم پبلشرز
نزد مقدس مسجد اُردو بازار، کراچی

کتاب کا نام ـــــ شمائلِ کبریٰ جلد اوّل

تاریخ اشاعت ـــــ اپریل ۲۰۱۰ء

باہتمام ـــــ احبابِ زمزم پبلشرز

کمپوزنگ ـــــ فاروق اعظم کمپوزرز کراچی

سرورق ـــــ احبابِ زمزم پبلشرز

ناشر ـــــ زمزم پبلشرز کراچی

شاہ زیب سینٹر نزد مقدس مسجد، اُردو بازار کراچی

فون: 021-32760374 - 021-32725673

فیکس: 021-32725673

ای میل: zamzam01@cyber.net.pk

ویب سائٹ: www.zamzampublishers.com

ملنے کے دیگر پتے

- دارالاشاعت، اُردو بازار کراچی
- قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ کراچی
- مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار لاہور

ضروری گزارش

ایک مسلمان، مسلمان ہونے کی حیثیت سے قرآن مجید، احادیث اور دیگر دینی کتب میں عمداً غلطی کا تصور نہیں کر سکتا۔ سہواً جو اغلاط ہوگئی ہوں اس کی تصحیح واصلاح کا بھی انتہائی اہتمام کیا ہے۔ اسی وجہ سے ہر کتاب کی تصحیح پر ہم زرِ کثیر صرف کرتے ہیں۔

تاہم انسان، انسان ہے۔ اگر اس اہتمام کے باوجود بھی کسی غلطی پر آپ مطلع ہوں تو اسی گزارش کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ اور آپ "تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى" کے مصداق بن جائیں۔

جَزَاكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى جَزَاءً جَمِيْلًا جَزِيْلًا

ـــــ مِنجانب ـــــ

احبابِ زمزم پبلشرز

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

AL-FAROOQ INTERNATIONAL
36,Rolleston Street Leicestor
LE5-3SA
Ph: 0044-116-2537640
Fax: 0044-116-2628655
Mobile: 0044-7855425358

ISLAMIC BOOK CENTRE
119-121 Halliwell Road, Bolton Bl1 3NE
Tel/Fax : 01204-389080
Mobile: 07930-464843

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر

شمائلِ کبریٰ نئے انداز میں پانچ جلدیں (مکمل دس حصے) شائع ہوچکی ہیں۔ الحمد للہ اب شمائلِ کبریٰ کی چھٹی جلد (گیارہواں حصہ) اور ساتویں جلد (بارہواں حصہ) پیشِ خدمت ہے۔

اُمت میں حضرت مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب کی تالیف شمائلِ کبریٰ کو جو پذیرائی حاصل ہوئی ہے، اس کا ثبوت اس بات سے مل سکتا ہے کہ ہندوستان اور پاکستان میں مختصر سے عرصے میں کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ خود پاکستان میں زمزم پبلشرز کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ پاکستان میں سب سے پہلے زمزم پبلشرز ہی نے یہ کتاب قدرداں قارئین کے سامنے متعارف کرائی اور اب پاکستان میں پہلی بار شمائلِ کبریٰ کے مکمل دس حصے بڑے سائز کی پانچ جلدوں میں پیش کرنے کا اعزاز بھی الحمد للہ زم زم پبلشرز کو حاصل ہو رہا ہے۔

اللہ عزوجل سے امید اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نئے انداز کو بھی اُمت میں پذیرائی اور اپنی بارگاہ میں قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

محمد رفیق زمزمی

شمائل کبریٰ کی جلدوں کا اجمالی خاکہ

اسوۂ حسنہ معروف بہ ''شمائلِ کبریٰ'' جو شمائل وسنن نبوی کا ایک وسیع بیش بہا ذخیرہ اور قیمتی سرمایہ ہے۔ اس کے ایڈیشن ہند و پاک میں شائع ہو کر خواص وعوام میں مقبول ہو چکے ہیں۔ امت نے اسے پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا ہے۔ اور اس پر منامی بشارت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے۔ دوسری زبانوں میں بھی اس کے تراجم ہونے کی اطلاع ہے۔ اس کی دس جلدیں اب تک طبع ہو چکی ہیں۔ بقیہ جلدیں زیر طبع اور زیر ترتیب ہیں۔ دعا ہے کہ خداوند قدوس محض اپنے فضل وکرم سے بعافیت پایہ تکمیل پہنچا کر رہتی دنیا تک اسے قبول فرمائے۔

ان دس جلدوں کا اجمالی خاکہ پیش نظر ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون سی جلد کن مضامین پر مشتمل ہے۔

شمائلِ کبریٰ جلد اول ...... حصہ اول: (۱) کھانے (۲) پینے (۳) لباس کے متعلق آپ کے شمائل اور سنن کا مفصل بیان ہے۔

شمائلِ کبریٰ جلد اول ...... حصہ دوم: (۱) سونے (۲) بیدار ہونے (۳) بستر (۴) تکیہ (۵) خواب (۶) سرمہ (۷) انگوٹھی (۸) بال (۹) داڑھی (۱۰) لب ناخن (۱۱) امور فطرت (۱۲) خضاب (۱۳) عصا کے متعلق آپ کے شمائل وسنن کا مفصل بیان ہے۔

شمائلِ کبریٰ جلد دوم ...... حصہ سوم: (۱) معاملات (۲) تجارت (۳) خرید وفروخت (۴) بازار (۵) ہبہ (۶) عاریت (۷) اجارہ اور مزدوری (۸) ہدیہ (۹) قرض (۱۰) مرغ (۱۱) گھوڑے (۱۲) بکری (۱۳) اونٹ (۱۴) سواری (۱۵) سفر کے متعلق آپ کے شمائل وسنن کا مفصل بیان ہے۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے بلند پایہ مکارم اخلاق کا نہایت ہی مفصل بیان جو ۵۷ عناوین پر مشتمل ہے۔

شمائلِ کبریٰ جلد دوم ...... حصہ چہارم: (۱) اخلاص (۲) صدق (۳) محبت والفت (۴) محبت وعداوت خدا کے واسطے (۵) حب خدا ورسول (۶) مؤمن کو خوش کرنا (۷) مسلمانوں کی مدد ونصرت (۸) پریشان حال کی مدد ونصرت (۹) مظلوم کی مدد (۱۰) یتامیٰ اور بیواؤں کی خدمت (۱۱) احباب کی ملاقات اور زیارت (۱۲) اولیاء وصلحاء کی زیارت (۱۳) عفو ودرگزر (۱۴) اہل فضل کی غلطیوں کا درگزر (۱۵) سائلین کی رعایت (۱۶) اکرام مسلم (۱۷) بڑوں کی تعظیم (۱۸) اہل فضل کی غلطیوں کا درگزر کرنا (۱۹) مؤمن کی عزت (۲۰) لوگوں کے مرتبہ کی رعایت (۲۱) خاطر مدارات (۲۲) مہمان نوازی (۲۳) امانت اور دیانتداری (۲۴) وعدہ پورا کرنا (۲۵) حلم وبردباری (۲۶) اعتدال اور میانہ روی (۲۷) سنجیدگی (۲۸) نرمی سہولت (۲۹) پردہ پوشی (۳۰) غصہ برداشت کرنا (۳۱) توکل (۳۲) قناعت (۳۳) استغناء (۳۴) صبر (۳۵) شکر (۳۶) سادگی (۳۷) قناعت (۳۸) تواضع وانکساری (۳۹) شرم اور حیا (۴۰) سخاوت (۴۱) استقامت (۴۲) شجاعت اور بہادری (۴۳) نیکی پر خوشی، گناہ پر رنج (۴۴) زائد پر دوسروں کو ترجیح (۴۵) دوسروں کے لئے وہی جو اپنوں کے لئے (۴۶) توڑ والوں سے جوڑ (۴۷) حق پر ہونے کے باوجود جھگڑے سے پرہیز (۴۸) سلامتی صدر (۴۹) خوش کلامی (۵۰) خندہ پیشانی (۵۱) خاموشی اور قلت کلام (۵۲) شفقت اور رحمت (۵۳) ایثار (۵۴) سفارش (۵۵) حسن ظن (۵۶) مشورہ (۵۷) عدل وانصاف (۵۸) اجتماعیت اور اتحاد (۵۹) اصلاح بین الناس (۶۰) نیکوں کی صحبت (۶۱) بروں سے اجتناب (۶۲) مشتبہات سے بچنا (۶۳) مؤمن کو نفع پہنچانا (۶۴) کھانا کھلانا (۶۵) کپڑا پہنانا (۶۶) راستے سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹانا (۶۷) اہل

محبت کی آمد پر خوشی (۶۸) سلام (۶۹) مصافحہ (۷۰) والدین کے ساتھ حسن سلوک (۷۱) اولاد کے ساتھ حسن سلوک (۷۲) رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک (۷۳) پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک (۷۴) تمام مخلوق کے ساتھ اچھے برتاؤ کے متعلق آپ کی پاکیزہ تعلیمات کا بیان ہے۔

شمائلِ کبریٰ جلد سوم ...... حصہ پنجم: اس جلد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی احوال و اوصاف کا اور آپ کے اخلاق و عادات و اطوار کا مفصل بیان ہے جو ۱۰۰ عنوانات پر مشتمل ہے۔ (۱) چہرہ مبارک (۲) پیشانی مبارک (۳) دندان مبارک (۴) آنکھ مبارک (۵) سر مبارک (۶) سینہ مبارک (۷) لعاب دہن (۸) برکات دہن (۹) رخسار مبارک (۱۰) کان مبارک (۱۱) پلک مبارک (۱۲) داڑھی مبارک (۱۳) گردن مبارک (۱۴) کندھا مبارک (۱۵) ہڈیوں کے جوڑ (۱۶) بغل مبارک (۱۷) سینہ مبارک (۱۸) پیٹ مبارک (۱۹) پیٹھ مبارک (۲۰) بال مبارک (۲۱) رنگ مبارک (۲۲) آواز مبارک (۲۳) قلب مبارک (۲۴) دست مبارک (۲۵) پیر مبارک (۲۶) قد مبارک (۲۷) سایہ مبارک (۲۸) حسن مبارک (۲۹) عقل مبارک (۳۰) پسینہ مبارک (۳۱) مہر نبوت (۳۲) خون مبارک (۳۳) پاخانہ مبارک (۳۴) آپ کا ختنہ شدہ ہونا (۳۵) قوت و شجاعت (۳۶) فصاحت و بلاغت (۳۷) خشیت و بکاء (۳۸) ہیبت و وقار (۳۹) آپ کے بلند پایہ مکارم اخلاق (۴۰) جود و سخا (۴۱) آپ کی تواضع کا بیان (۴۲) شفقت و رحمت (۴۳) حلم و بردباری (۴۴) گفتگو اور کلام مبارک (۴۵) قصہ گوئی (۴۶) آپ کے اشعار (۴۷) خوش مزاجی (۴۸) مسکراہٹ (۴۹) خوشی اور رنج کے موقعہ پر آپ کی عادت طیبہ (۵۰) مزاج (۵۱) شرم و حیاء (۵۲) آپ کی مجلس (۵۳) بیٹھنے کا طریقہ (۵۴) بدلہ کے متعلق (۵۵) گرفت کی عادت نہیں (۵۶) صبر کے متعلق (۵۷) اہل خانہ کے متعلق (۵۸) گھر میں داخل ہونے کے سلسلہ میں (۵۹) احباب اور رفقاء کے ساتھ برتاؤ (۶۰) بچوں کے ساتھ برتاؤ (۶۱) خادموں اور نوکروں کے ساتھ برتاؤ (۶۲) خدمت گاروں کا بیان (۶۳) یتیموں کی خدمت (۶۴) غرباء اور مساکین کی خدمت (۶۵) سائلین کے ساتھ برتاؤ (۶۶) مشورہ فرماتے (۶۷) تفاؤل خیر (۶۸) ایثار (۶۹) پچھنے لگانا (۷۰) رفتار مبارک (۷۱) نعل مبارک (۷۲) جوتا چپل پہننے کے متعلق (۷۳) موزے کے متعلق (۷۴) لینے دینے کے متعلق آپ کی عادت (۷۵) بارش کے سلسلے میں آپ کی عادت (۷۶) احباب کی خامیوں کے متعلق آپ کی عادت (۷۷) سیر و تفریح کے متعلق (۷۸) تصویر کے متعلق آپ کی عادت (۷۹) سلام کے متعلق آپ کی عادت (۸۰) مصافحہ کے بارے میں آپ کی عادت (۸۱) معانقہ کے متعلق (۸۲) تقبیل اور بوسہ کے سلسلے میں (۸۳) چھینک کے متعلق (۸۴) نام اور کنیت کے متعلق (۸۵) جنگی سامان کا ذکر (۸۶) گھریلو سامان کا ذکر (۸۷) پہرے داروں کا ذکر (۸۸) رہن سہن کے متعلق آپ کی عادات طیبہ (۸۹) وعظ و تقریر (۹۰) قرأت کا ذکر (۹۱) عبادت میں اہتمام (۹۲) نوافل کے متعلق آپ کی عادات (۹۳) لوگوں کے گھروں میں نفل پڑھنے کے متعلق (۹۴) ذکر الٰہی کرنے کے بارے میں (۹۵) توبہ و استغفار (۹۶) عمر مبارک (۹۷) متفرق پاکیزہ عادتیں۔

شمائلِ کبریٰ جلد سوم ...... حصہ ششم: (۱) طہارت و نظافت (۲) پاخانہ پیشاب کے متعلق (۳) مسواک (۴) وضو (۵) مسح موزہ (۶) تیمم (۷) غسل (۸) مسجد (۹) اذان (۱۰) اوقات صلوٰۃ کے متعلق آپ کے شمائل اور طریق مبارک کا مفصل بیان ہے۔

شمائلِ کبریٰ جلد چہارم ...... حصہ ہفتم: (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا مکمل نقشہ (۲) مستحبات (۳) مکروہات و ممنوعات

④ سجدہ سہو ⑤ خشوع وخضوع ⑥ سترہ ⑦ جماعت ⑧ امامت ⑨ صف کی ترتیب ⑩ اور سنن راتبہ کے متعلق آپ کے پاکیزہ شمائل کا ذکر ہے۔

شمائل کبریٰ جلد چہارم ...... حصہ ہشتم: ① نماز شب وتہجد ② تراویح ③ وتر ④ اشراق ⑤ چاشت ⑥ دیگر تمام نفل نمازیں، صلوٰۃ الحاجہ، صلوٰۃ الشکر، صلاۃ التسبیح والحفظ وغیرہ ⑦ نماز استسقاء ⑧ نماز گہن ⑨ نماز خوف ⑩ جمعہ ⑪ عید بقرعید ⑫ نماز سفر کے متعلق آپ کے پاکیزہ شمائل کا بیان۔

شمائل کبریٰ جلد پنجم ...... حصہ نہم: ① زکوٰۃ وصدقات ② رویت ہلال ③ روزہ رمضان ④ افطاری وسحری ⑤ شب قدر ⑥ اعتکاف ⑦ نفلی روزے، ماہانہ اور ہفتہ واری روزے ⑧ ممنوع روزے ⑨ اور سفر کے روزے کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوہ حسنہ اور تعلیم وطریق مبارک کا مفصل بیان۔

شمائل کبریٰ جلد پنجم ...... حصہ دہم: موت میت اور برزخ کے متعلق ① قبض روح ② غسل میت ③ کفن میت ④ جنازہ میت ⑤ تدفین میت ⑥ قبر اور اموات پر برزخ ⑦ تعزیت ⑧ وصیت ⑨ وراثت کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوۂ حسنہ اور تعلیم وطریق کا مفصل بیان ⑩ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات مبارک اور تجہیز وغسل وغیرہ کا بیان۔

شمائل کبریٰ جلد ششم ...... حصہ یازدہم: نکاح، طلاق، اور اس کے متعلقات کا مفصل بیان۔

شمائل کبریٰ جلد ہفتم ...... حصہ دوازدہم: آپ کے حج وعمرہ مبارک وغیرہ کا مفصل ذکر۔

اس کے بعد کی جلدوں میں دیگر بقیہ شمائل وخصائل عیادت، مرض، علاج ومعالج، طب نبوی وغیرہ امور کا مفصل ذکر ہوگا۔ اللہ پاک صحت وعافیت وبرکت کے ساتھ اسے پایہ تکمیل تک پہنچائے امت کے حق میں نافع اور اپنے حق میں باعث رضا بنائے۔ آمین۔

فہرستِ مضامین

حرفِ اوّل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للّٰہ الذی خص سیدنا محمدا صلی اللّٰہ علیہ وسلم باسنی المناقب، ورفعہ فی الشرف الی اعلی المراتب، وجعل الاسوۃ الحسنۃ والشمائل الکبیرۃ امنا لمن تمسك بھا ونجاۃ من المھالك والمصائب، وشرف لمن اقتدی بھا بالفضائل والمناقب، والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وفخر الاولین والاخرین محمد المبعوث بالدین الواصب، وعلی آلہ واصحابہ الذین نالوا بہ اشرف المناصب۔

(امابعد) پیش نظر کتاب اسوۂ حسنہ معروف بہ شمائل کبریٰ سرور دو عالم محمد ﷺ کے بلند پایہ اخلاق و عادات، افعال و احوال پر ایک محقق جامع ذخیرہ ہے، مؤلف نے ترتیب میں التزام کیا ہے کہ شمائل کے متعلق حدیث اور سیرت وغیرہ کی کتب معتبرہ میں جو مضامین مذکور ہیں بالاستیعاب آ جائیں، حتی الوسع سنن کا کوئی گوشہ مخفی نہ رہ جائے جو متبعین سنت کے لئے قیمتی ذخیرہ ہے۔ نیز باب کے متعلق صحیح، حسن، ضعیف جو روایتیں مل سکی ہیں لی گئی ہیں جیسا کہ اصحاب سیر وشمائل کا طریقہ رہا، البتہ واہی اور موضوع سے گریز کیا گیا ہے، تاہم ابن جوزی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی جیسی گرفت کا لحاظ نہیں کیا گیا ہے۔ اور حدیث و سیرت وغیرہ کے جن بیش بہا ذخیروں سے مواد حاصل کیا گیا ہے ان کے حوالے بقید جلد صفحات مذکور ہیں، تاکہ اہل ذوق حضرات کو مراجعت میں آسانی ہو سکے، یہ کتاب اس ترتیب کی پہلی جلد ہے جو کھانے، پینے، لباس، نیند و بیداری، خواب اور امور زینت کے سنن پر مشتمل ہے، ضمناً آداب و مسائل بھی، جو انہیں سے ماخوذ ہیں ذکر کر دیئے گئے ہیں۔

ہمارے مخلص محترم مولانا محمد رفیق عبدالمجید صاحب، زمزم پبلشرز سے اس کی اشاعت کر رہے ہیں۔ خدائے پاک اس کی طباعت سے متعلق زر کثیر سعی بلیغ صرف کرنے پر بے حساب جزاء خیر عطا فرمائے۔ ان کے مکتبہ کو فروغ کثیر ان کی اشاعت کتب کو بے انتہا قبول فرمائے۔

خدائے وحدہ لاشریک سے دعا ہے کہ شمائل کے اس وسیع سلسلہ کو جو امت کے لئے سنت اور دارین کی کامیابی کا ایک قیمتی سرمایہ ہے خلوص و عافیت کے ساتھ پائے تکمیل تک پہنچائے۔ رہتی دنیا تک امت کے ہر طبقہ کو اس سے مستفید فرمائے۔ عاجز کی لغزشوں کو معاف فرما کر ذخیرہ آخرت سرمایہ نجات اپنی رضا و تقرب کا باعث بنائے۔

محمد ارشاد بھاگل پوری

استاذ حدیث جامعہ ریاض العلوم گورینی جون پور، رجب ۱۴۱۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

اسوۂ رسول ﷺ کا مقام اور اس کی اہمیت

خالق کائنات نے انسانوں کی ہدایت کے لئے اس عالم میں نبیوں اور رسولوں کا سلسلہ قائم فرمایا، ان برگزیدہ ہستیوں کے واسطے سے بندوں تک ہدایت کا پیغام پہنچایا، اور ان کے واسطے سے اپنے فرمانبردار بندوں کو بھیجا جس کی انتہا و تکمیل قرآن مجید پر ہوئی، خداوند قدوس نے اپنے پیغام کو براہ راست بندوں پر نازل نہیں کیا بلکہ پیغام وفرمان کے ساتھ اس کو سمجھانے والا، اس پر عمل کر کے دکھلانے والا بھی بھیجا، کیونکہ پیغام الٰہی کو سمجھنا اور اس سے ہدایت کا حاصل کرنا بلا نبی ورسول کے ممکن ہی نہیں، چنانچہ قرآن میں ہے "لَقَدْ جَآءَ كُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ"، تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک نور اور واضح کتاب آئی ہے، اس نور سے مراد آپ ﷺ کی ذات گرامی ہے۔

آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد:

ہم جب غور کرتے ہیں تو آپ ﷺ کی بعثت کا اہم ترین مقصد کلام الٰہی کی تعلیم پاتے ہیں، چنانچہ قرآن نے بار بار اس کی نشاندہی کی ہے، سورۂ آل عمران میں ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر بڑا احسان کیا کہ انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیج دیا جو ان پر اللہ کی آیتیں پیش کرتا ہے، اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، اس آیت کریمہ میں رسول مقبول ﷺ کی بعثت کے تین اہم مقاصد واغراض ذکر کئے گئے ہیں۔

1. تلاوت کلام الٰہی
2. تزکیہ نفس
3. کتاب وحکمت کی تعلیم

بعثت انبیاء کا یہ خلاصہ ہے۔ چنانچہ آپ کی حیات، آپ کی زندگی انہیں امور ثلثہ میں دائر رہی اور انہیں امور ثلثہ کا خلاصہ کلام الٰہی اور اس کی تبلیغ وتعمیل ہے۔

کلام الٰہی کی حیثیت:

بعثت نبوی کے مقاصد سے یہ بات واضح ہوگئی کہ فرمان الٰہی، کتاب اللہ کوئی علمی، فکری یا فلسفیاتی کتاب نہیں، جس کا مقصد صرف علم یا فکری تعمیر ہو۔ نہ کوئی مذہبی یا آسمانی تبرک ہے جو عبادت خانوں میں بغرض تبرک رکھ دیا جائے۔ نہ کوئی مذہبی تاریخی یادگار ہے جسے اسلامی یا عالمی میوزیم میں رکھ دیا جائے، بلکہ ایک دستور العمل ہے، ایک دستور الحیات ہے، ایک صحیفہ نجات ہے۔ اسی وجہ سے اس دستور العمل کے ساتھ ایک نقشہ عمل کی ضرورت سمجھی گئی کہ قانون الٰہی کی عملی تشکیل بلا اس نقشہ عمل کے متصور نہیں ہوسکتی، ایک نور کی ضرورت سمجھی گئی، جو اس دستور العمل کو پیش کرنے اور سمجھانے کے ساتھ عمل کر کے دکھلائے، کیونکہ علم عمل سے نمایاں ہوتا ہے۔ یہی نور صاحب وحی ورسالت ہیں جن کی زندگی، جن کی حیات کلام الٰہی کی عملی تفسیر ہے، رسول اللہ ایک عملی نمونہ ہیں جن سے کتاب الٰہی کی توضیح ہوتی ہے۔

سنت کا مقام:

حضرت امام اوزاعی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے حضرت مکحول رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی سے نقل کیا ہے "انها تقضى عليه وتبين المراد منه" (سنت (رسول کا عمل) قرآن کی مراد بیان کرتی ہے) امام شاطبی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی الموافقات میں لکھتے ہیں "فكان السنة بمنزلة التفسير والشرح لمعانى احكام الكتٰب" گویا سنت کتاب اللہ کے احکام کے لئے بمنزلہ تفسیر وشرح کے ہے۔ حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے پوچھا گیا آپ ﷺ کے اخلاق کیا تھے؟ تو حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟ یعنی آپ کے اخلاق واحوال قرآن کریم کی عملی تصویر تھی۔ لہٰذا آپ ﷺ کے اخلاق واحوال کی اتباع گویا کہ کلام الٰہی کی اتباع ہے۔ اس سے بڑھ کر آپ ﷺ کی سنت کی اہمیت اور کیا ہوگی۔

سنت مثل وحی:

سنت کا درجہ مثل وحی کے ہے، کلام الٰہی نے سنت کو عمل اور اتباع میں کلام اللہ کا درجہ دیا ہے، اسی وجہ سے سنت کو بھی وحی سے موسوم کیا ہے مگر وحی غیر متلو، کلام اللہ کی طرح یہ بھی ادلہ شرعیہ میں سے ہے، اس کا نزول بھی مثل وحی کے ہوا۔ امام اوزاعی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی سے منقول ہے "كان الوحى ينزل على رسول الله صلى الله عليه وسلم ويحضره جبريل بالسنة التى تفسر ذلك" آنحضرت ﷺ پر وحی آیا کرتی تھی اور جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام آپ کے پاس وہ سنت لے کر آیا کرتے تھے جو اس کی تفسیر کر دیتی تھی اسی کی طرف قرآن نے اس آیت میں بھی اشارہ کیا ہے "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى" وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے، وہ خدا کی وحی ہوتی ہے جو ان کی طرف بھیجی جاتی ہے۔ (ترجمان السنہ)

سنت کی حیثیت:

قرآن کریم نے جس طرح اپنی اتباع واطاعت کا حکم دیا "وَاتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ" (اتباع کرو اس قرآن کریم کا جو تمہاری جانب اتارا گیا) اسی طرح اس نے سنت کی اتباع کا بھی حکم دیا "اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ" اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، نیز اس نے رسول ﷺ کے حکم کی اتباع اور اس کے منع کردہ امور سے اجتناب کا بھی حکم دیا چنانچہ ارشاد ہے "مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَہٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَہُوْا" (رسول جو کہیں ان کو قبول کرو اور جس سے روک دیں اس سے رک جاؤ) قرآن کریم نے یہی نہیں کہ صرف حکم دیا بلکہ رسول ﷺ کی اتباع کو اپنی اتباع اور اس کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا جس نے سنت کی اتباع کی گویا اس نے فرمان الٰہی کی اتباع کی "مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ" (جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے گویا اللہ کی اطاعت کی) اور جس نے رسول سے بیعت کی اس نے گویا اللہ سے بیعت کی) "اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ" (جس نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اس نے گویا اللہ سے بیعت کی) رسول سے جنگ خدا سے جنگ ہے "فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ" (اگر تم سود لینا) نہیں چھوڑتے تو اللہ سے اور اس کے رسول سے جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ) اور اس سے بھی آگے رسول کی محبت خدا کی محبت کا معیار اور کسوٹی ہے "اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ" (اگر تمہیں اللہ سے محبت کرنا ہے تو میری اتباع کرو)۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ اور ان کی سنت واسوہ کا شریعت میں کیا مقام ہے اور اس کی کیا اہمیت ہے، یہ چند آیتیں اسوۂ رسول کی اہمیت کے لئے کافی ہیں۔ سنت رسول ﷺ واسوۂ رسول ﷺ مرضی خدا ہے، رسول ﷺ کا ہر قول وفعل، خلق وعادت خواہ طبعیہ ہی کیوں نہ ہو تشریعی امور میں ہو یا معاشرتی امور میں، سب رضا خداوندی کے دائرہ میں ہے اس کی رضاء سے باہر نہیں، قرآن نے سے اسوۂ حسنہ کا خطاب دیا ہے، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے "لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ" (تمہارے لئے بہترین نمونہ خدا کا یہ رسول ہے)۔

اسوۂ رسول ﷺ کی تفصیل اور اس کا وسیع مفہوم:

خیال رہے کہ صرف رسول اللہ ﷺ کا عمل اسوۂ حسنہ نہیں ہے بلکہ آپ کے اقوال، احوال، آپ کے پاکیزہ اخلاق وعادات خواہ ان کا تعلق طبعی اور بشری امور سے کیوں نہ ہو سب امت کے لئے اسوۂ حسنہ ہے ترجمان السنۃ میں ہے (جس طرح) آپ ﷺ کا ہر قول اور آپ کا ہر عمل سب حدیث کا جز ہے، اسی طرح اسوۂ رسول صرف عمل کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ آپ کا قول وفعل جو کچھ بھی ہے وہ سب امت کے لئے نمونہ ہے،

کچھ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ہی پر موقوف نہیں بلکہ رسول ﷺ کی ذات اس بارے میں اسوہ ہے اسی طرح فصل، خصومات، امت کے نظم ونسق اور دیگر ضروریات میں بھی اسوہ ہے حتیٰ کہ خوش طبعی، ہنسی، مسکراہٹ کے انداز میں بھی، قرآن کریم نے کسی ادنیٰ تفصیل کے بغیر تمام امور میں آپ کی ذات کو اسوہ کہا ہے۔

خیال رہے کہ بعض ناواقف حقیقت حضرات نے رسول ﷺ کی ذات مقدس کو صرف عبادات میں اسوہ تسلیم کیا ہے، باقی حیات طیبہ کے احوال وعادات کو اسوہ ہونے سے خارج کر دیا، یعنی اس میں آپ ﷺ نمونہ عمل نہیں ہیں، ان کا کہنا ہے کہ معاشرتی امور میں عادات و ماحول میں عرب کے تابع تھے، وہاں کا عرف و رواج جو تھا اسی کی رعایت کرتے تھے، مثلاً آپ ﷺ داڑھی رکھتے تھے چونکہ وہاں کا ماحول تھا، آپ ﷺ ٹوپی پہنتے تھے چونکہ ٹوپی کا رواج تھا، خلاصہ یہ کہ یہ امور ماحول اور رواج کے طور پر تھے، اس لئے امور مذکورہ وغیرہ کی اتباع باعث ثواب نہیں! یہ بہت بڑی باعث شقاوت غلط فہمی ہے آپ ﷺ نے تو ماحول اور رواج کی مخالفت کی ہے، ماحول تو کفر وشرک کا تھا، ظلم وتشدد اور لوٹ مار کا تھا، زنا اور بے حیائی کا رواج تھا، مشاعرے اور قمار بازی کا دور دورہ تھا، ننگے اور برہنہ طواف کرنے کا عام رواج تھا، تو کیا آپ ﷺ نے اس ماحول کی موافقت کی؟ اسی جاہلیت کے طور وطریقہ پر اپنے کو ڈھالا؟ ہرگز نہیں!! اسے تو کوئی بھی تسلیم نہیں کرسکتا۔ معلوم ہوا کہ آپ کے اطوار وطریقے جن کا تعلق گو بشری وطبعی امور سے ہو تعلیم وتربیت ربانی کے ماتحت ہونے کی وجہ سے قابل عمل اور مشعل راہ ہیں۔ اسی وہم فاسد اور زعم باطل کو رد کرتے ہوئے ترجمان السنہ میں مذکور ہے ''قرآن کریم نے کسی ادنیٰ تفصیل کے بغیر تمام امور میں آپ ﷺ کی ذات کو اسوہ کہا ہے'' اور کوئی معمولی سے معمولی اشارہ بھی اس کی طرف نہیں کیا کہ نماز، روزہ، یا عبادت کی تشریح کے سوا بقیہ امور میں آپ کی ذات اسوہ نہیں ہے۔

(ترجمان السنہ صفحہ ۱۶۴)

نبی ﷺ کی ذات تمام امور میں اسوۂ حسنہ ہے:

حضرت رسول مقبول ﷺ کی پوری زندگی امت کے لئے اسوۂ حسنہ ہے امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ''اعلم ان مفتاح السعادة اتباع السنة والاقتداء برسول الله صلى الله عليه وسلم فى جميع مصادره وموارده وحركاته وسكناته حتى فى هيئة اكله وقيامه نومه وكلامه، لست اقول ذلك فى ادابه فى العبادات فقط لاوجه لا همال السنن الواردة فيها بل ذلك فى جميع امور العادات فبذلك يحصل الاتباع المطلق'' (جاننا چاہئے کہ سعادت کی کنجی تمام امور میں رسول اللہ ﷺ کی اتباع ہے، آپ ﷺ سے صادر ہونے والے، وارد ہونے والے تمام امور میں حرکات و سکنات میں حتیٰ کہ کھانے پینے، سونے، اٹھنے اور کلام کرنے میں بھی، عبادات کے علاوہ میں آپ کی عادت طیبہ

کے چھوڑنے کی کوئی وجہ نہیں، اسی لئے صرف عبادات میں منحصر نہیں کرتا، بلکہ تمام عادات واحوال میں بھی، کمال اتباع اسی سے حاصل ہوگی) امام غزالی علیہ الرحمۃ مزید اتباع کامل کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ لباس اور بشری امور میں بھی آپ ﷺ کی اتباع مطلوب وفلاح کا باعث ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں "فعليك ان تلبس السراويل قاعدا وتتعمم قائما وتبدأ باليمين فى تنعلك وتاكل بيمينك" (بس سنت کی اتباع تم پر لازم ہے کہ تم پاجامہ کو بیٹھ کر پہنو اور عمامہ کھڑے ہوکر باندھو، جوتا اولاً دائیں پیر میں پہنو، اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ)۔ (اربعین صفحہ ۵۸)

ظاہر ہے کہ یہ عبادات کے متعلق نہیں ہیں، بلکہ عادات وشمائل سے متعلق ہیں، جو لوگ آپ کی اتباع کو تمام امور میں مطلوب نہیں مانتے بلکہ صرف عبادات میں محصور مانتے ہیں وہ دراصل اس دروازے سے نفس کی آزادی چاہتے ہیں اور اپنے آپ کو ایک عظیم سعادت سے محروم کرنا چاہتے ہیں چنانچہ امام غزالی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں "لان ذلك يغلق عليك بابا عظيما من ابواب السعادة" (عادات واطوار میں سنت کا ترک سعادت عظیمہ سے محرومی کا باعث ہے)۔ (اربعین صفحہ ۵۸)

علامہ ابن قیم رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ اسلام صرف آپ کی رسالت کی تصدیق کا نام نہیں، جب تک کہ آپ کی پوری پوری اطاعت کا عہد بھی نہ کرے اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا۔

(زاد المعاد جلد ۳ صفحہ ۵۵)

خلاصہ یہ ہوا کہ بلا سنت واسوۂ رسول ﷺ کے اسلام معتبر نہیں، اتباع کامل ہی سے مسلمان کامل ہوسکتا ہے۔

اتباع سنت کی اہمیت اور تاکید:

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت رسول مقبول ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ أَحَبَّ بِسُنَّتِي فَقَدْ اَحَبَّنِي وَمَنْ اَحَبَّنِي كَانَ مَعِي فِي الْجَنَّةِ"

تَرجَمَۂ: "جس نے میری سنت سے محبت کی یعنی اس پر عمل کیا تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ رہے گا۔" (مشکوۃ صفحہ ۳۰)

کتنی بڑی فضیلت ہے، ہر امر میں اتباع سنت کی کہ اسے جنت کی رفاقت رہے گی۔ "اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا"

✲ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِي فَلَهُ اَجْرُ مِأَةِ شَهِيْدٍ" (جس نے میری سنت کو فساد امت کے وقت زندہ کیا وہ سو (۱۰۰) شہیدوں کا ثواب پائے گا)۔ مطلب یہ ہے کہ جس سنت کو لوگ چھوڑ چکے ہوں اس پر عمل کرنا اور کرانا

ثواب عظیم کا باعث ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۰)

❊ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو حلال کھائے اور سنت پر عمل کرے اور لوگوں کو تکلیف نہ پہنچائے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۰)

❊ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے "اِنَّ السُّنَّةَ مِثْلُ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ علیه السلام مَنْ رَكِبَهَا نَجٰى، وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرَقَ"، یعنی سنت مثل کشتی نوح کے ہے جو اس پر سوار ہوا نجات پائی اور جو پیچھے رہا غرق ہوا۔

❊ شرح شرعۃ الاسلام میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری سنت کی حفاظت کی تو خدائے تعالیٰ چار باتوں سے اس کی تکریم کرے گا۔

❶ نیک لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا کر دے گا۔

❷ فاجر لوگوں کے دلوں میں ہیبت ڈال دے گا۔

❸ رزق وسیع کر دے گا،

❹ دین میں پختگی پیدا کر دے گا۔

❊ سیّد الطائفہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں "اَسَاسُ الْخَيْرِ مُتَابَعَةُ النَّبِيِّ صلی اللّٰه علیه وسلم فِيْ قَوْلِهٖ وَفِعْلِهٖ" تمام خوبیوں کی جڑ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل میں اتباع ہے۔

❊ امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے رب العزت کو خواب میں دیکھا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے عبدالرحمٰن تم امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے رہو میں نے عرض کیا اے پروردگار آپ کے فضل سے کرتا ہوں اور پھر میں نے کہا اے رب مجھے اسلام پر موت نصیب فرما۔ ارشاد فرمایا "وعلى السنة" اور سنت پر موت آئے اس کی بھی دعا کرو اور تمنا کرو۔

سنت کو ہلکا نہ سمجھے:

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر الفتح العزیز میں لکھا ہے کہ "مَنْ تَهَاوَنَ بِالسُّنَّةِ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِ الْفَرَائِضِ"، یعنی جس نے سنت کو ہلکا سمجھا اور اس کے ادا کرنے میں سستی کی تو اس کو فرائض سے محرومی کی سزا ملے گی، مطلب یہ ہے کہ اس کے فرائض چھوٹنے لگیں گے، انجام کار کبائر کا مرتکب ہوگا۔

(اسلام میں سنت کی عظمت صفحہ ۵۰)

سنت

اور اس کی تعریف

سنت لغت میں عادت کو کہتے ہیں اور شریعت میں اسے کہتے ہیں جو نبی پاک ﷺ سے قولاً یا فعلاً یا تقریراً منقول ہو۔ (جامع الرموز)

محقق ابن ہمام رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی سنت کے مفہوم کو خلفاء راشدین تک وسیع کرتے ہوئے فرماتے ہیں "وَسُنَّتُہٗ اَلطَّرِیْقَۃُ الدِّیْنِیَّۃُ مِنْہُ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَالْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ"

علامہ شامی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بھی اسی طرح حضرات خلفاء کے اقوال و افعال کو بھی سنت قرار دیتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں "اِنْ کَانَ مِمَّا وَاظَبَ عَلَیْہِ الرَّسُوْلُ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اَوِالْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُوْنَ مِنْ بَعْدِ فَسُنَّۃٌ" (الشامی جلد ا صفحہ ۷۰)

یعنی جس پر نبی پاک ﷺ نے یا حضرات خلفاء راشدین نے مواظبت فرمائی ہو (یعنی سنت مؤکدہ کی صورت میں)۔

سنت اور حدیث ایک دوسرے کے مترادف ہے، جو مفہوم سنت کا ہے وہی حدیث کا بھی ہے، علامہ عبدالحئی فرنگی محلی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی "ظفر الامانی فی مختصر الجرجانی" میں سنت کی یہ تعریف لکھتے ہیں "اِنَّ السُّنَّۃَ تُطْلَقُ عَلٰی قَوْلِ الرَّسُوْلِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وَفِعْلِہٖ وَسُکُوْتِہٖ وَطَرِیْقَۃِ الصَّحَابَۃِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ" یعنی سنت کا اطلاق آپ ﷺ کے تمام اقوال و عادات پر ہوتا ہے حتیٰ کہ صحابہ کے طریقے کو بھی سنت کہا جاتا ہے۔ چنانچہ طحطاوی علی المراقی میں سنت کی یہ تعریف مرقوم ہے "مَا فَعَلَہُ النَّبِیُّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اَوْ وَاحِدٌ مِّنَ الصَّحَابَۃِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ" (صفحہ ۱۵)

چونکہ وہ بھی سنت ہی سے ماخوذ ہوتے ہیں، لہٰذا اس اعتبار سے آپ ﷺ نے جو فرمایا ہے کہ "عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ" تم پر میری سنت لازم ہے، تمام امور میں اخلاق و عادات میں بھی ہم اتباع سنت کے مکلف و مامور ہیں، طحطاوی میں ہے "فَاِنَّ سُنَّۃَ اَصْحَابِہٖ اَمَرَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ بِاتِّبَاعِھَا" آپ ﷺ نے صحابہ کی سنت کی اتباع کا حکم دیا ہے۔ (طحطاوی صفحہ ۵۱)

سنت اور اس کے اقسام:

سنت کی دو قسمیں ہیں۔ ① سنن ہدیٰ ② سنن زوائد۔

سنن ہدیٰ وہ سنت ہے جسے نبی پاک ﷺ نے کیا ہو اور من حیث العبادۃ ہو جیسے جماعت، اذان،

اقامت، اسی طرح سنن صلوۃ وصیام وحج وغیرہ، اور اس کا ترک باعث کراہت وملامت ہو۔

سنن زوائد وہ سنت ہے جو آپ کے اخلاق وعادات سے متعلق ہو، جیسے لباس ونوم وغیرہ کے سنن، اس کا بجا لانا باعث ثواب ہے مگر ترک باعث کراہت نہیں۔ (ماخوذ از شرح وقایہ وشامی جلد ا صفحہ ۷۰)

سنن زوائد یعنی کھانے پینے، سونے جاگنے میں آپ کی عادت طیبہ کو اختیار کرنے والا، سنت پر عامل کہلائے گا جو بڑی سعادت وخوش نصیبی کی بات ہے، مگر ترک گناہ کا باعث نہیں، اس زوائد کے نام سے یہ غلط فہمی نہ ہو کہ ان امور میں سنت کا طریقہ اختیار کرنا عبادت نہ ہوگا۔ ہرگز نہیں! یہ بھی عبادت میں داخل ہے۔ چنانچہ ان امور کو عبادت قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں "اِنَّ السُّنَّۃَ ھِیَ الطَّرِیْقَۃُ الْمَسْلُوْکَۃُ فِی الدِّیْنِ فَھِیَ فِیْ نَفْسِھَا عِبَادَۃٌ" سنت کا مفہوم دین کا طریقہ اختیار کرنا ہے وہ فی نفسہٖ عبادت ہے، لہٰذا سنت کے مطابق کھانا، پینا، سونا جاگنا وغیرہ سارے امور عبادت ہیں اور ان پر ثواب ہوگا، کیوں نہیں ان کے بغیر تو کمال اتباع سے بہر یاب نہیں ہوسکتا، چنانچہ قاضی عیاض مالکی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے شفاء میں لکھا ہے "اُصُوْلُ مَذْھَبِنَا ثَلٰثَۃٌ اَلْاِقْتِدَاءُ بِالنَّبِیِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فِی الْاَخْلَاقِ وَالْاَفْعَالِ وَالْاَکْلُ مِنَ الْحَلَالِ، وَاِخْلَاصُ النِّیَّۃِ فِیْ جَمِیْعِ الْاَعْمَالِ" (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۲۹)

مذہب کی بنیاد تین امر پر ہے نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی اقتداء اخلاق واعمال میں، اور حلال کھانے میں، اور اخلاص نیت تمام اعمال میں، اسی طرح شفاء کی عبارت "ھوالاقتداء" کی شرح میں لکھتے ہیں "اَیْ فِیْ جَمِیْعِ اَقْوَالِہٖ وَاَفْعَالِہٖ وَاَحْوَالِہٖ" (جلد ۲ صفحہ ۲۹)

ترک سنت کے متعلق:

خیال رہے کہ سنن ہدیٰ جسے سنن عبادت بھی کہا جاتا ہے، یعنی وہ سنن جو عبادات سے متعلق ہیں اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے انہیں دوام کے ساتھ ادا فرمایا ہے وہ واجب کی طرح ہے جسے سنت مؤکدہ سے موسوم کیا گیا ہے، اس کا ترک باعث گناہ وملامت ہوگا اس کے تارک کو تارک سنت اور مخالف سنت قرار دیا جائے گا جیسے تراویح اور نماز کے سنن راتبہ وغیرہ۔

اور جن میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے دوام منقول نہیں اس کا ترک نہ باعث گناہ ہوگا اور نہ قابل ملامت، جیسے چاشت کی نماز، نفل اوابین وغیرہ، البتہ کرنے والا ثواب عظیم کا مستحق ہوگا۔ (ماخوذ از شامی وغیرہ)

امور عبادت کی سنتوں کے ترک کو امام غزالی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے کفر خفی یا حماقت جلی قرار دیا اربعین میں اس کے ترک پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں "اَمَّا فِی الْعِبَادَاتِ فَلَا أَعْرِفُ لِتَرْكِ السُّنَّۃِ مِنْ غَیْرِ عُذْرٍ وَجْھًا اِلَّا کُفْرٌ خَفِیٌّ اَوْ حُمْقٌ جَلِیٌّ" بلا عذر ترک سنت کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی سوائے یہ کہ کفر خفی یا حماقت جلی کہا

جائے، پھر اس کی وجہ لکھتے ہیں:

"بیانه ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اذا قال تفضل صلاة الجماعة علی الفرد بسبع وعشرین درجة فکیف تسمح نفس المؤمنین بترکها من غیر عذر، نعم یکون انسبب فی ذلك اما حمق او غفلة بان لا یتفکر فی هذا التفاوت العظیم ومن یستمحق غیره اذا اثر واحدا علی اثنین کیف لا یستمحق نفسه اذ اثر واحدا علی سبع وعشرین لا سیما فیما هو عماد الدین ومفتاح السعادة الا بدیة" (اربعین صفحہ۶۲)

ترجمہ: "اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب نبی پاک ﷺ نے فرمایا جماعت کی نماز تنہا نماز سے ۲۷ گنا زائد ہے تو مؤمن کا دل بلا عذر کیسے اس کے چھوڑنے کو گوارا کرے گا ہاں حماقت و جہالت و نادانی ہو تو دوسری بات ہے، بایں طور کہ وہ اس فرق عظیم میں غور وفکر نہ کرے، اور جو شخص دوسرے کو اس وقت احمق سمجھتا ہو جب کہ وہ ایک کو دو پر ترجیح دے تو کیسے وہ خود اپنے آپ کو احمق نہ سمجھے گا جب کہ وہ خود ایک کو ستائیں ۲۷ پر ترجیح دیتا ہو خصوصاً ان امور میں جن کا تعلق بنیاد دین اور سعادت ابدیہ کی کنجی سے ہو۔"

خلاصہ یہ کہ عبادت میں سنت کا ترک اس کے تہاون اور غفلت دین کی غمازی کر رہا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ کس قدر قبیح امر ہے۔ "اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا"

اسی طرح امور عادیہ میں سنت کا ترک مذموم ہے جن پر آپ ﷺ نے دوام برتا ہو مثلاً کھانے کے متعلق منقول ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ دائیں ہاتھ سے کھانا تناول فرمایا، جوتے کے متعلق منقول ہے کہ آپ ﷺ ہمیشہ دائیں پیر میں اولاً پہنتے تھے اس کے خلاف کسی روایت میں اس کا ثبوت نہیں ہے کہ آپ نے صرف بائیں ہاتھ سے تناول فرمایا ہو یا اولاً بائیں پیر میں جوتا پہنا ہو، لہٰذا امت سے بھی اس کا عمل اور دوام مطلوب ہوگا، بلا عذر اس کے ترک کی اجازت نہ ہوگی، اس کے خلاف کرنے والا تارک سنت ہوگا، گو اس کا گناہ سنن مؤکدہ کے مثل نہ ہوگا اسی وجہ سے تو بائیں ہاتھ سے کھانے پر گرفت کی گئی جس کی تفصیل اسی کتاب میں اپنے مقام پر انشاء اللہ آئے گی۔

اس کے برخلاف وہ سنن عادیہ جن میں دوام منقول نہیں مثلاً ثرید کھانا، عجوہ کھجور کھانا، جبہ پہننا، تو ان امور کو سنت کی نیت سے بجالانے والا ثواب پائے گا، اور عامل سنت ہوگا، مگر نہ بجالانے والا تارک سنت اور خلاف سنت کا ارتکاب کرنے والا نہ ہوگا۔ اور نہ اس پر کوئی ملامت ہے۔ اسی طرح جس پر دوام تو ہو مگر دوام مطلوب و مراد نہ ہو

بلکہ ماحول و معاشرہ کے اعتبار سے ہو، مثلاً کھجور کھانا، جو کی روٹی کھانا کہ اکثر و بیشتر آپ کی غذا کھجور اور جو کی روٹی تھی، اسی طرح آپ ﷺ ازار تہبند باندھنے کے عادی تھے، خفین استعمال فرماتے تھے، سنت کی نیت سے اس پر عمل کرنے والا ثواب پائے گا، تاہم یہ کمال اتباع اور حب رسول ﷺ کی واضح علامت ہے جو دارین کی سعادت عظمٰی کا باعث ہے۔ آپ ﷺ سے جو منقول ہو خواہ دوام ثابت نہ ہو تب بھی اس پر عمل کرے تو یہ دونوں جہاں کی خوش نصیبی ہے اور آخرت میں شفاعت و رفاقت رسول ﷺ کا باعث ہے۔ "اللھم وفقنا لا تباع سنة سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم"

ایک وہم کا ازالہ:

خیال رہے کہ اتباع سنت کے متعلق یہ نہ سوچے کہ یہ روایت ضعیف ہے، کیونکہ فضائل کے سلسلے میں محدثین و فقہاء کرام نے ضعیف روایتوں پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے، اس میں ضعف موثر نہیں، ضعف کا تعلق رواۃ سے ہے نہ کہ آپ ﷺ کی سنت سے، چنانچہ تدریب الراوی میں ہے:

"اذا رایت حدیثا باسناد ضعیف فلك ان تقول ھو ضعیف بھذا الاسناد ولا تقل ضعیف المتن" (قواعد علوم حدیث صفحہ ۵۸)

ترجمہ: "یعنی جب تم کسی حدیث کو اسناد ضعیف کے ساتھ دیکھو تو تم یہ کہہ سکتے ہو کہ اس اسناد کے اعتبار سے ضعیف ہے لیکن یہ نہ کہو کہ یہ متن ضعیف ہے۔"

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ کسی محدث نے ہفتہ یا بدھ کے دن پچھنا لگوا لیا تھا، اور ایک حدیث میں جو سنداً ضعیف ہے اس میں ہے کہ جو شخص ہفتہ یا بدھ کے دن پچھنا لگوائے اور اسے برص کی بیماری ہو جائے تو اپنے سوا کسی پر ملامت نہ کرے، انہوں نے ضعیف سمجھ کر پرواہ نہ کی، چنانچہ انہیں برص کی بیماری ہو گئی وہ بہت پریشان ہوئے، خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت ہوئی، انہوں نے اس برص کے متعلق آپ ﷺ سے عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تو نے کیوں ہفتہ کے دن پچھنا لگوایا تھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ راوی ضعیف تھا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بات تو میری نقل کر رہا تھا، انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول! میں توبہ کرتا ہوں، چنانچہ آپ ﷺ نے صحت کی دعا فرمائی وہ اچھے ہو گئے۔ (اربعین صفحہ ۶۳)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی حدیث کو ضعف کی بنیاد پر ترک نہیں کرنا چاہئے کیونکہ خود فقہاء کرام نے بھی بسا اوقات اسے معیار حق تسلیم کیا ہے۔

فضائل میں احادیث ضعیفہ کا حکم:

محدثین عظام و فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے فضائل میں جن میں سنن عادیہ اور آپ کے اخلاق و عادات بھی

داخل ہیں ضعیف حدیث سے استناد کیا ہے اور اس پر عمل کی اجازت دی ہے، کیسے نہیں؟ کہ دین کا وسیع باب عمل سے خارج ہو جائے گا، اور امت ایک عظیم سعادت سے محروم ہو جائے گی، خود فقہاء کرام و ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے استناد کیا ہے اور سنن وعبادات میں بھی اس کا اعتبار کیا ہے کہ صحاح کی تعداد اس درجہ کہاں مگر جب کہ دوسرے طرق سے قوت پیدا ہو جائے، چنانچہ ائمہ احناف نے قیاس اور رائے کے مقابلے میں ضعیف حدیث سے استناد کیا ہے، محدث ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے خیرات الحسان میں اسے ذکر کیا ہے۔

(قواعد علوم الحدیث صفحہ ۵۹)

تاہم وہ روایتیں جو واہی ہوں یا معتدلین جرح وتعدیل نے ان کے موضوع ہونے کی تصریح کی ہو تو پھر ان پر عمل کی گنجائش نہیں۔ علامہ نووی شارح مسلم الاذکار میں لکھتے ہیں **"قال العلماء من المحدثین والفقهاء وغیرهم یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترهیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعا"** (الاذکار صفحہ ۵)

محدثین وفقہاء وغیرہ نے کہا ہے کہ حدیث ضعیف پر عمل کرنا فضائل وترغیب وترہیب میں جائز اور مستحب ہے تاوقتیکہ موضوع نہ ہو۔ قواعد علوم حدیث میں ہے **"فیعمل به فی فضائل الاعمال"** (صفحہ ۵۷) فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کیا جائے گا۔

ابن ہمام صاحب فتح القدیر نے لکھا ہے **"الاستحباب یثبت بالضعیف دون الموضوع"** (فتح صفحہ ۵۸)

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الملہم میں ارباب علم حدیث کا اس امر پر اجماع نقل کیا ہے کہ فضائل وغیرہ میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا درست ہے۔ (فتح مقدمہ صفحہ ۵۸)

اب اس اجماع کے بعد کہاں انکار کی گنجائش!!! ہاں البتہ اس کی گنجائش نہیں کہ اس کے ثبوت کا اعتقاد کرے۔

اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا حق ادا کرنے والا اور سچی اتباع کرنے والا بنائے۔ (آمین)۔

اللهم وفقنا لاتباع سید المرسلین
فاطر السموات والارض انت ولی فی الدنیا
والاخرة توفنی مسلما والحقنی بالصالحین

محمد ارشاد القاسمی

بروز جمعۃ المبارک ۱۳ر جمادی الاخریٰ ۱۴۱۴ھ بمطابق نومبر ۱۹۹۳ء

تقریظ

از

حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزی صاحب شہید رحمہ اللہ تعالیٰ

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی خاتم النبیین

اما بعد:

اللہ تعالیٰ شانہ نے حضور اکرم ﷺ کو ساری دنیا بلکہ رہتی دنیا تک کے انسانوں کے واسطے رحمت بنا کر بھیجا۔ حضور اکرم ﷺ کی ایک ایک ادا اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے اور جو بھی آپ ﷺ کے مبارک طریقوں کو اپناتا چلا جائے گا اللہ تعالیٰ شانہ، سے قریب ہوتا چلا جائے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے بھی اپنا محبوب بنالیں گے۔ ہر عمل میں حضور اکرم ﷺ کی اتباع جہاں انسان کی سب سے بڑی خوش نصیبی ہے وہاں حضور اکرم ﷺ سے سچی محبت کی علامت بھی ہے۔ دنیا کے تمام انسانوں میں صرف حضور اکرم ﷺ کی ہی ذات مبارکہ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آپ ﷺ کے اقوال و افعال، وضع و قطع، شکل و شباہت، رفتار و گفتار، مذاق طبیعت، انداز گفتگو، طرز زندگی، طریق معاشرت، کھانے پینے، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، ہنسنے بولنے کی ہر ہر مبارک ادا محفوظ کی گئی بعینہٖ اسی طرح جس طرح آپ ﷺ سے سرزد ہوئی۔ محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہاں تک نقل کر دیا کہ کس ارشاد کے وقت حضور اکرم ﷺ کے چہرہ انور پر کیسے تاثرات تھے۔ ہمارے لئے یہ بات باعث افتخار ہے کہ ہمیں جن کی اتباع کا حکم دیا گیا ان کی مبارک زندگی کا ایک ایک لمحہ ۱۴ سو سال گزرنے کے بعد بھی ہمارے پاس موجود اور محفوظ ہے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اس حیات طیبہ کو سیکھا جائے اس پر عمل کیا جائے اور ساری امت میں پھیلایا جائے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی اطاعت کو بڑی کامیابی کی ضمانت قرار دیا ہے اس کے علاوہ بے شمار آیات و احادیث اس سلسلے میں وارد ہوئی ہیں۔ دنیا و آخرت کی تمام تر خیریں حاصل کرنے کے لئے شمائل و خصائل مبارکہ سے متعلق کتابوں کا مطالعہ بے حد ضروری ہے۔ ان کتب کے ذریعے صحیح علم حاصل ہوتا ہے اور عمل کا شوق بھی پیدا ہوتا ہے۔ انہی سلسلہ کتب میں ایک پیش نظر کتاب ''شمائل کبریٰ'' (تالیف مولانا مفتی محمد

ارشاد صاحب) ہے جو کہ درحقیقت اس سلسلے کی "سلسلۃ الذہب" ہے۔ بندہ کی رائے ہے کہ ہر گھر میں اس کی تعلیم ہونی چاہئے وقت متعین کر کے ایک فرد پڑھے باقی سب سنیں اس کی برکت سے ان شاء اللہ الرحمٰن گھروں میں حضور اکرم ﷺ کی حسن معاشرت زندہ ہوگی اور رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوگا۔ اسی طرح اگر اسکولوں اور کالجوں کے طلبہ و طالبات کو غیر نصابی کتب کی شکل میں یہ کتاب مطالعہ کے لئے دی جائے اور اس کا امتحان بھی لیا جائے تو امید ہے کہ ہماری نوجوان نسل میں سنتوں کے اپنانے کا شوق بڑھے گا۔ اسی طرح دینی مدارس میں اولیٰ میں نئے آنے والے طلباء و طالبات کو شروع کے تین ماہ یعنی سہ ماہی امتحان تک یہ پڑھا دی جائے اور املاء کروا دی جائے تو جہاں ان کی اردو اچھی ہوگی وہاں سنتوں پر عمل کرنے کا شوق و جذبہ بھی پروان چڑھے گا۔

(حضرت مولانا مفتی) نظام الدین شامزی (صاحب)
استاذ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ
علامہ بنوری ٹاؤن۔ کراچی نمبر ۵
یکم ذوالقعدہ ۱۴۲۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

کھانے کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا بیان

ہاتھ دھونا تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: کھانے سے قبل اور بعد میں ہاتھ دھونا فقر کو دور کرتا ہے اور تمام نبیوں کی سنت ہے۔ (مجمع جلد۵ صفحہ ۲۷)

ہاتھ دھونا زیادتی خیر کا باعث

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جو یہ چاہتا ہے کہ اس کے گھر میں خیر زیادہ ہو اسے چاہئے کہ کھانا آئے تو ہاتھ دھوئے اور جب فارغ ہو جائے تو ہاتھ دھوئے۔

(ابن ماجہ جلد۲ صفحہ ۲۳۲)

ہاتھ دھونا باعث برکت ہے

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ کھانے سے فراغت کے بعد ہاتھ دھونا برکت کا باعث ہے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھانے سے قبل اور بعد میں ہاتھ دھونا برکت کا باعث ہے۔ (شمائل صفحہ ۱۳)

ہاتھ دھونا وسعت رزق کا باعث ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ کھانے سے قبل اور بعد میں ہاتھ دھونا وسعت رزق کا باعث ہے۔ اس میں شیطان کی مخالفت ہے۔ (کنز العمال جلد ۱۹ صفحہ ۱۸۶)

فَائِدَہ: احیاء العلوم میں ہے کہ کھانے سے قبل اور فراغت پر ہاتھ دھونا فقر وغربت کو دور کرتا ہے۔

فَائِدَہ: کھانے سے قبل اور فراغت کے بعد ہاتھ دھونا سنت ہے اگر ہاتھ صاف ہوں تب بھی دھونا سنت ہے۔ چمچوں اور کانٹوں کی صورت میں چونکہ ہاتھ دھونے کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی، اس لئے ان برکات وفوائد سے محرومی ہو جاتی ہے، قدرت نے ہاتھ اسی لئے دیئے ہیں کہ ہاتھ دھو کر ہاتھ سے کھائے تاکہ یہ برکات وفوائد حاصل ہوں، برکت کا مفہوم یہ ہے کہ جن فوائد اور مقاصد کے لئے کھایا جاتا ہے وہ پورے ہوتے ہیں، بدن کا جز بنتا ہے، عبادت اور عمدہ اخلاق پر تقویت کا سبب بنتا ہے۔ (خصائل صفحہ ۱۱۶)

برکت کا مطلب اس کا زائد محسوس ہونا بھی ہے۔ (عمدۃ جلد ۲۱ صفحہ ۷۶)

سنت کی برکت کا ایک عجیب واقعہ

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میرے اوپر تین سو (۳۰۰) روپیہ کا قرض تھا اور بوجہ مفلسی کے کوئی صورت ادا سمجھ میں نہ آتی تھی اتفاقاً ایک دن میں نے (کسی عالم کے) درس میں یہ سنا کہ جو شخص کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں سنت سمجھ کر ہاتھ دھولیا کرے تو اس کا یہ فائدہ ہوگا کہ چند دنوں میں اس کا قرض ادا ہو جائے گا، چنانچہ میں نے یہ عمل شروع کیا ابھی چند ہی روز کیا تھا کہ اللہ کے فضل وعنایت سے میرے ذمہ ایک کوڑی بھی کسی کی باقی نہ رہی، اور میں الحمد للہ ایک سنت نبوی پر عمل کی برکت سے باردین (قرض کے بوجھ) سے سبکدوش ہوگیا۔ (اسوہ صفحہ ۹)

برتن میں ہاتھ دھونا

سلفچی میں ہاتھ دھونا درست ہے جس برتن میں کھایا ہو اس میں ہاتھ دھونا بے ادبی ہے۔ (اتحاف جلد ۵ صفحہ ۲۲۹)

کھانے کی ابتدا بسم اللہ سے

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا بسم اللہ کہو اور ہر ایک اپنے قریب سے کھائے۔ (بخاری صفحہ ۸۱۰)

حضرت عمر بن ابی سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا بسم اللہ کہو اور اپنی جانب سے کھاؤ۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۱۰)

فَائِدَہ: صرف بسم اللہ پڑھے تب بھی کافی ہے، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا بہتر ہے۔

(خصائل صفحہ ۱۴۵، عمدۃ القاری جلد ۱ صفحہ ۲۸)

بسم اللہ نہیں تو برکت نہیں

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جس کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے اس میں برکت نہیں ہوتی۔ (کنز العمال جلد ۱۹ صفحہ ۱۸۰)

بسم اللہ نہ پڑھی جائے تو شیطان کی شرکت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب آدمی گھر میں داخل ہوتا ہے اور اللہ کا نام لیتا ہے اور کھانے پر اللہ کا نام لیتا ہے تو شیطان کہتا ہے نہ سونے کی گنجائش ہے نہ کھانے کی۔ (مسلم جلد۲ صفحہ ۱۷۲، ترمذی جلد۲ صفحہ ۸، ابوداؤد)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے یہ پسند ہو کہ شیطان اس کے ساتھ کھانے میں، سونے میں، رات گزارنے میں شریک نہ ہو اسے چاہئے کہ جب گھر میں داخل ہو تو سلام کرے اور کھانے پر بسم اللہ کہے۔ (اس کی برکت سے شیطان شریک نہیں ہوگا)۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ ۱۲۳)

بسم اللہ نہ پڑھنے پر شیطان کی شرکت کا واقعہ

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے کھانا پیش کیا گیا ابتدا میں اتنی برکت ہوئی کہ ہم نے ایسی برکت نہیں دیکھی، پھر آخر میں اتنی بے برکتی ہونے لگی کہ ہم نے ایسی بے برکتی نہیں دیکھی، ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یہ بات کیسے ہوئی؟ آپ نے فرمایا ہم لوگ بیٹھے تھے تو بسم اللہ پڑھ چکے تھے، پھر بعد میں ایک شخص شریک ہوا جس نے بسم اللہ نہیں کہا۔ پس شیطان اس کے ساتھ کھانے لگا۔ (اس کی وجہ سے یہ بے برکتی ہوئی)۔ (مجمع جلد۵ صفحہ ۲۶، مسند احمد)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جماعت میں اگر ایک شخص بھی بلا بسم اللہ کہے شریک طعام ہوگا تو اس سے بے برکتی ہوگی اور اس بے برکتی کا اثر پورے کھانے پر ہوگا، آج یہ سنت سستی وغفلت اور بے توجہی کی وجہ سے چھوٹتی جا رہی ہے۔ کھانے کے وقت بسم اللہ پڑھنے کا خیال نہیں آتا، کھانا لگتے ہی اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں، چنانچہ بے برکتی کا مشاہدہ آنکھوں کے سامنے ہے، بے برکتی کا مفہوم یہ بھی ہے کہ کھانا مفید اور معین صحت نہ بنے، جماعت میں بہتر یہ ہے کہ بعض ساتھی زور سے بسم اللہ پڑھ لیں تاکہ دوسروں کو بھی یاد آجائے، شرکاء طعام میں سے ہر ایک کو بسم اللہ پڑھنا چاہئے۔ (عمدۃ القاری جلد۲۱ صفحہ ۲۸)

شروع میں بھول جائے تو جب یاد آجائے پڑھ لے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بسم اللہ کہنا شروع کھانے میں بھول جاؤ تو بعد میں پڑھ لو۔ (مجمع جلد۵ صفحہ ۲۶)

جب شروع میں بھول جائے تو بعد میں کیا پڑھے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر بسم اللہ پڑھنا شروع میں بھول جائے تو وہ "بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ" پڑھ لے (یعنی جب یاد آجائے)۔

فائدہ: خیال رہے کہ یہ کھانے کے متعلق ہے، شروع میں بھول جائے تو کھانے کے دوران جب بھی یاد آ جائے تو یہ پڑھ لے۔ وضو کے شروع میں بھی بسم اللہ سنت ہے، شروع میں یہاں بھول جائے تو بعد میں یہاں سنت نہیں، بخلاف کھانے کے کہ وہاں دوران میں بھی سنت ہے۔ (طحطاوی صفحہ ۵۲)

بسم اللہ کہہ لینے سے شیطان پر اثر

حضرت امیہ بن مخشی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو کھاتا ہوا دیکھا اور اس نے بسم اللہ (شروع میں) میں نہیں پڑھی تھی، پھر بعد میں اس نے "بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ" پڑھ لیا تو آپ ﷺ نے (اس کے متعلق) فرمایا کہ شیطان اس کے ساتھ کھانا کھاتا رہا جب اس نے بسم اللہ پڑھا تو شیطان نے کھایا ہوا اگل دیا اور اس کے پیٹ میں کچھ بھی باقی نہ رہا۔ (ابوداؤد، نسائی، ترغیب جلد ۳ صفحہ ۱۲۴)

فائدہ: کھانے کے شروع میں بسم اللہ کہنا سنت ہے، بعض علماء کے نزدیک بسم اللہ کہنا واجب ہے کیونکہ اس کے ترک پر گناہ ہوگا، اگر کسی وجہ سے شروع میں خیال نہ رہا تو درمیان میں بھی یاد آنے پر کہنا سنت ہے۔

(عمدۃ القاری جلد ۲۱، صفحہ ۲۸)

دائیں ہاتھ سے کھانا سنت ہے

حضرت عمر بن ابی سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے بچے اللہ کا نام لو، اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ، اور قریب سے کھاؤ۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۱۰)

بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا ہے

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور نہ پانی پیے! کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔ (ترغیب جلد ۳ صفحہ ۱۲۸)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مرفوعاً روایت ہے کہ جو بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے، شیطان اس کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے اور کھاتا ہے۔ (مسند احمد، عمدۃ القاری جلد ۲۱ صفحہ ۲۹)

خلاف سنت کی سزا

حضرت سلمہ بن اکوع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھا تو آپ نے فرمایا دائیں ہاتھ سے کھاؤ، اس نے (تکبراً و اعراضاً) کہا میں نہیں کھا سکتا آپ نے فرمایا تم نہیں کھا سکو گے، چنانچہ اس کے بعد اس کا دایاں ہاتھ شل ہو گیا۔ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۷۲)

فائدہ: آپ کے کہنے پر اس نے باوجود یہ کہ اس کا ہاتھ درست تھا۔ تاویل کرتے ہوئے اور بہانہ بناتے ہوئے کہا کہ میں نہیں کھا سکتا ہوں یعنی معذور ہوں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا جب نہیں کھا سکتے ہو تو ٹھیک

ہے نہیں کھا سکو گے۔ جس سے اس کا ہاتھ شل ہو گیا، اعراض سنت کی سزا اسی دنیا میں مل گئی غیرت کا مقام ہے۔ دائیں ہاتھ سے کھانا سنت ہے (اس کا ترک مذموم ہے) بعض علماء کے نزدیک واجب ہے۔ کیونکہ دائیں ہاتھ سے کھانے کی تاکید اور بائیں سے وعید ہے، ابوداؤد کی ایک حدیث میں ہے کہ دائیں ہاتھ کو کھانے پینے اور بائیں کو اس کے علاوہ کے لئے بنایا گیا ہے، لیکن اگر اعانت اور مدد کے لئے بائیں کی ضرورت پڑ جائے تو لگایا جا سکتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کھانے کے دوران پانی پیتے ہوئے بائیں ہاتھ سے گلاس پکڑتے ہیں اور دائیں ہاتھ کو ذرا سا لگا لیتے ہیں یہ خلافِ سنت طریقہ ہے بلکہ دائیں ہاتھ سے پکڑ کر پینا چاہئے انگلیاں آلودہ ہوں تو چاٹ لے پھر پکڑے۔ نیز کھانے کے دوران پانی پینا سنت نہیں۔

اپنے قریب سے کھانا سنت ہے

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں پلیٹ کے چاروں طرف سے کھا رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی جانب سے کھاؤ۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۱۰)

فائدہ: جب دستر خوان پر ایک ہی قسم کی چیز ہو یا کسی بڑی پلیٹ میں ایک ہی نوع کا کھانا ہو تو یہ حکم ہے کہ صرف اپنی طرف ہی سے کھائے۔ اور اگر کئی نوع کا کھانا ہو یا مختلف قسم کی چیزیں منتشر ہوں تو دوسری طرف سے بھی لیا جا سکتا ہے۔ (فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۵۲۳)

چنانچہ حضرت عکراش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہمارے سامنے پیالے میں ثرید اور گوشت کے ٹکڑے لائے گئے، میں اسے چاروں طرف سے کھانے لگا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اپنے سامنے سے کھا رہے تھے، آپ نے اپنے بائیں ہاتھ سے میرے دائیں ہاتھ کو پکڑا اور فرمایا اے عکراش ایک طرف سے کھاؤ، ایک ہی تو کھانا ہے، پھر اس کے بعد ایک طبق لایا گیا جس میں مختلف قسم کے کھجور تھے تو میں صرف اپنے سامنے سے ہی کھانے لگا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک طبق میں چاروں طرف چل رہا تھا تو آپ نے فرمایا کہ اے عکراش جہاں سے چاہو کھاؤ، کیونکہ ایک قسم کا نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۶۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا اپنے قریب سے کھاتے تھے، اور جب کھجور پیش کیا جاتا تو دست مبارک گھومتے تھے۔ (سیرۃ الشامی صفحہ ۴۷۲)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ پلیٹ یا دستر خوان پر مختلف اشیاء ہوں تو حسب خواہش دوسری جانب سے بھی ہاتھ بڑھا کر لیا جا سکتا ہے اور یہ طریقہ خلاف سنت نہیں ہے نہ حرص کی علامت ہے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانے کے دوران غلطی کی اصلاح کی جا سکتی ہے۔

برتن کے بیچ سے کھانا بے برکتی کا باعث

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا برکت بیچ کھانے میں اترتی ہے لہٰذا کنارے سے کھاؤ بیچ سے مت کھاؤ۔

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب کھانا پیش کیا جائے تو کنارے سے شروع کرو بیچ کا حصہ چھوڑ دو، کیونکہ برکت بیچ والے حصہ پر نازل ہوتی ہے۔ (کنز العمال جلد ۱۹ صفحہ ۱۷۶، حاکم جلد ۴ صفحہ ۱۱۶)

فَائِدَہ: برتن کے کنارے سے کھائے، شروع ہی میں پلیٹ کے بیچ میں ہاتھ نہ ڈالے۔

برتن کو خوب صاف کرنا سنت ہے

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے انگلیوں کو چاٹنے اور برتن کو صاف کرنے کا حکم دیا ہے، اور فرمایا کہ تمہیں نہیں معلوم کہ کھانے کے کس حصے میں برکت ہے۔ (ترغیب جلد ۳ صفحہ ۱۴۷)

برتن کو صاف کرنا مغفرت کا باعث

حضرت نبیشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں پیالہ میں کھا رہا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا جو برتن میں کھائے اور اسے صاف کرے تو برتن اس کے لئے دعاء مغفرت کرتا ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۴)

برتن کو صاف کرنے کا آخرت میں صلہ

حضرت عرباض بن ساریہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے برتن کو صاف کیا، انگلیوں کو چاٹا، خدا اس کا دنیا اور آخرت میں پیٹ بھر دے گا۔ (ترمذی، ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۴)

انگلیوں کو چاٹنا

حضرت کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کھانا تناول فرماتے تو تین انگلیوں سے تناول فرماتے اور فارغ ہوتے تو انگلیوں کو چاٹ لیتے۔ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۷۵)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا انگلیوں کا چاٹنا باعث برکت ہے۔

(سیرۃ خیر العباد جلد ۷ صفحہ ۲۶۹، مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۷۵)

فَائِدَہ: انگلیوں کو چاٹنے اور برتن کو صاف کرنے کی بڑی فضیلت اور تاکید ہے، کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹنا مستحب ہے بغیر چاٹے ہاتھ دھونا ممنوع ہے۔ انگلیاں جس میں اجزاء لگے ہوں خود چاٹ لے یا اسے دوسرے کو چاٹنے دے جسے کراہت محسوس نہ ہو جیسے اولاد، شاگرد وغیرہ۔ (فتح الباری صفحہ ۵۷۸)

یا بیوی کو چٹا دے۔ (عینی)

اس سے معلوم ہوا کہ آج کل جو یہ طریقہ رائج ہوگیا ہے کہ برتن کو صاف ہی نہیں کرتے، یا اس میں کچھ چھوڑ دیتے ہیں، یہ نہایت قبیح اور خلاف سنت فعل ہے جو غیروں سے آیا ہے، یہ کہنا کہ چاٹنا حرص کی علامت ہے، جہالت ہے، بلکہ نعمت خداوندی کے قدر کی علامت ہے، انگلیوں کا چاٹنا دافع کبر ہے۔ (عینی جلد۲۱، صفحہ ۷۶)

انگلیوں کے چاٹنے کا مسنون طریقہ

بعض روایت میں وارد ہوا ہے کہ آپ ﷺ پہلے بیچ کی پھر شہادت کی پھر انگوٹھا چاٹا کرتے تھے۔

(حاشیہ جمع الوسائل صفحہ ۱۸۹)

اس ترتیب میں بھی علماء نے بہت سے مصالح بیان فرمائے ہیں، ایک یہ کہ انگلیاں چاٹنے کا دور دائیں سے چلتا ہے۔ (خصائل صفحہ ۱۱۳)

اور یہ کہ بیچ والی زیادہ کھانے سے ملوث ہوتی ہے، یا اس وجہ سے کہ وہ لمبی ہے وہ پہلے لگی ہوگی۔

(جمع صفحہ ۱۸۹، عینی جلد ۲۱ صفحہ ۷۶)

انگلیاں تین مرتبہ چاٹنا سنت ہے

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اپنی انگلیاں تین مرتبہ چاٹا کرتے تھے۔ (خصائل صفحہ ۱۱۱)

تین انگلیوں سے کھانا سنت ہے

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی عادت طیبہ تین انگلیوں سے کھانے کی تھی۔ (مسلم جلد۲ صفحہ ۱۷۵، شمائل صفحہ ۱۱۲)

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ تین انگلیوں سے کھاتے تھے اور فارغ ہونے پر ان کو چاٹ لیا کرتے۔ (مجمع جلد۵ صفحہ ۲۸، مسند بزار)

پانچ انگلیوں کی اجازت

سعید بن منصور سے مرسلاً روایت ہے کہ آپ ﷺ نے پانچ انگلیوں سے بھی کھایا ہے۔

(فتح الباری جلد۹ صفحہ ۵۷۸)

فائدہ: اکثر و بیشتر تو آپ کی عادت طیبہ تین انگلیوں سے ہی کھانے کی تھی مگر کبھی ضرورت پر پانچ کو بھی استعمال کیا ہے، کھانے کی کیفیت سے ایسا ہوسکتا ہے۔ (فتح الباری)

اگر خشک چیز نہ ہو تو ایسی چیز میں پانچ انگلیوں کو لگایا جا سکتا ہے۔ (شرح مناوی صفحہ ۱۹۰)

مثلاً چاول دال یا اسی کے مثل کوئی چیز ہو جو تین انگلیوں سے کافی نہ ہو تو پانچوں انگلیوں سے کھایا جا سکتا

ہے، ابن عربی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے کہا کہ اگر کوئی پانچ انگلیوں سے کھانا چاہے تو کھا سکتا ہے۔

(شرح مناوی صفحہ ۱۹۰)

اسی طرح ضرورت پر چوتھی انگلی بھی لگا سکتا ہے، ملا علی قاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے لکھا ہے کہ کبھی آپ نے چوتھی انگلی سے بھی مدد لی ہے، خیال رہے کہ پانچ یا چار انگلیوں سے کھانے کی اجازت ضرورت پر ہے، دال چاول میں اس کی ضرورت پڑتی ہے لہٰذا اس قسم کے کھانوں میں پانچ یا چار انگلیوں کا استعمال خلاف سنت نہ ہوگا۔

امام نووی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے لکھا ہے کہ احادیث سے تین انگلیوں سے کھانے کا استحباب معلوم ہوتا ہے، لہٰذا چوتھی اور پانچویں انگلی بلا ضرورت شامل نہ کرے، علامہ عینی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے لکھا ہے کہ بلا ضرورت پانچ انگلیوں سے کھانے والا تارک سنت ہوگا۔ تین انگلیوں سے کھانے کی مصلحت یہ ہے کہ لقمہ چھوٹا ہو تا کہ زیادہ تعداد میں نہ کھایا جا سکے۔ (خصائل صفحہ ۱۱۲، عینی جلد ۲۱ صفحہ ۷۷)

ایک انگلی سے کھانے کی ممانعت

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مرفوعاً روایت ہے کہ ایک انگلی سے کھانا شیطان اور دو سے متکبرین اور تین سے حضرات انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کی عادت ہے۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۹۱)

جن تین انگلیوں سے کھانا مسنون ہے، وہ یہ ہیں انگوٹھا، شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی۔ (جمع الوسائل ۱۸۹)

طبرانی میں کعب بن عجرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کی روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے دیکھا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ انگوٹھے، شہادت اور بیچ کی انگلی سے کھا رہے تھے۔ پھر میں نے ان تینوں کو چاٹتے دیکھا کہ پہلے بیچ والی کو پھر اس کے بعد والی کو پھر انگوٹھے کو چاٹا۔ (جمع الوسائل جلد ۵ صفحہ ۱۸۹)

گرے ہوئے لقمے کو اٹھا کر کھانا سنت ہے

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے یہ نقل فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اسے صاف کرے اور کھا لے، شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۷۶)

فَائِدَہ: گرے ہوئے لقمے کو اٹھانے اور کھانے میں قباحت یا کراہت محسوس نہ کرے، سنت سمجھ کر کھا لے تو ثواب عظیم پائے گا، لوگوں کے کچھ کہنے یا سوچنے کی پرواہ نہ کرے، شاید کہ اسی میں برکت ہو۔

شیطان کھانے کے وقت بھی آتا ہے

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا شیطان تم میں سے ہر ایک کے پاس آتا ہے یہاں تک کہ کھانے کے وقت بھی آتا ہے، پس اگر تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اسے صاف کر کے کھا لے۔ شیطان کے لئے نہ چھوڑے اور فراغت پر انگلیوں کو بھی چاٹ لے اسے کیا معلوم کہ کھانے کے کس

جز میں برکت ہے۔ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۷۲)

فائدہ: کھانے کے دوران لقمہ یا کھانے کے اجزاء اگر ادھر ادھر دستر خوان سے باہر گر جائے تو اسے اٹھا کر کھا لینا مسنون ہے، اگر گرد وغیرہ لگ جائے تو اسے صاف کر کے دھو کر کھا لینا چاہئے، اس میں کراہت محسوس نہ کرے، شاید کہ اسی میں برکت اور تغذیہ اور صحت مقدر ہو۔

دستر خوان کے گرے ٹکڑوں کے کھانے کے فوائد

ابوالشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ جو دستر خوان یا برتن سے گرے ہوئے کھانے کے ٹکڑوں کو کھائے گا وہ تنگدستی سے محفوظ رہے گا، اسی طرح خطرناک امراض مثلاً برص، جذام سے محفوظ رہے گا، اس کی اولاد چالاک ہوگی، حماقت اور پاگل پنے سے محفوظ رہے گی۔ اسی طرح دیلمی کی مسند فردوس میں ہے کہ اس کی اولاد اچھی ہوگی اور غربت دور ہوگی۔ احیاء العلوم میں امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ ایسا شخص وسعت رزق سے نوازا جائے گا اس کی اولاد میں عافیت رہے گی بیماریوں سے محفوظ رہے گی، نیز امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ کھانے کے ریزوں کا چننا جنت کی حوروں کا مہر ہے۔ (احیاء العلوم جلد ۲ صفحہ ۱۲)

گرے ٹکڑوں کو کھانا باعث مغفرت

حضرت عبداللہ بن ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دستر خوان پر گرے ہوئے ٹکڑوں کو تلاش کر کے کھائے گا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دے گا۔ (مجمع جلد ۵ صفحہ ۳۷)

فائدہ: دستر خوان کے ٹکڑوں کا کھانا تواضع ہے اور نہ کھانا تکبر کی علامت ہے۔

برتن کی دعاء

حضرت نبیشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی برتن میں کھائے پھر اسے خوب صاف کرے تو برتن اسے دعا دیتا ہے کہ جس طرح اس نے مجھے شیطان سے آزاد کیا اے اللہ! آپ اسے جہنم سے آزاد کر دیجئے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۶۸)

فائدہ: برتن معصوم ہے اس کی دعاء مقبول ہے، اس معمولی کام پر کتنے بڑے ثواب اور برکات ہیں۔

کھانے کے بعد ہاتھ پونچھنا مسنون ہے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاتھ کو رومال سے اس وقت تک نہ پونچھو تاوقتیکہ اسے صاف نہ کر لو۔ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۷۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ہاتھ اس وقت تک نہ پونچھے جب تک کہ چاٹ نہ لے۔ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۷۵)

فراغت پر ہاتھ بازوؤں اور پیروں پر ملنا

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، کہ ہم لوگ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے زمانہ میں کھانے کی یہ مقدار (پیٹ بھر) نہیں پاتے بلکہ کم پاتے تھے اور نہ ہمارے پاس رومال ہوتے، شوربے کو ہتھیلیوں، بازوؤں اور پیروں پر مل لیتے، پھر نماز پڑھتے اور ہاتھ دھوتے نہیں تھے۔ (بخاری جلد۲ صفحہ۸۲۰)

فَائِدَہ: کھانے کے بعد حضرات صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ ہاتھ کم دھوتے تھے، رومال یا تولیہ کا استعمال رائج نہ تھا، کھانے کے بعد بلا ہاتھ دھوئے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر یا بازو پر یا پیر اور پنڈلی پر مل لیا کرتے تھے۔

(عمدۃ القاری جلد۲۱، صفحہ۷۷)

تاہم ہاتھ پونچھنے کے لئے کپڑے اور رومال کا استعمال بھی درست ہے۔ مستحب یہ ہے کہ چاٹنے کے بعد ہاتھ صاف کرے۔ (شرح مسلم جلد۲ صفحہ۱۷۵)

حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہاتھ کو پیروں پر مل لیا کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری جلد۲۱ صفحہ۷۷)

حافظ ابن حجر رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے کہا ہے کہ ہاتھ کا ملنا اور پونچھنا مستحب ہے۔

ہاتھ دھونا بھی سنت ہے

حافظ ابن حجر عسقلانی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے لکھا ہے کہ ہاتھ کا چاٹنے کے بعد بو زائل کرنے کے لئے دھونا مندوب و بہتر ہے، چنانچہ ابوداؤد شریف میں یہ حدیث ہے کہ اگر کسی نے کھانے وغیرہ کی چکناہٹ وغیرہ کو دھو کر صاف نہ کیا اور کوئی تکلیف پہنچ گئی (مثلاً کسی جانور نے کاٹ لیا) تو اپنے سوا کسی پر ملامت نہ کرے۔

(ابن ماجہ جلد۲ صفحہ۲۳۹، مشکوۃ صفحہ۳۶۶)

قاضی عیاض مالکی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے کہا ہے کہ ملنا اور مسح کرنا وہاں ہے جہاں دھونے کی ضرورت نہ ہو، اور چپکاہٹ یا لٹھاپن ہے تو وہاں ہاتھ کا دھونا ہے، حدیث پاک میں ہاتھ دھونے کی ترغیب آئی ہے اور اس کے ترک کی ممانعت آئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ ہاتھ کا ملنا اور دھونا دونوں سنت ہے۔ اسی طرح کھانے کے بعد رومال یا کپڑے سے پونچھنا بھی سنت ہے، بشرطیکہ ہاتھ چاٹنے کے بعد ہو، امام غزالی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے ہاتھ دھونے کی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ صابن وغیرہ اولاً بائیں ہاتھ میں لے اور پہلے داہنے ہاتھ کی تین انگلیاں دھوئے اور ان پر صابن لگائے پھر ہونٹ دھوئے اس پر انگلیاں ملے پھر منہ دھوئے دانتوں کو اوپر نیچے سے اور تالو کو انگلی سے ملے پھر ان انگلیوں کو صابن سے دھو ڈالے۔ (احیاء العلوم جلد۲ صفحہ۱۲)

دسترخوان پر کھانا سنت ہے

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے نہ کبھی میز پر اور نہ تشتریوں میں کھانا تناول

فرمایا ہے، پوچھا پھر کس پر کھاتے تھے کہا دستر خوان پر۔ (ابن ماجہ، بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۱۱)

حضرت فرقد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو میں نے دستر خوان پر کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۲۶۳)

دستر خوان پر ملائکہ کی دعاء رحمت

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ ملائکہ جب تک کہ دستر خوان بچھا رہتا ہے دعاء رحمت کرتے رہتے ہیں۔

فَائِدَہ: دستر خوان پر کھانا سنت ہے۔ بلا دستر خوان بچھائے کھانا خلاف سنت ہے۔ نیز آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا دستر خوان چمڑے کا ہوتا تھا اور گول ہوتا تھا۔ (عمدۃ القاری جلد ۲۱ صفحہ ۳۵)

روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا دستر خوان چمڑے کا ہوتا تھا۔ (اسوۃ الصالحین صفحہ ۹)

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ پر جو مائدہ اترا تھا وہ سرخ چمڑے کے دستر خوان میں تھا۔

(عمدۃ القاری جلد ۲۱ صفحہ ۳۵)

زمین اور فرش پر کھانا سنت ہے

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں ایک شخص نے کھانا پیش کیا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ زمین یا چٹائی پر رکھو! (مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۲۷)

میز یا ٹیبل پر کھانا خلاف سنت ہے

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے میز پر کبھی کھانا تناول نہیں فرمایا۔ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ (آپ کی عادت طیبہ تھی) آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سواریوں پر کسی کے پیچھے بیٹھ جاتے تھے، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے کھانے کا دستر خوان زمین پر رکھا جاتا، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غلاموں کی دعوت قبول کر لیتے اور گدھے پر سوار بھی ہو جاتے۔

فَائِدَہ: یہ آپ کی متواضعانہ نشانی تھی، عبدیت کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر ادا سے تواضع و مسکنت ظاہر ہو۔

حضرت براء بن عازب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زمین پر کھانا کھاتے تھے۔

(سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۲۶۷)

فَائِدَہ: چوکی یا چارپائی پر کھانا سنت نہیں ہے۔ حدیث شریف میں خوان پر نہ کھانے کا ذکر ہے، خوان کی تشریح علامہ مناوی نے حکیم ترمذی کے قول سے یہ کی ہے کہ جو زمین پر پائے سے قائم ہو جیسے میز، ٹیبل وغیرہ۔

ملا علی قاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے اور علامہ مناوی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے لکھا ہے کہ یہ متکبرین اور دنیا داروں کی

عادت ہے، تاکہ ان کا سر (جو ایک نعمت خداوندی اور قابل اکرام ہے) نہ جھکے، حسن بصری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کا قول ہے کہ میز اور کرسی پر کھانا بادشاہوں کی عادت ہے۔ (جمع)

ابن قیم رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے لکھا ہے کہ آپ کے لئے دستر خوان زمین پر بچھایا جاتا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زمین پر کھاتے۔ (زاد المعاد صفحہ ۴۵، اتحاف عن ابن عباس جلد ۵ صفحہ ۲۱۲)

اسی طرح نبوی لیل ونہار میں ہے کہ آپ نے میز، کرسی پر بیٹھ کر کبھی کھانا تناول نہیں فرمایا بلکہ زمین پر دستر خوان بچھایا جاتا اور اس پر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کھانا تناول فرماتے۔ (نبوی لیل ونہار صفحہ ۴۰)

حاشیہ ترغیب وترہیب میں ہے:

"اَنْ یُّوْضَعَ الطَّعَامُ عَلَی السُّفْرَۃِ الْمَوْضُوْعَۃِ عَلَی الْأَرْضِ فَھُوَ مَأْدُبَۃٌ الی فعل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من رفعہ علی المائدۃ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِذَا اُتِیَ بِطَعَامٍ وَضَعَہٗ عَلَی الْاَرْضِ فَھُوَ اَقْرَبُ اِلَی التَّوَاضُعِ" (جلد ۳ صفحہ ۱۵۲)

مسنون یہ ہے کہ کھانا دستر خوان پر ہو جو زمین پر رکھا گیا ہو یہی اقرب الی السنۃ ہے بمقابل کھانا اوپر رکھنے کے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس جب کھانا آتا تو اسے زمین پر ہی رکھا جاتا اور یہی تواضع کے قریب ہے۔

غیروں کا خلاف سنت اور مکروہ طریقہ ہمارے معاشرہ میں رائج ہو گیا ہے حیرت تو یہ ہے کہ اس کی قباحت و کراہت کا بھی احساس نہیں ہے بلکہ شرف وعزت فخر کی بات سمجھی جاتی ہے، اللہ کی پناہ، آج غیروں اور دشمنوں کے طریق میں عزت وشرافت محسوس ہوتی ہے۔ خصوصاً شادی بیاہ کے موقع پر، یہ مکروہ بدعت رائج ہو گئی ہے۔ اس طریقے سے اہل ایمان کو شدید نفرت ہونی چاہئے۔ نہ خود اختیار کریں اور نہ ایسی تقریبات میں شریک ہوں، کیوں کہ یہ ملعون ومغضوب قوم یہود ونصاریٰ کی عادت ہے، آج مسلم متمول گھرانے میں، زمین پر دستر خوان بچھا کے کھانا معیوب سمجھا جاتا ہے سنت کی جگہ غیروں کا طریقہ داخل ہو گیا ہے۔ (العیاذ باللہ) اس مکروہ طریقے کو ختم کرنا اور کرانا اور دستر خوان کی سنت کو زندہ کرنا اس زمانہ میں سو شہیدوں کا ثواب رکھتا ہے۔

کرسی پر کھانا بدعت اور مکروہ تحریمی ہے

ملا علی قاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے متکبرین کا طریقہ قرار دیتے ہوئے بدعت قرار دیا ہے۔

(عمدۃ القاری صفحہ ۳۴، جمع الوسائل صفحہ ۱۹۶)

کوکب دری میں علامہ گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے لکھا ہے کہ ہمارے زمانے میں چونکہ اس میں نصاریٰ کے ساتھ تشبہ بھی ہے اس لئے مکروہ تحریمی ہے۔ (خصائل صفحہ ۱۱۷)

فائدہ: ولیمہ کھانا سنت ہے اور میز ٹیبل پر کھانا بدعت ہے، اگر سنت کے طریقہ پر کھانے کا انتظام ہو تو اس کی مسنونیت باقی رہے گی، اگر بدعت اور مکروہ امور پر مشتمل ہو تو پھر ایسی دعوت کا قبول کرنا اور شریک طعام ہونا ممنوع ہوگا، آج کل بعض موقعوں اور جگہوں میں کھڑے ہو کر کھانا کھلایا جاتا ہے یہ نہایت ہی مکروہ اور قبیح طریقہ ہے، ایسے مقامات پر جانا ممنوع ہے۔ (شرح مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۶۲)

ٹیک لگا کر کھانا خلاف سنت ہے

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا ہوں (شمائل) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بندہ غلام ہوں اس طرح کھاتا پیتا ہوں جس طرح ایک غلام کھاتا پیتا ہے۔ (کنز العمال جلد ۱۹ صفحہ ۱۷۰)

یعنی جس طرح ایک غلام یا شاگرد مؤدب آقا اور استاذ کے سامنے تواضع و مسکنت سے کھانے کا طریق اختیار کرتا ہے ایسی ہیئت جس سے تکبر، غرور، و بڑائی ظاہر ہو اس سے بچتا ہے اسی طرح میں بھی متواضعانہ طریق اختیار کرتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کی خدمت میں بکرے کا گوشت پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوزانو بیٹھ کر تناول فرمانے لگے، ایک اعرابی نے پوچھا یہ کیسا بیٹھنا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے شریف بندہ بنایا ہے جبار و معاند نہیں بنایا ہے۔ (ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۳)

یعنی متکبرین میں سے نہیں بنایا کہ ان کا طریقہ اختیار کروں۔

فائدہ: ٹیک لگا کر کھانا ممنوع اور مکروہ ہے، ٹیک لگا کر کھانا جسے حدیث پاک میں اتکاء کہا گیا ہے اس کی مختلف صورتیں ہیں یہ سب اس ممنوع صورت میں داخل ہیں۔

❶ دو پہلوؤں میں سے کسی ایک پہلو پر ٹیک لگانا۔

❷ زمین پر ایک ہاتھ رکھ کر ٹیک لگانا۔

❸ چہارزانو بیٹھنا، پیٹھ کو دیوار یا تکیہ کے سہارے لگانا۔

یہ حالتیں متکبرین کی ہیں اسی لئے ان ہیئتوں کے ساتھ کھانے کو منع فرمایا ہے چونکہ مؤمن کا کھانا بھی عبادت ہے اور عبادت میں تواضع اور تواضع کی صورت مطلوب ہے۔ لیکن اگر کبھی پھل وغیرہ ایک آدھ اتفاقاً ٹیک لگائے ہوئے کھالے تو گنجائش ہے چنانچہ ابوداؤد کی ایک حدیث میں ہے کہ آپ کی خدمت میں کھجور پیش کیا گیا تو آپ نے ٹیک لگائے ہوئے ہی تناول فرمالیا۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۲۶۲)

چہار زانو کھانا خلافِ سنت اور ممنوع ہے

ابن قیم رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے زاد المعاد میں چہار زانو بیٹھ کر کھانے کو اتکاء میں داخل مانتے ہوئے مکروہ و مذموم قرار دیا ہے۔ (جلد ۱ صفحہ ۵۴)

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ چہار زانو کھانے کے عادی ہیں ان کو بلا تاویل یہ خلاف سنت طریقہ چھوڑ دینا چاہئے۔ قاضی عیاض مالکی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے شفاء میں بھی اسے مذموم قرار دیا ہے۔

ٹیک لگا کر کھانے کے نقصانات

ابن قیم رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ اس طرح کھانا کھانے والے کو نقصان پہنچتا ہے، معدے میں کھانا بآسانی نہیں پہنچتا، معدہ ایک جانب جھک جاتا ہے، کھانے کے جو راستے ہیں اس سے گزرنے میں یہ ہیئت مانع ہوتی ہے۔ (زاد المعاد، جمع الوسائل صفحہ ۱۹۱)

ابن شاہین رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے عطاء رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ٹیک لگا کر کھانے سے منع فرمایا۔ حضرت ابراہیم نخعی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ مکروہ سمجھتے تھے کہ اس سے پیٹ بڑا نہ ہو جائے۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۹۱)

عموماً اس طرح کھانے والا زیادہ کھاتا ہے اور اس خلاف سنت طریق میں برکت نہیں ہوتی اور اس سے پیٹ بڑا ہو جاتا ہے، جو مذموم ہے۔

بیٹھنے کا مسنون طریقہ

کھانے کے لئے بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ یا تو دونوں قدموں کے بل (اکڑو) بیٹھے۔ یا دائیں پیر کو اٹھا لے اور بائیں پیر کو بچھا لے۔ ابن قیم رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ سرین کے بل بیٹھتے تھے اور بائیں پیر کے تلوے کو دائیں پیر کے اوپر رکھتے، یہ طریقہ آپ ادباً اور تواضعاً اختیار کرتے، یہ ہیئت کھانے کے طریقوں میں سب سے افضل اور انفع ہے۔ (شرح مناوی صفحہ ۱۹۱)

مدارج النبوۃ میں ہے کہ ٹیک لگانے کی تفسیر میں اختلاف کیا گیا ہے۔ قاضی عیاض رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ شفاء میں فرماتے ہیں اتکاء یعنی ٹیک لگانے سے مراد جم کر بیٹھنا ہے اور کھاتے وقت چوکڑی مار کر سرین پر بیٹھنا ہے۔ اس ہیئت پر بیٹھنے والا کھانا زیادہ کھاتا ہے اور اس طرح اظہار کبر کرتا ہے۔

ابن قیم رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے کہا کہ ٹیک لگا کر کھانا نقصان پہنچاتا ہے کھانے کے لئے اس کے راستے سے گزرنے میں یہ ہیئت مانع ہوتی ہے اور یہ کہ سرعت سے معدہ میں کھانا نہیں پہنچتا اور معدہ میں گردش کرتا ہے، مستحکم نہیں ہوتا اور معدہ کا منہ غذا کے لئے نہیں کھلتا، اور معدہ ایک جانب جھک جاتا ہے اور بسہولت غذا معدہ

میں نہیں جاتی، صاحب سفر السعادۃ لکھتے ہیں کہ کھانے کے وقت اس ہیئت پر بیٹھنا مستحب ہے کہ دونوں رانوں کو کھڑا کرے اور دونوں قدموں کی پشت پر بیٹھے، ابن قیم رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے لکھا ہے کہ حضور اقدس ﷺ بائیں قدم کی جانب کو داہنے قدم کی پشت پر رکھتے تھے۔

کھڑے ہوکر کھانے کی ممانعت

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا کہ کھانا کھڑے ہوکر کھایا جائے۔

فَائِدَہ: افسوس کہ آج کل غیروں کے ساتھ خلط (میل جول) سے کھڑے ہوکر قبیح اور مذموم فعل کا رواج ہوتا جارہا ہے خصوصاً شادی بیاہ اور تقریبات کے موقعوں پر کھڑے ہوکر خوردونوش کا طریقہ رائج ہوگیا ہے اس پر مزید قباحت در قباحت کہ چل کر اللہ کی پناہ! یہ جانوروں کا طریقہ ہے نہ کہ انسانوں کا، وہ بھی اہل ایمان، یہی وجہ ہے کہ جانوروں کے افعال سے جانوروں کے اخلاق پیدا ہورہے ہیں، ایسی دعوتوں میں شرکت خلاف سنت اور مکروہ ہے۔ اختیار نہ ہوتو واپس چلا آئے یہ محمود ہے اور مقام غیرت ہے، البتہ اتفاقاً کوئی خشک پھل کھڑے یا چلتے ٹہلتے ہوئے کھالیا تو اس کی کی گنجائش ہے نہ کہ کھانا وغیرہ کھانے کی۔

بازار میں کھانے کی ممانعت

حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نبی اکرم ﷺ سے نقل فرماتے ہیں کہ بازار میں کھانا بے حیائی ہے۔

(مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۲۷)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بازار میں کھانا بے حیائی ہے۔

(مطالب عالیہ جلد ۲ صفحہ ۳۲۷)

فَائِدَہ: بازار میں اگر گھر یا دوکان کے اندر کھانا ہوتو یہ ممنوع نہیں ہے بلکہ جائز ہے، کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

جوتے کھول کر کھانا سنت ہے

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کھانے کے قریب آئے اور اس کے پیر میں جوتا ہوتو اسے نکال دے۔ (مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۲۷)

جوتے کھول کر کھانے کا حکم

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب کھاؤ تو جوتے کھول دو۔

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب کھانا آجائے تو

جوتوں کو نکال دو، یہ تمہارے قدم کے لئے راحت بخش ہے۔ (دارمی، کنز جلد ۱۹ صفحہ ۱۷۲)

فائدہ: سنت اور حکم شرع یہ ہے کہ جوتے پہنے ہوئے کھانا نہ کھائے بلکہ اسے کھول دے جوتا پہنے ہوئے کھانا خلاف سنت ہے اور پیروں کے لئے بھی تکلیف دہ ہے۔ آج کل عموماً لوگ ہوٹل وغیرہ میں جوتے پہنے کھاتے ہیں، اس قبیح طریقہ سے احتیاط کرنا چاہئے۔

تیز گرم کھانے کی ممانعت

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرم کھانا کھانے سے منع فرمایا ہے یہاں تک کہ وہ مناسب ہوجائے (یعنی کھانے کے لائق ہوجائے)۔

(کنز العمال جلد ۱۹ صفحہ ۱۸۸)

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گرم کھانے کو پسند نہیں فرماتے تھے یہاں تک کہ اس سے بھاپ نکل جائے۔ یعنی ایسا گرم کھانا جس سے بھاپ نکل رہی ہو۔ (جمع الفوائد، مجمع جلد ۵ صفحہ ۲۲)

گرم کھانا آگ ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک پلیٹ میں تیز گرم کھانا پیش کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ بڑھایا پھر کھینچ لیا اور فرمایا اللہ نے ہمیں آگ نہیں کھلائی۔

(مجمع جلد ۵ صفحہ ۲۳)

ٹھنڈا کھانا سنت ہے

ایسا تیز گرم کھانا جس سے بھاپ نکل رہی ہو اور ہاتھ اور منہ کے جلنے یا تکلیف کا اندیشہ ہو کھانا ممنوع ہے پھر یہ کہ ایسے کھانے میں لذت بھی نہیں حاصل ہوتی، کیوں کہ منہ جلنے کی وجہ سے انسان جلد نگلنا چاہے گا۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھانا ٹھنڈا ہونے دو اس میں برکت زائد ہوتی ہے۔ (کنز العمال جلد ۱۹ صفحہ ۱۷۰)

گرم کھانے میں برکت نہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کھانا ٹھنڈا ہونے دیا کرو، گرم کھانے میں برکت نہیں۔ (مجمع جلد ۵ صفحہ ۲۳)

گرم کھانا آجائے تو ٹھنڈا ہونے کا انتظار کیا جائے

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس جب (گرم) ثرید لایا جاتا تو اسے ڈھانک رکھنے کا حکم دیتیں، تو اسے ڈھک دیا جاتا، یہاں تک کہ اس کی بھاپ ختم ہوجاتی اور یہ کہتیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ

فرماتے تھے کہ یہ (ٹھنڈا کر کے) کھانا بڑی برکت کا باعث ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۶۸)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ گرم کھانا نہیں کھانا چاہئے، گرم کھانا آ جائے تو اسے ٹھنڈا ہونے دینا چاہئے۔ گرم سے مراد وہ گرم ہے جو منہ اور ہاتھ کو تکلیف دے اسی وجہ سے آپ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے آگ نہیں کھلائی، اس سے تیز گرم کا مفہوم واضح ہے۔ البتہ چائے اس ممانعت سے مستثنیٰ ہے کیونکہ اس کا گرم ہی پینا نافع ہے۔

معتدل گرم کھانا خلاف سنت نہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دن گرم کھانا پیش کیا گیا آپ نے تناول فرمایا اور الحمد للہ کہتے ہوئے فرمایا کہ کئی دن ہو گئے پیٹ میں گرم کھانا نہیں گیا۔

(ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۷)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ معتدل گرم کھانا ممنوع نہیں، چنانچہ جو کھانے گرم ہیں لذیذ ہوتے ہیں مثلاً پلاؤ، نہاری وغیرہ ان کو معتدل گرم کھانا خلاف سنت نہ ہوگا۔

کھانا سونگھنے کی ممانعت

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھانے کو مت سونگھا کرو کیونکہ درندے سونگھا کرتے ہیں۔ (کنز العمال جلد ۱۹ صفحہ ۱۸۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روٹی مت سونگھو جیسا کہ جانور سونگھا کرتے ہیں۔ (کنز العمال جلد ۱۹ صفحہ ۱۸۹)

فَائِدَہ: کھانا سونگھ کر کھانا ممنوع ہے یہ جانور کی عادت ہے، البتہ کھانے کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کو صورت اور کیفیت سے پہچانا جا سکتا ہے، لیکن پھلوں کی خوشبو کو معلوم کرنا ممنوع نہیں ہے۔

کھانے میں پھونک مارنے کی ممانعت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے برتن میں سانس لینے یا پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ کھانے میں پھونک مارتے تھے اور نہ پانی میں اور نہ برتن میں سانس لیتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے کھانے پینے میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۱)

فَائِدَہ: کھانے یا پینے کی چیزوں میں پھونک مارنا ممنوع ہے۔ اگر کھانا گرم ہے تو ٹھنڈا ہونے کے لئے چھوڑ

دیا جائے، پھونک کر ٹھنڈا نہ کیا جائے۔

کھانے کے بعد منہ کے بل لیٹنے کی ممانعت

حضرت سالم نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کھانا کھانے کے بعد منہ کے بل لیٹنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابن ماجہ جلد۲ صفحہ۲۵۳، ابوداؤد)

فائدہ: منہ کے بل لیٹنا ویسے بھی ممنوع ہے خصوصاً کھانا کھانے کے بعد، کہ اس سے معدہ پر بوجھ رہتا ہے۔ ایسی حالت میں منہ کے بل لیٹنا تکلیف دہ ہے اور معدہ اور صحت کے لئے مضر ہے، شریعت نے ہر ایسی چیز سے منع فرمایا ہے جو انسان کے لئے صحت اور جسم کے اعتبار سے مضر ہو جیسے کہ دھوپ کے گرم پانی سے وضو کرنا اور نصف سایہ اور نصف دھوپ میں بیٹھنا یا سڑی چیزوں کا کھانا وغیرہ۔

رات کا کھانا نہ چھوڑا جائے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ رات کا کھانا ترک نہ کرو خواہ ایک مٹھی کھجور ہی سہی، کہ رات کے کھانے کا چھوڑنا بڑھاپا لاتا ہے۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ۷)

کھانے کی تفتیش اور جائزہ لینا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پرانی کھجوریں پیش کی گئیں آپ اس کی تفتیش کرنے لگے (دیکھ کر کیڑا نکالنے لگے)۔ (مشکوٰۃ صفحہ۳۶۷، ابوداؤد)

فائدہ: پرانی کھجور میں کبھی کیڑا پیدا ہو جاتا ہے، آپ ﷺ اسے توڑ کر دیکھنے لگے کہ کیڑا وغیرہ ہو تو نکال دیں، اس سے معلوم ہوا کہ کھانے وغیرہ میں کیڑے وغیرہ کا احتمال ہو جیسے سرکہ، شہد، بعض پھلوں وغیرہ میں۔ تو احتمال کی بنیاد پر اس کی تفتیش کی جا سکتی ہے یہ مشروع ہے، چنانچہ اگر ایک چیونٹی بھی منہ میں چلی گئی تو ایک مردار کا گناہ ملے گا، البتہ جہاں احتمال نہ ہو جیسے نئی کھجور میں تو اس میں ضرورت نہیں ہے۔

کھانے کو برا کہنا ممنوع ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے کبھی کسی کھانے کو برا نہیں کہا، اگر خواہش ہوتی تو تناول فرماتے ورنہ چھوڑ دیتے۔ (بخاری صفحہ۸۱۴)

فائدہ: یعنی اگر کھانا پسند نہ ہوتا تو اسے برے الفاظ سے یاد نہ کرتے نہ اس کے متعلق کوئی ایسا کلمہ کہتے جس سے اس کی برائی ظاہر ہوتی، مثلاً ایسا کڑوا جیسے ایلوا، ایسا کالا جیسے کوئلہ وغیرہ، چنانچہ گوہ آپ ﷺ کو پسند نہیں تھا، آپ نے اسے نہیں کھایا مگر برا نہیں کہا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر کھانے میں حرمت کی جہت ہوتی تو آپ اس کی مذمت فرماتے،

اور جو چیز مشروع ہو، حرام نہ ہو اس کی مذمت درست نہیں ہے۔ (فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۵۴۸)

نہ تو کھانے کی تعریف کی جائے اور نہ اس کی برائی کی جائے

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو کسی کھانے کے ذائقہ کی برائی ظاہر کرتے اور نہ اس کی تعریف کرتے۔ (سیرۃ خیر العباد جلد ۷ صفحہ ۲۷۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ کھانا عمدہ معلوم ہو تو اس کی بڑائی اور خوبی و تعریف نہ کرے کہ یہ حرص اور عشق طعام کی علامت ہے۔ اور مذمت نہ کرے کیونکہ جیسا بھی ہے اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اور مذمت میں ناقدری اور توہین ہے، ہاں اگر خوبی بطور تذکرہ کے یا داعی کے خلوص کے پیش نظر ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے بلکہ امید ہے کہ ماجور ہوگا۔

کھانا پھینکنے کی ممانعت

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو روٹی کا ٹکڑا پڑا پایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اٹھایا، صاف کیا اور کھالیا، اور فرمایا اے عائشہ! اپنے کرم فرما کا اکرام کرو یعنی کھانے کا۔

(ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۹)

کھانے کا کریم و کرم فرما ہونا تو ظاہر ہے کہ اگر ایک وقت نہ ملے تو نفس ڈھیلا ہو جاتا ہے، عام طور پر بال بچوں والے گھروں میں کھانے کے ٹکڑوں کی بڑی بے احتیاطی ہوتی ہے، بسا اوقات نالیوں میں پڑے ہوتے ہیں، ادھر ادھر پڑے ہونے کی وجہ سے جوتوں اور پیروں سے روندے جاتے ہیں بڑی گرفت کی بات ہے، اسی کھانے کے لئے تو انسان نہ معلوم کیسی کیسی مشقتیں اور تکلیفیں اٹھاتا ہے، پھر اس کی ایسی بے قدری، ایسا نہ ہو کہ اس نعمت کی اہانت اور بے قدری میں نعمت سے محروم کر دیئے جائیں۔ غربت اور تنگدستی کے آنے میں ان امور کو بھی کافی دخل ہے، گھروں میں اس کی تاکید کی جائے کہ اس کی بے قدری نہ ہو، اگر ٹکڑے ناقابل استعمال ہوں تو ان کو ایک کنارے میں محفوظ مقام پر ڈال دیا جائے تاکہ دوسری مخلوق اس سے فائدہ اٹھا سکے، چنانچہ ایک حدیث میں اسی طرح کا مضمون وارد ہوا ہے۔

مسجد میں کھانا کھانا

حضرت عبداللہ بن الحارث زبیدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ مسجد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گوشت روٹی کھاتے تھے۔ (ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۰)

حضرت ابن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بھنا ہوا گوشت کھایا۔ (شمائل صفحہ ۱۱)

فَائِدَہ: مسجد میں کھانا پینا جائز ہے بشرطیکہ ریزے وغیرہ سے مسجد خراب نہ ہو، ورنہ مکروہ ہوگا۔ اور ممکن ہے کہ حالت اعتکاف کا ذکر ہو، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ہر سال اعتکاف کا تھا۔ (خصائل صفحہ ۱۲۶)

مسجد میں کھانا پینا احترام مسجد کے خلاف ہے۔ ریزے کا گرنا کراہت کا باعث ہے۔ اسی لئے فقہاء کرام نے مسجد میں کھانا مکروہ قرار دیا ہے، نیز معتکف کو چاہئے کہ حالت اعتکاف میں بھی بلا دسترخوان کے نہ کھائے۔

برتن کے اخیر کا کھانا مرغوب تھا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہانڈی اور پیالہ کا بچا ہوا کھانا مرغوب تھا۔

(شمائل، مشکوٰۃ صفحہ ۲۶۶)

فَائِدَہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل کمال تواضع کی بناء پر تھا اوپر کا کھانا دوسروں کو پہلے کھلاتے اور باقی اپنے لئے پسند فرماتے۔ اس کی وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ نیچے کے کھانے میں دہنیت (تیل) کم ہونے کی وجہ سے ہضم میں سہولت ہوتی ہے اس لئے پسند فرماتے تھے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ آپ کا ایثار تھا کہ اوپر کا اچھا کھانا کھلاتے اور خود گھٹیا تناول فرماتے تھے۔ (جمع الوسائل صفحہ ۲۲۹)

خادم اور نوکروں کے ساتھ کھانے میں شریک ہونا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی کا خادم کھانا لائے اگر وہ اسے اپنے کھانے میں شریک نہ کرے تو کم از کم ایک دو لقمے ہی اسے کھلا دے۔

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۷، ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۸)

فَائِدَہ: یعنی اولاً تو خادم کو اپنے ساتھ کھلائے، اگر ایسا نہ کر سکے تو اسے ایک دو لقمے ہی چکھا دے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ اپنے ساتھ بٹھانے اور نہ بٹھانے دونوں کا اختیار ہے مگر اپنے ساتھ بٹھا کر کھلانا افضل ہے۔ (فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۴۸۲)

کھانا کھانے کے بعد سونا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھانے کے ہضم کو آسان کرو ذکر اور نماز سے، اور کھانے کے بعد مت سوؤ کیونکہ اس سے بدن میں قساوت پیدا ہوتی ہے۔ (مواہب جلد ۴ صفحہ ۳۵۶)

فَائِدَہ: کھانے کے بعد فوراً سونا مضر ہے، ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ جو اپنی صحت کی حفاظت چاہتا ہے اسے چاہئے کہ رات کے کھانے کے بعد کم از کم سو (۱۰۰) قدم چہل قدمی کر لے۔ سوئے نہیں کیونکہ یہ نقصان دہ ہے۔ (مواہب جلد ۴ صفحہ ۳۵۶)

کھانے کے بعد نماز پڑھنے سے ہضم میں سہولت ہوتی ہے، بہتر ہے کہ کھانے کے بعد تھوڑی دیر نماز یا ذکر میں مشغول ہو جائے۔ کہ یہ بھی شکر کا پہلو ہے۔ (ایضاً)

خلال کرنا

حضرت عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھانے کے بعد خلال کرو اور کلی کرو یہ دانت اور ڈاڑھ کے لئے مفید ہے۔ (کنز العمال صفحہ ۱۸۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کھانا کھایا اور خلال کیا، تو جو خلال میں نکلے اسے باہر پھینک دے (یعنی کھائے نہیں، جس نے ایسا کیا اچھا کیا ورنہ کوئی حرج نہیں) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ کھانے کے ریزے جو ڈاڑھوں کے درمیان رہ جاتے ہیں ڈاڑھ کو کمزور کر دیتے ہیں۔ (مجمع جلد ۵ صفحہ ۳۳)

کھانے کے بعد خلال کرنا سنت ہے، منہ کی نظافت اور صفائی کا باعث ہے خصوصاً ان کھانوں کے بعد جن کے ریزے دانتوں میں رہ جاتے ہیں جیسے گوشت وغیرہ۔ خلال کے لئے نیم کے تنکے بہتر ہیں۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ جو ریزے زبان کے ذریعے سے دانتوں سے نکلیں ان کو نگل لیں۔ (اسوہ صفحہ ۱۳)

دستر خوان پر روٹی آ جائے تو شروع کر دے سالن کا انتظار نہ کرے

بسر بن راسبی اپنا واقعہ ذکر کرتے ہیں کہ میں اپنے دادا کے ساتھ ایک ولیمہ میں گیا اس میں غالب بن قطان بھی تھے دستر خوان بچھا دیا گیا (روٹی ڈال دی گئی) لوگوں نے اپنے ہاتھوں کو کھانے سے روکے رکھا، غالب بن قطان نے لوگوں سے پوچھا کیا بات ہے کہ یہ لوگ کھاتے کیوں نہیں؟ کیا یہ لوگ سالن کے انتظار میں ہیں؟ اس پر غالب بن قطان نے یہ حدیث سنائی کہ مجھ سے کریمہ بنت الطائیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا روٹی کا اکرام کرو، اور روٹی کا اکرام یہ ہے کہ سالن کا انتظار نہ کیا جائے، چنانچہ لوگوں نے کھانا شروع کر دیا، اور ہم نے بھی شروع کر دیا اور کھانے لگے۔

(حاکم جلد ۴ صفحہ ۱۲۲)

فائدہ: اگر سالن سے قبل روٹی آ جائے تو کھانا شروع کر دے، سالن کا انتظار اکرام روٹی کے خلاف ہے۔

دستر خوان کب اٹھایا جائے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دستر خوان پر سے اٹھنے سے منع فرمایا ہے تاوقتیکہ دستر خوان نہ اٹھا لیا جائے۔ (ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دستر خوان بچھ جائے تو کوئی نہ اٹھے تاوقتیکہ دستر خوان نہ اٹھالیا جائے۔

فائدہ: نہ اٹھنے کا حکم شرکاء کی رعایت میں ہے، اگر کوئی تاخیر سے کھانے کا عادی ہو یا کوئی دیر سے شریک ہوا ہوتو اس کی بھی رعایت ہو جائے گی، اسے جھجک محسوس نہ ہوگی وہ لحاظ کی وجہ سے بھوکا نہ اٹھے گا، مواہب میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دستر خوان پر لوگوں کے ساتھ کھاتے تو سب سے آخر میں اٹھتے۔ (مواہب جلد ۴ صفحہ ۳۶۶)

شرکاءِ دستر خوان کی رعایت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے گھر کے سایہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے مجھے اشارہ کیا آؤ! پس میں آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، ہم چلے، یہاں تک کہ بعض ازواج مطہرات کے حجرے میں آئے (زینب یا ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے) آپ داخل ہوئے اور میرے لئے بھی اجازت لی! میں بھی داخل ہوا، اور وہ پردے میں تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کچھ کھانے کو ہے؟ انہوں نے کہا جو کی تین روٹیاں ہیں، پس اسے دستر خوان پر رکھ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روٹی لی اور اپنے سامنے کر لی، دوسری روٹی لی اسے میرے سامنے رکھ دیا۔ پھر تیسری روٹی لی اس کے دو ٹکڑے کئے ایک ٹکڑا اپنے سامنے رکھا اور ایک ٹکڑا میرے سامنے رکھا۔ (مسلم، احمد، سیرۃ خیر العباد جلد ۷ صفحہ ۲۸۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ دستر خوان پر کھانے کی صورت میں شرکاء دستر خوان کی رعایت کرنی چاہئے۔ کہ جس طرح ایک کے سامنے ہو اسی طرح دوسروں کے سامنے بھی ہو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب دستر خوان لگا دیا جائے تو چاہئے کہ اپنے قریب سے کھائے، اپنے ساتھی کے قریب سے نہ کھائے اور نہ بیچ برتن سے کھائے، کیونکہ برکت بیچ برتن میں نازل ہوتی ہے، اور کوئی آدمی نہ اٹھے جب تک کہ دستر خوان نہ اٹھ جائے۔ اور کھانے سے اپنے ہاتھ کو نہ روکے اگرچہ پیٹ بھر جائے، تاوقتیکہ لوگ فارغ نہ ہو جائیں۔ کیونکہ (اس کے اٹھنے سے) ساتھی شرمندہ ہوگا، وہ بھی اپنے ہاتھ کو کھانے سے (لحاظاً) روک لے گا، حالانکہ اسے مزید کھانے کی خواہش ہوگی۔

(ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۹)

فائدہ: شرکاء دستر خوان کی رعایت کی بڑی تاکید ہے، خواہ پیٹ بھر جائے بیٹھے رہنے کا حکم ہے، ایسی صورت میں چاہئے کہ آہستہ آہستہ کچھ کھاتا رہے تاکہ اس کی وجہ سے کوئی خواہش مند نہ رہ جائے، لیکن اٹھنے کی ضرورت ہوتو ساتھی سے معذرت کر کے اٹھ جائے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ دستر خوان پر سے آخر میں اٹھتے تھے۔ لیکن اگر دستر خوان کی یہ نوعیت ہو کہ لوگ فارغ ہو کر اٹھتے جاتے ہوں اور نئے لوگ بیٹھتے جاتے ہوں تو

وہاں یہ حکم نہیں ہے۔

دستر خوان صاف کر دیا جائے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ ایسا نہیں ہوتا تھا کہ دستر خوان آپ کے سامنے سے اٹھالیا گیا ہو اور دستر خوان پر کھانے کا ٹکڑا باقی رہ گیا ہو۔ (طبرانی، سیرۃ خیر العباد جلد ۷ صفحہ ۱۴۸)

فَائِدَہ: دستر خوان اٹھانے سے قبل دستر خوان پر کھانے کے جو ٹکڑے ہوں اسے کھالیا جائے۔ دستر خوان صاف کرنے اور ان ٹکڑوں کے کھانے کی بڑی فضیلت ہے۔

دستر خوان صاف کرنے کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن حرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا جو دستر خوان پر گرے ہوئے (ٹکڑوں) کو تلاش کر کے کھائے گا، اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادے گا۔

ملا علی قاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے ذکر کیا ہے کہ جو دستر خوان کے ٹکڑوں یا گرے ہوئے کو کھائے گا وہ تنگدستی سے محفوظ رہے گا، اسی طرح دستر خوان کے گرے ٹکڑوں کو کھانے والا خطرناک مرض برص، جذام سے محفوظ رہے گا، اور اس کی اولاد چالاک ہوگی، اسی طرح دیلمی فردوس میں ہے کہ جو دستر خوان کے گرے ٹکڑوں کو کھائے گا اس کی اولاد خوبصورت ہوگی اور غربت سے محفوظ رہے گا۔

احیاء العلوم میں امام غزالی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے لکھا ہے کہ وسعت رزق سے نوازا جائے گا، اس کی اولاد میں عافیت رہے گی۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۹۰)

دستر خوان پر کھانے کی ابتدا کس سے ہو؟

حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ جب ہم لوگ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ کھاتے تو ہم لوگ شروع نہ کرتے جب تک کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شروع نہ فرماتے۔ (حاکم جلد ۶ صفحہ ۱۰۹)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب پلاتے (کھلاتے) تو فرماتے بڑوں سے شروع کرو۔ (مجمع جلد ۵ صفحہ ۸۴)

ابوادریس خولانی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی سے مرسلاً روایت ہے کہ جب کھانا چن دیا جائے تو کھانے کی ابتدا قوم کے بڑے سے ہو، یا صاحب طعام سے ہو یا جوان میں صالح ہو اس سے ہو۔ (کنز العمال جلد ۱۹ صفحہ ۱۷۵)

دستر خوان پر چند اشخاص ہوں تو خود ہی شروع نہ کر بیٹھے بلکہ کسی بڑے کے انتظار میں رہے، ان کے شروع کرنے کے بعد شروع کرے، یہ سنت ہے کہ ابتدا کسی بڑے سے ہو، خواہ وہ بڑا تقویٰ وعبادت میں ہو یا عمر میں یا جاہ ومنصب میں ہو، چنانچہ اسی کھانے کے موقع پر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت ابوعبیدہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو فرمایا، برکت

بڑوں کے ساتھ ہے۔ (مجمع الزوائد جلد۵ صفحہ۸۴)

دسترخوان پر مرغوب شے پیش کرنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دی گئی میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا، شوربا لایا گیا جس میں لوکی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم رغبت سے کھانے لگے جب میں نے یہ دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے (دوسری طرف سے) لوکی پیش کرنے لگا، پھر میں نے اس میں سے کچھ نہیں کھایا۔

(آداب بیہقی صفحہ ۳۰۶)

جھوٹا کھانا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں پانی پیتی یا ہڈی چوستی پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی مقام سے پانی نوش فرماتے اور ہڈی سے گوشت نکال کر کھاتے جس مقام سے میں پیتی یا کھاتی۔

(مسلم جلد۱ صفحہ ۱۴۳، نسائی)

تبرکاً جھوٹا کھانا

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رات کا کھانا بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج دیتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچا ہوا آتا تو اسی مقام سے میں اور میری بیوی کھاتے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک پڑا ہوتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ تواضع میں سے یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کا جھوٹا کھائے اور پئے۔ (سیرۃ الشامی جلد۳ صفحہ۳۹۲)

ساتھ کھانے کی فضیلت اور برکت

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مل کر کھایا کرو، الگ الگ مت کھاؤ، کیونکہ برکت جماعت کے ساتھ ہوتی ہے۔ (ابن ماجہ جلد۲ صفحہ۲۳۷)

حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول! ہم کھاتے ہیں اور ہمارا پیٹ نہیں بھرتا، آپ نے فرمایا شاید تم لوگ الگ الگ کھاتے ہو، انہوں نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا مل کر کھاؤ، اللہ کا نام لے کر کھاؤ! اس میں برکت ہوگی۔ (ابن ماجہ جلد۲ صفحہ۲۳۷، ابوداؤد، ترغیب جلد۳ صفحہ۱۳۳)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین پسندیدہ وہ کھانا ہے جس پر بہت سے لوگوں کے ہاتھ پڑے ہوں۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ۱۳۴)

فائدہ: ساتھ کھانے میں بڑی برکت ہوتی ہے کھانے کی کمی کا اثر نہیں ہوتا، جماعت پر اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت ہوتی ہے۔ کم کھانا بھی کافی ہو جاتا ہے۔ کسی مقام پر لوگ ہوں اور کھانے کا وقت ہو تو اکٹھے ہو کر کھانا برکت کا

باعث ہے۔ اپنے گھر میں بھی ماں، بہن، بیوی بچے سب کے ساتھ ایک ہی دسترخوان پر کھانا چاہئے، اس سے کھانے میں برکت بھی ہوتی ہے اور آپس میں محبت بھی ہوتی ہے، الگ الگ کھانا، ایک پلیٹ لئے ادھر کوئی کھا رہا ہے، دوسری پلیٹ لئے دوسری طرف کھا رہا ہے، یہ غیروں کی بری عادت ہے، اسے ترک کر کے ساتھ کھانے کا مسنون اور بابرکت طریقہ اختیار کرنا چاہئے، اپنے گھر میں بھی اس طریقہ کو جاری کرنا چاہئے جو باہمی الفت و محبت و انسیت کا سبب ہے۔ شرعاً یہ محمود و مطلوب ہے۔ اس کی برکت سے گھریلو معمولی اختلاف موثر نہ ہوں گے۔

تنہا کھانا

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تنہا کبھی نہیں کھاتے تھے۔

(کیمیائے سعادت، اتحاف صفحہ ۲۱۷)

فائدہ: ساتھ کھانے کی نوبت آسکے تو تنہا نہ کھائے۔ تاکہ کھانے کے برکات سے وہ نوازا جا سکے، علامہ عینی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے لکھا ہے کہ جماعت کے ساتھ کھانا مستحب ہے۔ تنہا کھانے کی کوشش نہ کرے۔ کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے تنہا کھانے سے منع فرمایا ہے۔ تنہا آدمی بسا اوقات حرص کی وجہ سے کھاتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ دوسرا میرا کھا لے، ہمیں کم ہو جائے، اسی کی اصلاح کے لئے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے جماعت کے ساتھ کھانے کا حکم دیا ہے۔

تنہا نہ کھانے کا حکم

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ مل کر کھاؤ، الگ الگ نہ کھاؤ۔

(طبرانی، ترغیب جلد ۳ صفحہ ۱۳۴)

حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ مل کر کھایا کرو، الگ الگ نہ کھاؤ کیونکہ جماعت کے ساتھ کھانے میں برکت ہے۔ (ابن ماجہ، ترغیب جلد ۳ صفحہ ۱۳۳)

علامہ منذری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے لکھا ہے کہ مل کر کھانا مستحب ہے، لہٰذا تنہا نہ کھائے جس قدر لوگ ہوں گے برکت زائد ہوگی۔ (عمدۃ القاری جلد ۲۱ صفحہ ۴۰)

جماعت کے وقت اگر کھانا آجائے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اگر جماعت کھڑی ہو جائے اور کھانا آجائے تو کھانا کھا لو۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۲۱)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اگر شام کا کھانا آجائے اور جماعت

کھڑی ہوتو پہلے کھانا کھالو۔ (بخاری صفحہ۸۲۱)

امام بخاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے نافع رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کھانا کھا رہے تھے اور آپ کی قرات سن رہے تھے، یعنی قرات سن کر کھانا نہیں چھوڑا۔ (بخاری جلد۲صفحہ۸۲۱)

علامہ عینی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے بیان کیا کہ کھانے کو جماعت پر مقدم کرنے کا حکم اس وجہ سے ہے کہ قلب فارغ ہو جائے، دھیان نہ لگا رہے۔ (عمدہ جلد۲۱صفحہ۸۰)

جمعہ کے دن جمعہ کے بعد کھانا مسنون ہے

حضرت سہل ابن سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جمعہ کے دن جمعہ کے بعد کھانا کھاتے اور قیلولہ کرتے تھے۔ (بخاری جلد۲صفحہ۸۱۳، ترمذی جلد۲صفحہ۶۹)

اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن جمعہ کے بعد کھانا مسنون ہے، چونکہ بنسبت اور دنوں کے نماز بھی جلدی ہو جاتی ہے، اور نماز سے قبل جمعہ کی تیاری ہوتی ہے۔

دوپہر کے کھانے کے بعد قیلولہ سنت ہے

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ دن کو سو کر رات کی عبادت پر قوت حاصل کرو۔ (شعب الایمان جلد۵صفحہ۱۸۲)

حضرت سائب بن یزید رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جب دوپہر کو ہمارے پاس سے گزرتے تو فرماتے جاؤ قیلولہ کرو۔ (شعب الایمان صفحہ۱۸۲)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مرفوعاً روایت ہے کہ قیلولہ کرو، کیونکہ شیطان قیلولہ نہیں کرتا۔

(طبرانی، ابونعیم، دیلمی، اتحاف جلد۲صفحہ۱۴۳)

واپسی سفر پر کھانے کا اہتمام

حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (کسی اہم سفر کی) واپسی پر مدینہ تشریف لائے، تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اونٹ یا گائے ذبح کیا۔ (آداب بیہقی صفحہ۴۳۸)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ واپسی حج یا کسی اہم سفر سے واپسی پر کھانے کا اہتمام کیا جا سکتا ہے، مگر خیال رہے کہ مقصد ریا، فخر، یا عار سے بچنا نہ ہو، کیونکہ ایسی دعوت ممنوع ہے۔

مشتبہ یا اجنبی آدمی کے کھانے سے احتیاط

حضرت عمار بن یاسر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کسی کا ہدیہ تناول نہیں فرماتے تھے جب تک کہ اس کے دینے والے پر اطمینان نہ ہو جائے، یا وہ خود اس میں سے کھا نہ لے۔ (یہ احتیاط اس وقت سے

ہوئی جب سے کہ خیبر میں بکری کا واقعہ (زہر دینے کا) پیش آیا تھا)۔ (بزار جلد۳ صفحہ۳۲۹)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقام القاحۃ میں تھے کہ ایک دیہاتی خرگوش لایا، جو بھنا اور عمدہ پکایا ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ہدیہ پیش کیا تو آپ نے اس سے کہا اس سے کھاؤ، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت ہوگئی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کا ہدیہ کھاتے نہیں تھے بکری کے اس واقعہ کے بعد جو خیبر میں پیش آیا تھا۔ تاوقتیکہ لانے والا اس سے کھا نہ لے۔ (سیرۃ صفحہ۲۵۹)

کھانے کے متعلق یہ معلوم ہو جائے کہ کیا ہے؟

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی خالہ میمونہ کے یہاں آئے ان کے ہاں بھنا گوہ پایا، جسے اس کی بہن حفیدہ نے بھیجا تھا اس نے گوہ آپ کی خدمت میں (کھانے میں) پیش کر دیا اور کم ہی ایسا ہوتا کہ آپ کی خدمت میں کوئی کھانا پیش کیا مگر یہ کہ اس کا نام ذکر کر دیا جاتا (کہ یہ فلاں کھانا ہے) چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ کی جانب ہاتھ بڑھایا، حاضرین میں سے کسی عورت نے کہا کہ بتادو نا کہ جو پیش کیا گیا ہے وہ گوہ ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کھینچ لیا۔ (اور تناول نہیں فرمایا)۔

(بخاری جلد۲ صفحہ۸۱۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ دسترخوان پر کوئی کھانا ہو جس کے بارے میں نہیں معلوم وہ کیا ہے؟ تو بتادینا چاہئے کہ یہ فلاں کھانا ہے، ہوسکتا ہے کہ کھانے والے کو وہ مرغوب نہ ہو، اس سے معلوم ہوا کہ دسترخوان پر یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ یہ کیا ہے، اور معلوم ہونا سنت ہے۔

گوہ: احناف کے یہاں کھانا جائز ہے مگر مکروہ ہے۔ (عمدۃ القاری جلد۲۱ صفحہ۳۹)

گوہ ایک جانور ہے جس کی پھونک بڑی تیز ہوتی ہے۔

کم کھانا ایمان کی شان ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنت میں کھاتا ہے۔ (بخاری جلد۲ صفحہ۸۱۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کافر مہمان ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بکری کے دوہنے کا حکم دیا اسے دوہا گیا اور اس کا دودھ اسے پلا دیا گیا پھر دوسرا دوہا گیا اور پلایا گیا یہاں تک کہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا، پھر وہ شخص صبح کو اسلام لے آیا، (صبح کو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ بکری کو دوہا جائے، چنانچہ اس کا دودھ دوہا گیا اور پلایا گیا پھر دوسری بکری کو دوہا گیا مگر اس کا دودھ نہ پی سکا

(پیٹ بھر گیا) آپ ﷺ نے فرمایا مؤمن ایک آنت سے کھاتا ہے اور کافر سات آنت سے۔

(ترغیب جلد۳ صفحہ ۱۳۶، ترمذی جلد۲ صفحہ ۴۵)

علامہ عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ حدیث ترغیباً ہے کہ مؤمن کثرت اکل سے پرہیز کرتا ہے، جو قساوت قلب کا باعث ہے اور کافر کی صفت ہے۔ (عمدہ جلد۲۱، صفحہ ۴۱)

مؤمن کم کھاتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا دو کا کھانا تین کو، اور تین کا کھانا چار کو کافی ہو جاتا ہے۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۸۱۲)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک (مؤمن) کا کھانا دو کو اور دو کا چار کو اور چار کا آٹھ کو کافی ہو جاتا ہے۔ (ابن ماجہ جلد۲ صفحہ ۲۳۱، مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ساتھ کھاؤ، الگ الگ مت کھاؤ، کہ ایک کا کھانا تین کو، تین کا چار کو کافی ہو جاتا ہے۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۸۱۲)

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ساتھ کھاؤ، الگ الگ مت کھاؤ، کہ ایک کا کھانا دو کو کافی ہو جاتا ہے۔ (عینی جلد۲۱ صفحہ ۴۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مؤمن چونکہ کھانے کا حریص نہیں ہوتا، اگر کبھی ایک کے کھانے میں دوسرا شریک ہو جاتا ہے تو اسے گرانی یا کمی کا احساس ہو کر پریشانی کا باعث نہیں ہوتا، بلکہ وہ بوقت ضرورت کم پر گزارا کر لیتا ہے، یہ بھی مفہوم ہو سکتا ہے کہ مؤمن کے اخلاص کی وجہ سے کھانے میں برکت ہوتی ہے کہ اگر دوسرا شریک ہو جائے تو بھی پورا ہو جاتا ہے، علامہ عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ حدیث پاک میں ایک دوسرے کے ساتھ حسن برتاؤ کی تاکید ہے کہ دو آدمی تیسرے آدمی کو شامل کر لیں۔ (عمدۃ القاری جلد۲۱ صفحہ ۴۰)

محدث جریر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کا مفہوم یہ لیا ہے کہ ایک آدمی کا پیٹ بھر کھانا دو کو کام دے سکتا ہے، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بھی لکھا ہے کہ مقصد ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کی تعلیم ہے، اور کھانے میں شرکت کی ترغیب ہے۔ مگر خیال رہے کہ ساتھ کھانے میں ہر ایک دوسرے کی رعایت کرے۔ حریص دیوث کی طرح صرف اپنی ہی فکر نہ کرے کہ رفقاء کی حق تلفی اور بے برکتی کا باعث ہے۔

آخر میں میٹھا کھانا

حضرت عکراش بن ذویب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ثرید کھایا جس میں چربی کی بڑی چکناہٹ تھی پھر اس کے بعد کھجور نوش فرمایا۔ (ترمذی، ابن ماجہ جلد۲ صفحہ ۲۳۵)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ کھانے کے آخر میں میٹھا کھانا مسنون ہے، بعض روایتوں میں نمک پر ختم کرنا منقول ہے، ممکن ہے کہ الگ الگ دو وقتوں کے اعتبار سے یہ حکم ہو۔

کھانے یا پینے کی چیزوں میں مکھی گر جائے

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جب مکھی تمہارے پینے (کھانے) میں گر جائے تو اسے ڈبو دو، اس کے ایک بازو میں بیماری ہے، دوسرے میں شفا ہے۔

(بخاری، ابوداؤد، سیرۃ خیر العباد جلد ۷ صفحہ ۲۷۶)

حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منقول ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا جب مکھی تمہارے برتن میں گر جائے تو اسے ڈبو دو، اس کے ایک بازو میں زہر ہے اور ایک بازو میں شفاء ہے۔ وہ زہر والے بازو کو آگے بڑھاتی ہے اور شفاء والے کو پیچھے رکھتی ہے۔ (نسائی، ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ جب مکھی برتن میں گر جائے تو اسے غوطہ دے دو، اس کے ایک بازو میں مرض دوسرے میں شفاء ہے، وہ اسی بازو کو ڈالتی ہے جس میں مرض ہوتا ہے، تو تم پورے کو غوطہ دے دو پھر نکال دو۔ (ابوداؤد)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ کھانے میں اگر مکھی گر جائے تو پورا کھانا ضائع نہ کرے، بلکہ یہ طریقۂ مسنون اختیار کرے، اس سے ضرر و نقصان کا اندیشہ جاتا رہتا ہے۔

کھانے کی ابتدا و انتہا نمک سے ہو

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ مجھ سے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ جب کھاؤ تو نمک سے شروع کرو، یعنی اختتام بھی نمک سے کرو، نمک میں ستر (۷۰) بیماریوں سے شفاء ہے۔ (مطالب عالیہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۵)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ نمکین کھانے سے ابتداء ہو، طبًّا معدہ اور صحت کے لئے نمک مفید ہے۔

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا نمک تمہارے سالن کا سردار ہے۔ (ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۲)

فَائِدَہ: نمک خدائے پاک کی بڑی نعمت ہے، یہ ہضم معدہ اور افعال معدہ کے لئے انتہائی ضروری ہے، نمکین کھانا سریع الہضم ہوتا ہے بخلاف میٹھے کھانے کے۔

اہل خانہ جو پیش کریں اس کی تحقیر نہ کی جائے

حضرت عبید بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے پاس حضرات صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی ایک جماعت آئی، انہوں نے ان کے سامنے روٹی اور سرکہ (جو معمولی سمجھا جاتا تھا) پیش

کیا اور کہا کھاؤ، میں نے آپ ﷺ سے سنا ہے سرکہ بہترین سالن ہے، آدمی کی ہلاکت ہے اس میں سے کہ اس کے بھائیوں کی جماعت آئے اور وہ جو گھر میں موجود ہو اسے پیش کرے تو وہ (اس ماحضر معمولی کھانے کی) تحقیر کرے، آدمی کی ہلاکت اس میں ہے کہ جو ماحضر پیش کیا جائے، اس کو کمتر سمجھے، (یعنی اہتمام سے یا اچھا عمدہ کھانا نہ پیش کیا جس کو وہ اپنی شان کے مناسب سمجھتا تھا۔ (آداب بیہقی صفحہ ۳۰۸)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ جو کھانا بھی اہل خانہ پیش کریں اس کو وقعت کی نگاہ سے دیکھے، اسے اپنی شان کے خلاف سمجھ کر تحقیر نہ کرے اور نہ تنفر کرے۔

غیر مسلم کے ہاتھ کی بنی چیزیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس پنیر لایا گیا اور کہہ دیا گیا کہ یہ مجوسی کا بنایا ہوا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ بسم اللہ پڑھو اور کھاؤ۔ (مطالب عالیہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۱)

فَائِدَہ: غیر مسلم کے ہاتھ کی پکی چیزیں کھا سکتے ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں، تاوقتیکہ ناپاکی بے احتیاطی اور خلاف شرع کا علم یا مشاہدہ نہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ کھانوں کا بیان

گوشت سالنوں کا سردار ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین سالن گوشت ہے جو سالنوں کا سردار ہے۔ (کنز العمال جلد ۱۹ صفحہ ۲۰۴)

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا اور آخرت کے کھانوں کا سردار گوشت ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۳۸)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا اور جنت کے کھانوں کا سردار گوشت ہے۔ (ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۱)

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا اور آخرت کے کھانوں کا سردار گوشت ہے، پھر چاول ہے، اور دنیا اور آخرت میں مشروبات کا سردار پانی ہے۔ (شرح مواہب جلد ۴ صفحہ ۲۲۷)

چاول

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کے کھانوں کا سردار گوشت ہے پھر چاول۔ (ابونعیم، شرح مناوی جلد ۱ صفحہ ۲۱۰)

دنیا اور آخرت کا افضل ترین کھانا

حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نقل کیا ہے کہ دنیا اور آخرت کے کھانوں میں افضل ترین گوشت ہے۔ (مواہب جلد ۴ صفحہ ۳۲۷)

گوشت غذاؤں کا سردار ہے، صحت جسمانی کے لئے نہایت مفید ہے اور کھانے میں لذیذ ہے جامع فوائد کا حامل ہے، جنت میں بھی خدائے پاک نے جنتیوں کے لئے گوشت کا انتظام کیا ہے قرآن پاک میں ہے "وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ" مرغوب و پسندیدہ پرندوں کا گوشت (ان کا) کھانا ہوگا۔

گوشت کے چند فوائد

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ گوشت رنگ کو صاف کرتا ہے، عمدہ اخلاق پیدا کرتا ہے۔

حضرت امام شافعی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے فرمایا گوشت عقل کو زیادہ کرتا ہے۔ ابن شہاب زہری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کا قول ہے گوشت ستر (٧٠) قوتوں کا باعث ہے۔ حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے فرمایا جو اسے چالیس یوم چھوڑ دے، نہ کھائے اس کے اخلاق خراب ہو جاتے ہیں، گوشت قوت سمع کا باعث ہے۔ (مواہب جلد۴ صفحہ ۴۲۷)

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا اگر میں خواہش کرتا کہ ہر دن گوشت ملے تو نوازا جاتا، مگر میں نے نہیں چاہا، شاہ عبدالحق محدث دہلوی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے لکھا ہے کہ گوشت کھانا گوشت کو بڑھاتا ہے، مگر خیال رہے کہ جہاں اس کے فوائد ہیں وہاں اس کی کثرت سے نقصانات بھی ہیں۔

گوشت کی کثرت مضر ہے

ابن قیم رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے لکھا ہے کہ ہمیشہ یومیہ اس کا استعمال نہ کرے، اس سے خون کے امراض پیدا ہوتے ہیں جو چالیس (٤٠) دن تک گوشت ہی گوشت کھائے تو قساوت قلب میں مبتلا ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اسے ناغہ کر کے کھاتے تھے۔ (مواہب جلد۴ صفحہ ۴۲۷)

گوشت کی دعوت یا ہدیہ رد نہ کرے

حضرت ابودرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ گوشت کی دعوت یا گوشت کے ہدیہ کو رد نہ فرماتے بلکہ قبول فرما لیتے۔ (ابن ماجہ جلد۲ صفحہ ۲۴۱)

مرغوب گوشت کا بیان

دست

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو دست کا گوشت زیادہ پسند تھا۔ (شمائل ترمذی جلد۲ صفحہ ۱۲)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں گوشت لایا گیا، دست آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے سامنے کیا گیا، آپ کو یہ بہت پسند تھا، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اسے دانت سے نوچ کر کھانے لگے۔

(بخاری صفحہ ۸۱۴، ابن ماجہ جلد۲ صفحہ ۲۴۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو ہڈی دار گوشت میں دست کا گوشت بہت مرغوب تھا، یعنی بکری کا دست۔ (ابوداؤد صفحہ ۵۳۰)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا فرماتی ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو دست بہت مرغوب تھا آپ کے یہاں گوشت روزانہ نہیں ہوتا تھا، آپ دست کو پسند فرماتے تھے چونکہ یہ جلدی پک جاتا ہے۔ (شمائل ترمذی صفحہ ۱۲)

حضرت ابوعبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے لئے ہانڈی میں گوشت پکایا گیا، آپ ﷺ کو دست کا گوشت زیادہ پسند تھا اس لئے میں نے ایک دست پیش کیا، پھر حضور اقدس ﷺ نے دوسرا طلب کیا، میں نے دوسرا بھی پیش کیا، آپ ﷺ نے پھر طلب کیا میں نے کہا اے اللہ کے رسول بکری کے دو ہی تو دست ہوتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے اختیار میں میری جان ہے اگر تم چپ رہتے (انکار نہ کرتے) تو میں طلب کرتا رہتا، ہانڈی سے دست نکلتے رہتے۔ (شمائل ترمذی صفحہ ۱۲)

فائدہ: اگر یہ صحابی آپ کے کہنے پر ہانڈی میں دست دیکھتے تو پاتے رہتے، یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہوتا، مگر انہوں نے انکار کر دیا جس سے یہ معجزہ ظاہر نہ ہو سکا، اس سے معلوم ہوا کہ بڑوں کی بات پر قیاس سے کام نہ لے، محض تعمیل میں بلا چوں چرا لگا رہے، ان کے احوال و کیفیات عجیب ہوتے ہیں، اس نوع کا ایک اور واقعہ بھی پیش آیا ہے جو تاریخ حدیث میں مذکور ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک تھیلے میں چند کھجوریں دس دانوں سے زیادہ تھیں، حضور ﷺ نے ان سے پوچھا کچھ کھانے کو ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ چند کھجوریں اس تھیلی میں ہیں، حضور اقدس ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس تھیلی میں سے تھوڑی سے نکالیں اور ان کو پھیلا دیا اور دعاء پڑھی اور فرمایا کہ دس دس نفر کو بلاتے رہو اور کھلاتے رہو، اس طرح پورے لشکر کو کافی ہوگئیں، اور جو بچیں وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واپس کر دی گئیں، اور ارشاد فرمایا اس تھیلی میں سے نکال کر کھاتے رہنا، اس کو الٹ کر خالی نہ کرنا، چنانچہ اس میں سے نکال نکال کر کھاتے رہتے تھے۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے زمانہ میں، حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ خلافت میں، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں نکال کر کھائی، اور متفرق اوقات میں اس میں سے نکال کر صدقہ بھی کرتا رہتا تھا جس کی مقدار کئی من ہوگئی ہوگی۔ لیکن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے حادثہ کے وقت وہ کسی نے مجھ سے زبردستی چھین لی، اور مجھ سے جاتی رہی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں حضور اقدس ﷺ کے ایک ولیمہ میں میری والدہ نے ملیدہ تیار کیا اور ایک پیالہ میں میرے ہاتھ حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا، آپ نے فرمایا اس پیالہ کو رکھ دو اور فلاں فلاں شخص کو بلا لاؤ اور جو تمہیں ملے اس کو بھی بلا لینا، میں ان لوگوں کو بلا کر لایا اور جو ملتا رہا اس کو بھی بھیجتا رہا حتیٰ کہ تمام مکان اور اہل صفہ کے رہنے کی جگہ سب آدمیوں سے پر ہوگئی، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا دس دس آدمی حلقہ بنا کر بیٹھتے رہیں اور کھاتے رہیں، جب شکم سیر ہو گئے تو آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اس پیالہ کو اٹھا لو۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ پیالہ ابتدا میں زیادہ بھرا ہوا تھا یا جس وقت میں نے اس کو اٹھایا، اس وقت زیادہ پر تھا۔ غرض اس قسم کے بہت سے واقعات حضور ﷺ کے ساتھ پیش آئے ہیں۔ (خصائل صفحہ ۸۳۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں دست اور شانہ کا گوشت مرغوب تھا۔ (سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۲۹۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دست کا گوشت مرغوب تھا، اور اسی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا گیا تھا۔ (شمائل صفحہ ۱۲)

فائدہ: فتح خیبر میں ایک یہودی عورت کو جب معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دست کا گوشت مرغوب ہے تو ایک بکری کا گوشت بھونا، اور اس میں بہت زیادہ زہر ملا دیا اور دست میں خصوصیت سے بہت زیادہ زہر بھر کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی، اور سامنے پیش کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لقمہ منہ میں رکھا، لیکن نگلنے کی نوبت نہیں آئی تھی یا کچھ نگل بھی لیا تھا، اس کو تھوک دیا اور ارشاد فرمایا کہ اس گوشت نے مجھے اطلاع دی ہے کہ اس میں زہر ہے، لیکن کچھ نہ کچھ اثر پہنچ گیا تھا، چنانچہ اسی کا سمی (زہریلا) اثر کبھی زور کرتا تھا، آخر میں یہ سمی (زہریلا) اثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت عود کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کا سبب بنا۔ اس حدیث میں گوشت کی اطلاع دینے کا ذکر ہے اور بعض روایات میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اطلاع دینے کا ذکر ہے اس اطلاع کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی ترک فرما دیا اور ساتھیوں کو بھی کھانے سے منع فرما دیا اس کے بعد اس عورت کو بلایا گیا، اور اس سے پوچھا گیا کہ اس میں زہر ملایا ہے، اس نے اقرار کیا واقعی میں نے زہر ملایا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے انتقام نہیں لیا، اور اس عورت کو اس وقت معاف فرما دیا۔ (خصائل نبوی ۱۳۰)

پیٹھ کا گوشت

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پیٹھ کا گوشت بہترین گوشت ہے۔

حضرت ابن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پیٹھ کا گوشت تم پر لازم ہے کہ وہ اچھا ہوتا ہے۔ (مجمع جلد ۵ صفحہ ۳۹)

شانے کا گوشت

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ کا پسندیدہ گوشت شانہ کا گوشت تھا۔

(سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۲۹۰)

حضرت عمر بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں شانہ کا گوشت ہے اور اسے کاٹ کر کھا رہے ہیں۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۱۴)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی پھوپھی سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری ملاقات کو

تشریف لائے، اور ہمارے پاس شانہ کا گوشت نوش فرمایا، پھر نماز کے لئے تشریف لے گئے، اور وضو نہیں فرمایا۔

(طحاوی جلد ا صفحہ ۳۹)

گردن کا گوشت

ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ ان کے گھر میں بکری ذبح کی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہلا بھیجا کہ اپنی بکری سے ہمیں بھی کھلاؤ، انہوں نے کہلا بھیجا کہ سوائے گردن کے کچھ باقی نہیں، مجھے لحاظ معلوم ہوتا ہے کہ یہ میں آپ کے پاس بھیجوں، قاصد نے جب یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اور کہو کہ بھیج دے یہ جانور کا اگلا حصہ ہے، ہر اچھائی سے قریب اور گندگی سے دور ہے۔ (شرح مواہب جلد ۴ صفحہ ۳۲۹)

فَائِدَہ: شرح مواہب میں ہے کہ بعضوں نے گردن کے گوشت کو افضل کہا ہے اور صحیح یہ ہے کہ دست کا گوشت افضل ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گردن، دست، شانہ اور پیٹھ کا گوشت زیادہ مرغوب تھا۔

(شرح مواہب جلد ۴ صفحہ ۳۲۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کا گوشت محبوب تھا، بیشتر آپ نے بکری اور اونٹ کے گوشت کو استعمال فرمایا، بکری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دست، پیٹھ شانہ کا گوشت زیادہ مرغوب تھا، مواہب لدنیہ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گردن کا گوشت بھی پسند تھا، چنانچہ ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ ان کے یہاں بکری ذبح ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام بھیجا کہ اپنی بکری کا گوشت ہمیں بھی کھلاؤ خبر آئی کہ سوائے گردن کے کچھ بھی باقی نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لانے کا حکم دیا، چنانچہ لایا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خیر کے زیادہ قریب ہے اور گندگی کے مقام (پیشاب و پاخانہ) سے زیادہ دور ہے، چنانچہ بکری کے گوشت میں ہلکا گوشت گردن کا اور دست، بازو کا ہے اور یہ معدہ کے لئے آسان اور سریع ہضم ہے۔

بھنا ہوا گوشت

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھنا ہوا گوشت مسجد میں کھایا۔ (ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۱)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک شب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مہمان ہوا، کھانے میں ایک طرف بھنا ہوا گوشت لایا گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاقو سے کاٹ کاٹ کر مجھے مرحمت فرمانے لگے۔

(شمائل ترمذی صفحہ ۱۱)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میرے والد نے مجھے حریرہ بنانے کا حکم دیا میں نے بنایا، پھر کہا کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ، چنانچہ میں اسے لے کر آیا تو آپ مسجد میں تھے، آپ

ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ اے جابر کیا ہے؟ یہ گوشت ہے کیا؟ میں نے کہا نہیں! میں والد کے پاس آیا، تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ کیا حضور ﷺ نے دیکھا تھا، میں نے کہا ہاں! اور مجھ سے پوچھا اے جابر یہ گوشت ہے کیا؟ تو والد نے کہا، شاید آپ ﷺ کو گوشت کی خواہش ہے، تو والد نے ایک پالی ہوئی بکری کے متعلق ذبح کا حکم دیا، پھر اسے بھنا گیا، پھر حکم دیا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے جاؤ، میں لے کر حاضر ہوا آپ ﷺ نے پوچھا اے جابر کیا ہے؟ میں نے بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ میری طرف سے قبیلہ انصار کو جزاء دے، خاص کر عبداللہ بن عمر بن حرام اور سعد بن عبادہ کو۔ (نسائی، سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۲۹۲)

فائدہ: صحابہ کو نبی کریم ﷺ سے کس درجہ محبت تھی کہ آپ ﷺ کی خواہش کو بھانپ لیا، کہ آپ ﷺ کو گوشت کی رغبت ہے، حالانکہ آپ ﷺ نے صرف پوچھا گوشت لائے ہو کیا؟ اس میں خواہش کا کوئی اظہار نہ تھا، مگر غایت درجہ محبت و عشق کی وجہ سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد نے گھر کی پالی ہوئی ایک بکری ذبح کر ڈالی، اور آپ ﷺ کی خدمت میں بھون کر پیش کیا۔

تنہا گوشت بلا روٹی کے کھانا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ انہوں نے پہلو کا بھنا ہوا گوشت حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، آپ ﷺ نے تناول فرمایا، پھر بلا وضو کے نماز پڑھی۔ (شمائل، طحاوی جلد ۱ صفحہ ۳۹)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے شانہ کا گوشت کھایا، اور بلا وضو کے نماز پڑھی۔ (طحاوی جلد ۱ صفحہ ۳۹)

آپ ﷺ نے بیشتر موقعوں پر تنہا گوشت بلا روٹی تناول فرمایا، اہل عرب کی عادت تھی کہ بلا روٹی اور چاول کے صرف گوشت ہی پر اکتفا کرتے، اور روٹی کے ساتھ کم نوبت آتی تھی۔

نمک لگا، خشک گوشت

ایک صحابی ذکر کرتے ہیں کہ ہم لوگوں نے نبی کریم ﷺ کے لئے بکری ذبح کی، اور ہم لوگ سفر کی حالت میں تھے تو آپ ﷺ نے اسے ٹھیک کرنے کا حکم دیا (یعنی نمک وغیرہ لگا کر سوکھا کر رکھنے کا حکم دیا) چنانچہ ہم لوگ اس خشک کردہ گوشت کو مدینہ منورہ پہنچنے تک کھاتے رہے۔ (سنن اربعہ، مواہب جلد ۴ صفحہ ۳۳۱)

گوشت کے لمبے ٹکڑے کر دیئے جائیں اور ان میں نمک و مصالحہ وغیرہ لگا کر خشک کر دیا جائے، ایسا سوکھا گوشت ہفتوں کھایا جا سکتا ہے، گوشت کو اس طریقہ سے رکھنا اور ایسا گوشت کھانا سنت ہے، توکل اور زہد کے منافی نہیں، قربانی کے گوشت کو بھی اسی طرح آپ نے کئی کئی دن تک استعمال کیا ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ قدید خشک نمک لگا کر گوشت طعام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور طعام اسلاف ہے۔ (عینی جلد ۲۱ صفحہ ۶۵)

اسی وجہ سے امام بخاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے "باب القدید" قائم کر کے اس کی سنیت اور مشروعیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں ایک آدمی آیا اس نے گفتگو کی، (مارے خوف کے) اس کی رگ پھڑک رہی تھی، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اطمینان رکھو میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں، میں ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کھاتی تھی۔ (ابن ماجہ جلد۲ صفحہ۲۴۲)

شوربا دار گوشت

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک درزی نے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی کھانے کی دعوت کی جو اس نے بنایا تھا، میں بھی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ گیا، انہوں نے جو کی روٹی اور گوشت کا شوربا پیش کیا، جس میں لوکی پڑی تھی، میں نے دیکھا کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ برتن کے چاروں طرف سے لوکی تلاش کر رہے تھے، اس دن سے میں بھی لوکی سے محبت کرنے لگا (یعنی لوکی رغبت سے کھانے لگا)۔ (بخاری جلد۲ صفحہ۸۱۷)

فَائِدَۃ: اس سے معلوم ہوا کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے شوربا دار گوشت بھی تناول فرمایا ہے چنانچہ قربانی کے موقعوں پر بھی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے شوربا دار گوشت تناول فرمایا، اور یہ بھنے ہوئے گوشت سے بہتر ہے کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے شوربا پڑوسی کو دینے کی تاکید فرمائی ہے۔ (عینی جلد۲۱ صفحہ۶۴)

گوشت میں شوربا زیادہ رکھنے کی تاکید

حضرت عبداللہ قرنی رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جو تم میں سے گوشت خریدے، اسے چاہئے کہ شوربا زیادہ رکھے، پس اگر کوئی بوٹی نہ پائے گا تو شوربا تو پالے گا، یہ بھی گوشت ہے۔

(ترمذی جلد۲ صفحہ۵)

حضرت ابوذر غفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ کسی نیک کام کو معمولی نہ سمجھو (گویا) اگر نیکی نہ کرسکو تو اپنے بھائی سے مسرت کے ساتھ ملو، جب گوشت خریدو تو شوربا زائد رکھو اور اپنے پڑوسی کو اس میں سے دو۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ۵)

حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جب گوشت پکاؤ تو شوربا زیادہ کردو۔ یا پانی ذرا زائد ڈالو، پڑوسی کے لئے زیادہ مفید ہے۔ (شوربا دینے کا موقعہ ملے گا)۔

(مجمع الزوائد جلد۵ صفحہ۲۲)

حضرت ابوذر غفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے فرمایا کہ مجھے میرے دوست نے تین باتوں کی وصیت کی، اس میں دوسری بات یہ ہے کہ شوربا بناؤں۔ (گوشت پکاؤں) تو پانی زیادہ رکھوں، پھر اپنے پڑوسیوں کے گھر کو دیکھوں

اور ان کو شوربا پہنچاؤں۔ (ادب المفرد صفحہ ۸۷)

فائدہ: علامہ عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ شوربا دار گوشت افضل ہے خشک گوشت سے، آپ ﷺ نے پڑوسی کی رعایت کی کہ اس کا بھی فائدہ ہو جائے شوربا زیادہ رکھنے کا حکم دیا، اس طرح گھر والے بھی آسودہ ہو جائیں گے، شوربا رکھنا مندوب ہے، اسی وجہ سے اسلاف شوربا دار کھاتے تھے۔ (عمدۃ القاری جلد ۲۱ صفحہ ۶۴)

گوشت میں کدو ڈالنے کا حکم

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ لوکی کھاؤ، اگر اس سے کوئی نافع درخت ہوتا تو اللہ تعالیٰ حضرت یونس علیہ السلام پر اسی کو اگاتے، اگر تم میں سے کوئی شوربا بنائے تو اس میں لوکی کا اضافہ کر دے، وہ عقل و دماغ کو قوت دیتی ہے۔ (کنز العمال جلد ۱۹ صفحہ ۲۰۲)

ہڈی دار گوشت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ شانہ کی ہڈی کا گوشت منہ سے کھینچ رہے تھے پھر تشریف لے گئے اور بلا وضو نماز پڑھی۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۱۴)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے (نیل گائے کی) بازو کی ہڈی رکھی تھی، آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کی آپ نے قبول فرمایا اور ہڈی سے گوشت نوچ کر تناول فرمایا۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۱۴ مختصراً)

فائدہ: آپ ﷺ کو وہ ہڈی جس پر لگا گوشت ہو بہت مرغوب تھا، نہایت رغبت سے ہڈی پر سے گوشت کو دانتوں سے نوچ کر تناول فرماتے، اکثر تو دانت سے نوچ کر کھاتے، لیکن کبھی چاقو سے کاٹ کر بھی تناول فرماتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک حدیث بخاری میں ہے کہ آپ ﷺ نے ہانڈی سے گوشت دار ہڈی نکالی اور اسے تناول فرمایا۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۱۴)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے شانہ کی گوشت دار ہڈی کو تناول فرمایا اور بلا وضو نماز کے لئے تشریف لے گئے۔ (طحاوی جلد ۱ صفحہ ۳۹)

عامر بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں مسجد بنی عبدالاشہل میں گوشت دار ہڈی پیش کی، آپ ﷺ اس سے گوشت نوچ کر تناول فرمانے لگے، پھر بلا وضو کئے نماز کو تشریف لے گئے۔

(طحاوی جلد ۱ صفحہ ۴۰)

فائدہ: ہڈی دار گوشت کھانے میں بھی لذیذ اور نفع بخش ہوتا ہے۔

بھنی ہوئی کلیجی اور گوشت

حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کلیجی بھونی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (کھا کر) نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا۔ (بخاری، مسلم صفحہ ۱۵۷، نسائی)

محمد بن منکدر رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں بعض ازواج مطہرات (ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے پاس گیا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ ہمارے پاس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہمارے یہاں کلیجی اور دل وغیرہ لٹکے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا اگر یہ کلیجی ہمارے لئے پکا دو تو کتنا اچھا ہو (ہم کھا لیں)۔ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا چنانچہ ہم نے اسے پکا دیا آپ نے اسے کھایا۔ (طحاوی جلد ۱ صفحہ ۳۹)

روایت میں ''بطن شاۃ'' کے بھوننے کا ذکر ہے، بطن شاۃ سے مراد محدثین کے یہاں جگر اور پیٹ کی چیزیں دل وغیرہ ہیں، چنانچہ طاہر رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب مجمع البحار نے بھی اس سے پیٹ کی چیزیں مراد لی ہیں، اس کا اولین اطلاق جگر کلیجی، دل پر ہوتا ہے، لہٰذا اس اعتبار سے کلیجی اور دل کا کھانا سنت ہوگا، مواہب لدنیہ میں بھنی کلیجی مراد ہے۔

دار قطنی کی ایک حدیث میں ہے کہ قربانی کے جانوروں کی اولاً آپ کلیجی ہی کھاتے تھے۔

(مواہب جلد ۴ صفحہ ۳۳۲)

پائے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے قربانی کے گوشت کے متعلق معلوم کیا گیا (کہ تین دن سے زائد رکھا جا سکتا ہے؟) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پائے ایک ماہ تک رکھتے تھے جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھاتے تھے۔ (نسائی جلد ۲ صفحہ ۲۰۸)

ابن ماجہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ہم لوگ پائے اٹھا کر رکھ دیتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے پندرہ یوم کے بعد تک کھاتے تھے۔

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ ہم لوگ قربانی کا گوشت بقرعید کے پندرہ دن کے بعد تک کھاتے تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۴۲، بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۱۸)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ پائے کھانا سنت ہے، نیز یہ کہ بقرعید کے گوشت کو پندرہ دن یا ایک ماہ تک کھایا جا سکتا ہے، اس کے باقی رکھنے کا اہتمام سنت ہے، گوشت کو کئی دن تک استعمال کے قابل بنا کر رکھنا آپ سے ثابت ہے، حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے بھی یہ ثابت ہے یہ زہد و توکل کے خلاف

نہیں۔ (عمدۃ جلد ۲۱ صفحہ ۵۶)

مغز، گودا

حضرت سعد بن عبادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ میں ایک پیالہ مغز بھرا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں لایا، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے کہا اے ابوثابت (سعد بن عبادہ کی کنیت ہے) یہ کیا ہے؟ میں نے کہا کہ قسم اس ذات کی جس نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں نے چالیس ۴۰ (جانور) ذبح کئے تو خواہش ہوئی کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو پیٹ بھر مغز کھلاؤں، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اسے کھایا، اور میرے لئے خیر کی دعاء کی۔

(سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۲۹۸)

اونٹ کا گوشت

حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے (قربانی شدہ اونٹوں کے گوشت کے متعلق) فرمایا کہ ہر اونٹ سے تھوڑا تھوڑا گوشت لو، چنانچہ اسے لے کر ہانڈی میں ڈالدیا (پکنے کے بعد) سب نے گوشت کھایا، اور شوربا پیا۔ (ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۰)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ یمن سے ہدی (اونٹ) لے کر تشریف لائے، ادھر نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بھی ہدی لے کر تشریف لائے، یہ سو (۱۰۰) اونٹ ہو گئے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے تیئس (۲۳) اونٹ ذبح کئے، حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سینتیس (۳۷) اونٹ نحر کئے، ایک میں حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ شریک رہے، پھر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ہر ایک اونٹ سے تھوڑا تھوڑا لیا، اسے ہانڈی میں پکایا گیا، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اور حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کا گوشت کھایا اور شوربا پیا، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اونٹ کا گوشت سفر اور حضر میں تناول فرمایا ہے، بڑے اور چھوٹے دونوں قسم کا گوشت کھایا ہے۔ (مواہب جلد ۴ صفحہ ۳۳۲)

گھوڑے کا گوشت

حضرت اسماء بنت ابی بکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتی ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے وقت میں گھوڑا ذبح کیا گیا تو ہم سب گھر والوں نے اور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے گھر والوں نے بھی کھایا۔ (طبرانی سیرت جلد ۷ صفحہ ۲۹۴)

فَائِدَۃ: خیال رہے کہ گھوڑے کا گوشت کھانا کسی صحیح روایت میں منقول نہیں، البتہ یہ صحیح روایت ہے کہ آپ کے زمانہ میں گھوڑا ذبح کیا گیا اور حضرات صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے کھایا۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱، ابن ماجہ)

جیسا کہ حضرت اسماء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی روایت ہے۔ احناف رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی کے یہاں اس کا گوشت کھانا مکروہ تنزیہی ہے، کیونکہ یہ آلہ جہاد ہے، گوشت کھانے کی صورت میں تقلیل آلہ جہاد ہے۔ اس لئے فقہاء کرام نے منع کیا۔

مرغی کا گوشت

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغی کا گوشت کھاتے دیکھا ہے۔
حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغی کا گوشت کھاتے دیکھا ہے۔
(بخاری صفحہ ۸۲۹، مسلم)

مرغی کھانے کا مسنون طریقہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مرغی کھانے کا ارادہ فرماتے تو اسے چند یوم تک باندھے رکھتے، پھر اس کے بعد کھاتے۔ (مواہب جلد ۴ صفحہ ۳۳۲)

زہدم رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھا ان کے پاس کھانے میں مرغی کا گوشت آیا، مجمع میں سے ایک آدمی پیچھے ہٹ گیا، ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے ہٹنے کی وجہ دریافت کی، اس نے عرض کیا کہ میں نے مرغی کو گندگی کھاتے دیکھا تھا، اس لئے میں نے مرغی نہ کھانے کی قسم کھا رکھی ہے، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آؤ اور بے تکلف کھاؤ، میں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھاتے دیکھا ہے، اگر ناجائز یا ناپسند ہوتی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیسے تناول فرماتے؟ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۲۹، شمائل صفحہ ۱۱)

فائدہ: مرغی کھانا سنت سے ثابت ہے۔ اس کے خلاف قسم کھانا مناسب نہ تھا اس لئے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے توڑنے کا حکم دیا، اسی طرح جس چیز کو اللہ رب العزت نے حلال کیا ہو اس کے نہ کھانے کی قسم درست نہیں، اگر کسی وجہ سے کھانے کی ضرورت پڑ جائے تو کھا لے اور قسم توڑ دے۔ اگر مرغی آزاد پھرتی ہو، گندگی وغیرہ کھاتی ہو تو سنت یہ ہے کہ تین دن تک اسے باندھ کر رکھے، پھر ذبح کرے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

مرغی کے فوائد

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے مرغی کا گوشت معدہ کے لئے ہلکا اور زود ہضم ہے، دماغ میں قوت پیدا کرتا ہے، قوت باہ بڑھاتا ہے، آواز صاف کرتا ہے، رنگ نکھارتا ہے، زیادتی عقل کا باعث ہے، اچھا خون پیدا کرتا ہے البتہ نقرس والے کو مضر ہے، علامہ مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے چند فوائد معلوم ہوئے، کھانے والا آنے والے کو بلا سکتا ہے، نہ کھانے کا سبب بھی پوچھا جا سکتا ہے، جنگلی اور پالتو دونوں طرح کی مرغی حلال ہے۔ (جمع الوسائل صفحہ ۲۰۳)

خرگوش کا گوشت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے مقام ''مر الظہران'' میں خرگوش پایا، وہ اسے

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لے کر آئے، انہوں نے دھار دار پتھر سے اسے ذبح کیا، اور بھونا، اور اس کے ران کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول کیا اور تناول فرمایا۔

(بخاری جلد۲ صفحہ ۸۳۰، شرح مواہب جلد۴ صفحہ ۳۳۲)

ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرگوش کا گوشت کھایا ہے۔

(زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۵۴)

نیل گائے

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں مکہ کے کسی راستہ میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمارے درمیان تشریف فرما تھے، اور تمام لوگ احرام کی حالت میں تھے، اور میں محرم نہیں تھا، انہوں نے ایک نیل گائے کو دیکھا، اور میں جوتا گانٹھنے میں لگا ہوا تھا، مجھے موقعہ نہیں لگا، لوگ چاہ رہے تھے کہ کاش میں دیکھ لوں، میں نے نگاہ اوپر کی تو دیکھ لیا، پھر ایک گھوڑے پر سوار ہوا، سوار ہوا تو کوڑا اور نیزہ بھول گیا، میں نے لوگوں سے کہا نیزہ اور کوڑا ہمیں دو، انہوں نے کہا خدا کی قسم ہم تمہاری کوئی اعانت نہیں کریں گے، مجھے غصہ لگا میں اترا اور اسے لیا اور سوار ہوا میں نے سخت وار کیا اور اس کے پیر کو کاٹ ڈالا، پھر میں اسے لے کر آیا، اس کی جان نکل چکی تھی، سب اسے کھانے لگے، پھر انہیں حالت احرام میں ہونے کی وجہ سے شک ہوا، ہم نے ایک دست آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چھپا کر رکھ لیا تھا، پس ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا تو اس کے بارے میں پوچھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ارے اس میں سے کچھ باقی ہے؟'' ہم نے کہا ہاں! اور دست (جو رکھا تھا) پیش کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کھایا۔ (بخاری، سیرۃ خیر العباد جلد ۷ صفحہ ۲۹۷)

مواہب لدنیہ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیل گائے کا گوشت کھایا ہے۔ (مواہب جلد۴ صفحہ ۳۳۲)

چکور

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کی خدمت میں بھنا ہوا چکور لایا گیا (ایک پرندہ کا نام ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی یا اللہ اپنی مخلوق میں سے بہتر کو میرے پاس بھیج دیجئے جو میرے ساتھ اس پرندہ کو کھائے، چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تشریف لائے اور اسے کھایا۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ ۲۱۳)

حباری، سرخاب

حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حباری پرندہ کا گوشت کھایا۔ (شمائل صفحہ ۱۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھنا

ہوا ایک پرندہ بھیجا اور اس کے ساتھ چار روٹیاں تھیں، میں اسے لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا اے انس! کسی کو بلاؤ جو میرے ساتھ یہ پرندہ کھائے، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ یہ پرندہ حباریٰ تھا۔ (دارمی، سیرۃ خیر العباد صفحہ ۲۹۵، شمائل ترمذی صفحہ ۱۱)

حباریٰ: ایک پرندہ ہے، اس سے کون سا پرندہ مراد ہے، اس میں متعدد اقوال ہیں:

❶ ایک جنگلی پرندہ ہے جس کا رنگ خاکی اور گردن بڑی اور پاؤں لمبے ہوتے ہیں اور چونچ میں تھوڑی سی لمبائی ہوتی ہے، بہت تیز اڑتا ہے، اسے چرز یا جرج کہتے ہیں۔

❷ بعضوں نے بٹیر کہا ہے۔

❸ اور بعضوں نے سرخاب بھی مراد لیا ہے۔ (خصائل صفحہ ۱۲۱)

پرندے کا گوشت آپ ﷺ کو پسند تھا، اس کا گوشت نہایت مقوی، لذیذ اور سہل الہضم ہوتا ہے، خدائے پاک نے اہل جنت کے لئے پرندوں کے گوشت کا ذکر کیا ہے۔ "وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ."

اروی، پہاڑی بکرا

حضرت حازم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ پہاڑی بکرا شکار کیا، اور آپ ﷺ کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا، آپ ﷺ نے قبول کیا، اور اسے تناول فرمایا، اور آپ ﷺ نے مجھے ایک عدنانی عمامہ پہنایا، آپ ﷺ نے فرمایا تم حازم نہیں مطعم ہو، حازم کے معنی تنگی اور مشقت والا، آپ ﷺ نے ہدیہ پیش کرنے کی وجہ سے اسے مطعم (کھلانے والا) کہا۔ (سیرۃ خیر العباد جلد ۷ صفحہ ۲۹۷)

فَائِدَة: اس سے معلوم ہوا کہ ہدیہ پیش کرنے والے کے ساتھ حسن بخشش وعطا کا معاملہ کرنا چاہئے، نیز یہ کہ کسی کا نام معنی کے اعتبار سے بہتر نہ ہو تو اسے بدل دینا چاہئے۔

گائے کا گوشت

حجۃ الوداع میں آنحضرت ﷺ کا گائے کو ذبح کرنا اور اس کے گوشت کا آپ ﷺ کی بیویوں کے پاس آنے کا ذکر ہے جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے، آپ ﷺ کا گوشت کھانا صراحۃً کسی روایت میں مذکور نہیں ہے۔ شیخ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ بکری کا گوشت کھانا ثابت ہے گائے کا گوشت کھانا معلوم نہ ہو سکا۔ حدیث پاک میں اس کی قربانی کا ذکر ازواج مطہرات کی جانب سے ہے ظاہر ہے کہ کھایا بھی ہوگا، اور صحیح مسلم میں کتاب الزکوٰۃ کے آخر میں ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس گائے کا گوشت آیا تو آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ یہ بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس کا صدقہ ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا ان کے لئے صدقہ ہمارے لئے ہدیہ ہے، اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے

تناول فرمایا اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ ﷺ نے نہ کھایا ہو، بیوی کو دے دیا ہو۔ (فتاویٰ عبدالحئی جلد۲ صفحہ۱۱۶)

آپ کے دستر خوان پر گائے کا گوشت آنا ثابت ہے۔ (بوادر النوادر صفحہ ۳۵۶) اس سے تناول فرمانا ثابت کیا جا سکتا ہے، البتہ بھینس کا گوشت کھانا یا دستر خوان پر آنا ثابت نہیں، اور نہ عرب میں بھینس کا گوشت رائج تھا، گائے کی قربانی جو ازواج مطہرات کی جانب سے کی اس کے متعلق ابن ماجہ میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر اپنی بیویوں کی طرف سے جنہوں نے عمرہ کیا تھا گائے ذبح کی۔

بھینس کی قربانی کے مقابلے میں گائے کی قربانی زیادہ باعث ثواب ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے گائے کی قربانی تو کی ہے مگر بھینس کی نہیں۔

نوٹ: گائے کی قربانی میں مقامی اعتبار سے کوئی فتنہ وغیرہ کا اندیشہ ہو تو احتیاط کی صورت اختیار کی جائے۔

مچھلی

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر کرتے ہیں ہم لوگوں نے سریہ خبط کا جہاد کیا، ہمارے امیر ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، ہم لوگ سخت بھوک کی حالت میں ہو گئے تو سمندر نے ایک مچھلی اوپر پھینک دی، جس کا مثل ہم نے نہیں دیکھا تھا جسے عنبر کہا جاتا ہے، ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں کہا کہ کھاؤ اسے، ہم لوگوں نے اسے کھایا اور اس کی چربی بھی استعمال کی، پندرہ (۱۵) دن تک کھاتے رہے، ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی ایک ہڈی لی تو اونٹ سوار اس کے نیچے سے گزر گیا۔ (پیٹھ کی ہڈی اتنی اونچی تھی) اس کی آنکھ کے حلقہ میں پانچ آدمی بیٹھ جاتے تھے، ہم لوگ مدینہ واپس آئے تو نبی کریم ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا، آپ ﷺ نے فرمایا کھاؤ، اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے رزق کے طور پر نکالا تھا، اگر کچھ ہے تو ہمیں بھی کھلاؤ، چنانچہ جو کچھ تھا اسے لایا گیا تو آپ ﷺ نے تناول فرمایا۔

فائدہ: مچھلی کھانا آپ ﷺ کا صحاح سے ثابت ہے جنت میں مسلمانوں کی پہلی غذا مچھلی ہوگی، اس سے اس کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۶۲۵)

جانوروں میں نہ کھانے والی چیزوں کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بکری کی سات چیزوں کو مکروہ سمجھتے تھے (۱) پتہ (۲) مثانہ (۳) فرج مادہ (۴) ذکر (۵) خصیے (۶) غدود (۷) خون۔

یہی روایت طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی منقول ہے کہ آپ ﷺ بکرے کی سات ۷ چیزوں سے کراہیت محسوس کرتے تھے (۱) پتہ (۲) مثانہ (۳) فرج مادہ (۴) ذکر (۵) خصیے (۶) غدود (۷)

خون۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۳۳۸)

گردہ ناپسندیدہ

ابن سنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم گردہ کو پیشاب سے تعلق کی وجہ سے ناپسند سمجھتے تھے۔ (سیرۃ خیر العباد جلد ۷ صفحہ ۳۳۸)

فائدہ: چونکہ اس کا تعلق مثانہ سے ہے جو پیشاب کا ظرف ہوتا ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم لطافت و نظافت طبع کی وجہ سے نہیں کھاتے تھے۔ ورنہ تو شرعی اعتبار سے اس کے کھانے میں ممانعت نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر مرغوب کھانوں کا بیان

حلوہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو میٹھا اور شہد پسند تھا۔

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۱۷، ابن ماجہ جلد ۱ صفحہ ۲۴۴)

فائدہ: بظاہر حلوے سے مراد ہر میٹھی چیز ہے، لیکن بعض لوگوں نے اس سے متعارف حلوہ مراد لیا ہے جو مٹھائی اور گھی وغیرہ سے بنایا جاتا ہے، کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حلوہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنوا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پسند فرمایا تھا، یہ حلوہ آٹے اور گھی سے بنایا گیا تھا۔

(خصائل صفحہ ۱۲۶)

شیرینی کا ہدیہ واپس نہ کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے پاس کوئی مٹھائی لے کر آئے تو اسے کھالو واپس نہ کرو، اسی طرح خوشبو پیش کرے تو اسے سونگھ لو۔ (سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۵۳۴)

ہریسہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ہمیں ہریسہ کھلایا جس سے رات کی نماز میں پیٹھ مضبوط ہوتی ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۴۱)

حضرت ام ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہریسہ بناتی تھی، میں دیکھتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے پسند کرتے تھے۔

حضرت مطر وراق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب پچھنا لگواتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

لئے ہریسہ بنایا جاتا۔ (سیرۃ الشامی جلدے صفحہ۳۰۲)

حضرت اسعد بن زرارہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے لئے کسی کسی رات ہریسہ بنا دیتے، جس رات کو ہریسہ آنے کی امید ہوتی تو پوچھتے کیا اسعد کے یہاں سے کوئی برتن (ہریسہ کا) آیا ہے؟ پس کہا جاتا ہاں! آپ فرماتے لاؤ! پس اس سے ہم جان گئے کہ ہریسہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو پسند ہے۔

(سیرۃ العباد جلدے صفحہ۳۰۲)

فَائِدَہ: ہریسہ عرب کا ایک کھانا ہے جو گوشت اور کوٹے ہوئے گیہوں کو ملا کر بنایا جاتا ہے، یہ حلیم کے مشابہ ہوتا ہے، لذیذ اور مقوی جسم ہوتا ہے۔

حیس کھجور کا ملیدہ

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تشریف لائے اور معلوم کیا کچھ کھانے کو ہے؟ میں نے کہا ہاں! اور میں نے کھجور کے ملیدہ کا قعب پیش کیا، جسے میں نے رکھا تھا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اسے تناول فرمایا۔ (مسند حمیدی، سیرۃ خیر العباد جلدے صفحہ۳۰۳)

حضرت عبداللہ بن بسر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میرے والد کے پاس نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تشریف لائے انہوں نے کھانا پیش کیا جو کھجور کا ملیدہ تھا آپ نے اسے تناول فرمایا۔ (مسلم ترمذی، سیرۃ خیر العباد جلدے صفحہ۳۰۳)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میرے پاس تشریف لا کر دریافت فرمایا کرتے تھے کہ کچھ کھانے کو رکھا ہے؟ جب معلوم ہوتا کہ کچھ نہیں تو فرماتے کہ میں نے روزہ کا ارادہ کرلیا ہے، ایک مرتبہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تشریف لائے میں نے عرض کیا ایک ہدیہ آیا ہوا رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا چیز ہے؟ میں نے عرض کیا کھجور کا ملیدہ حیس ہے، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا میں نے تو روزہ کا ارادہ کر رکھا تھا، پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اس میں سے تناول فرمایا۔ (شمائل صفحہ۱۳)

فَائِدَہ: حیس عربوں کا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا مرغوب طعام تھا، حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو حیس بہت پسند تھا۔ (سیرۃ جلدے صفحہ۳۰۳)

علامہ عینی نے ذکر کیا ہے کہ یہ کھجور، پنیر، گھی سے بنایا جاتا ہے، کبھی پنیر کے بجائے آٹا وغیرہ ڈال کر بنایا جاتا ہے اور اسے ملا لیا جاتا ہے، ایسے کھانے کو ہمارے یہاں ملیدہ کہا جاتا ہے۔ (فتح، عمدۃ القاری، جلد۲۱ صفحہ۵۷)

مَسْئَلَہ: اگر کوئی نفل روزہ کی نیت کر چکا تھا، پھر بعد میں توڑ دیا تو قضاء واجب ہوگی، یہ احناف کا مسلک ہے۔

خزیرہ

حضرت عتبہ بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس آیا اور عرض کیا میری

آنکھ میں تکلیف ہے آنسو گرتے رہتے ہیں، مجھے مسجد میں آنا مشکل ہو جاتا ہے، اگر مناسب سمجھیں تو آپ ﷺ تشریف لے آئیں میرے گھر کسی جگہ نماز پڑھ دیں، اسی کو میں نماز کی جگہ بنالوں گا، اور نماز پڑھوں گا، آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے دوسرے روز دن چڑھنے کے بعد آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے، اجازت چاہی، میں نے اجازت دی، آپ ﷺ بیٹھے بھی نہ تھے کہ آپ نے فرمایا، کہاں کس جگہ چاہتے ہو کہ میں نماز پڑھوں، میں نے اس جگہ کا جہاں نماز پڑھنا پسند کرتا تھا بتا دیا، آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی، ہم آپ کے پیچھے ہو گئے، آپ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھائی، پھر ہم نے خزیرہ بنایا تھا اس کو آپ ﷺ کے کھانے کے لئے روک لیا تھا۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۸۱۳)

فَائِدَہ: علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث پاک سے بہت سے فوائد مستنبط کئے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

1. گھر میں کسی جگہ کو نماز کے لئے خاص کر لینا۔
2. تبرکاً کسی صالح و نیک آدمی سے نماز پڑھوانا اور اس جگہ سے تبرک حاصل کرنا۔
3. بڑوں اور بزرگوں کو برکت کے لئے بلانا۔
4. اور بڑوں کو ایسی بات کا قبول کرنا۔
5. محلّہ یا گھر میں کوئی نیک و صالح بزرگ آئیں تو دوسروں کا وہاں جانا اور صحبت و برکت حاصل کرنا اور زیارت اور ملاقات کرنا۔
6. صاحب خانہ کا نیک و صالح کی آمد پر ان سے نماز و امامت کی درخواست کرنا۔
7. معذور کا گھر میں ہی نماز پڑھنا۔
8. اہل علم و فضل کو (گھر بلا کر) کھانے سے اکرام کرنا۔ (عمدۃ القاری جلد۴ صفحہ ۱۷۰)

خبیص، آٹے یا میدے کا حلوہ

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھی، گیہوں اور شہد کو ملا کر خبیص بنایا اور پیالہ میں لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ایک کھانا ہے اے اللہ کے رسول، جسے عجمی لوگ شہد، گیہوں، اور گھی ملا کر بناتے ہیں جسے خبیص کہتے ہیں آپ ﷺ نے اسے کھایا۔ (مطالب عالیہ جلد۲ صفحہ ۳۲۴)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کھجور خشک کرنے کی جگہ تشریف لائے تو حضرت عثمان بن عفان کو دیکھا کہ ایک اونٹنی کو کھینچے لے جا رہے ہیں جس پر میدہ گھی شہد تھا، آپ ﷺ نے ان

سے کہا روکو، چنانچہ روک لیا، آپ ﷺ نے برکت کی دعا دی، پھر ہانڈی منگوائی، آگ پر چڑھا دی گئی، اس میں گھی، شہد، آٹا ڈال دیا گیا، پھر چولہا جلانے کا حکم دیا، یہاں تک کہ پک گیا، یا پکنے کے قریب تھا، اتار دیا گیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کھاؤ! پھر آپ ﷺ نے اس سے تناول فرمایا، پھر فرمایا یہ وہ کھانا ہے جسے اہل فارس خبیص کہتے ہیں۔ (طبرانی، حاکم، سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۳۱۰)

خبیص: آٹے کے میدہ کا حلوہ کہلاتا ہے، کبھی اس میں کھجور بھی ڈالا جاتا ہے چنانچہ اسی وجہ سے خبیصہ کھجور کے حلوہ کو کہا جاتا ہے، اس زمانہ میں چینی کا وجود نہیں تھا، اس کی جگہ لوگ عموماً شہد ڈالا کرتے تھے، بجائے شہد کے چینی سے بھی بنایا جائے تو بھی خبیصہ کہلائے گا، یہ بھی حلوہ ہی کی ایک قسم ہے۔

ستو

حضرت سوید بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ ہم لوگ آپ ﷺ کے ساتھ خیبر کی جانب نکلے، یہاں تک کہ ہم مقام صہبا میں یا روحہ کے قریب پہنچے، تو آپ ﷺ نے توشہ سفر مانگا، سوائے ستو کے کچھ نہ لایا گیا، آپ ﷺ نے اسے کھایا، ہم نے بھی آپ ﷺ کے پاس اسے کھایا، پھر آپ ﷺ نے کلی کی، پھر مغرب کی نماز پڑھی، ہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ پڑھی، اور وضو نہیں کیا۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۱۲)

فائدہ: یہ ستو جو کا تھا، جو کا ستو گرم مزاج والوں کے لئے اور گرمی کے ایام میں بہت نفع بخش ہے، ٹھنڈک پیدا کرتا ہے، معدہ کے لئے مفید ہے اور مقوی جسم ہے۔

دشیشہ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے لئے ہم نے مٹی کے برتن میں دشیشہ بنایا آپ ﷺ نے اسے تناول فرمایا۔ (سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۳۰۴)

دشیشہ اور جشیشہ ایک کھانے کا نام ہے جو آٹے، گوشت اور کھجور کو ملا کر پکایا جاتا ہے

مصالحہ دار کھانا (سیاہ مرچ اور زیرہ وغیرہ کا استعمال)

حضرت سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت حسن اور عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کے پاس تشریف لے گئے، اور یہ فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ کو جو کھانا پسند تھا اور اس کو رغبت سے تناول فرماتے تھے وہ ہمیں پکا کر کھلاؤ، سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا پیارے بچو! اب وہ کھانا پسند نہیں آئے گا، وہ تنگی میں پسند ہوتا ہے ان لوگوں نے کہا، نہیں ضرور پسند آئے گا، وہ اٹھیں اور تھوڑا جو کر لے کر ہانڈی میں ڈالا، اور اس پر ذرا سا زیتون کا تیل ڈالا اور کچھ مرچیں کچھ زیرہ وغیرہ مصالحہ پیس کر ڈالا، اور پکار کر کہا کہ حضور اقدس ﷺ کو یہ پسند تھا۔ (شمائل ترمذی صفحہ ۱۲)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ مصالحہ دار کھانا آپ ﷺ کو مرغوب تھا، اس حدیث کی تشریح میں علامہ مناوی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے لکھا۔ ہے کہ کھانا بسہولت عمدہ اور مزیدار کرنا زہد کے منافی نہیں۔ (شرح مناوی صفحہ ۲۲۳)

ملاعلی قاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے کہ تو ابل مصالحہ سے مراد وہ ہے جو ہند سے آتے ہیں مثلاً سونٹھ، زیرہ وغیرہ، یعنی ہندوستان میں جو مصالحہ عموماً استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کے استعمال کو خلاف سنت اور تکلف طعام نہیں کہا جا سکتا ہے۔

اسی حدیث کے دوسرے طریق میں ہے کہ حضرت سلمٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا نے (ان لوگوں کے کہنے پر) جو لیا اور چھانا اور روٹی بنائی، اسے ایک ہانڈی میں ڈال دیا، اس پر زیتون کا تیل ڈالا، اور اس پر سیاہ مرچ چھوڑ دی اور ان کے قریب کیا اور کہا اسے رسول اللہ ﷺ رغبت سے کھاتے تھے۔ (ترمذی، سیرۃ صفحہ ۳۰۸)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ سیاہ مرچ کا استعمال سنت ہے۔ کھانے وغیرہ میں اس کا ڈالنا جامع نفع رکھتا ہے، البتہ لال مرچ کا استعمال نہ آپ کے زمانہ میں تھا نہ اہل عرب اس کو پسند کرتے تھے، ویسے بھی طباً مضر ہے۔

سرکہ

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سرکہ کیا ہی بہترین سالن ہے۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۶)

حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس گھر میں فاقہ نہیں جس میں سرکہ ہو۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۶، ابن ماجہ)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سرکہ ہم سے پہلے نبیوں کا سالن رہا ہے۔ (ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۳)

حضرت ام ہانی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا تمہارے پاس کچھ ہے؟ ہم نے کہا کچھ نہیں، سوائے روٹی کے خشک ٹکڑے اور سرکہ کے، آپ ﷺ نے فرمایا لاؤ ہمارے سامنے، کوئی گھر فاقہ میں نہیں جس میں سرکہ ہو۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۶، سیرۃ خیر العباد صفحہ ۳۱۱)

سرکہ روٹی

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ بعض ازواج مطہرات کے یہاں داخل ہوئے اولاً آپ ﷺ تشریف لے گئے، پھر میرے لئے اجازت چاہی، اور پردہ کا حکم اس وقت نازل ہو چکا تھا، آپ ﷺ نے پوچھا کھانے کو کچھ ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! تین روٹیاں لائی گئیں، آپ ﷺ نے ان کو کسی کپڑے پر (دسترخوان پر) رکھا، آپ ﷺ نے ایک روٹی لی، اسے اپنے سامنے رکھا، اور ایک روٹی

لی اور اسے میرے سامنے رکھا، پھر تیسری روٹی لی اور اسے دو ٹکڑے کیا، کچھ اپنے سامنے کچھ میرے سامنے رکھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم کیا کوئی سالن ہے؟ انہوں نے کہا سوائے سرکہ کے اور کچھ نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکہ منگایا اور کھانے لگے، اور فرمارہے تھے سرکہ کیا ہی بہترین سالن ہے، سرکہ کیا ہی بہترین سالن ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب سے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا تب سے میں سرکہ سے محبت کرنے لگا۔ (سیرۃ خیر العباد جلد ۷ صفحہ ۳۱۰)

آداب میں بیہقی نے لکھا ہے کہ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو جب حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنا تو انہوں نے بھی کہا مجھے سرکہ سے محبت ہوگئی ہے جب سے کہ میں نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے۔ (صفحہ ۳۱۴)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ سالنوں میں سب سے پسندیدہ سالن سرکہ ہے۔ (سیرۃ خیر العباد جلد ۷ صفحہ ۳۱۱)

سرکہ میں خصوصی فوائد بھی بہت ہیں، سمیات کے لئے بہت مفید ہے، بلغم اور صفراء کا قاطع ہے، کھانے کے ہضم میں معین ہے، پیٹ کے کیڑوں کا قاتل ہے، بھوک اچھی لگاتا ہے۔ (خصائل صفحہ ۱۱۹)

ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں برکت کی دعاء فرمائی ہے۔ (خصائل صفحہ ۱۱۹)

ثرید

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس طرح عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تمام عورتوں پر فضیلت حاصل ہے اسی طرح ثرید کو تمام کھانوں پر۔ (شمائل صفحہ ۱۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ تمام کھانوں میں آپ کو محبوب ترین کھانا ثرید تھا۔ (سیرۃ الشامی صفحہ ۳۰۵)

ثرید میں لوکی کے ٹکڑے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور ثرید پیش کیا جس میں لوکی پڑی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوکی لے کر کھارہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوکی پسند تھی۔

(آداب بیہقی صفحہ ۳۱۱)

ثرید میں برکت ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سحری میں برکت ہے، ثرید میں برکت ہے جماعت میں برکت ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۲۱)

ثرید کی تاکید

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثرید بناؤ خواہ پانی سے۔

(مجمع الزوائد جلد۵ صفحہ۲۲)

ثرید: گوشت کے شوربے میں روٹی کے بھگوئے ہوئے ٹکڑے کو کہا جاتا ہے، خواہ ٹکڑے کو شوربا میں ڈال کر پکایا جائے یا یوں ہی چھوڑ دیا جائے، ثرید کے ٹکڑے پیٹ کے لئے بہت مفید ہیں کہ بسہولت ہضم ہو جاتے ہیں، اس کا نگلنا بھی آسان ہوتا ہے، جلد تیار ہو جاتا ہے، اور لذیذ و مقوی ہوتا ہے۔

پنیر

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میری خالہ نے گوہ، دودھ اور پنیر کا ہدیہ بھیجا، گوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستر خوان پر رکھ دیا، اگر حرام ہوتا تو نہ رکھا جاتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نوش فرمایا اور پنیر کھایا، (اور گوہ نہیں کھایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہیں تھا)۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پنیر کا ٹکڑا کھایا۔ (طحاوی صفحہ ۳۷۰)

غیر مسلموں کے بنے پنیر

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ تبوک میں عیسائیوں کا بنا ہوا پنیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا اور کہا گیا کہ یہ وہ کھانا ہے جسے اہل مجوس بناتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری منگوائی بسم اللہ پڑھی اور کھایا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ غیر مسلم کی بنی مٹھائیاں کھانے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

دودھ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب دودھ پینے کے لئے لایا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم برکت برکت فرماتے۔ (ابن ماجہ جلد۲ صفحہ۲۴۳)

فائدہ: دودھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت مرغوب غذا تھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوتے تھے اور برکت برکت فرماتے تھے۔

دودھ میں غذائیت بھی ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مشروب ایسا نہیں جو غذا کی بھی کفایت کرے سوائے دودھ کے۔ (ابن ماجہ جلد۲ صفحہ۲۴۳ مختصراً)

فائدہ: دودھ میں غذائیت ہے اسی وجہ سے بچوں کی نشو و نما خالص دودھ سے ہو جاتی ہے، مریض کے لئے بھی

بہترین غذا ہے، انسان دودھ پی کر مثل غذا کے رہ سکتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالص دودھ بھی نوش فرمایا ہے اور پانی ملا کر بھی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں اور خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر گئے، وہ ایک برتن میں دودھ لے کر آئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے نوش فرمایا۔ (مختصراً، خصائل صفحہ ۱۵۵)

بکری کا دودھ باعث برکت ہے

کشف الاستار میں بکری کے دودھ کے باعث برکت ہونے پر باب قائم کیا ہے اور ابن حنفیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی مرفوعاً یہ روایت ذکر کی ہے کہ جس گھر میں بکری کا دودھ ہو اس کے لئے دن میں دو برکتیں ہیں۔ (کشف الاستا جلد ۳ صفحہ ۳۳۸)

فائدہ: بکری کا دودھ بہت مفید ہے، خصوصاً بچوں کے لئے اور باعث برکت ہے، اسی وجہ سے بکری کو برکت سے ذکر کیا گیا ہے۔

بکری برکت ہے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بکری کا گھر میں ہونا برکت ہے، دو بکریاں دو برکت ہیں، تین بکریاں تین برکتیں ہیں۔ (ادب المفرد)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص سے پوچھا کتنی برکت ہے تمہارے گھر میں، یعنی بکری۔ (مطالب عالیہ صفحہ ۳۰۲)

روٹی

حضرت عبداللہ بن ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نقل فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا روٹی کا اکرام کرو اللہ تعالیٰ نے اس کا اکرام کیا ہے، پس جو شخص روٹی کا اکرام کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا اکرام کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اسے آسمان کی برکتوں سے نازل کیا ہے، اور اس میں زمین کی برکات رکھ دی ہیں، جو دستر خوان کے گرے ہوئے کو تلاش کرے گا اس کی مغفرت ہوگی۔ (مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۳۷)

فائدہ: روٹی کے اکرام کا مطلب یہ ہے کہ اس کو ضائع نہ کیا جائے، اس کے ٹکڑوں کو ادھر ادھر نہ پھینکا جائے، دستر خوان پر روٹی آ جائے تو سالن کا انتظار نہ کیا جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ تمہارا بہترین کھانا روٹی ہے اور بہترین پھل انگور

ہے۔ (کنز العمال جلد ۱۹ صفحہ ۲۰۷)

جو کی روٹی سنت ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غذا جو کی روٹی ہوتی تھی۔ (مختصراً شمائل ترمذی)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں جو کی روٹی کبھی نہیں بچتی تھی۔ (شمائل صفحہ ۱۰)

فائدہ: یعنی جو کی روٹی اگر کبھی پکتی تھی تو وہ مقدار میں اتنی ہوتی ہی نہیں تھی کہ بچتی اس لئے کہ پیٹ بھرنے کو ہی کافی نہیں ہوتی تھی، اور اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمانوں کی کثرت اور اہل صفہ تو مستقل طور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان تھے۔ (خصائل صفحہ ۱۱۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک درزی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی، چنانچہ اس نے جو کی روٹی اور لوکی ملے گوشت کا شوربا پیش کیا۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۱۷، مختصراً)

جو کی روٹی بلا چھنے ہوتی تھی

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ جو کی روٹی کو کیسے پکاتے تھے؟ (چونکہ اس میں تنکے وغیرہ زائد ہوتے ہیں) تو سہل نے فرمایا اس کے آ ٹے میں پھوک مار لیا کرتے تھے، جو موٹے موٹے تنکے ہوتے تھے وہ اڑ جاتے تھے، باقی گوندھ لیتے تھے۔ (بخاری صفحہ ۸۱۵، شمائل صفحہ ۱۰ مختصراً)

حضرت سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چھلنی نہیں تھی بلکہ اسے پھونک لیتے تھے۔ (سیرۃ خیر العباد جلد ۷ صفحہ ۲۷۳)

حضرت رومانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو کی روٹی بلا چھنے آٹے کی کھاتے تھے۔ (سیرۃ خیر العباد جلد ۷ صفحہ ۲۸۸)

فائدہ: نہ اس وقت چھلنی تھی اور نہ اس کا اہتمام تھا، جو کی روٹی بلا چھنے ذرا اچھی نہیں لگتی کہ اس میں تنکے اور بھوسے زائد ہوتے ہیں، بس جو کچھ پھونک مارنے یا پھٹکنے سے اڑ جاتا تھا اس پر اکتفاء کرتے تھے۔ یہ سادہ مزاجی کی بات تھی، ویسے چھان کر پکانے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ جائز ہے۔

خصائل نبوی میں ہے آج کل گیہوں کی روٹی بھی بغیر چھنے کھانا مشکل سمجھا جاتا ہے حالانکہ بغیر چھنے آٹے کی روٹی زود ہضم بھی ہوتی ہے، بعض علماء نے تو لکھا ہے کہ سب سے پہلی بدعت جو اسلام میں آئی ہے وہ

چھلنیوں کا رواج ہے۔ (خصائل صفحہ ۱۱۶)

گیہوں کی روٹی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل وعیال کو مسلسل تین دن گیہوں کی روٹی کھانے کی نوبت نہیں آئی یہاں تک کہ دنیا سے چل بسے۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۵۶، مسلم)

فَائِدَہ: گیہوں اس زمانہ میں جو سے گراں تھا، یومیہ اس کے پکنے کی نوبت نہیں آتی تھی، عموماً جو کی روٹی پکتی تھی۔

چپاتی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی چپاتی نہیں کھائی۔

(ترمذی، بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۱۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کبھی چپاتی نہیں پکائی گئی۔ (شمائل صفحہ ۱۰)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے وفات پا گئے، مگر چپاتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کھائی۔ (شمائل صفحہ ۱۰)

فَائِدَہ: چپاتی گو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کھائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا ترک تنعّم کی وجہ سے تھا مگر چپاتی کے کھانے میں کوئی حرمت نہیں ہے، ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا کھانا جائز ومباح لکھا ہے۔

(عمدۃ القاری جلد ۲۱ صفحہ ۳۵)

میدے کی روٹی

حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی سفید میدے کی روٹی بھی کھائی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر عمر تک میدہ نہیں دیکھا، یعنی میدہ یا اس کی روٹی کھانے کی نوبت نہیں آئی۔ (شمائل مختصراً صفحہ ۱۰)

پھر سائل نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تم لوگوں کے یہاں چھلنیاں تھیں؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔ (شمائل مختصراً صفحہ ۱۰)

روٹی اور کھجور

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جو کی روٹی لی اور اس پر کھجور کو رکھا اور یہ فرمایا کہ یہ اس کا سالن ہے۔ (شمائل، مجمع جلد ۵ صفحہ ۴۳)

گوشت روٹی

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت روٹی کھایا ہے۔ (طحاوی صفحہ ۳۹)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روٹی اور گوشت پیش کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تناول فرمایا۔ (ابوداؤد جلد۱ صفحہ ۲۵)

فائدہ: ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روٹی کو چربی، گھی، سرکہ کے ساتھ اور زیتون کے ساتھ تناول فرمایا ہے۔ (زاد المعاد جلد۱ صفحہ ۵۴)

روٹی کی کیفیت

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قُوْتُوْا طَعَامَکُمْ یُبَارَکْ لَکُمْ فِیْہِ" اس حدیث کا مطلب اس کے راوی ابراہیم (بن عبداللہ بن جنید) نے یہ بیان کیا کہ روٹی چھوٹی رکھی جائے اس میں برکت ہوگی، امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی روٹی کا چھوٹا ہونا مراد لیا ہے، مسند بزار میں ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔ (جلد۳ صفحہ ۳۳۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ روٹی کا چھوٹا ہونا بہتر ہے، بعض لوگ بڑی اور چوڑی بناتے ہیں سو وہ بہتر نہیں ہے، سنت یہی ہے اور اسی میں برکت ہے۔

گھی دار روٹی، پراٹھے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روٹی پکائی اور اس میں کچھ گھی وغیرہ ڈالا پھر کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور بلا لاؤ، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں گیا اور کہا کہ میری والدہ آپ کو بلاتی ہیں چنانچہ آپ کھڑے ہوئے اور جو صحابہ کے آپ کے پاس تھے ان سے کہا چلو کھڑے ہو جاؤ، میں پہلے گیا اور والدہ کو بتا دیا (کہ پوری جماعت آ رہی ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ جو پکایا ہے لاؤ، ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا میں نے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پکایا ہے، چنانچہ دس دس کی جماعت کو بلایا گیا، میں دس دس کو بلاتا رہا، چنانچہ سب نے کھایا اور سیراب ہو گئے اور وہ اسّی آدمی تھے۔ (ابن ماجہ جلد۲ صفحہ ۲۴۷)

فائدہ: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ اتنے کم کھانے میں اسی آدمیوں نے کھا لیا اس قسم کے بہت سے واقعات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ واقع ہوا ہے۔

سبزیاں، لوکی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لوکی بہت پسند تھی۔ (ابن ماجہ جلد۲ صفحہ ۲۴۰)

حضرت جابر بن طارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو کدو رکھا ہوا تھا میں نے پوچھا یہ کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ لوکی ہے، اس سے سالن میں اضافہ کیا جائے گا، ایک روایت میں ہے کہ لوکی کے ٹکڑے کٹے رکھے تھے۔ (سیرۃ ابن ماجہ جلد۲ صفحہ ۲۴۰)

لوکی مقوی دماغ ہے

حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر لوکی لازم ہے، یہ دماغ کو قوی کرتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ لوکی کھاؤ، اگر اس سے زیادہ کوئی نافع درخت ہوتا تو اللہ تعالیٰ حضرت یونس علیہ السلام پر اسی کو اگاتے، اگر تم میں سے کوئی شوربہ بنائے تو اس میں لوکی کا اضافہ کرے، یہ عقل و دماغ کو قوی کرتی ہے۔ (شرح مواہب جلد۴ صفحہ ۳۳۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوکی بہت کھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ دماغ کو تیز کرتی ہے اور عقل کو زائد کرتی ہے۔ (سیرۃ جلد۷ صفحہ ۳۳۱)

لوکی کی مرغوبیت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک درزی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی، میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو کی روٹی اور شوربا پیش کیا جس میں لوکی تھی، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ پیالے کے اطراف سے لوکی کے ٹکڑے تلاش کر کے تناول فرما رہے تھے، اس وقت سے لوکی سے مجھے بھی رغبت ہوگئی۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ اس سے عقل کی زیادتی ہوتی ہے، اس میں ایسی خوبی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کی پرورش اسی درخت کے بیل کے نیچے کی، نیز حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنے سے کمتر کی بھی دعوت قبول کرنی چاہئے، اس میں کسی قسم کا عار محسوس نہیں کرنا چاہئے، نیز یہ کہ لوکی سے رغبت سنت ہے، مواہب میں ہے کہ یہ نگاہ کو تیز کرتی ہے دماغ کو گرم رکھتی ہے، قلب کو نرم کرتی ہے۔ (مواہب جلد۴ صفحہ ۳۳۳)

لوکی غم دل کا علاج ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا جب تم شوربا پکاؤ تو اس میں لوکی زیادہ ڈالو، یہ

غمگین دل کو طاقت پہنچاتی ہے۔ (سیرۃ صفحہ ۳۳، مسند احمد، شرح مواہب جلد ۴ صفحہ ۳۳۳)

چقندر

حضرت ام منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے، ہمارے یہاں کھجور کے خوشے آویزاں تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تناول فرمانے لگے، ساتھ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روک دیا کہ ابھی تم کو بیماری سے افاقہ ہوا ہے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے رہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھا رہے تھے، ام منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے چقندر اور جو لیا اور اسے پکایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اے علی تمہارے لئے یہ مناسب ہے اسے کھاؤ۔ (جمع الوسائل صفحہ ۲۲۷)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ پرہیز کرنا توکل کے منافی نہیں، اور طبع کے موافق ہونے نہ ہونے کی رعایت سنت ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جمعہ کے دن بہت خوش ہوتے تھے کہ جب ہم لوگ نماز جمعہ سے فارغ ہوتے تو ایک ضعیفہ تھی اس کے پاس ملاقات کو چلے جاتے، وہ چقندر لیتی اسے ہانڈی میں ڈالتی، کچھ جو لیتی اسے ہانڈی میں ڈال کر پکاتی، نماز جمعہ کے بعد ہم لوگوں کو وہ پیش کرتی، اس وجہ سے ہم لوگ جمعہ کے دن خوش ہوتے ہم لوگ جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد ہی کھاتے اور قیلولہ کرتے۔

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۱۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں سے بے تکلفی ہو ان کے یہاں جا کر کھانا کھانے میں کوئی قباحت نہیں، نیز یہ کہ جمعہ کے دن جمعہ کے بعد کھانا اور قیلولہ کرنا سنت ہے۔

اروی

ایلہ کے بادشاہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اروی کا ہدیہ پیش کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تناول فرمایا اور پسند کیا، اور پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا "شحمة الارض" زمین کی چربی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین کی چربی (اروی) تو بہت خوب ہے۔ (سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۳۳۰)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اروی کھائی، طبی فوائد کے اعتبار سے اروی مقوی باہ و سہل الہضم ہے۔ گوشت میں زیادہ لذیذ ہوتی ہے۔

پکا پیاز

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری کھانا وہ تھا جس میں پیاز تھا۔ (یعنی پکا

ہوا پیاز)۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۶۷، ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری کھانا جمعہ کے دن کھایا تھا اس میں بھنا ہوا پیاز تھا۔ (ادب المفرد سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۳۲۹)

فائدہ: آپ نے کچا پیاز اور لہسن کبھی نہیں استعمال کیا۔ البتہ پیاز کو پکا دیا جاتا، جیسے سالن وغیرہ میں، یا اسے تل دیا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدبو نہ ہونے کی وجہ سے نوش فرما لیتے، آپ نے کچا پیاز کھا کر مسجد میں جانے سے سخت منع فرمایا ہے، بہت سے لوگ افطاری میں کچا پیاز استعمال کرتے ہیں پھر نماز کو جاتے ہیں، یہ درست نہیں ہے۔

پھلوں اور میوؤں کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا بیان

کھجور

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم لوگ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال کے یہاں ایک ایک ماہ تک آگ نہیں جلتی تھی، صرف کھجور اور پانی پر گزارا تھا۔ (شمائل صفحہ ۲۶)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے باغوں میں سے کسی باغ میں گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچے ہرے کھجور نوش فرمانے لگے اور مجھ سے کہا اے ابن عمر تم بھی کھاؤ۔

(سیرت جلد ۷ صفحہ ۱۵۹)

ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہمارا گزارہ کھجور اور پانی پر تھا۔

(سیرت جلد ۷ صفحہ ۱۵۴)

مکہ اور مدینہ کی کھجوریں

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کی کھجوروں کے واسطے برکت کی دعا کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی کھجور کے واسطے برکت کی دعا کی۔ پس ہمیشہ مدینہ کے کھجور و پھل میں برکت ہوتی رہے گی۔ (عمدۃ جلد ۲۱ صفحہ ۶۷)

کھجور کی پیدائش

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھجور کی پیدائش اس مٹی سے ہوئی ہے جس سے حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ (مطالب عالیہ جلد ۳ صفحہ ۳۲۳)

عجوہ کھجور کی فضیلت وفوائد

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سب سے زیادہ پسندیدہ کھجور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عجوہ تھی۔ (ابن حبان)

حضرت عامر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص صبح سات عجوہ کھجور کھا لے گا

اس دن اسے کوئی جادو یا زہر کا اثر نہ ہوگا۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۸۱۹)

''عجوہ'' مدینہ کی ایک خاص قسم کی کھجور ہے جسے نبی کریم ﷺ نے بویا تھا، یہ خصوصیت صرف مدینہ کے عجوہ کو حاصل ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ عجوہ جنت سے ہے۔ (عمدۃ القاری جلد۲۱ صفحہ ۱۷)

جس گھر میں کھجور ہو

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس گھر میں کھجور نہ ہو وہ گھر والے بھوکے ہیں۔ یعنی گھر میں اگر کھجور ہے تو کھانے کی ایک بڑی نعمت ہے پھر بھوکے رہنے کا کیا سوال؟ یہ غذا بھی ہے اور میوہ بھی، خصوصاً اہل عرب کے لئے تو یہ غذا ہے۔ (ابن ماجہ جلد۲ صفحہ ۲۴۴)

کھجور پر خوشی ومسرت کا اظہار

حضرت انس و عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا تھا کہ جب تازہ خرما کھجور آجائے تو اس کی بشارت سناؤ۔ (مجمع جلد۵ صفحہ ۴۲)

فائدہ: کھجور آنے پر آپ ﷺ کو مسرت ہوتی تھی یہ اس کے محبوب ہونے کی دلیل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس گھر میں کھجور نہ ہو گویا وہ گھر والے بھوکے ہیں جس گھر میں سرکہ نہ ہو وہ گھر بلا سالن کے ہے جس گھر میں چھوٹا بچہ نہ ہو اس گھر میں برکت نہیں، تم میں بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں میں بہتر ہو اور میں اپنے گھر والوں میں بہتر ہوں۔

(سیرت الشامی جلد۷ صفحہ ۳۱۸)

محبوب ترین میوہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ پسندیدہ ترین میوہ نبی کریم ﷺ کا تازہ کھجور اور خربوزہ ہے۔

(سیرت جلد۷ صفحہ ۳۲۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے پاس کھجوریں لائی گئیں تو آپ ﷺ ان کو نوش فرما رہے تھے اور اس وقت بھوک کی وجہ سے اپنے سہارے سے تشریف فرما نہیں تھے بلکہ اکڑو بیٹھ کر کسی چیز سے سہارا لگائے ہوئے تھے۔ (خصائل صفحہ ۱۱۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے سامنے طبق میں کچے پکے کھجور لائے گئے۔ آپ ﷺ نے پکے کھجور کو کھا لیا اور کچے کو چھوڑ دیا۔ (زوائد مسند بزار جلد۳ صفحہ ۳۳۵)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ دستر خوان پر جو آئے اس کا کھا لینا ضروری نہیں جس کا کھانا مناسب نہ ہو، کچا ہو تو اسے چھوڑا جا سکتا ہے۔

جس گھر میں کھجور نہیں کھانا نہیں

حضرت ابورافع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنی دادی سلمٰی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت کیا ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا وہ گھر جس میں کھجور نہیں ایسا ہے گویا کہ اس میں کھانا ہی نہیں۔ (ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۴)

بچے والی عورت کو کھجور

مسند ابی یعلی میں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا یہ قول منقول ہے کہ بچے والی عورت کو (جس نے بچہ جنا ہو یا جس کا بچہ چھوٹا ہو) کھجور کھلاؤ، اگر کھجور نہ پاسکو چھوہارا ہی کھلاؤ، اس درخت سے بہتر کوئی درخت نہیں جس کے نیچے اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم عَلَیْہَا السَّلَام کو رکھا۔ (عمدہ جلد ۲۱ صفحہ ۶۸)

فَائِدَہ: کھجور مقوی اور مولد دم اور گرم ہے، بچہ والی عورت کو اس کی شدید ضرورت پڑتی ہے ایسے وقت میں اس کو کھلانا بہت نفع بخش ہے، مزید یہ ملین بھی ہے۔ پیٹ صاف کرے گی۔

نومولود بچے کی پہلی غذا کھجور ہو

حضرت ابوموسیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا میں اسے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں لے کر آیا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے کھجور چبا کر اس کے منہ میں ڈالی اور برکت کی دعا کی۔ (بخاری صفحہ ۸۲۲)

فَائِدَہ: نومولود بچے کے منہ میں کھجور چبا کر چٹانا سنت ہے، علامہ عینی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے لکھا ہے کہ کھجور چٹانے میں تفاؤل خیر ہے ایمان کی۔

چونکہ اس درخت کو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مؤمن سے تشبیہ دی ہے اور کسی صالح آدمی سے چبوا کر بچے کو چٹانا چاہئے، اس سے اس میں نیکی آئے گی۔ (عمدۃ جلد ۲۱ صفحہ ۸۴)

کھجور اور مکھن

بسر سلمٰی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی دو صاحبزادوں سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہمارے ہاں تشریف لائے۔ ہم نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے لئے چادر بچھا دی، آپ اس پر تشریف فرما ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمادی، ہم نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں کھجور اور مکھن پیش کیا، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو مکھن بہت مرغوب تھا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۴۶)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ کسی کی تشریف آوری پر اکراماً اچھی چادر بچھا دینی چاہئے اور یہ کہ کھانے کو عمدہ طریقہ سے کھانا ممنوع نہیں۔

دودھ اور کھجور دو پاکیزہ چیزیں

امام احمد اور ابونعیم رَحِمہُمَااللہُ تعالیٰ نے بسند حسن بعض صحابہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنہُم سے یہ نقل کیا ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم دودھ اور کھجور کو ساتھ نوش فرماتے اور کہتے کہ یہ دو خوشگوار چیزیں ہیں۔ (سیرت جلد ۷ صفحہ ۳۰۸)

کھانا اور کھجور

عبداللہ بن بسر رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنہُمَا سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم ہمارے ہاں تشریف لائے، ہم نے کھانا اور کھجور خدمت میں پیش کیا، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے دونوں سے نوش فرمایا۔ (مسلم، ترمذی، سیرت صفحہ ۲۷۳)

کھجور اور پانی

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنہُ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے ان کے یہاں کھجور اور پانی نوش فرمایا اور یہ فرمایا کہ یہ وہ نعمت ہے جس کا سوال کیا جائے گا۔ (مسند طیالسی، سیرت صفحہ ۳۲۲)

خربوزہ اور کھجور

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنہُ فرماتے ہیں میں نے حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کو خربوزہ اور کھجور اکٹھے کھاتے دیکھا۔

فَائِدَہ: خربوزہ کو کھجور کے ساتھ کھانے کی وجہ بظاہر اس کا پھیکا ہونا ہے یعنی اس کے پھیکے پن کی تلافی کھجور سے ہو جائے گی، نیز دونوں کے ملانے سے اعتدال پیدا ہو جائے گا۔ (خصائل صفحہ ۱۵۰)

ککڑی اور کھجور

حضرت عبداللہ بن جعفر رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنہُ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم ککڑی کو کھجور کے ساتھ نوش فرماتے تھے۔

فَائِدَہ: ککڑی چونکہ ٹھنڈی ہوتی ہے اور کھجور گرم، اس طرح کھانے سے اصلاح اور اعتدال کی شکل پیدا ہو جاتی ہے اور غذائیت اور مزے کے اعتبار سے بہتر صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ (خصائل صفحہ ۱۴۹)

حضرت عبداللہ بن جعفر رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنہُ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے دائیں ہاتھ میں ککڑی دیکھی اور بائیں ہاتھ میں کھجور، کبھی اس ہاتھ سے (ککڑی) کبھی اس ہاتھ سے (کھجور) کھا رہے تھے۔

(مواہب جلد ۴ صفحہ ۳۳۷)

ککڑی اور نمک

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنہَا سے منقول ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم ککڑی جب کھاتے تھے تو نمک سے کھاتے

تھے۔ (سیرت جلد ۷ صفحہ ۳۲۵)

ککڑی کو کھجور کے ساتھ کھانے کی روایت اوپر گزر چکی ہے، بظاہر اکثر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ککڑی کو کھجور ہی کے ساتھ کھاتے تھے کیونکہ اس میں جامعیت اور غذائیت ہے اور نمک سے بھی کبھی کھا لیتے تھے۔ (خصائل صفحہ ۱۵۲)

تربوز اور کھجور

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تربوز کو تازہ کھجور کے ساتھ نوش فرماتے تھے۔ (شمائل صفحہ ۱۴)

ترمذی وغیرہ کی روایت میں اس قصہ میں تصریح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اس کی ٹھنڈک اس کی گرمی کو اور اس کی گرمی اس کی ٹھنڈک کو زائل کر دے گی۔ (خصائل صفحہ ۱۵۰)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ کھانے میں اعتدال مزاج کی رعایت رکھنی چاہئے اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کی گرمی کو تربوز کی برودت سے اور گوشت کو سبزی لوکی سے معتدل فرما کر کھایا کرتے تھے، شرح مواہب میں ہے اعتدال کی رعایت کرنا صحت کے بنیادی اصولوں میں سے ہے۔

حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے میرے چچا معاذ بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تازہ کھجور کا ایک طبق جن پر چھوٹی روئیں دار ککڑیاں بھی تھیں دے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ککڑیاں مرغوب تھیں میں جس وقت ککڑیاں لے کر حاضر خدمت ہوئی آپ کے پاس بحرین کے کچھ زیورات آئے ہوئے رکھے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک ہاتھ بھر کر مجھے مرحمت فرمایا۔ (شمائل صفحہ ۱۴)

فائدہ: آپ کو ککڑی کھجور کے ساتھ بہت پسند تھی دونوں کو ملا کر کھانا مزاج کو معتدل رکھتا ہے، بدن کو موٹا کرتا ہے، چنانچہ ابن ماجہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک حدیث میں ہے کہ میری رخصتی کے وقت میری والدہ نے چاہا کہ میرا بدن موٹا ہو جائے تو مجھے کھجور اور ککڑی کھلائی چنانچہ میں موٹی ہو گئی۔ (جلد ۲ صفحہ ۲۴۴)

علامہ مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح شمائل میں بیان کیا ہے کہ ککڑی کھجور کے ساتھ صحت کے اعتبار سے بہت مفید ہے کہ اس میں مزاج کی رعایت ہے۔ (جلد ۱ صفحہ ۲۴۰)

ردی کھجور

ایک موقع پر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کھجور نوش فرما رہے تھے جب خراب ردی کھجور کا نمبر آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ روک لیا، کسی کہنے والے نے کہا یہ باقی مجھے دے دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے میں اپنے لئے پسند نہیں کرتا دوسروں کے لئے کیسے راضی ہو جاؤں۔ (سیرت الشامی جلد ۷ صفحہ ۳۱۸)

فائدہ: یہ کمال و رعایت اخلاق تھے کہ جب میں خود اپنے لئے ردی کھجور پسند نہیں کرتا تو دوسروں کے لئے کس

طرح پسند کرلوں۔

کھجور سالن ہے

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا لیا اور اس پر کھجور رکھی اور فرمایا یہ اس کا سالن ہے۔ (ابوداؤ، سیرت جلد ۷ صفحہ ۳۱۸)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ کھجور کو روٹی کا سالن بنایا جا سکتا ہے جب روٹی کے ساتھ کھائی جائے، کھجور ہوتے ہوئے کسی سالن کی الگ سے ضرورت نہیں، قناعت و سادگی کی اس سے بہتر کیا مثال ہوسکتی ہے۔

دستر خوان پر کھجور ہوتو

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی کھانا کھاتے تو اپنے سامنے کے علاوہ نہ بڑھتے اور جب کھجور لائی جاتی دست مبارک چاروں طرف گھومتے۔ (بزار، سیرت صفحہ ۲۷۲)

فَائِدَہ: دستر خوان پر کھجور صرف اپنے ہی سامنے کی نہ کھاتے بلکہ اور جانب سے بھی ہاتھ بڑھا کر لے لیتے۔

حضرت عکراش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک (بڑے) پیالہ میں بہت سا ثرید اور چربی لائی گئی، میں کھاتے ہوئے ہاتھ چاروں طرف لے جا رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بائیں ہاتھ سے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا اے عکراش! ایک جگہ سے کھاؤ، ایک ہی قسم کا تو کھانا ہے، پھر طبق میں مختلف قسم کے خرمے اور کھجور لائے گئے تو میں صرف اپنے سامنے سے کھانے لگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک چاروں طرف پھر رہا تھا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسب منشا ہر طرف سے کھا رہے تھے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۶۷)

فَائِدَہ: دستر خوان پر مختلف چیزیں پھیلی ہوئی ہوں تو اپنے جانب کے علاوہ سے اٹھا کر کھانے میں کوئی قباحت نہیں۔ کھجوریں چونکہ مختلف ہوتی ہیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسب منشا و خواہش دوسری جانب سے بھی کھا رہے تھے۔

ایک ساتھ دو کھجور کھانے کی ممانعت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ آدمی ایک ساتھ دو کھجوروں کو کھائے۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ہاں مگر یہ کہ اپنے رفیق (دستر خوان) سے اجازت لے لے۔

(ابوداؤد، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۳)

فَائِدَہ: ایک ساتھ دو کھجور اٹھا کر کھانا حرص کی علامت ہے اور رفقاء کی حق تلفی بھی ہے اسی وجہ سے منع کیا گیا ہے، ہاں اگر رفقاء کی رضا ہو تو پھر حدیث پاک میں اجازت ہے۔

پرانی کھجور

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ پرانی کھجوریں لائی گئیں تو آپ اس کی تفتیش کر رہے تھے اس سے کیڑا وغیرہ نکال رہے تھے۔ (ابن ماجہ جلد۲ صفحہ ۲۴۵)

فائدہ: بسا اوقات پرانی کھجور میں کیڑا وغیرہ ہو جاتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غور سے اسے توڑ کر کیڑے وغیرہ کو دیکھ رہے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ کھانے میں کیڑے وغیرہ کا احتمال ہو تو دیکھ کر کھائے جیسے سرکہ۔

کھجور یا پھل وغیرہ کھڑے ہو کر کھانا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی انصاری کے باغیچہ میں داخل ہوئے اور کھجور نوش فرماتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم چل رہے تھے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا۔
(طبرانی، سیرت الشامی صفحہ ۲۶۵)

فائدہ: پھل وغیرہ میں گنجائش ہے کہ کبھی چلتے پھرتے ٹہلتے کھالیا، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کیا ہے۔

کھجور کی گٹھلی پھینکنے کا مسنون طریقہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک طبق کھجور کا پیش کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھٹنے کے بل بیٹھے اور ایک ایک مٹھی لینے لگے اور بیویوں کے گھر بھیجنے لگے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھائی اس طرح جس سے معلوم ہو رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اشتہا تھی (یعنی بھوک تھی) اور گٹھلی کو بائیں ہاتھ سے پھینک رہے تھے، ایک بکری گزری تو اس نے وہ گٹھلی کھالی۔ (ابن سعد، سیرت صفحہ ۳۲۳)

فائدہ: دائیں ہاتھ سے کھانا اسی ہاتھ سے گٹھلی پھینکنا، یہ نظافت کے خلاف ہے اس میں منہ کا لعاب رہتا ہے، دائیں ہاتھ کا اس سے آلودہ کرنا لطافت طبع کے خلاف ہے اسی طرح جس برتن میں کھائے اسی میں گٹھلی نہ رکھے۔

گٹھلی انگلیوں کی پشت پر سے پھینکنا

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے والد کے یہاں تشریف لائے ہم لوگوں نے کھانا اور کھجور کا ملیدہ پیش کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کھایا، پھر کھجور پیش کی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کھا رہے تھے اور اس کی گٹھلی کو دو انگلیوں کے بیچ شہادت کی انگلی کے درمیان سے پھینک رہے تھے، پھر پانی لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرما کر دائیں جانب والے کو دے دیا، میرے والد نے پھر (فراغت کے بعد جانے کے وقت) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی لگام پکڑی اور دعا کی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دیتے ہوئے فرمایا: "اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَھُمْ فِیْمَا رَزَقْتَھُمْ فَاغْفِرْ لَھُمْ فَارْحَمْھُمْ" (مسلم جلد۲ صفحہ ۱۸۰)

فَائِدَہ: علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تشریح میں لکھا ہے کہ گٹھلی کو کھانے کے برتن میں نہیں رکھ رہے تھے (تاکہ گٹھلی کھجور کے ساتھ نہ مل جائے اور کراہت محسوس ہو) بلکہ دونوں انگلیوں کی پشت پر رکھ رہے تھے اور اسے باہر پھینک رہے تھے۔ (شرح مسلم جلد۲ صفحہ ۱۸۰)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جس کی دعوت کی جائے اس سے دعا کی درخواست کی جاسکتی ہے، جیسا کہ حضرت بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا تھا، مہمان کو چاہئے کہ داعی کو وسعت رزق اور مغفرت کی دعا دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا میں دین و دنیا کی بھلائی جمع ہے، مدعو کے لئے یہ دعا پڑھنا مسنون ہے۔

عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت میں ہے ہمارے یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، ہماری والدہ نے چادر بچھائی، آپ اس پر تشریف فرما ہوئے۔ پھر کھجور پیش کی گئی آپ کھانے لگے اور اس طرح گٹھلی کو شہادت اور بیچ کی انگلی پر آپ رکھ رہے تھے (یعنی اس طرح رکھ کر پھینک رہے تھے)۔

(سیرت جلد۷ صفحہ ۳۱۸)

فَائِدَہ: امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ طبق میں خرما اور گٹھلی اکٹھی نہ کرے اور نہ ہاتھ میں جمع کرے بلکہ گٹھلی کو منہ سے نکال کر ہتھیلی کی پشت پر (یعنی دو انگلیوں کی پشت پر جیسا کہ حدیث میں گزرا) رکھے اور ڈال دے جن چیزوں میں گٹھلی ہو سب کا یہی طریقہ ہے۔ (جلد۲ صفحہ ۱۱)

جمار، کھجور، گوند

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے درخت کا گوند کھا رہے تھے۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۸۱۹، سیرت جلد۷ صفحہ ۳۲۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھجور کے درخت کا گوند کھا رہے تھے۔ (سیرت جلد۷ صفحہ ۳۲۲)

کباث، پیلو کا پھل

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم مقام مرالظہران میں تھے اور کباث توڑ رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سیاہ توڑنا ہم نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں چرائی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں کوئی نبی نہیں جنہوں نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ (مسلم صفحہ ۱۸۲)

فَائِدَہ: مواہب میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا ہے۔ (صفحہ ۳۴۵)

مدارج میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کباث نوش فرمایا ہے، یہ اراک کا پھل ہے جسے، ہندی میں پیلو کہتے ہیں۔ (صفحہ ۸)

علامہ عینی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے لکھا ہے کہ ابتداء اسلام میں جب تنگی تھی تب آپ ﷺ نے کھایا ہے وسعت کے بعد نہیں۔ (جلد ۲۱، صفحہ ۷۵)

زیتون

حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا زیتون کا تیل کھاؤ اور اس کا تیل لگاؤ یہ مبارک درخت سے ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا زیتون کھاؤ اس کا تیل بھی لگاؤ یہ بابرکت ہے۔ (ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۲)

زیتون سے شیطان کا بھاگنا

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے علی! زیتون کھاؤ اور اس کا تیل لگاؤ، جو اس کا تیل لگائے گا شیطان اس کے پاس چالیس رات تک نہیں آئے گا۔ (مطالب عالیہ جلد ۳ صفحہ ۳۲۲)

حضرت عمران رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا زیتون کا سالن استعمال کرو اور اس کا تیل لگاؤ۔ یہ مبارک درخت سے نکلا ہے۔ (آداب بیہقی صفحہ ۳۱۴)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کی ایک روایت میں ہے کہ ستر بیماریوں سے اس میں شفاء ہے۔ ان میں جذام بھی ہے۔ (جمع صفحہ ۲۰۵)

فَائِدَہ: ملا علی قاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ زیتون کو روٹی کے ساتھ کھانے کی تاکید ہے۔ اس کے مبارک ہونے کا ذکر قرآن پاک میں بھی ہے۔ مبارک اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ اس کے بہت منافع ہیں یا اس وجہ سے کہ اس کی پیدائش مقدس زمین ملک شام میں ہوئی ہے۔ اس علاقے کو ستر (۷۰) نبیوں کی برکت حاصل ہے۔ جس میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام بھی ہیں۔ اس میں غذائیت کے ساتھ دوائیت بھی ہے۔

زیتون کے منافع

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ اس کی ہر چیز میں نفع ہے اس کا تیل جلانے کے کام آتا ہے، کھانے کے کام میں آتا ہے۔ اس کا درخت دباغت کے کام آتا ہے، ایندھن میں جلانے کے کام میں لایا جاتا ہے حتیٰ کہ اس کی راکھ ریشم دھونے کے لئے خاص طور سے مفید ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کے درخت کی عمر بہت ہوتی ہے۔ چالیس سال کے بعد تو پھل لاتا ہے اور ایک ہزار برس کی عمر اکثر ہوتی ہے۔ (خصائل صفحہ ۱۳۳)

انجیر

حضرت ابو ذر غفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کو انجیر ایک طبق میں ہدیۃً پیش کئے گئے،

آپ ﷺ نے اصحاب سے فرمایا کہ کھاؤ، اگر میں کہتا کہ جنت سے کوئی میوہ اتارا گیا ہے تو انجیر کے متعلق کہتا۔ یہ بواسیر اور نقرس کے لئے نافع ہے۔ (ابن سنی، ابونعیم، سیرت جلد ۷ صفحہ ۳۱۹)

انگور

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں طائف کے انگور ہدیۃً پیش کئے گئے، آپ ﷺ نے مجھے بلایا اور کہا یہ خوشہ لے جاؤ اور اپنی والدہ کو دو، میں نے اسے کھا لیا قبل اس کے کہ والدہ کو پہنچاؤں۔ چند یوم گزرنے کے بعد آپ ﷺ نے ہم سے پوچھا انگور کیا ہوئے؟ والدہ کو دیدیا؟ میں نے کہا نہیں!!! آپ نے مجھے "غدر" کہا یعنی دھوکہ دینے والا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ خوشہ سے انگور کھا رہے تھے۔ (سیرت صفحہ ۳۱۹)

حضرت امیہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کو میووں میں انگور اور خربوزہ مرغوب تھا۔ (ابن سنی، سیرت جلد ۷ صفحہ ۳۱۹)

انگور بہترین پھل ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ انگور بہترین پھل ہے۔ مواہب لدنیہ میں ہے کہ ایک ضعیف روایت میں روٹی انگور کھانا آپ ﷺ سے منقول ہے۔ (مواہب جلد ۴ صفحہ ۳۲۷)

کشمش

حضرت ثابت بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر داخل ہوئے انہوں نے کشمش پیش کی، آپ ﷺ نے کھائی اور فراغت پر یہ دعا پڑھی: "اَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ وَاَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّآئِمُوْنَ." (مسند احمد، سیرت الشامی صفحہ ۳۲۰)

انار

مسند ابن حبان میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ روایت ہے کہ عرفہ کے دن آپ کی خدمت میں انار بھیجا گیا۔ آپ ﷺ نے کھایا۔ (سیرت، مواہب لدنیہ صفحہ ۳۴۰)

مسند احمد میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول ہے کہ انار کھاؤ اس میں معدہ کی صفائی ہے۔ (مجمع ۵/ ۴۸)

سونٹھ کا ہدیہ شاہ ہند کی جانب سے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں ہندوستان

کے راجہ نے ایک گھڑا بھیجا جس میں سونٹھ تھا۔ آپ ﷺ نے اس میں سے ہر ایک کو کھلایا اور ہمیں بھی۔

(ترمذی، حاکم جلد۴ صفحہ۱۳۵)

فائدہ: کھانے کی تصریح تو نہیں ہے۔ اغلب ہے کہ ہدیہ جب آپ نے قبول کیا تو کھایا ہوگا۔

شہتوت

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ذکر کیا ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو شہتوت ایک پیالہ سے کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔ (سیرت صفحہ۳۲۱، مواہب جلد۴ صفحہ۳۴۰)

سفرجل بہی

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے طائف سے سفرجل یعنی بہی لا کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ ﷺ نے کھایا اور فرمایا کھاؤ یہ دل کو مجلّی کرتا ہے، سینہ کے درد و بوجھ کو زائل کرتا ہے۔

اسی طرح طبرانی میں بھی یہ روایت ہے کہ آپ ﷺ نے سفرجل کھایا ہے۔ ابن سنی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ابونعیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ طائف سے سفرجل آپ ﷺ کی خدمت میں ہدیۃً پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے اسے کھایا۔ (مواہب جلد۴ صفحہ۳۴۰، مجمع جلد۵ صفحہ۴۸)

پھلوں کے متعلق ایک حکمت

آپ ﷺ کی عادت طیبہ تھی کہ آپ ﷺ اپنے علاقے کے پھلوں کو کھاتے تھے جب اس کا موسم ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ کے باشندوں کی رعایت وہاں کے پھلوں میں کی ہے۔ (چنانچہ عربوں کے لئے کھجور) لہٰذا علاقائی پھلوں کی رعایت کرنی چاہئے۔ اس کو صحت میں بہت دخل ہے۔ (مواہب جلد۴ صفحہ۳۴۰)

اس اعتبار سے اہل ہند کو آم کے موسم میں آم، خربوزہ و ککڑی کی رعایت کھانے میں کرنی چاہئے۔ یہ صحت کے بنیادی اصولوں میں سے ہے۔

جب موسم کا پہلا پھل آئے تو

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ جب آپ ﷺ کے پاس موسم کا پہلا پھل آتا تو اسے بوسہ دیتے، آنکھوں سے لگاتے، پھر یہ دعا پڑھتے۔ "اَللّٰھُمَّ کَمَا اَطْعَمْتَنَا اَوَّلَہٗ فَاَطْعِمْنَا اٰخِرَہٗ" (اے اللہ جس طرح آپ نے اس کا شروع کھلایا آخر بھی کھلا) پھر کسی بچے کو دے دیتے۔ ایک روایت میں ہے کہ حاضرین میں کوئی چھوٹا بچہ ہوتا تو اسے دے دیتے۔

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس جب موسم کا پہلا پھل آتا تو یہ دعا پڑھتے: "اَللّٰھُمَّ کَمَا اَرَیْتَنَا اَوَّلَهٗ اَرِنَا اٰخِرَهٗ" (اے اللہ جیسا کہ آپ نے اس کا اول دکھلایا آخر بھی دکھلا)۔

(مسلم جلد۲ صفحہ ۲۲۸)

ابن ماجہ کی ایک حدیث میں حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ دعا کے بعد آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اول پھل کسی چھوٹے بچے کو دے دیتے۔ (ابن ماجہ جلد۲ صفحہ ۲۴۵)

فَائِدَہ: علامہ مناوی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے ذکر کیا ہے کہ موسم کا پہلا پھل دیکھنے پر دعا کرنا سنت ہے کہ وقت مستجاب ہے۔ اس وقت دو چیزیں سنت ہیں: ① دعا ② چھوٹے بچہ کو دے دینا۔

دعوت طعام کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا بیان

دعوت قبول کرنا سنت ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک درزی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کے لئے دعوت دی جسے اس نے تیار کیا تھا (چنانچہ حضرت انس کہتے ہیں کہ) میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیا۔

(بخاری جلد۲ صفحہ۸۱۰)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ایک عامی شخص کی بھی دعوت قبول کی جا سکتی ہے۔ اس میں عار محسوس نہ کرنی چاہئے یہ متواضعین کا طریقہ ہے۔

معمولی دعوت ہو تو تب بھی قبول کرلی جائے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی بکری کے پائے کی بھی دعوت کرے تو میں قبول کرلوں گا۔ (بخاری جلد۲ صفحہ۷۷۸)

فائدہ: یعنی اگر خلوص و محبت کی بنیاد پر کوئی معمولی سے معمولی کھانے کی دعوت کرے تو قبول کر لینا سنت ہے مثلاً آج کل کے عہد میں دال روٹی کی دعوت۔ یہ مناسب نہیں بلکہ خلاف سنت ہے کہ داعی کے اہتمام کو معیار بنائے اگر عمدہ اور بہتر کھانے کا علم ہو تو شریک ہو ورنہ نہیں۔ جیسا کہ آج کل دیکھا جا رہا ہے اس مزاج کی اصلاح کی سخت ضرورت ہے۔

دعوت قبول کرنے کا حکم

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غلاموں کو آزاد کرو، دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرو بیماروں کی مزاج پرسی کرو۔ (بخاری جلد۲ صفحہ۷۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب دعوت کی جائے تو اسے قبول کرو۔

(مسلم جلد۲ صفحہ۴۶۲)

دعوت قبول نہ کرنے پر وعید

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے دعوت کو چھوڑ دیا (یعنی قبول نہ کیا) اس نے خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۷۷۸)

فائدہ: مراد اس سے ہر دعوت نہیں ہے بلکہ وہ دعوت ہے جو علی طریق السنۃ ہو جو محض خلوص و محبت کی بنیاد پر ہو، فخر و ریا و شہرت مقصود نہ ہو، عار سے بچنے کے لئے نہ ہو نہ بدلہ و عوض کے پیش نظر ہو نہ خلاف شرع امور کا محل ہو مثلاً گانا بجانا، نہ خلاف سنت طریقہ پر ہو مثلاً ٹیبل کرسی وغیرہ، نہ محض امراء اور خوش حال لوگوں کی دعوت ہو، تب قبول کرنا سنت ہے۔

ہر قسم کی دعوت میں شرکت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دعوت کی جائے تو اس میں شرکت کرو! راوی حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دعوت ولیمہ اور غیر ولیمہ ہر دعوت میں شریک ہوتے تھے۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۷۷۸)

فائدہ: ہر دعوت سے مراد جو مباح اور مشروع ہو، رواجی دعوت مراد نہیں ہے۔

نہ کھا سکے تو دعا ہی کر دے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب تم میں سے کسی کی دعوت کی جائے اگر وہ روزہ سے ہو تو (نہ کھا سکنے پر) اس کے حق میں دعا دے اور روزہ سے نہیں ہو تو کھالے۔ (مسلم صفحہ ۴۶۲)

فائدہ: علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ مغفرت اور برکت کی دعا کر دے، چنانچہ ابن حبان کی ایک روایت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزہ سے ہوتے تو نہ کھاتے اور برکت کی دعا کر دیتے ورنہ تو بیٹھتے اور کھاتے۔ (جلد۷ صفحہ ۳۴۸)

دعوت قبول کرنے کے بعد کھانے کا اختیار

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہاری کھانے کی دعوت کی جائے تو قبول کرلو۔ اب چاہو تو کھاؤ، چاہو تو نہ کھاؤ۔ (مسلم جلد۲ صفحہ ۴۶۲)

دعوت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رعایت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ کے ایک درزی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی جو کی روٹی اور متغیر چربی (سالن) سے جس میں کدو پڑے ہوئے تھے۔ (ابن حبان جلد۷ صفحہ ۳۴۹)

فائدہ: یعنی چربی میں بو آگئی تھی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لحاظاً و اکراماً نوش فرمالیا، اس سے معلوم ہوا کہ دعوت میں

اگر کمی بیشی خلاف مزاج ومزہ ہو جائے تو واپس نہ آئے بلکہ ثواب کی نیت سے برداشت کرے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت کی دعوت دی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول نہ کیا ہو۔ (ابن ماجہ جلد۲ صفحہ۲۴۱)

دعوت میں دوسرے کی شرکت کی شرط

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک فارسی آدمی جو سالن نہایت عمدہ بناتا تھا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا تیار کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا (اور دعوت دی)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے بغل میں تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی میرے ساتھ رہے گی اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے کہا نہیں (تنہا آپ کی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر کہا اور اشارہ کیا کہ یہ بھی میرے ساتھ رہے گی اس نے کہا نہیں، پھر تیسری مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ بھی میرے ساتھ رہے گی اس نے کہا ٹھیک ہے۔

(مسلم جلد۲ صفحہ۱۷۶، ابن حبان جلد۷ صفحہ۳۵۲)

فائدہ: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سادہ مزاج اور بے تکلفی کی بات تھی، بے تکلفی ہو تو ایسا کیا جا سکتا ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھوکی ہونے کی وجہ سے آپ نے ایسا کیا ہوگا۔

دو دعوتیں جمع ہو جائیں تو کیا کرے

ایک صحابی سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو دعوتیں جمع ہو جائیں تو جن کا دروازہ قریب ہو اس کی قبول کرو، اگر دروازہ دونوں کا قریب ہو تو جو پڑوس کے اعتبار سے قریب ہو تو اس کی دعوت قبول کرو اور اگر اس میں بھی برابر ہوں تو پھر جو پہلے آجائے اس کی قبول کرو! (مسند احمد، کنز جلد۹ صفحہ۱۵۶)

فاسق کی دعوت کا حکم

حضرت عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاسق کی دعوت قبول کرنے سے منع فرمایا ہے۔

فائدہ: فسق کی وجہ سے دعوت میں بھی اشتباہ رہے گا، معلوم نہیں کیا کھانا ہے، یا اس وجہ سے کہ فاسق کا احسان پسندیدہ نہیں، یا اس لئے کہ وہ شرع کی رعایت نہیں کرے گا وغیرہ۔ (مجمع جلد۴ صفحہ۵۴)

متفاخرین کی دعوت ممنوع ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متفاخرین کے کھانے سے منع فرمایا

ہے۔ (ابوداؤد، ترغیب جلد ۳ صفحہ ۱۴۶)

فَائِدَہ: متفاخرین سے مراد وہ لوگ ہیں جو کھلا کر فخر اور بڑائی کرتے ہیں اپنی وجاہت، نام ونمود کے لئے کھلاتے ہیں، ایسے کھانے میں نور نہیں۔

بدترین ناقابل شرکت دعوت

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ بدترین دعوت ولیمہ کی وہ دعوت ہے جس میں مالداروں کو بلایا جائے اور غرباء کو چھوڑ دیا جائے۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۷۸)

فَائِدَہ: چونکہ یہ دعوت مخلصانہ اللہ واسطے نہیں ہے، ظاہر ہے کہ مالداروں سے نفع کی امید ہوتی ہے یا وقار و مرتبہ کی امید ہوتی ہے، غرباء ومساکین سے یہ فائدہ نہیں، حالانکہ ثواب اسی میں ہے۔

بلا بلائے دعوت میں شرکت کی ممانعت

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جو بغیر دعوت کے شریک ہوا وہ چور بن کر داخل ہوا اور لٹیرا بن کر نکلا۔ (ابوداؤد، ترغیب جلد ۳ صفحہ ۱۴۴)

دعوت میں خلاف شرع امور ہوں تو واپس آجائے

حضرت عبداللہ ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ (ایک دعوت میں تشریف لے گئے) گھر میں تصویر دیکھی تو واپس تشریف لے آئے۔ (تصویر کا رکھنا خلاف شرع ہے)۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۷۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے دیوار پر کپڑے کا پردہ دیکھا تو فرمایا کہ قسم خدا کی نہیں کھاؤں گا اور واپس تشریف لے آئے۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۷۸)

دعوت کا قبول کرنا اور جانا اور کھانا کب سنت ہے؟

حدیث پاک میں جو دعوت کے قبول کرنے کی تاکید اور نہ قبول کرنے پر وعید آئی ہے یہ مطلقاً ہر حالت میں نہیں بلکہ طریقہ سنت اور مشروع ہونے کی قید کے ساتھ ہے۔ چنانچہ علامہ نووی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی شارح مسلم نے بیان کیا ہے کہ:

1. اگر دعوت میں شبہ ہو (حرام ناجائز آمدنی سے ہونے کا)
2. یا صرف مال دار مدعو ہوں۔
3. یا حضور میں تکلیف ہو (مثلاً فساق یا اوباش لوگ ہوں)
4. یا جاہ وفخر کی وجہ سے ہو۔
5. یا کسی غلط کام کے ارادے سے ہو (مثلاً ناجائز کام کی تائید کرالے)

۶ یا مجلس طعام میں منکرات ہوں (مثلاً گانا بجانا ٹیبل کرسی پر کھانا وغیرہ)

۷ یا شراب ہو۔

۸ یا تصویر کا استعمال ہو۔

۹ ریشمی کپڑے پر بیٹھنا ہو۔

۱۰ یا سونے، چاندی کا برتن استعمال ہو۔ یہ سارے وہ امور ہیں جن کی وجہ سے دعوتوں میں جانے کی مندوبیت ختم ہو جاتی ہے۔

ظاہر ہے کہ آج کل عموماً دعوتیں ایسی ہوتی ہیں۔ اس لئے خصوصاً اہل علم واقتداء کو ان امور کا لحاظ کرنا چاہئے چنانچہ اہم مواقع پر مثلاً حج مبارک یا شادی کے موقع پر عار سے بچنے اور وقار وناک کو باقی رکھنے کے لئے دعوت کرتے ہیں، اہل بصیرت اس کی نوعیت سے واقف ہو سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے قبول ہدیہ کے ضمن میں ملا علی قاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے شمائل میں لکھا ہے کہ اگر بدلہ اور حیا یعنی لحاظ اور عار کی وجہ سے نہ ہو تب مباح ومشروع ہے، چنانچہ اگر کوئی شخص سفر (مثلاً حج) سے آیا اور عار کے خوف سے دعوت کر رہا ہے (کہ دعوت نہ کریں گے تو لوگ کیا کہیں گے اور تبصرہ کریں گے) تو بالا جماع اس کا قبول کرنا حرام ہے۔ (جمع الوسائل جلد۲ صفحہ ۱۷۲)

جنت میں سلامتی سے داخلہ

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ رحمٰن کی عبادت کرو، کھانا کھلاؤ، سلام کو رائج کرو، جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (ترمذی، ترغیب جلد۲ صفحہ ۶۳)

جہنم سے دوری

حضرت جعفر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مرسلاً مروی ہے کہ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ ان لوگوں پر ملائکہ کے درمیان فخر کرتے ہیں جو اس کے بندوں کو کھانا کھلائے۔ (ترغیب جلد۲ صفحہ ۶۵)

یہ تمام مسلمانوں کے کھلانے کا ثواب ہے، اگر کوئی شخص اہل علم وفضل اور اہل تقویٰ کے ساتھ یہ سلوک کرے تو اس کا ثواب اور زیادہ ہوگا۔

داعی کے لئے بطور برکت کے نماز

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میری دادی ملیکہ نے کھانے کی دعوت کی جسے انہوں نے بنایا تھا چنانچہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تشریف لے گئے اور کھایا پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا (گھر والوں سے) کھڑے ہو جاؤ، تمہارے لئے نماز پڑھ دوں (یعنی برکت اور دعا کے لئے)۔ (طحاوی جلد۱ صفحہ ۱۸۱)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ داعی خواہش ظاہر کرے، یا مدعو اگر بہتر سمجھے اور نفل کا وقت ہو تو نماز پڑھ دے۔

برکت ودعا کے پیش نظر، برکۃً نماز پڑھنا سنت سے ثابت ہے، چنانچہ ملیکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس حدیث دعوت کا ذکر بخاری شریف میں بھی ہے۔ اس میں چٹائی پر نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عمدۃ القاری میں اس کی شرح کے ضمن میں لکھا ہے ''داعی کے گھر میں نماز پڑھنا اور برکت کے لئے نفل نماز کا پڑھنا ثابت ہوتا ہے، چنانچہ ملیکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارادہ دعوت طعام سے نماز سے برکت حاصل کرنے کا تھا۔''

(عمدۃ جلد۴ صفحہ۱۱۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے مکان پر ملاقات کے لئے تشریف لے گئے، پھر انہی کے یہاں کھانا تناول فرمایا، پھر گھر کے ایک حصہ کو صاف کرنے کا حکم دیا چنانچہ اس زمین پر پانی چھڑکا گیا وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی اور ان کے لئے دعا کی۔ (ادب المفرد صفحہ ۱۶۰)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ بغرض ملاقات جائے تو اہل خانہ کے ساتھ کھانے میں ان کے کہنے سے شریک ہوسکتا ہے۔

تصویر کی وجہ سے دعوت سے انکار

حضرت اسلم مولی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب ہم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ شام کو پہنچے تو وہاں کے دہقانی آئے اور کہا کہ امیر المؤمنین ہم نے آپ کے کھانے کا انتظام کیا ہے۔ میری خواہش ہے کہ آپ مع اپنے معزز رفقاء کے میرے مکان پر تشریف لائیں یہ میرے لئے باعث صد افتخار اور اعزاز کی بات ہوگی، آپ نے جواب دیا کہ ہم تمہارے ہاں ان تصویروں کی وجہ سے نہیں آسکتے جو تمہارے کنیسوں (یا گھروں) میں لگی ہیں۔ (ادب المفرد صفحہ ۵۹۹)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ داعی کے یہاں مکان میں تصویر ہو تو دعوت نہیں قبول کرنا چاہئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تصویر کی وجہ سے گھر میں تشریف نہیں لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس گھر میں تصویر ہو اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ آج کل تصویر کی نحوست عام ہوگئی ہے، اس منکر کو روکنا چاہئے۔

میزبانی کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا بیان

مہمان کا اکرام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ مہمان کا اکرام کرے۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۹۷۸، مسلم)

فائدہ: اکرام کا مفہوم یہ ہے کہ اس کے کھانے پینے اور قیام و آرام کا بہتر سے بہتر انتظام کرے۔

مہمان کے اکرام پر جنت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نماز قائم کی، زکوٰۃ ادا کی، رمضان المبارک کا روزہ رکھا، مہمان کا اکرام کیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

فائدہ: مہمان کا اکرام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خصائل میں سے ہے، اکرام کا مفہوم یہ ہے کہ آل و اولاد کے ساتھ کھانے پینے میں جو برتاؤ کرتا ہو اس سے زائد اور بہتر کرے۔ (عمدۃ جلد۲۲ صفحہ۱۱۰، ترغیب جلد۳ صفحہ۳۷۲)

جو مہمان نواز نہیں اس میں خیر نہیں

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس آدمی میں کوئی بھلائی نہیں جو مہمان نواز نہ ہو۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ۳۷۴)

فائدہ: یعنی جو مہمان کے حق میں بہتر ہو، اگر مہمان آجائے تو اس سے خوش ہو اور اس کے ساتھ محبت و الفت کا برتاؤ کرے تو یہ خیر کا باعث ہے۔ اگر ایسا نہیں کرتا تو اس میں کوئی خیر نہیں، مہمان نوازی کا نہ ہونا یا تو بد خلقی یا بخل یا قطع رحمی کے باعث ہوگا ظاہر ہے کہ یہ امور برے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مہمانوں سے گھبرانا اچھی علامت نہیں ہے بلکہ اسے باعث خیر و برکت تصور کرنا چاہئے۔

مہمان کا حق

ابوشریح کعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور اس کا حق ایک دن ایک رات ہے، اور ضیافت تین دن تین رات ہے،

اس کے علاوہ صدقہ ہے، اس کے لئے درست نہیں کہ اس کے بعد ٹھہرے کہ اس کو تنگی میں ڈالے۔

(بخاری جلد۲ صفحہ ۹۰۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مہمان نوازی تین دن ہے اس سے زائد صدقہ ہے، مہمان کو چاہئے کہ اس کے بعد وہ چلا جائے، اہل خانہ کو تنگی میں نہ ڈالے۔

فائدہ: سلمان خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ مہمان کی آمد پر ایک دن ذرا تکلف اور اہتمام سے کام لے، اس کے ساتھ تمام دنوں سے زائد نیکی کا برتاؤ کرے اور آخر کے دو دنوں میں اس سے کم، رکھی ہوئی چیزوں سے اکرام کرے، جب تین دن گزر جائیں تو اس نے اس کا حق پورا کر دیا۔ (آداب بیہقی صفحہ ۷۸)

ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ پہلے دن اس کے سامنے نفیس اور قیمتی شے پیش کرے، دوسرے دن اس کے سامنے تکلف یعنی اہتمام کرے اور تیسرے دن جو کہ حاضر ہو پیش کر دے۔ (الگ سے انتظام نہ کرے)۔ (عمدۃ جلد۲۲ صفحہ ۱۷۵)

رات کو آنے والا مہمان

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات کو آنے والے مہمان کا حق ہر مسلمان پر ہے۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ ۲۷۱)

یعنی اگر اتفاقاً رات میں کوئی مہمان آجائے تو اس کی رعایت عام محلے والوں پر ہے کہ ایسا شخص قیام کے ارادے سے اور رات ہونے کی وجہ سے آیا ہے کسی خاص مقصد سے کسی کے یہاں نہیں آیا ہے تو عامۃ المسلمین پر اس کا حق ہے لہٰذا چاہئے کہ ہر شخص اس کی ضیافت میں پیش قدمی کرے۔

میزبان کا حق مہمان پر

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہمان کا حق ہے کہ وہ اس سے رخصت ہو تو میزبان کی کوتاہیوں کا تذکرہ نہ کرے۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ ۲۷۹)

فائدہ: یعنی میزبان کے ذمہ اکرام ہے مگر اس اکرام میں کوتاہی ہو جائے یا مہمان کو کسی بھی اعتبار سے تکلیف ہو تو مہمان کو دوسرے سے تبصرہ نہ کرنا چاہئے کہ اس سے باہمی منافرت کا اندیشہ ہے۔

مہمان اپنا رزق لے کر آتا ہے

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً منقول ہے کہ مہمان اپنا رزق لے کر آتا ہے اور لوگوں کے گناہوں کو دور کر کے رخصت ہوتا ہے یعنی اس کے اکرام کے باعث ان کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

(کنز جلد۹ صفحہ ۱۴۸)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مہمان لوگوں پر اپنا رزق لے کر آتا ہے اور جب جاتا ہے تو مغفرت کا سبب ہوتا ہے۔ (فردوس دیلمی، کنز صفحہ ۱۴۸)

مہمان سے کام لینا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ انسان کی نہایت کمزوری میں سے ہے کہ اپنے مہمان سے خدمت لے۔ (فردوس دیلمی، کنز جلد ۹ صفحہ ۱۵۲)

مہمان کے ساتھ کھانا

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مہمان کے ساتھ کھاؤ کیونکہ مہمان شرم محسوس کرے گا کہ وہ اکیلے کھائے۔ (ابن حبان، کنز جلد ۹ صفحہ ۱۵۲)

مہمان کی آمد تحفہ خدا

حضرت ابوقر صافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے تحفہ بھیجتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کیا گیا اے اللہ کے رسول وہ تحفہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہمان!!! وہ اپنا رزق لے کر آتا ہے اور جب جاتا ہے تو گھر والوں کی مغفرت کرا کر جاتا ہے۔ (ابونعیم، کنز جلد ۹ صفحہ ۱۶۳)

مہمان حق مہمانی کا مطالبہ کرسکتا ہے

حضرت مقدام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ کوئی شخص اگر کسی کا مہمان ہو اور وہ اس کا اکرام نہ کرے (یعنی طعام و قیام کا لحاظ نہ کرے) تو وہ حق مہمانی کا مطالبہ کرسکتا ہے۔ (کنز جلد ۹ صفحہ ۱۵۵)

میزبان جو پیش کرے اس کی تحقیر نہ کرے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت پہنچی، انہوں نے ان حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خدمت میں روٹی اور سرکہ پیش کیا اور فرمایا کھایئے! میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ سرکہ کیا ہی اچھا سالن ہے، آدمی کے لئے ہلاکت کی بات ہے کہ بھائیوں کی جماعت اس کے پاس آئے اور جو کچھ ماحضر ہو اس کے سامنے پیش کرے اور وہ اسے حقیر سمجھے، اسی طرح ان لوگوں کے لئے بھی ہلاکت کی بات ہے کہ جو کچھ پیش کیا وہ اسے حقارت کی نگاہوں سے دیکھیں۔ ابویعلی کی روایت ہے کہ آدمی کے بدتر ہونے کے لئے کافی ہے کہ جو پیش کیا جائے اسے وہ حقیر سمجھے (یعنی کھانا کم مرتبہ کا ہو تو اس کا خیال نہ کرے اسے ناپسندیدہ نگاہوں سے نہ دیکھے)۔ (ترغیب جلد ۳ صفحہ ۳۷۴)

مہمان کے لئے اہتمام وتکلف کا حکم

امام بخاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے صحیح بخاری میں "اَلتَّکَلُّفُ لِلضَّیْفِ" کا باب قائم فرمایا ہے جس میں حضرت ابودرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا واقعہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے اپنے مہمان حضرت سلمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لئے کھانا تیار کیا حالانکہ وہ روزے سے تھے، اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ مہمان کے کھانے میں تکلف واہتمام باعث ثواب ہے، چنانچہ جب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے یہاں کوئی مہمان ہوتا تھا تو اس کے لئے آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ باوجود عسرت وتنگی کے بھی فکر فرما کر کچھ نہ کچھ مہیا فرماتے تھے۔ (خصائل صفحہ ۶۰)

مہمان کے کھانے پر حساب نہیں

امام غزالی اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے بیان کیا ہے کہ مہمان کے کھانے پر جو خرچ کیا جائے گا اس کا حساب نہ ہوگا۔ اسی وجہ سے اسلاف کرام واکابر عظام کی عادت رہی ہے کہ اپنے کھانے میں حد درجہ سادگی فرماتے مگر مہمان کے کھانے کا نہایت ہی پر تکلف اہتمام فرماتے تھے۔ (اسوۃ الصالحین صفحہ ۱۷)

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامُ کی عادت طیبہ

حضرت ابراہیم خلیل اللہ بغیر مہمان کے کھانا نہیں کھاتے تھے، چنانچہ کئی میل جا کر مہمانوں کو تلاش کرتے تھے۔ (اسوہ صفحہ ۲۳)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ سب سے پہلے جس نے میزبانی کی وہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامُ ہیں۔ (ابن حبان، کنز جلد ۹ صفحہ ۱۵۲)

حدیث شریف میں ہے کہ اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ طعام کی مجلس میں جو وقت گزرے، قیامت کے دن اس کا حساب نہ ہوگا۔ اس طرح اس کھانے کا بھی حساب نہ ہوگا جو احباب کے ساتھ مل کر کھایا جائے، حسن بصری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے فرمایا ہے جو کھانا دوستوں کے آگے پیش کیا جائے وہ حساب سے مستثنٰی ہے۔

(کیمیائے سعادت، اتحاف السادۃ جلد ۵ صفحہ ۲۳۱)

تین کھانوں کا حساب نہیں

حدیث شریف میں آتا ہے کہ تین کھانے ایسے ہیں کہ جن کا حساب نہ ہوگا ایک وہ جو افطار کے وقت کھایا جائے دوسرا وہ جو سحری کے وقت کھایا جائے، تیسرا وہ جو مسلمان بھائیوں کے ساتھ بیٹھ کر کھایا جائے۔ (اسوہ صفحہ ۱۷)

مہمان نہیں تو فرشتہ کی آمد نہیں

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جس گھر میں مہمان نہیں آتا اس گھر میں فرشتہ داخل نہیں ہوتا۔

(احیاء العلوم)

مہمان کے سامنے ماحضر پیش کر دینا

حضرت شقیق رَحِمَہُ اللہُ تعَالیٰ نے کہا کہ میں اور ایک ساتھی حضرت سلمان رَضِیَ اللہُ تعَالیٰ عَنْہُ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے ہمیں روٹی اور نمک پیش کیا اور کہا کہ اگر آنحضرت تکلف سے منع نہ فرماتے تو میں تمہارے لئے تکلف کرتا۔ (آداب بیہقی صفحہ ۷۸)

فَائِدَہ: یہاں تکلف کا مطلب بظاہر وسعت اور گنجائش سے زائد خرچ کرنا ہے جس سے ایک گونہ گرانی ہو ورنہ تو خاص اہتمام کرنا اور کھانے پینے میں اچھا نظم کرنا محمود ہے۔

آداب رخصت مہمان

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا یہ سنت ہے کہ آدمی اپنے مہمان کے ساتھ گھر کے دروازے تک جائے۔ (اس میں مہمان کی توقیر واکرام ہے)۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۵۰)

مہمان کی خدمت بذات خود کرنا مسنون ہے

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تعَالیٰ عَنْہُ کہتے ہیں کہ ایک شخص بطور مہمان آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اس کو اپنی زوجہ محترمہ کے پاس بھیجا انہوں نے کہا ہمارے پاس تو پانی کے علاوہ مہمان داری کے لئے کچھ نہیں، تب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مجلس میں اعلان کیا کہ اس مہمان کو کون اپنی طرف لیتا ہے؟ یا اس کی مہمان داری قبول کرتا ہے؟ انصار میں سے ایک صاحب بولے میں! چنانچہ اس کو لے کر گھر گئے، بیوی سے کہا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا مہمان ہے، اس کی خدمت کا انتظام کرو۔ وہ کہنے لگیں میرے پاس تو اتنا ہی کھانا ہے جو بچوں کو کھلا سکوں، وہ کہنے لگے تم کھانا تیار رکھو چراغ روشن کرو اور جب بچے رات کا کھانا مانگیں تو انہیں بہلا پھسلا کر سلا دو۔ چنانچہ ان کی بیوی نے کھانا چنا، چراغ لا کر رکھا بچوں کو سلا دیا جب کھانے کا وقت ہوا تو چراغ کو درست کرنے کے بہانے اٹھیں اور چراغ گل کر دیا۔ (ادب المفرد صفحہ ۷۴۶)

فَائِدَہ: امام بخاری رَحِمَہُ اللہُ تعَالیٰ نے ادب المفرد میں اس بات پر کہ مہمان کی خدمت خود میزبان کرے باب قائم کیا ہے جس سے مقصد ترغیب وتاکید ہے کہ مہمان کو دوسرے کے حوالہ نہ کرے کہ بسا اوقات حق تلفی ہو جاتی ہے۔ اس لئے حتی الامکان خود اس کی خدمت کرے اور بعض روایات میں ہے کہ وہ صحابی حضرت ابوطلحہ رَضِیَ اللہُ تعَالیٰ عَنْہُ تھے۔

صبح کی میزبانی کس کے ذمہ؟

حضرت ابو کریمہ السامی رَضِیَ اللہُ تعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا رات میں آنے والے مہمان کی میزبانی ہر مسلمان پر (جس کے پاس آئے) واجب ہے۔ پھر اگر صبح کے وقت بھی وہاں رہے تو اس

وقت کی مہمانی بھی اس کے ذمہ ہے۔ خواہ اسے وہ پورا کرے یا چھوڑ دے۔

فَائِدَة: یعنی مہمان جہاں رات گزارے صبح کا ناشتہ بھی اسی کے ذمہ ہے اور اسی کا حق ہے، بلا ناشتہ کے رخصت کرنا حق تلفی ہے۔ (ابن ماجہ جلد۲ صفحہ۳۱۱)

مہمان کا اتنا ٹھہرنا کہ میزبان تنگ ہو جائے

حضرت ابوشریح کعبی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کہتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ کسی کے لئے یہ حلال نہیں کہ اتنا ٹھہرے کہ جس سے میزبان تنگ ہو جائے۔ (ادب المفرد صفحہ۳۱۳)

فَائِدَة: بعض لوگ رشتہ داری کا بہانہ بنا کر پڑے رہتے ہیں اور تکلیف کا بالکل خیال نہیں کرتے، یہ درست نہیں ہے اگر آپسی محبت و حسن تعلقات ہی اس درجہ ہو کہ بار کا احتمال نہ ہو یا میزبان کا اصرار ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (فضل اللہ الصمد جلد۱ صفحہ۲۰۹)

کھانے پینے میں اعتدال ومیانہ روی کا بیان

عمدہ ولذیذ ومرغن غذاؤں کا اشتغال وانہماک مذموم ہے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یمن کی جانب روانہ کیا تو فرمایا خبردار!! عیش وتنعم سے بچنا، اللہ کے بندے عیش وتنعم میں پڑنے والے نہیں ہوتے۔

(ترغیب جلد۳ صفحہ۱۴۲)

امت کے بدترین لوگ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب ہماری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو رنگ برنگ کے کھانے کھائیں گے، الوان واقسام کے مشروبات پئیں گے۔ رنگ برنگ کے کپڑے پہنیں گے، باتیں خوب بنائیں گے یہ ہماری امت کے بدترین لوگ ہوں گے۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ۴۳)

فائدہ: ہمہ وقت کھانے پینے میں لگا رہنا اس کے اقسام والون میں ذہن لگانا کہ آج اس قسم کا کھانا کل دوسرے قسم کا کھانا، اسی کی فکر میں روپیہ پیسہ خرچ کرتے رہنا، اسی طرح کپڑے کے ڈیزائن بدلتے رہنا، کبھی یہ کپڑا کبھی وہ کپڑا، غرض کہ اسی کو مقصد حیات بنانا مذموم ہے۔ یہ اہل ایمان کا شیوہ نہیں ہے۔ ہاں اگر کبھی ہو جائے تو یہ قابل مذمت نہیں ہے۔

آخرت کو نہ بھول جاؤ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر پیٹ اور شرمگاہ کی بے جا شہوتوں کا اور نفس کی گمراہی کا خوف کرتا ہوں، یعنی کھانے پینے کے ذہن اور خواہشات نفس میں مبتلا رہنے سے خوف ہے کہ آخرت کو یکسر بھول نہ جاؤ۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ۱۴۱)

ہر خواہش کی تکمیل اسراف ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اسراف میں سے ہے کہ ہر کھانا جس کا تمہارا من خواہش کرے کھاؤ۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ۱۴۱)

فائدہ: یعنی امراء ورؤساء کی طرح جس لذیذ کھانے کی خواہش ہو جائے فوراً اس کے انتظام میں لگ جائے، جہاں کہیں مزیدار کھانے کا علم ہوا خواہش ہوئی اس میں پڑ گیا، اس سے معلوم ہوا کہ ہر خواہش کی تکمیل سے نفس

کو روکتا رہے جو من چاہے اس کے پیچھے نہ پڑے۔

قیامت کے دن بھوکے رہنے والے

حضرت عبدالرحمن بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ تیز بھوک لگی (اور کھانے کو کچھ نہ تھا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پتھر لیا اور اسے پیٹ پر رکھ لیا اور فرمایا کتنے لوگ ایسے ہیں جو اس دنیا میں لذیذ کھانوں اور ناز ونعمت میں لگے ہیں اور وہ قیامت کے دن ننگے اور بھوکے ہوں گے، اور بہت سے ایسے لوگ جو نفس کا اکرام کرنے والے ہوں گے حقیقت میں اسے ذلیل کرنے والے ہوں گے، بہت سے وہ لوگ جو نفس کی تذلیل کرنے والے ہوں گے حقیقت میں اس کی عزت کرنے والے ہوں گے۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ۱۴۰)

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے گوشت روٹی کا ثرید کھایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، مجھے ڈکار ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ڈکار سے بچو، جو آج دنیا میں جس قدر پیٹ بھر کھانے والا ہوگا کل قیامت میں اسی قدر بھوکا ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان مبارک کے بعد حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا یہاں تک کہ اس دنیا سے چل بسے، صبح کھاتے تو شام نہ کھاتے، شام کھاتے تو صبح نہ کھاتے، ابن ابی الدنیا کی ایک روایت میں ہے کہ ابوجحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے تیس سال تک پیٹ بھر کر نہیں کھایا۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ۱۳۷)

فائدہ: یہ کمال محبت واتباع کی بات تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک پر اس طرح عمل پیرا رہے جو بلند پایہ عزم وہمت کی بات ہے، یہ کمال تقویٰ تھا کہ تاحین حیات اس فضیلت پر عامل رہے۔ ویسے پیٹ بھر کر کھانا جائز ہے اگر قلت طعام سے قوی کے کمزور ہونے کا اندیشہ ہو جیسا کہ آج کل کے دور میں، یا پھر عبادت میں خلل واقع ہو تو یہ مناسب نہیں ہے۔

سادا کھانا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موٹا (سادا کم قیمت والا) کھانا کھایا اور موٹا پہنا ہے۔ (مستدرک حاکم جلد۴ صفحہ۲۲۶)

فائدہ: یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے پینے کے الوان واقسام اور اس کے تنعّم میں نہیں لگے رہتے تھے، آسانی سے جو سادہ کھانا میسر آجاتا اسے کافی سمجھتے، عموماً کھجور، جو کی روٹی اور گوشت آپ کی غذا تھی، کھانے میں تنعّم وتلون اور رنگ برنگ کے اقسام جو ہمارے دور میں خوشحال گھرانوں میں رائج ہیں، متعدد اقسام کے سالن، دسیوں قسم کی چٹنی، اچار وغیرہ، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند تھا، اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دو کھانے اور دو سالنوں کا جمع کرنا بھی پسند نہیں کیا۔

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے بطن مبارک میں دو کھانے جمع نہیں ہوئے اگر گوشت کھاتے تو اس پر زیادتی کسی چیز کی نہیں فرماتے اگر کھجور کھاتے تو اس پر کسی کی (بطور غذا و سالن کے) زیادتی نہ فرماتے، اگر روٹی کھاتے تو اس پر کسی چیز کو زائد نہ فرماتے۔ (سیرت جلد۷ صفحہ ۱۵۸)

پیٹ بھر کھانے کی مذمت

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا فرماتی ہیں کہ پہلی بدعت جو اس امت میں نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی وفات کے بعد پیدا ہوئی، وہ پیٹ بھر کھانا ہے۔، جب پیٹ بھرے گا تو بدن موٹا ہوگا تو ان کے دل کمزور ہوں گے اور ان کی شہوتیں بڑھیں گی۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ ۱۳۷)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ بلا دریغ کھانے پینے کی فراوانی ہوگی تو جسم فربہ ہوگا اس سے شہوتوں کا انہماک ہوگا جو عبادت سے غافل کر دینے والی چیزیں ہیں جو یقیناً باعث خسارہ ہے۔ علامہ عینی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے لکھا ہے کہ کھانا اتنا کھانا کہ بدن کو بوجھل کر دے اور نیند زیادہ آئے مکروہ ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۲۱ صفحہ ۳۲)

بڑے پیٹ کی مذمت

حضرت جعدہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ایک آدمی کو دیکھا جس کا پیٹ بڑا تھا تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے انگلی سے اشارہ کیا اگر یہ زیادتی کہیں اور ہوتی تو اچھا ہوتا، یعنی عمل، فکر، رائے عقل میں زیادتی ہوتی بجائے پیٹ کے تو یہ اچھا ہوتا۔ (ترغیب جلد۳ صفہ ۱۳۸)

بھاری بھرکم ہونا کمال کی بات نہیں

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا قیامت کے دن ایک بڑا لمبا بھاری بھرکم شخص خوب کھانے پینے والا لایا جائے گا مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی قیمت مچھر کے برابر بھی نہیں ہوگی اور چاہو تو یہ آیت اس کی تفسیر میں پڑھ لو "فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا" تَرجَمَہ: "ہم قیامت کے دن ان کے لئے ترازو قائم نہ کریں گے۔" (ترغیب جلد۳ صفحہ ۱۳۸)

اسی طرح بخاری و مسلم میں ہے کہ قیامت کے دن ایک موٹا شخص لایا جائے گا جس کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہوگا۔

فَائِدَہ: یعنی وہ لحیم و شحیم تو ہوگا جسم کے اعتبار سے، مگر عمل کے اعتبار سے نل ہوگا جس کی وجہ سے کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی۔ حدیث شریف میں پیٹ کے بڑے ہونے اور موٹاپا کی جو مذمت ہے وہ مطلقاً نہیں بلکہ اس موٹاپے پر ہے جو کھانے پینے کی فراوانی اور کثرت سے ہو اور اس کے اسباب بے فکری وغیرہ سے ہو۔ ورنہ اگر غیر اختیاری ہو تو یہ مذموم نہیں۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ مراد کھانے پینے میں توسیع وفراوانی کو پسند نہ کرنا ہے. چونکہ موٹاپے کا بھی یہی سبب ہے۔ (عینی جلد ۱۳ صفحہ ۲۱۴)

نازونعمت کا پروردہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہماری امت کے بدترین افراد وہ ہیں جن کو نازونعمت کی غذا ملی اور اسی تنعم میں ان کے جسم کی پرورش ہوئی۔

فائدہ: یعنی کھانے پینے کی فراوانی میں پرورش ہوئی، الوان واقسام کے کھانے میں پروان چڑھے۔ مذمت اس وجہ سے ہے کہ عموماً ایسے حالات و ماحول میں اور ایسے گھروں میں دینداری وخوف خدا باقی نہیں رہتا ایسے لوگوں کے یہاں فسق وفواحش بڑی آسانی سے داخل ہو جاتے ہیں۔ بیشتر امراء ورؤساء اور نوابوں کے ہاں ایسا ہی ماحول رہتا ہے، چونکہ یہ غفلت کے اسباب قویہ میں سے ہے اس لئے شریعت کے نزدیک مذموم ہے۔

(ترغیب جلد ۳ صفحہ ۱۴۲)

مؤمن کی خوراک کم ہوتی ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک کافر بہت کھایا کرتا تھا وہ مسلمان ہو گیا تو کم کھانے لگا، اس کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن ایک پیٹ کھاتا ہے کافر سات پیٹ کھاتا ہے۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۱۲)

فائدہ: یا تو یہ خاص واقعہ ہے جس کا ذکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا گیا یا یہ کہ یہ کافر کے حرص اور زائد کھانے کی مثال ہے کہ مؤمن کے مقابلے میں وہ حریص ہوتا ہے، اس سے اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ مؤمن قلیل الطعام ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہئے۔ (فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۵۳۹)

چنانچہ اس کا مشاہدہ بالکل آنکھوں کے سامنے بین اور واضح ہے، مسلمین اور کافرین کی خوراک کے درمیان کس قدر عظیم فرق ہے مطالب عالیہ میں ہے کہ وہ (کافر) زیادہ اس وجہ سے کھاتا ہے کہ وہ اللہ کا ذکر نہیں کرتا۔ سات پیٹ کی مقدار حدیث پاک میں بطور مثال کے ہے کہ اس کی خوراک زائد ہوتی ہے۔

(حاشیہ مطالب عالیہ جلد ۲ صفحہ ۳۳۱)

زیادہ کھانے والا آدمی اچھا نہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غلام خریدنے کا ارادہ فرمایا (چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خریدا اور خریدنے کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سامنے (کھانے کے لئے) کھجوریں ڈال دیں، اس نے کھایا اور بہت زیادہ کھایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زیادہ کھانا برا ہے اور واپس کرنے کا

حکم دیا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۶۸)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ خوراک زائد ہونا اچھی بات نہیں اور یہ کہ زیادہ کھانے والا نوکر اور خادم نہیں رکھنا چاہئے۔

حضرت نافع رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا اس وقت تک نہ کھاتے تھے جب تک کہ کوئی غریب نہ شامل ہو جائے چنانچہ میں ایک شخص کو لایا جس نے زیادہ کھایا، تو ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا نے فرمایا اس آدمی کو مت لانا۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۸۱۲)

فَائِدَہ: یعنی زیادہ کھانے والا کافر کے مشابہ ہے ایسی صحبت اختیار کرنا بہتر نہیں۔ (کرمانی حاشیہ بخاری)

ایک مؤمن کا کھانا دو کے لئے کافی ہے

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ایک مؤمن کا کھانا دو کے لئے کافی ہو جاتا ہے اور دو کا چار کے لئے۔ اور ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کی ایک روایت میں ہے کہ دو کا تین کے لئے اور تین کا چار کے لئے کافی ہو جاتا ہے اور حضرت سمرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کی حدیث جو بزار میں ہے اس میں ہے کہ جماعت پر اللہ کی مدد و نصرت ہوتی رہتی ہے۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ ۱۳۴)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ مؤمن کا مقصد خواہشات کی تکمیل تو ہے نہیں بلکہ گزارا کرنا ہے چنانچہ وہ کمی پر بھی گزارا کر لیتا ہے، کم بھی کھا لیتا ہے تو کوئی پریشانی نہیں، یا یہ کہ اس کے کھانے میں برکت ہوتی ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک سے مستفاد ہوتا ہے یا یہ کہ حسب موقعہ ساتھیوں کی رعایت میں اس کا یہ اقدام اور ایثار ہوتا ہے اور یہی ہونا بھی چاہئے۔

گزراوقات (کھانے پینے کی طرز حیات) کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے ایسی نوبت نہیں آئی کہ مسلسل تین دن تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے گیہوں کی روٹی کھائی ہو یہاں تک کہ آپ کی وفات ہو گئی۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۹۵۶)

فائدہ: آپ کے زمانہ میں گیہوں بمقابل جو کے گراں تھا، اتنی وسعت نہیں تھی کہ مسلسل اسی کی روٹی پکے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عمر کبھی جو کی روٹی سے بھی دو دون پے در پے پیٹ نہیں بھرا۔ (شمائل صفحہ ۱۰)

فائدہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اور اپنے گھر والوں کے لئے فقر ہی پسند تھا اتنا ہوتا ہی نہیں تھا کہ سب پیٹ بھر سکیں جو کچھ ہوتا تھا وہ غرباء و مساکین پر تقسیم ہو جاتا تھا۔ (خصائل صفحہ ۱۱۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم لوگ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل و عیال ایک ایک ماہ تک ہمارے یہاں آگ نہیں جلتی تھی صرف کھجور اور پانی پر گزارہ تھا۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۹۵۶)

فائدہ: آگ نہ جلنے کا مطلب یہ ہے کہ پکانے کی کوئی چیز ہوتی ہی نہیں تھی ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ دو ماہ کامل گزر جانے کے بعد تیسرے مہینے کا چاند نظر آجاتا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں آگ جلنے کی نوبت نہ آتی تھی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بکری کی ایک ٹانگ پیش کی رات کا وقت تھا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اندھیرے ہی میں اسے ٹکڑے کرنے لگی۔ کسی نے کہا گھر میں چراغ نہیں ہے؟ فرمانے لگیں اگر چراغ میں جلانے کے لئے تیل ہوتا تو اس کو کھانے میں استعمال نہ کرتے۔ (خصائل صفحہ ۳۳۴)

مسند احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ مسلسل کئی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھوکے رہ جاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کو رات کا کھانا، نہ ملتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عام غذا جو کی روٹی تھی۔ (سیرت جلد۷ صفحہ ۱۲۸)

شیخین نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ بسا اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھجور پاتے تو فرماتے اگر صدقہ کے ہونے کا خوف نہ ہوتا تو اسے کھالیتا۔

فائدہ: یعنی شدت بھوک کی وجہ سے کھانا چاہتے مگر صدقہ کے احتمال کی وجہ سے نہ کھاتے۔ (سیرت جلد ۷ صفحہ ۱۲۹)

مسند بزار میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ آپ کے اہل نے جو کی روٹی سے پیٹ بھرا۔ (سیرت الشامی جلد ۷ صفحہ ۱۴۷)

طبرانی میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے مگر کسی دن آپ نے دو وقت پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔

سنن ترمذی میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جو کی روٹی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں سے نہیں بچتی تھی۔

مسلم اور بیہقی میں سماک بن حرب کے واسطے سے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان منقول ہے کہ تم حسب خواہش کھانے پینے میں مشغول ہو حالانکہ میں نے ابن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھوک سے کروٹیں بدلتے اور پیٹ بھرنے کو ردی کھجور بھی دستیاب نہیں ہوتی۔

مسند احمد بن حنبل میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک موقعہ پر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روٹی کا ٹکڑا لے کر آپ کی خدمت میں آئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیا ہے؟ کہا روٹی ہے جو میں نے پکائی ہے، دل نے گوارہ نہ کیا (کہ میں کھالوں) اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تین دن کے بعد پہلا کھانا ہے جو تمہارے باپ کے منہ میں گیا ہے۔

ابن عساکر میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کو تین دن بھی گیہوں کی روٹی کھانے کی نوبت نہ آسکی۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے اور دنیا ہمارے اوپر تنگ رہی آپ کی وفات کے بعد تو دنیا ہم لوگوں پر برس پڑی۔ (سیرت جلد ۷ صفحہ ۱۵۰)

مسند بزار میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کے گھر والوں پر ایک مہینہ دوسرا مہینہ تیسرا مہینہ گزر جاتا اور گھر میں آگ جلانے کی نوبت نہ آتی، نہ روٹی کے لئے نہ اور کچھ پکانے کے لئے، پوچھا گیا پھر کس سے گزر ہوتا تھا؟ کہا کھجور اور پانی سے!! اور کہا انصاری پڑوسی تھے، اللہ ان کو جزائے خیر دے، ان کے پاس دودھ والے جانور تھے وہ دودھ بھیج دیا کرتے تھے۔ (سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۱۵۶، بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۵۶)

ابن سعد میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ مبارک میں، دو کھانے جمع نہ ہوتے اگر گوشت کھاتے تو پھر اس پر کچھ نہ کھاتے، اگر کھجور کھالیتے تو پھر اس پر نہ کھاتے، اگر روٹی

کھا لیتے تو اس پر زیادتی نہ کرتے۔ (سیرت جلد ۷ صفحہ ۱۵۸)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ کبھی آپ ﷺ کے دستر خوان پر صبح کے کھانے میں یا شام کے کھانے میں روٹی اور گوشت دونوں چیزیں جمع نہیں ہوتی تھیں مگر حالت ضعف میں۔ (خصائل صفحہ ۳۴۹)

مالک بن دینار رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے کبھی روٹی سے اور نہ گوشت سے شکم سیری فرمائی مگر حالت ضعف میں۔

فَائِدَۃ: یعنی روٹی اور گوشت جو اس زمانہ کا بھی متوسط درجہ کا کھانا تھا، اس سے بھی پیٹ بھرنے کی نوبت نہیں آئی۔ ضعف کے دو مفہوم ہیں ایک یہ کہ دعوت یا کسی مجمع میں دو کھانوں کی نوبت آئی دوسرا یہ کہ مہمانوں کے ساتھ کھانے کے موقع پر ان کی رعایت و اہتمام میں تا کہ وہ بھوکے نہ رہ جائیں۔ مطلب یہ ہے کہ تنہا گھر میں جو میسر ہوتا اسی پر اکتفا کرتے خواہ صرف روٹی یا گوشت ہی سہی مگر مہمان آجاتا تو اہتمام فرماتے، کم از کم روٹی گوشت ہو جائے۔

خصائل میں ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ کے یہاں کوئی مہمان ہوتا تھا تو اس کے لئے آپ ﷺ باوجود عسرت اور تنگی کے بھی فکر فرما کر کچھ نہ کچھ مہیا فرماتے تھے۔ (خصائل صفحہ ۶۰)

فَائِدَۃ: خیال رہے کہ آپ ﷺ کا یہ فقر اختیاری تھا، آپ ﷺ نے اپنی زندگی کو ابتدا سے انتہا تک اسی فقر پر باقی رکھا۔ باوجودیکہ خیبر اور حنین کی فتح کے بعد مال کی بہتات اور فراوانی و آسودگی آچکی تھی، جو وسعت ہوتی اسے آپ ﷺ فقراء و مساکین اور آنے والوں پر صرف فرما دیا کرتے تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایسی حالت میں جہاد کیا کرتے تھے کہ ہمارے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں ہوا کرتی تھی، درخت کے پتے، کیکر، (ببول) کی پھلیاں ہم لوگ کھایا کرتے تھے جس کی وجہ سے منہ کے جبڑے زخمی ہو گئے تھے اور پتے کھانے کی وجہ سے پاخانے میں اونٹ اور بکری کی طرح مینگنیاں نکلا کرتی تھیں۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۱۴)

امت چار قسموں پر!

(آپ ﷺ کی وفات کے بعد) امت چار قسموں پر منقسم ہوگئی ایک وہ جماعت جنہوں نے نہ تو خود دنیا کی طرف رخ کیا نہ دنیا ہی نے اس کا ارادہ کیا جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، دوسری وہ جنہوں نے دنیا کا رخ نہ کیا لیکن دنیا نے اس کا ارادہ کیا جیسے حضرت فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، تیسرے وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کی طرف رخ کیا اور دنیا نے بھی ان کی طرف رخ کیا جیسے بنو امیہ کے بادشاہ، حضرت عمر بن عبدالعزیز رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کے علاوہ، چوتھے وہ لوگ جنہوں نے دنیا کا ارادہ کیا مگر دنیا نے ان کا رخ نہ کیا جیسے وہ تنگ دست

وغریب جن کو دنیا کی فکر و محبت لگی رہتی ہے مگر ملتی نہیں۔ (شرح شمائل مناوی صفحہ ۱۸۶)

کثرت اکل وحرص طعام پر امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ترہیبی مضامین

زیادہ کھانا اور پیٹ بھرنے کی ہوس بیسیوں گناہوں کی جڑ ہے کیونکہ اس سے جماع کی خواہش بڑھتی ہے اور جب شہوت بڑھتی ہے تو مال حاصل کرنے کی خواہش ہوتی ہے کیونکہ شہوتیں مال کے بغیر پوری نہیں ہو سکتیں اور اس کے بعد طلب جاہ کی خواہش ہوتی ہے کیونکہ جاہ کے بغیر مال کا حاصل کرنا دشوار ہے اور جب مال و جاہ کی خواہش پیدا ہوگی تو تکبر، ریا، حسد، کینہ، عداوت غرض بہتیری آفتیں جمع ہو جائیں گی اور دین کی تباہی کا پورا سامان اکٹھا ہو جائے گا اس لئے حدیث میں بھوک کی زیادہ فضیلت آئی ہے۔

کم کھانے کے فضائل و فوائد

رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں کہ آدمی کے لئے بھرنے کے واسطے پیٹ سے زیادہ کوئی برا برتن نہیں ہے آدمی کو ضرورت کے لئے تو چند لقمے کافی ہیں جن سے زندگی قائم اور کمر مضبوط رہے اور اگر اس سے زیادہ ہی کھانا ضروری ہے تو پیٹ کے تین حصے کر لئے جائیں کہ تہائی حصہ کھانے کے لئے ہو اور تہائی حصہ پینے کے لئے اور اور تہائی حصہ سانس لینے کے لئے خالی چھوڑ دیا جائے۔ بھوک میں فائدے تو بے شمار ہیں مگر ہم ان میں سے چند بڑے فائدوں کا ذکر کرتے ہیں جن کو اصول کہنا چاہئے اور درحقیقت آخرت کی سعادت کا حاصل ہونا انہیں پر موقوف ہے۔

اول: قلب میں صفائی اور بصیرت میں روشنی حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ پیٹ بھر لینے سے بلادت پیدا ہوتی ہے اور قلب کی آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں اور جب ذکاوت جاتی رہی تو معرفت الٰہی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی۔

دوم: دل رقیق ہو جاتا ہے اور مناجات میں مزہ آتا ہے کیونکہ جب یہ توبرہ خالی ہوگا تو اپنے مالک کے سامنے سوال اور التجا اور دعا کرنے میں لطف آئے گا اور خوف و خشیت و انکسار پیدا ہوگا جو معرفت کے حاصل کرنے کی کنجیاں ہیں۔

سوم: سرکش نفس ذلیل اور مغلوب ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب دشمن خدا کو شکست ہوئی تو غفلت کا دروازہ بند ہو گیا تو حق تعالیٰ کی جانب توجہ ہوگئی اور سعادت کا دروازہ کھل جائے گا یہی وجہ ہے کہ جب رسول مقبول ﷺ پر دنیا پیش کی گئی تو آپ ﷺ نے منظور نہیں فرمایا اور یوں عرض کیا کہ بار الٰہ میں چاہتا ہوں کہ ایک دن پیٹ بھرے تاکہ شکر ادا کروں اور ایک دن فاقہ ہوتا کہ صبر کروں۔

چہارم: آخرت کی مصیبتوں اور عذاب کی تکلیفوں کا دنیا میں بھی کچھ مزہ چکھنا چاہئے تاکہ ان کی اذیت سے نفس خبردار ہو کر ڈرے اور ظاہر ہے کہ بھوک سے زیادہ انسان اپنے نفس کو کوئی عذاب نہیں پہنچا سکتا کیونکہ اس

میں کسی قسم کے تکلف اور سامان فراہم کرنے کی حاجت نہیں اور جب بھوک کی وجہ سے عذاب الٰہی کا ہر وقت مشاہدہ رہے گا تو حق تعالیٰ کی معصیت کی جانب توجہ بھی نہ ہوگی اور نافرمانی کی جرأت نہ ہو سکے گی۔

پنجم: تمام شہوتیں کمزور پڑ جاتی ہیں کہ کسی خواہش کے پورا ہونے کی آرزو نہیں رہتی اور دنیا کی محبت دل سے نکل جاتی ہے۔ حضرت ذوالنون مصری رَحِمَهُ اللهُ تَعَالیٰ فرماتے ہیں کہ جب کبھی میں نے پیٹ بھر کر کھایا ہے تو ضرور کوئی نہ کوئی گناہ مجھ سے صادر ہوا یا کم سے کم گناہ کا قصد تو ہو ہی گیا۔ اور حضرت عائشہ رَضِيَ اللهُ تَعَالیٰ عَنْهَا فرماتی ہیں کہ حضرت رسول مقبول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے بعد سب سے پہلی بدعت جو ایجاد ہوئی وہ پیٹ بھر کر کھانا ہے پس جب مسلمانوں کے پیٹ بھرنے لگے تو ان کے نفس دنیا کی جانب کھینچ لے گئے۔

ششم: زیادہ نیند نہیں آتی اور عبادت گراں نہیں گزرتی، کیونکہ پیٹ بھر کر کھانے سے نیند کا غلبہ ہوا کرتا ہے اور نیند سے عمر بھی کم ہوتی ہے کیونکہ وہ خدا کی عبادت نہیں کرنے دیتی۔ حضرت ابوسلیمان دارانی رَحِمَهُ اللهُ تَعَالیٰ فرماتے ہیں کہ جنہوں نے شکم سیر ہو کر کھایا ہے ان میں چھ خصلتیں پیدا ہوئیں۔ اول: عبادت کی حلاوت جاتی رہی۔ دوم: حکمت و فراست اور ذکاوت و نور معرفت کا حاصل ہونا دشوار پڑ گیا۔ سوم: مخلوق خدا پر شفقت اور ترس کھانے سے محرومی ہوئی کیونکہ سب کو اپنے ہی جیسا پیٹ بھرا ہوا سمجھا۔ چہارم: معدہ بھاری ہو گیا۔ پنجم: خواہشات نفسانی زیادہ ہو گئیں۔ ششم: یہ حالت ہو گئی کہ مسلمان مسجدوں میں آ رہے ہوں گے اور یہ بیت الخلاء جا رہا ہوگا۔ اللہ کے بندے بیت اللہ کا چکر لگائیں گے اور یہ کوڑیوں کا گشت کر رہا ہوگا۔

ہفتم: دنیوی تفکرات کم ہو جائیں گے اور فکر معاش کا بار ہلکا ہو جائے گا کیونکہ جب بھوک کی عادت ہو گئی تو تھوڑی سی دنیا پر قناعت کر سکے گا اور پیٹ کی خواہش پورا کرنے کو دوسروں سے قرض نہ لے گا بلکہ اپنے نفس ہی سے یہ قرض مانگ لے گا یعنی اس کو خالی رکھے گا۔ شیخ ابراہیم بن ادہم رَحِمَهُ اللهُ تَعَالیٰ سے جب کہا جاتا تھا کہ فلاں چیز گراں ہو گئی تو یوں فرما دیا کرتے تھے کہ ترک کر دو اور اس کی خواہش چھوڑ کر اس کو ارزاں بنا لو اس سے زیادہ سستی چیز کیا ہو سکتی ہے کہ اس کو خریدا ہی نہ جائے۔

شکم سیری کا علاج اور اس کا طریقہ

چونکہ شکم سیری اور زیادہ کھانے کی لوگوں کو عادت پڑی ہے اس لئے یک لخت اس کا چھوڑنا دشوار ہے لہٰذا اپنی خوراک مقررہ میں روزانہ ایک لقمہ کم کر دیا کرو تو مہینہ بھر میں ایک روٹی کم ہو جائے گی اور کچھ گراں بھی نہ گزرے گا اور جب اس کی عادت ہو جائے تو اب مقدار اور وقت اور جنس کی طرف توجہ کرو تاکہ رفتہ رفتہ اعلیٰ درجہ پر پہنچ جائے۔

کھانے کے مراتب

یادرکھو کہ مقدار کے تین درجے ہیں۔

اعلیٰ: درجہ صدیقین کا ہے یعنی بس اتنا کھانا چاہئے جس سے کمی کرنے میں زندگی جاتی رہے یا عقل میں فتور آجائے اس سے زیادہ کھانا اس مرتبہ میں گویا پیٹ بھر کے کھانا ہے جس کی ممانعت ہے۔ حضرت سہل تستری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کے نزدیک یہی مختار ہے ان کی رائے یہ تھی کہ بھوک کے ضعف کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھنا شکم سیری کی قوت کے سبب کھڑے ہوکر نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

متوسط: درجہ یہ ہے کہ روزانہ نصف مد یعنی دو تہائی رطل پر اکتفاء کیا کرو، حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ اور اکثر صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمْ کی عادت یہی تھی کہ ہفتہ بھر میں ایک صاع جو سے زیادہ نہ کھاتے تھے۔

ادنیٰ: درجہ یہ ہے کہ روزانہ ایک مد کی مقدار کھاؤ بس۔ اگر اس سے زیادہ کھاؤ گے تو پیٹ کے بندے سمجھے جاؤ گے اور چونکہ مقدار خوراک کے بارے میں لوگوں کی طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں لہٰذا سب کے لئے ایک مقدار معین نہیں ہوسکتی ہے۔ چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ بعض لوگ سیر بھر اناج کھا سکتے ہیں اور بعض آدمیوں سے پاؤ بھر بھی نہیں کھایا جاتا۔ اس لئے قاعدہ کلیہ یادرکھو کہ جب اشتہاء صادق ہو تو کھانے کی جانب ہاتھ بڑھاؤ اور یہ اشتہاء پوری نہ ہونے پائے کہ ہاتھ روک لو اور صادق اشتہاء کی علامت یہ ہے کہ جیسی بھی روٹی سامنے آجائے اس کو سالن اور ترکاری کے بغیر کھانے کی رغبت ہو، کیونکہ جب خالص گیہوں کی روٹی کی خواہش ہوئی یا سالن کے بغیر روٹی کا کھانا گراں گزرا تو معلوم ہوا کہ بھوک کی سچی خواہش نہیں ہے بلکہ طبیعت کو لذت اور ذائقہ کی جانب ایسا میلان ہے جیسا شکم سیر ہونے کے بعد پھل یا میوہ کا ہوا کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس کا نام بھوک نہیں ہے بلکہ تفکّہ اور تلذذ ہے۔

اوقات طعام کے مختلف مراتب

کھانے کے وقت میں بھی کئی درجے ہیں۔ اعلیٰ درجہ تو یہ ہے کہ کم سے کم تین دن بھوکے رہ کر چوتھے دن کھایا کرو۔ دیکھو حضرت صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ پے در پے چھ چھ دن بھوکے رہتے تھے اور حضرت ابراہیم بن ادہم رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ اور حضرت سفیان ثوری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ سات سات دن تک بھوکے رہنے کے عادی تھے، بزرگوں کے فاقہ کی نوبت چالیس دن تک پہنچی ہے اور یادرکھو کہ جو شخص چالیس دن بھوکا رہے گا اس پر ملکوتی عجائبات اور اسرار میں سے کوئی راز ضرور منکشف ہوگا اور چونکہ یک لخت اس کا حاصل کرنا بھی دشوار ہے اس لئے آہستہ آہستہ بھوک کی عادت ڈالو۔ متوسط درجہ یہ ہے کہ دو دن بھوکے رہو اور تیسرے دن کھایا کرو، اور ادنیٰ یہ ہے کہ روز صرف ایک دفعہ کھاؤ کیونکہ دونوں وقت کھانے سے تو بھوک کی کبھی حاجت ہی نہ ہوگی پس جو شخص دو وقت

کھانے کا عادی ہے اس کو تو بھوک کا مزہ ہی نہیں معلوم ہو سکتا ہے کہ کیسا ہوتا ہے۔ (تبلیغ دین صفحہ ۳۷)

جنس طعام کے مختلف مراتب

جنس طعام میں اعلیٰ درجہ گیہوں کی روٹی کا ترکاری کے ساتھ کھانا ہے اور ادنیٰ درجہ جو کی روٹی بلا ترکاری کے کھانا ہے۔ یاد رکھو کہ ترکاری کی عادت اور مداومت بہت بری ہے۔ حضرت فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی تھی کہ صاحبزادہ کبھی گوشت روٹی کھاؤ اور کبھی روٹی اور گھی اور کبھی دودھ روٹی، کبھی سرکہ روٹی، کبھی زیتون کے ساتھ روٹی کھاؤ اور کبھی نمک کے ساتھ اور کبھی روٹی پر قناعت کرو۔ حضرت فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا یہ ارشاد بھی ان لوگوں کے لئے ہے جن کو ترکاری کی ہمیشہ عادت ہے۔ جو اہل طریق و سالک ہیں ان کو ترکاری کا کیا معنیٰ؟ ساری مزے دار چیزوں اور خواہشوں سے منع کیا جاتا ہے اور بعض بزرگوں نے ایک ایک چیز کی خواہش کو دس دس بیس بیس برس روکے رکھا ہے اور پورا نہیں ہونے دیا۔ حضرت رسول مقبول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ہے کہ میری امت میں بدتر لوگ وہ ہیں جن کے بدن عمدہ غذاؤں اور لذیذ طعام سے پرورش پائے ہوئے ہیں۔ ایسے لوگوں کی ہمتیں بس طرح طرح کے کھانوں اور قسم قسم کے لباس ہی کی جانب متوجہ ہیں کہ منہ پھاڑ پھاڑ کر باتیں بناتے ہیں اور کام کچھ بھی نہیں کرتے۔

انتباہ: خیال رہے کہ آج کل ضعف صحت کی وجہ سے تقلیل طعام کے ایسے مجاہدوں کی اجازت نہیں ہے بلکہ ابقاء صحت بھی واجبات دین میں سے ہے۔ چنانچہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں ''بقدر حاجت خورد و نوش واجب ہے، قلت طعام کی ایسی ریاضت کہ عبادت ہی سے ضعیف ہو جائے جائز نہیں ہے۔''

(اسوہ صفحہ ۸)

پینے کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا بیان

ٹھنڈی میٹھی چیز سنت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پینے کی دو چیزوں میں ٹھنڈی اور میٹھی چیز زیادہ پسند تھی۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ۱۱)

فائدہ: بظاہر تو اس حدیث سے ٹھنڈا اور میٹھا پانی مراد ہے۔ نیز یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے شہد کا شربت یا کھجور کا نبیذ (شربت) مراد ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں کھانے کا اہتمام کچھ ایسا نہ تھا جو حاضر ہوتا وہی تناول فرما لیتے لیکن میٹھے اور ٹھنڈے پانی کا خاص اہتمام تھا۔ سقیا جو مدینہ طیبہ سے کئی میل پر ہے وہاں سے میٹھا پانی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لایا جاتا تھا۔

ٹھنڈے پانی کا اہتمام سنت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مقام سقیا سے ٹھنڈا پانی منگایا جاتا تھا جو مدینہ طیبہ سے دو یوم کی مسافت پر تھا۔ (مشکوٰۃ صفحہ۳۷۱)

فائدہ: مقام سقیا مدینہ سے دو منزل یعنی (۳۶) میل کی مسافت پر واقع ہے۔ (مدارج) اتنی دور سے ٹھنڈے پانی کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ کیونکہ ٹھنڈا پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغوب تھا اور مدینہ میں شیریں پانی دستیاب نہیں تھا بلکہ کھارا تھا۔ (مواہب جلد۷ صفحہ۳۵۷)

حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی کہتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں قیام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مالک بن نضر کے کنویں سے شیریں پانی لایا جاتا تھا، پھر بئیر سقیا سے ازواج مطہرات کے یہاں لایا جاتا تھا۔ رباح اسود جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اور خادم تھے وہ کبھی بیر سقیا اور کبھی بئیر غرس سے پانی لاتے تھے۔ (جلد۱۰ صفحہ۴۷)

حضرت ہیثم بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بئیر تیہان سے پانی لایا کرتا تھا جس کا پانی نہایت شیریں اور عمدہ تھا۔ (سیرت الشامی جلد۷ صفحہ۳۴۶)

حضرت عمرو بن حاکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بیرِ غرس سے پانی لایا جاتا تھا۔

آپ ﷺ اسی سے غسل فرماتے تھے۔ اس کا پانی نہایت عمدہ تھا۔ آپ ﷺ نے اس کے متعلق فرمایا کہ بئیر غرس بہترین کنواں ہے اس کا تعلق جنت کے چشموں سے ہے۔ (سیرت الشامی جلد ۷ صفحہ ۳۵۸)

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ بیرٔ غرس پر تشریف لائے اور پانی سے کلی کی اور وہ کنویں میں ڈال دیا۔

حضرت ابوسعید بن معلّی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے بئیر غرس کا پانی پیا۔ آپ ﷺ نے اس میں برکۃً کلی فرمائی اور فرمایا کہ یہ جنت کے چشموں میں سے ہے۔ (سیرت جلد ۷ صفحہ ۳۷۱)

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کے لئے پرانے مشکیزہ میں پانی ٹھنڈا کیا جاتا تھا۔ (سیرت جلد ۷ صفحہ ۳۷۱)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ ٹھنڈے پانی کے اہتمام کے لئے برف اور صراحی وغیرہ کا انتظام خلاف سنت نہیں بلکہ موافق سنت ہے۔

ابن بطال رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے کہا کہ شیریں اور ٹھنڈے پانی کا اہتمام زہد کے منافی نہیں ہے کھارا پانی پینا کوئی فضیلت کی بات نہیں۔ (فتح جلد ۱۰ صفحہ ۴۷)

ٹھنڈے پانی کے متعلق امام مالک رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کا قول

امام مالک رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے اپنے شاگردوں سے فرمایا اے فرزندو! پانی کو ٹھنڈا کر کے پیو، کیونکہ ٹھنڈے پانی کی وجہ سے دل کی گہرائیوں سے شکر ادا ہوتا ہے۔ (مدارج جلد ۵ صفحہ ۱۵)

حافظ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے فتح الباری میں بیان کیا ہے کہ حضرات صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے بھی ٹھنڈے پانی کا اہتمام کیا ہے۔ (فتح جلد ۱۰ صفحہ ۴۷)

باسی ٹھنڈا پانی

بخاری میں حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔ باغ والا باغ میں پانی دے رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس رات کا باسی پانی ہے؟ تو لاؤ! ورنہ اس کیاری ہی سے (تازہ) پانی پی لوں گا اس باغ والے نے کہا میرے پاس رات کا باسی پانی مشکیزہ میں ہے۔ چنانچہ اس نے پانی پیالہ میں نکالا اور بکری کا دودھ ملایا اور آپ کو پلایا۔

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ رات کا باسی پانی پینا بمقابل تازہ پانی کے بہتر ہے اور یہ کہ باسی پانی سنت ہے۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۴۰)

مشروبات کا سردار

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مشروبات کا سردار دنیا و آخرت میں پانی ہے۔ (کنز العمال جلد ۱۹ صفحہ ۲۱۱)

پانی کو خوشبودار بنانا مذموم ہے

پانی کو مشک گلاب (کیوڑہ) سے خوشبو دار بنانا مذموم ہے یہ ترفہ اور تنعّم میں داخل ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے مکروہ فرمایا ہے۔ (مدارج، فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۷۴)

فائدہ: شادی بیاہ اور دیگر موقعوں پر بعض لوگ پانی میں کیوڑہ ڈال دیتے ہیں جیسا کہ امراء کے یہاں دیکھا گیا ہے یہ مکروہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود پانی کو ایسا صاف و شفاف پیدا کیا ہے کہ خوشبو سے اس کے عمدہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ پانی کو خوشبودار بنانا اسراف میں داخل ہے جو مذموم ہے۔ (سیرت شامی صفحہ ۳۶۰، فتح جلد ۱۰ صفحہ ۷۴)

شہد پانی (شہد ملا پانی)

نبی پاک ﷺ شہد میں پانی ملا کر نوش فرماتے تھے۔ (مدارج النبوت جلد ۱۵ صفحہ ۶۵)

نہار منہ شہد پانی

آنحضرت ﷺ شہد پانی نوش جاں فرماتے اور جب اس پر کچھ گھڑی گزر جاتی اور بھوک معلوم ہوتی تو جو کچھ کھانے کو موجود ہوتا تناول فرماتے۔ صاحب مواہب فرماتے ہیں کہ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ اس میں صحت کی حفاظت ہے، شہد کا شربت ناشتہ میں استعمال کرنا بلغم کو کم کرتا ہے۔ معدے کے حمولات کو صاف کرتا ہے اور اس کی چکنائی کو زائل کرتا ہے، فضلات کو دور کرتا ہے، معدے کو اعتدال کے ساتھ گرم رکھتا ہے اور جوڑوں کو کھولتا ہے۔ (مدارج صفحہ ۱۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں جو ٹھنڈی میٹھی چیز کے مرغوب ہونے کا ذکر ہے اس سے مراد یہی شہد ملا شربت ہے۔ (مدارج صفحہ ۱۶)

شہد

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو حلوہ اور شہد بہت پسند تھا۔

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۴۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لاتے اور شہد نوش فرماتے۔ (ابوداود جلد ۲ صفحہ ۵۲۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے اوپر دو شفا دینے

والے لازم کرلو ایک قرآن دوسرا شہد۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۹۱)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جو شخص ہر ماہ تین دن صبح کو شہد چاٹ لیا کرے تو تمام بڑی بیماریوں سے محفوظ رہے گا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۹۱)

فَائِدَہ: شہد نہایت ہی مفید اور نفع بخش غذا اور دوا ہے، سینکڑوں فوائد کا حامل ہے۔ خارجی و داخلی استعمال دونوں میں مفید ہے۔ نومولود سے لے کر بوڑھوں تک کو مفید صحت ہے۔ قرآن کریم میں اسے شفاء فرمایا گیا ہے اس کے منافع وفوائد پر بے شمار طبی رسائل ہیں۔ جنت میں شہد کی نہریں ہوں گی۔ حافظ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے اس کے متعدد فوائد شمار کرائے ہیں۔ رگوں اور معدے کے لئے مفید، رطوبات کا محلل ہے بلغمی امراض میں نافع ہے، غذا اور دوا دونوں کی شان ہے۔ اس کا پانی کتے کاٹے کو مفید، اس کا سرمہ آنکھوں کے لئے مقوی، دانتوں کے لئے مصقل، صفراء والوں کا تریاق ہے۔ (فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۱۴۰)

دودھ

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا جسے اللہ تعالیٰ دودھ پلائے وہ یہ کہے "اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ" تَرجَمہ: "اے اللہ! اس میں ہمیں برکت عطا فرما اور زیادتی نصیب فرما۔" میں خوب جانتا ہوں کہ کوئی ایسی چیز نہیں جو کھانے اور پینے دونوں کی طرف سے کافی ہو (یعنی جو کھانے اور پانی دونوں کا کام دے) سوائے دودھ کے۔ (ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ میں اور خالد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت میمونہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے یہاں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت میمونہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا ایک برتن میں دودھ لائیں، نبی پاک عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ نے اسے نوش فرمایا۔ (شمائل مختصراً صفحہ ۱۴)

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا شب معراج میں میرے سامنے تین قسم کے پیالے پیش کئے گئے۔ دودھ کا پیالہ، شہد کا پیالہ، شراب کا پیالہ۔ میں نے دودھ کا پیالہ لیا اسے پیا تو مجھے کہا گیا آپ نے فطرت کو اختیار کیا اور آپ کی امت نے (بھی)۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۴۰)

فَائِدَہ: آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے شراب کے مقابلہ میں دودھ کو استعمال کیا کہ یہ زیادہ نفع بخش ہے۔ اس میں غذائیت کا مادہ زائد ہے۔

حضرت براء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جب نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ مکہ مکرمہ سے (ہجرت کے موقع پر) تشریف لے جارہے تھے تو حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو پیاس لگی اور ہم چرواہوں کے پاس سے گزر رہے تھے تو میں نے ایک پیالہ دودھ حاصل کیا اور آپ کی

خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اسے نوش فرمایا۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۵۵۵)

پانی ملا دودھ

آنحضرت ﷺ دودھ کبھی خالص بھی پیتے اور کبھی اس میں پانی ملا کر نوش فرماتے، بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے آپ کے ساتھ ایک صحابی بھی تھے۔ آپ ﷺ نے سلام کیا اس نے جواب دیا وہ انصاری باغ میں پانی دے رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا اگر تیرے مشکیزہ میں رات کا باسی پانی ہے تو لاؤ ورنہ ہم کیاری سے ہی پی لیتے ہیں اس انصاری نے کہا ہاں میرے پاس باسی پانی ہے۔ وہ جھونپڑے میں گیا اور پیالہ میں پانی لیا اور اس میں بکری کا دودھ دوہا۔ پس آپ ﷺ نے اسے نوش فرمایا اور اس آدمی نے بھی پیا جو آپ ﷺ کے ساتھ تھا۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۳۷۰، بخاری صفحہ ۸۴۱)

فائدہ: دودھ میں پانی ملا کر پینا گرم علاقے والے کے لئے بہت مفید ہے کہ اس سے معتدل ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دودھ میں ٹھنڈا پانی ملا کر پینا سنت ہے۔ بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ انہوں نے دودھ میں کنویں کا پانی ملا کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا آپ ﷺ نے اسے نوش فرمایا۔

خیال رہے کہ پینے کے لئے دودھ میں پانی ملانا درست ہے اور مسنون ہے۔ مگر فروخت ہونے والے دودھ میں پانی ملانا درست نہیں ہے۔ (عینی جلد ۲۱ صفحہ ۱۹۰)

اسی وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے "بَابُ شُرْبِ اللَّبَنِ بِالْمَاءِ" قائم کیا کہ پینے کے لئے دودھ میں پانی ملانا مشروع اور مسنون ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ مشروبات میں دودھ آپ ﷺ کو بہت مرغوب تھا۔ (سیرت خیر العباد جلد ۷ صفحہ ۳۸۰)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے جب سدرۃ المنتہیٰ لے جایا گیا تو وہاں چار نہریں تھیں، دو ظاہر میں بہہ رہی تھیں اور دو باطن میں۔ ظاہر کی دو نہریں، نیل اور فرات تھیں اور باطن کی دو نہریں جنت میں ہیں۔ پھر میرے سامنے تین پیالے پیش کئے گئے، دودھ، شہد، شراب کا پیالہ۔ میں نے دودھ کا پیالہ لیا اور پیا اس پر کہا گیا کہ تو نے فطرت کو اختیار کیا۔ (سیرت جلد ۷ صفحہ ۳۸۱)

نبیذ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور اقدس ﷺ کے لئے نبیذ بناتی تھی، تھوڑی کھجور

تھوڑی کشمش لیتی اور اسے پانی میں ڈال دیتی، اگر صبح ڈالتی تو آپ ﷺ شام کو نوش فرماتے اگر شام کو ڈالتی تو صبح کو نوش فرمالیتے۔ (ابن ماجہ، مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۳۷۲)

فَائِدَہ: تاخیر نہ فرماتے کہ کہیں سکر نہ پیدا ہو جائے اور اس مقدار سے اس میں نشہ نہیں ہوتا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پتھر کے برتن میں آپ ﷺ کے لئے نبیذ بنایا جاتا۔

(ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۳۵۸)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ وہ پیالہ ہے جس میں میں نے نبی پاک ﷺ کو شہد، نبیذ، پانی اور دودھ پلایا ہے۔ (عمدہ جلد ۲۱ صفحہ ۲۰۶)

نبیذ: عرب کے محبوب مشروبات میں سے ہے۔ آپ ﷺ کو بھی یہ مرغوب تھا، چھوہارے یا کشمش وغیرہ کو پانی میں ڈال دیا جاتا تھا اس کی مٹھاس اور اس کا ہلکا سا مزہ پانی میں آ جاتا تھا اسے آپ ﷺ نوش فرمالیتے تھے۔ گویا کہ ہلکا میٹھا شربت ہوا، صبح کا ڈالا ہوا شام میں شام کا ڈالا ہوا صبح میں پی لیتے تھے۔ لیکن پانی میں اتنی دیر ڈالے رکھنا اور چھوڑے رکھنا کہ گاڑھا پن اور نشہ آ جائے یا جھاگ آ جائے تو حاشا و کلا آپ ﷺ نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ اس سے نشہ پیدا ہوتا ہے اور آپ ﷺ نے نشہ کو حرام قرار دیا ہے۔ چنانچہ اگر زیادہ دیر کی ہو جاتی اور نشہ کا احتمال ہوتا تو آپ ﷺ اسے انڈیلنے کا حکم دیتے۔ نبیذ کی یہ صورت جو آپ نے استعمال کی ہے مسنون ہے اور اس کے بعد نشہ والی صورت حرام ہے۔

آپ ﷺ کے مشروبات کا ذکر

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے زاد المعاد میں آپ ﷺ کے مشروبات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے ستو، شہد، پانی، نبیذ تمر اور حریرہ جو دودھ اور آٹے سے بنایا جاتا ہے اسے نوش فرمایا ہے۔

(جلد ۱ صفحہ ۵۴)

حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے کھجور اور کشمش کا نقع نبیذ پیا ہے۔

(جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۰)

کھانے کے بعد فوراً پانی پینا

آپ ﷺ کھانے کے بعد (فوراً) پانی نوش نہیں فرماتے تھے۔ (مدارج صفحہ ۱۷)

کھانے کے بعد فوراً پانی پینا معدہ اور ہضم کے لئے مضر ہے اس لئے تھوڑی دیر کے بعد پانی پینا چاہئے۔

دودھ کے بعد کلی کرنا مسنون ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دودھ پیا اور کلی فرمائی اور فرمایا

کہ اس میں چکنائی ہوتی ہے۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۸۳۹)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی پاک سے روایت کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دودھ پیو تو کلی کرو کہ اس میں دسومت (چکناہٹ) ہوتی ہے۔

دودھ کا ہدیہ واپس نہیں کیا جاتا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ تین چیزوں کا ہدیہ واپس نہیں کیا جاتا۔ دودھ، تکیہ، تیل۔

(ترمذی جلد۲ صفحہ ۱۰۲، مجمع جلد۵ صفحہ ۴۵)

پانی پینے کا مسنون طریقہ

حضرت بہز رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت طیبہ تھی کہ مسواک عرض میں فرماتے تھے اور پانی چوس کر پیا کرتے تھے، انڈیلتے نہیں تھے اور تین سانس میں پیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ زیادہ خوشگوار، مزیدار اور بہتر ہے۔ (مجمع الزوائد جلد۵ صفحہ ۸۳، سیرت الشامی جلد۷ صفحہ ۳۷۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ لبوں اور ہونٹوں سے پانی چوستے ہوئے پیتے تھے یہ بات گلاس اور کٹورے میں تو پائی جائے گی مگر لوٹوں کی ٹونٹی سے یہ بات حاصل نہ ہوگی۔

غٹ غٹ پینا ممنوع ہے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب پانی پیو تو چوس کر پیو، غٹ غٹ مت پیو۔ (جمع الوسائل صفحہ ۲۵۳)

احیاء العلوم میں ہے کہ اس سے جگر کی بیماری ہوتی ہے۔ (احیاء العلوم جلد۲ صفحہ ۱۱)

پانی تین سانس میں پینا سنت ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تین سانس میں پانی پیتے تھے۔

(ترمذی جلد۲ صفحہ ۱۰)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پانی پینے میں تین مرتبہ سانس لیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس طریقہ سے پینا زیادہ خوشگوار اور خوب سیراب کرنے والا ہے۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ ۱۰)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم برتن میں سانس نہیں نکالتے تھے بلکہ برتن منہ سے الگ ہٹا لیتے تھے۔ (جمع الوسائل صفحہ ۲۵۲)

برتن میں سانس لینا ممنوع ہے

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ برتن میں سانس لیا جائے۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۸۴۱)

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے پینے کی چیزوں میں سانس لینے سے منع فرمایا ہے۔ (مجمع الزوائد)

دو سانس میں بھی اجازت ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب پانی پیتے تو دو سانس میں پیتے۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ۱۱)

فائدہ: دو سانس میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا ہے یہ بھی درست ہے مگر تین سانس میں اولی ہے یا مراد پانی کے درمیان کا سانس ہے۔ جب دو سانس لی جائے گی تو تین سانس میں پانی پینا ہوگا۔ (خصائل صفحہ۱۵۵)

ایک سانس میں پینا ممنوع ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ہی مرتبہ میں پانی مت پیو جیسے کہ اونٹ پیتا ہے لیکن دو یا تین سانس میں پیو اور بسم اللہ پڑھو اور پی چکو تو الحمد للہ پڑھو۔

(جمع الوسائل صفحہ۲۵۳، رمذی جلد۲ صفحہ۱۱)

ہر سانس میں الحمد للہ کہنا مسنون ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پانی تین سانس میں پیتے جب برتن منہ کو لگاتے تو بسم اللہ کہتے، اور جب دور کرتے تو الحمد للہ کہتے۔ اس طرح تین مرتبہ کرتے۔

(جمع الوسائل جلد۲ صفحہ۲۵۳، مجمع جلد۵ صفحہ۸۴)

فائدہ: یہ طریقہ بھی مسنون ہے اور دوسرا یہ طریقہ بھی سنت ہے کہ شروع میں بسم اللہ کہے اور آخر میں الحمد للہ کہے، چنانچہ حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین سانس میں پانی پیتے تھے، شروع میں بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ کہتے تھے۔ (مجمع الزوائد جلد۵ صفحہ۸۴)

پلانے والے کا نمبر آخر میں

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پلانے والے کا نمبر آخر میں ہوتا ہے۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ۱۱)

فائدہ: یعنی جو شخص پلائے اس کے لئے مسنون ہے کہ وہ آخر میں پیئے جب سب لوگ فارغ ہو جائیں۔

پینے والا اپنے دائیں کو دے

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا پھر جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب میں تھا اسے دیا۔ (بخاری صفحہ۸۴۰، ترمذی جلد۲ صفحہ۱۱، مجمع جلد۵ صفحہ۸۵)

فائدہ: یعنی مجلس میں پینے کے بعد کسی کو دینا ہو تو پینے والا اپنے دائیں کو دے خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا۔

پینے کی ابتدا بڑے سے ہو

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب پلاتے تو فرماتے بڑوں سے شروع کرو۔ (مجمع جلد۵ صفحہ۸۴)

فَائِدَہ: مجلس میں تقسیم کی ابتدا یا تو بڑے سے ہونا مسنون ہے یا دائیں جانب سے۔ اول کسی بڑے بزرگ سے ابتدا کر کے دایاں رخ اختیار کر لے۔

کھڑے ہو کر پانی پینا

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے منع فرمایا ہے کہ آدمی کھڑا ہو کر پانی پئے، قتادہ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا اور کھانا؟ تو فر. یا وہ تو اس سے برا ہے۔ (مسلم جلد۲ صفحہ۱۷۳)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں ایک آدمی آیا جو کھڑے ہو کر پانی پی رہا تھا۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا قے کر دو۔ اس نے پوچھا کس وجہ سے؟ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ تمہارے ساتھ بلی پانی پئے تو پسند کرو گے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اس سے زیادہ برے شیطان نے تیرے ساتھ پیا ہے۔ (سیرت خیر العباد جلد۷ صفحہ۳۶۹)

زمزم کھڑے ہو کر پینا سنت ہے

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو زمزم پلایا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے کھڑے ہو کر نوش فرمایا۔ (مسلم جلد۲ صفحہ۱۷۴، ترمذی جلد۲ صفحہ۱۰)

زمزم کا کھڑے ہو کر پینا افضل اور مسنون ہے۔ زمزم پیتے وقت دعا قبول ہوتی ہے اس کے پینے سے قبل دعا کر لی جائے۔

پھونک مارنا ممنوع ہے

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پینے کی چیزوں میں پھونک مارنا مکروہ سمجھتے تھے۔ (سیرت الشامی جلد۷ صفحہ۷۷)

وضو کا باقی ماندہ پانی کھڑے ہو کر پینا مسنون ہے

نزال بن سیرہ کی روایت ہے کہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے وضو کا باقی ماندہ پانی کھڑے ہو کر پیا ہے۔
(شمائل صفحہ۱۴)

فَائِدَہ: وضو کا باقی ماندہ پانی کھڑے ہو کر پینا مسنون ہے۔ علامہ شامی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے وضو کا پانی کھڑے ہو

کر پینے کو بعض بزرگوں سے شفاء امراض کے لئے علاج مجرب نقل کیا ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے شرح شمائل میں اس کا استحباب نقل کیا ہے، فتاویٰ ہندیہ (عالمگیری) میں بھی اس کا استحباب منقول ہے۔ نیز قبلہ رخ پینا مسنون ہے۔ (شامی جلد۱ صفحہ ۸۷)

سونے چاندی کے برتن میں پینا حرام ہے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے سونے چاندی کے برتن میں پانی پیا اس نے پیٹ میں جہنم کو انڈیلا۔ (مسلم جلد۲ صفحہ ۱۸۷)

فائدہ: سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال خواہ کسی چیز کے لئے ہو مردوں و عورتوں دونوں کے لئے حرام ہے۔ عورتوں کو صرف زیورات کی اجازت ہے اس کے علاوہ پاندان، سرمہ دانی، چمچہ وغیرہ سونے چاندی کا برتنا حرام ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالہ کا بیان

عاصم احول رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دیکھا وہ لکڑی کا پیالہ تھا۔ ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ اس میں لوہے کا پترا لگا ہوا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاہا کہ لوہے کی جگہ سونے یا چاندی کا پترا لگا دے تو ان سے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اس پیالے کی ہیئت نہ بدلو جیسا تھا ویسے ہی رہنے دو۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۴۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پیالہ تھا جس میں چاندی کے پترے لگے ہوئے تھے۔ (سیرت الشامی جلد ۷ صفحہ ۵۷۴)

فائدہ: پیالہ خالص لکڑی کا پیلے رنگ کا تھا، درخت شمشاد کی لکڑی سے بنا تھا۔ (اشیہ بخاری صفحہ ۸۴۲)

لکڑی کا پیالہ سنت ہے

حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم کو ایک لکڑی کا ٹوٹا پیالہ دکھلایا جس میں لوہے کے پترے لگے تھے اور کہا اے ثابت یہ پیالہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ حضرت نضر بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی میراث سے یہ پیالہ آٹھ لاکھ درہم میں فروخت ہوا۔ امام بخاری نے بصرہ میں اس کی زیارت کی اور اس سے پانی بھی پیا ہے۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۴۸)

شیشہ کا پیالہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شیشے کا پیالہ تھا اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی پیتے تھے۔ (ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۴)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ مقوقس (بادشاہ) نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شیشہ کا پیالہ ہدیہ بھیجا تھا۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیتے تھے۔ (ابن ماجہ، سیرت صفحہ ۳۶۲)

تانبے کا ملمع شدہ پیالہ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک تانبے کا پیالہ تھا جس پر چاندی کا ملمع تھا اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیتے تھے اور وضو کرتے تھے۔ (مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۸۰)

فَائِدَہ: تانبے یا پیتل کا پیالہ ہوتو بغیر ملمع (قلعی) کے استعمال کرنا صحت کے لئے مضر ہے۔ برتن پر چاندی کا پانی چڑھانا اور اس کا استعمال درست ہے۔

مٹی کا پیالہ

حضرت خباب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو شوربا دار گوشت نوش فرماتے ہوئے دیکھا اور پکی مٹی کے پیالہ سے پانی پیتے دیکھا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ایک پیالہ مٹی کا تھا۔ (سیرت شامی جلد ۷ صفحہ ۵۷۵)

بڑا پیالہ

حضرت عبداللہ بن بسر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بیان کیا کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس ایک بڑا پیالہ تھا (جس کی چوڑائی اور وزن کا یہ حال تھا کہ) چار آدمی اٹھاتے تھے۔ (سیرت خیر العباد جلد ۷ صفحہ ۲۶۴)

فَائِدَہ: بہت بڑا برتن پیالے کی شکل کا تھا جس میں ایک جماعت شریک طعام ہوتی تھی۔

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پیالے کی تفصیل

حضرت عاصم احول رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ایک پیالہ، دیکھا جو پھٹ گیا تھا اس کے جوڑ کو چاندی سے باندھا گیا تھا، حضرت عاصم احول رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے بیان کیا کہ یہ بڑا چوڑا تھا۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۴۲)

فَائِدَہ: یہ بہت بڑا پیالہ تھا اس کی چوڑائی لمبائی سے زائد تھی۔ یہ درخت جھاؤ کی لکڑی سے بنا ہوا تھا۔ (عمدۃ القاری جلد ۲۱ صفحہ ۲۰۶)

(پیالے اور برتن کے لئے اس کی لکڑی بہت عمدہ ہوتی ہے)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس لکڑی کا پیالہ اور چمڑے کا ڈول تھا۔ (طبرانی، سیرت جلد ۷ صفحہ ۵۷۴)

حافظ ابن حجر رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے مطالب العالیہ میں مسند ابویعلی سے نقل کیا ہے کہ محمد بن اسمٰعیل رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس لکڑی کا ایک پیالہ دیکھا جو نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا تھا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اس سے پانی پیتے اور وضو فرماتے تھے۔ (مطالب العالیہ جلد ۱ صفحہ ۱۲)

محدث مندہ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے حضرت خباب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے نقل کیا ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مٹی کے پیالہ میں پانی پیتے تھے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس پتھر کا بنا تسلا تھا جسے مخضب کہا جاتا ہے، اور ایک برتن تانبہ کا بھی تھا،

اور جس سے آپ ﷺ غسل فرماتے تھے وہ پیتل کا تھا۔ (سیرت الشامی جلد ۷ صفحہ ۵۷)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس نبی پاک ﷺ کا ایک پیالہ تھا جسے خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ان سے مانگ لیا تھا یہ پیالہ اس پیالہ کے علاوہ تھا جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہلے سے موجود تھا۔ شاید کہ آپ ﷺ نے وفات سے قبل دے دیا تھا جس کے وارث (تبرکاً) ان کے صاحبزادے حضرت نضر رحمۃ اللہ تعالیٰ ہوئے، ان کی اولاد سے یہ پیالہ آٹھ ہزار درہم یا دینار میں خریدا گیا جس سے امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بصرہ میں پانی پیا۔ (شرح مواہب جلد ۴ صفحہ ۳۵۵)

ابن قیم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ آپ کے پاس کئی پیالے تھے ایک کا نام رمال ایک کا نام مغیث تھا۔ (شرح مناوی صفحہ ۲۳۸)

ایک اور پیالہ تھا جس کا نام قمر تھا۔ (سیرت الشامی جلد ۷ صفحہ ۳۶۳)

ایک اور پیالہ تھا جس کا نام ریان تھا۔ (سیرت الشامی جلد ۷ صفحہ ۵۷)

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے مواہب میں لکھا ہے کہ آپ کے پیالہ کا رنگ زردی مائل تھا شرح مواہب میں ہے کہ زرد لکڑی کا تھا جس کا رنگ سنہرا تھا۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ کا ایک پیالہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھا ایک حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھا (جس کا ذکر اوپر گزرا) ایک حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھا یہ سب کے سب لکڑی کے تھے۔

(عمدہ جلد ۲۲ صفحہ ۲۰۴)

اس سے معلوم ہوا کہ لکڑی کا پیالہ سنت ہے آپ کی عادت طیبہ اسی لکڑی کے پیالہ میں پینے کی تھی گومٹی کا اور شیشہ کا بھی استعمال کیا ہے، آج کل لکڑی کا پیالہ نہیں ملتا اگر لکڑی کا پیالہ بنوا کر پانی پینے کی توفیق ہو جائے تو یہ ثواب عظیم کا باعث اور محبت رسول ﷺ کی واضح علامت ہے۔

اللھم وفقنا لاتباع السنة. امین ثم امین

دعاؤں کا بیان

جب کھانا پیش کیا جائے تو کیا پڑھے

❶ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب کھانا پیش کیا جاتا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے:

"اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْمَا رَزَقْتَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ بِسْمِ اللّٰهِ"

ترجمہ: "اے اللہ جو نوازا ہے آپ نے اس میں برکت عطا فرما اور عذاب دوزخ سے بچا، اللہ کے نام سے شروع ہے۔" (الدعاء صفحہ ۸۸۸)

جب کھانا شروع کرے تو کیا پڑھے

❶ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کھانے پر ہاتھ لگاؤ (یعنی شروع کرو) تو یہ دعا پڑھو:

"بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى بَرَكَةِ اللّٰهِ"

ترجمہ: "شروع اللہ کے نام سے اور اس کی برکت پر۔" (حاکم، حصن صفحہ ۲۵۵)

❷ حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے لڑکے تم کھاؤ تو کہو بسم اللہ، اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے قریب سے کھاؤ۔ (صحیحین، الدعاء صفحہ ۸۸۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کھانا کھاؤ تو اللہ کا نام لو، اور جب آپ کے سامنے کھانا آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ کہتے (اور شروع فرما دیتے)۔ (ابوداؤد، ترمذی صفحہ ۲۸۱)

بسم اللہ کے متعلق

❶ شروع میں صرف بسم اللہ پڑھ لینا بھی کافی ہے اور پوری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ لینا بہتر ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ افضل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے اور بسم اللہ سے بھی سنت ادا ہو جائے گی۔

(شرح مواہب جلد ۴ صفحہ ۳۴۸)

❷ علامہ زرقانی شارح مواہب نے لکھا ہے کہ بسم اللہ پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھے:

"اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْمَا رَزَقْتَنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِيْنَ" (شرح مواہب جلد۴ صفحہ ۳۴۸)

اور یہ دعا پڑھنا بھی سنت ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے اللہ تعالیٰ کھانا کھلائے تو یہ کہے:

"اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَاَطْعِمْنَا خَيْرًا مِّنْهُ"

ترجمہ: "اے اللہ اس میں ہمیں برکت عطا فرما اور اس سے بہتر کھانا نواز۔" (ترمذی دعا نمبر ۳۴۵۵)

کسی کو کھانے پر بلائے تو کیا کہے

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا رکھا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریب آجاؤ، بسم اللہ پڑھو اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور قریب سے کھاؤ۔ (ترمذی ابن سنی نمبر ۴۶۲)

پہلا لقمہ لے تو کیا دعا پڑھے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب پہلا لقمہ لیتے تو "يَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ" (اے وسیع مغفرت والے) کہتے۔ (سیرت الشامی جلد ۷ صفحہ ۲۶۱)

لقمہ کھانے کے بعد کیا پڑھے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس بندے سے خوش ہوتے ہیں جو ایک لقمہ کھائے تو "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کہے اور ایک گھونٹ پانی پیئے تو "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کہے۔

(مسلم، زاد المعاد جلد ۲ صفحہ ۲۵)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ہر لقمہ پر الحمدللہ کہنا خوشنودی رب کا باعث ہے اور مزید ثواب کا باعث ہے۔

اگر شروع میں بسم اللہ بھول جائے تو کیا پڑھے

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شروع میں بسم اللہ بھول جائے تو جب یاد آجائے تو "بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ" پڑھ لے۔

(ابوداؤد، ترمذی، حاکم جلد ۴ صفحہ ۱۰۸، ابن سنی نمبر ۴۵۹)

کھانے کے بعد کی مختلف دعائیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کھانے کے بعد دعائیں متعدد منقول ہیں، ان منقولہ دعاؤں میں سے کسی ایک کا پڑھ لینا بھی ادائے سنت کے لئے کافی ہے بہتر یہ ہے کہ تمام دعاؤں کو مختلف موقعوں پر پڑھ لے تاکہ تمام دعاؤں کا

ثواب مسنون مل جائے جو باعث اجر عظیم ہے۔

❶ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فراغت طعام پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ"

ترجمہ: "تعریف اس خداوند قدوس کی جس نے کھلایا پلایا اور مسلمان بنایا۔" (ابن سنی نمبر ۴۶۴)

❷ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کھاتے یا پیتے تو یہ دعا پڑھتے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَ وَسَقٰی وَسَوَّغَہٗ وَجَعَلَ لَہٗ مَخْرَجًا"

ترجمہ: "اللہ کا شکر ہے جس نے کھلایا پلایا حلق سے اترنا آسان کیا اور نکلنے کا راستہ بنایا۔"

(الدعا نمبر ۸۹۷، ابوداؤد نمبر ۳۸۹۱)

❸ حضرت حارث ازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح وشام کے کھانے سے فراغت پر یہ دعا پڑھتے:

"اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَطْعَمْتَ وَاَسْقَیْتَ وَاَشْبَعْتَ وَاَرْوَیْتَ فَلَکَ الْحَمْدُ غَیْرَ مَکْفُوْرٍ وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًی عَنْہُ"

ترجمہ: "اے اللہ آپ ہی کے لئے تعریف ہے آپ نے کھلایا پلایا آسودہ کیا، سیراب کیا، بس تیرے ہی لئے تعریف ہے جس میں نہ ناشکری کی گئی نہ چھوڑی گئی اور نہ اے رب بے پرواہی برتی گئی۔" (ابن سنی نمبر ۴۸۷)

❹ حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانے سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ مَنَّ عَلَیْنَا وَھَدَانَا وَالَّذِیْ اَشْبَعَنَا وَاَرْوَانَا وَکُلَّ الْاِحْسَانِ اٰتَانَا"

ترجمہ: "تعریف اس اللہ کی جس نے ہم پر احسان کیا، ہدایت سے نوازا، جس نے پیٹ بھر کر کھانا کھلایا، سیراب کیا اور ہر قسم کے احسانات کی بخشش کی۔" (ابن سنی نمبر ۴۶۶)

❺ ایک دوسری روایت میں اس سے مختصر ہے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ مَنَّ عَلَیْنَا فَھَدَانَا وَکُلَّ بَلَاءٍ حَسَنٍ اَبْلَانَا"

ترجمہ: "تمام تعریف اس اللہ کی جس نے ہم پر احسان کیا ہدایت سے نوازا، ہر عمدہ قابل آزمائش چیزوں سے آزمایا (یعنی نعمتوں کو نواز کر کہ شکر یہ کرتا ہے یا نہیں)۔" (الدعا نمبر ۸۹۵)

❻ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَاَشْبَعَنَا وَاَرْوَانَا وَكَفَانَا وَاَوْلَانَا فَكَمْ مِّنْ مَّكْفُوْفٍ لَا كَافِيَ لَهٗ وَلَا مَأْوٰى وَمَصِيْرُهٗ اِلَى النَّارِ"

ترجمہ: "تعریف اس اللہ کی جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور پیٹ بھرا، سیراب کیا، کفایت کی، نعمتوں سے بخشا، کتنے ایسے ہیں کہ ان کی کوئی کفایت کرنے والا نہیں اور ان کا ٹھکانہ اور جگہ جہنم ہے۔" (الدعاء نمبر ۸۹۴)

۷ حضرت عبدالرحمٰن بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک (ایسے) صحابی سے روایت کرتے ہیں جنہوں نے آٹھ سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جب کھانا پیش کیا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے بسم اللہ اور جب کھانے سے فارغ ہو جاتے تو فرماتے:

"اَللّٰهُمَّ اَطْعَمْتَ وَاَسْقَيْتَ وَاَغْنَيْتَ وَاَقْنَيْتَ وَهَدَيْتَ وَاَحْيَيْتَ فَلَكَ الْحَمْدُ مَا اَعْطَيْتَ"

ترجمہ: "اے اللہ آپ نے کھلایا، پلایا، غنی بنایا، چیزوں سے نوازا، ہدایت دی، حیات بخشی، تیرے ہی لئے تعریف ہے اس پر جو تو نے عطا کیا ہے۔" (ابن سنی نمبر ۴۶۵)

۸ حضرت مسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ سے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانے سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَفَانَا وَاٰوَانَا، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْعَمَ عَلَيْنَا وَاَفْضَلَ، نَسْأَلُكَ بِرَحْمَتِكَ اَنْ تُجِيْرَنَا مِنَ النَّارِ"

ترجمہ: "حمد اس ذات پاک کی جس نے ہمیں کھلایا پلایا، تعریف اس کی جس نے ہماری کفایت کی ٹھکانہ دیا، تعریف اس کی جس نے ہم پر انعام کیا اور فضل کیا، ہم تیری رحمت کے طفیل سوال کرتے ہیں کہ ہمیں جہنم سے بچا۔" (بزار جلد ۳ صفحہ ۲۳۸)

۹ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ سے مرسلاً روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فراغت طعام پر یہ دعا فرماتے:

"اَللّٰهُمَّ اَشْبَعْتَ وَاَرْوَيْتَ فَهَنِّئْنَا وَرَزَقْتَنَا فَاَكْثَرْتَ وَاَطَبْتَ فَزِدْنَا."

ترجمہ: "اے اللہ تو نے پیٹ بھرا، سیراب کیا پس اسے خوشگوار بنا تو نے ہمیں رزق دیا خوب دیا اچھا دیا پس اس میں اور زیادتی فرما۔" (اتحاف جلد ۵ صفحہ ۲۲۷)

۱۰ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے

کوئی کھانا کھا چکے تو یہ پڑھے:

"اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَاَبْدِلْنَا خَيْرًا مِّنْهُ"

تَرجَمَہ: "اے اللہ ہمیں اس میں برکت عطا فرما اور اس سے بہتر بدل عطا فرما۔"

(کنز العمال جلد ۱۹ صفحہ ۱۷۴)

⓫ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی ایک دوسری روایت میں یہ دعا ہے:

"اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَاَطْعِمْنَا خَيْرًا مِّنْهُ"

تَرجَمَہ: "اے اللہ اس میں برکت عطا فرما اور اس سے بہتر کھلا۔" (حصن صفحہ ۲۵۸، کنز جلد ۱۹ صفحہ ۱۸۴)

جو اس دعا کو پڑھے گا اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف

❶ حضرت معاذ بن انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ جو فراغت طعام پر یہ دعا پڑھے گا اس کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنِيْ هٰذَا الطَّعَامَ وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ"

تَرجَمَہ: "تعریف اس کی جس نے ہمیں یہ کھانا کھلایا اور بلا قوت و طاقت کے مجھے بخشا۔"

(الدعا نمبر ۹۰۰)

جس نے یہ دعا پڑھی اس نے گویا شکر ادا کر دیا

❶ سعید بن ہلال رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے ایک صحابی سے روایت کی کہ آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جس نے فراغت طعام پر یہ دعا کی، اس نے کھانے کا شکریہ ادا کر دیا۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنِيْ وَاَشْبَعَنِيْ وَسَقَانِيْ فَاٰوَانِيْ بِلَا حَوْلٍ مِّنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ"

تَرجَمَہ: "تمام تعریف اس خدا کی جس نے مجھے کھلایا، آسودہ کیا، ٹھکانہ دیا بلا میری قوت و طاقت کے۔" (ابن سنی نمبر ۴۶۹)

❷ حضرت ابو سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کھانے سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَفَانَا وَاٰوَانَا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَنْعَمَ عَلَيْنَا وَاَفْضَلَ نَسْئَلُهٗ بِرَحْمَتِهٖ اَنْ يُّجِيْرَنَا مِنَ النَّارِ فَرُبَّ غَيْرِ مَكْفِيٍّ لَّا يَجِدُ مُنْقَلَبًا وَّلَا مَاْوٰى"

تَرجَمَہ: "تمام تعریف اس ذات پاک کے لئے ہے جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا، تعریف اس کی

جس نے ہماری کفایت کی اور ٹھکانا دیا اور تمام تعریف اس ذات پاک کے لئے جس نے ہمارے اوپر انعام اور فضل فرمایا، ہم اس سے اس کی رحمت کے صدقہ طفیل سوال کرتے ہیں کہ ہمیں جہنم سے نجات عطا فرما پس بہت سے ناکافی ہیں جو نہ کوئی جگہ، نہ کوئی ٹھکانا پاتے ہیں۔ (یعنی تنگ دست لوگ)۔" (سیرت الشامی جلد ۷ صفحہ ۲۷۹)

جب پیٹ بھر جائے تو کیا پڑھے

❶ حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کھائے اور پیٹ بھر جائے اور پئے اور سیراب ہو جائے تو یہ دعا پڑھے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ فَاَشْبَعَنِیْ وَسَقَانِیْ فَاَرْوَانِیْ" (ابن سنی نمبر ۴۷۳)

ترجمہ: "تعریف اس کی جس نے مجھے کھلایا پس پیٹ بھر گیا، پلایا پس سیراب ہو گئے۔"

وہ گناہوں سے ایسا پاک ہوگا جیسا کہ اس کی ماں نے اسے آج ہی جنا ہو۔

❷ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا جب پیٹ بھر جاتا تو یہ دعا پڑھتے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا غَیْرَ مَکْفُوْرٍ وَّلَا مُوَدَّعٍ"

ترجمہ: "تمام تعریف اللہ کے لئے، ایسی تعریف جو بہت ہو، پاکیزہ ہو، بابرکت ہو، نہ ناشکری کی گئی ہو، نہ چھوڑی گئی ہو۔" (عمل الیوم نسائی نمبر ۲۸۳)

جب کھانا وغیرہ اٹھایا جانے لگے تو کیا پڑھے

❶ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے سامنے کھانا رکھا جاتا ہے اٹھایا نہیں جاتا کہ اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ پوچھا گیا اے اللہ کے رسول یہ کیسے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کھانا رکھا جائے تو "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" پڑھے اور جب کھانا اٹھایا جائے تو "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کَثِیْرًا" پڑھے۔

جب دستر خوان اٹھنے لگے تو کیا پڑھے

❶ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب دستر خوان اٹھنے لگتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْهِ غَیْرَ مَکْفِیٍّ وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًی عَنْهُ رَبَّنَا"

ترجمہ: "تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ ایسی تعریف جو بہت زیادہ پاکیزہ ہو، بابرکت ہو، نہ اس پر کفایت کی گئی ہو نہ اسے چھوڑا گیا ہو، نہ اس سے بے پرواہی کی گئی ہو، اے پروردگار ہمارے۔"

(ابن سنی نمبر ۴۸۴، ترمذی نمبر ۳۴۵۶)

جب ہاتھ وغیرہ دھولے تو کیا پڑھے

❶ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبا کے ایک انصاری صحابی نے کھانے کی دعوت کی، چنانچہ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کھانا کھا لیا اور دونوں ہاتھوں کو دھولیا تب یہ دعا پڑھی:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ یُطْعِمُ وَلَا یُطْعَمُ مَنَّ عَلَیْنَا فَهَدَانَا وَاَطْعَمَنَا فَاَسْقَانَا وَكُلَّ بَلَاءٍ حَسَنٍ اَبْلَانَا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ غَیْرَ مُوَدَّعٍ رَبِّیْ وَلَا مُكَافًا وَّلَا مَكْفُوْرًا وَّلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَ مِنَ الطَّعَامِ وَسَقٰى مِنَ الشَّرَابِ وَكَسٰى مِنَ الْعُرْیِ وَهَدٰى مِنَ الضَّلَالَةِ وَبَصَّرَ مِنَ الْعَمٰیِ وَفَضَّلَ عَلٰى كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَهٗ تَفْضِیْلًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ"

ترجمہ: "تعریف اس اللہ کی جو کھلاتا ہے اور اسے نہیں کھلایا جاتا، اس نے ہم پر احسان کیا، ہدایت سے نوازا، کھلایا پلایا اور ہر قسم کی نعمتوں سے بخشا، سب تعریف اللہ کی، اس کو نہ چھوڑا جائے کہ میرا رب ہے، نہ اس سے کفایت لی گئی نہ اس کی ناشکری کی گئی نہ اس سے بیزاری کی گئی، تعریف اللہ کی جس نے کھانا کھلایا پانی پلایا، کپڑا ننگے بدن کو پہنایا گمراہی سے ہدایت بخشی، اندھے پن سے بینا بنایا، بہت سے لوگوں کے مقابلہ میں فضیلت بخشی، تعریف اللہ کی جو جہانوں کا رب ہے۔"

(ابن سنی نمبر ۴۸۵)

کسی دوسرے کے یہاں کھائے (دعوت میں) تو کیا پڑھے

❶ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روٹی اور زیتون نوش فرمایا تو یہ دعا پڑھی:

"اَفْطَرَ عِنْدَ كُمُ الصَّائِمُوْنَ اَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ صَلَّتْ عَلَیْكُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ"

ترجمہ: "روزہ دار تمہارے پاس افطار کریں، تمہارا کھانا نیک لوگ کھائیں فرشتے تم پر دعاءِ مغفرت کرتے رہیں۔" (ابوداؤد)

❷ حضرت عبداللہ بن بسر سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے والد کے پاس تشریف لائے، والد نے آپ کی خدمت میں کھانا اور ملیدہ، ستو اور کھجور پیش کیا پھر پانی پیش کیا آپ نے دائیں ہاتھ سے پانی پیا، راوی نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور نوش فرما رہے تھے اور اس کی گٹھلی کو وسطی اور سبابہ (دونوں کو ملا کر) اس کی پشت کی جانب رکھ کر پھینک رہے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا پڑھی:

"اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَھُمْ فِیمَا رَزَقْتَھُمْ وَاغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ"

تَرْجَمَہ: "اے اللہ جس چیز سے آپ نے ان کو نوازا ہے اس میں برکت عطا فرما اور ان کی مغفرت فرما اور ان پر رحم فرما۔" (ابن سنی نمبر ۴۸۶)

۳ حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے (دعوت کے موقعہ پر) یہ دعا پڑھی:

"اَللّٰھُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِیْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِیْ"

تَرْجَمَہ: "اے اللہ جس نے مجھے کھلایا اسے کھلایئے، جس نے مجھے پلایا اسے پلایئے۔"

(مسلم جلد۲ صفحہ۱۸۴)

مجذوم یا کسی خطرناک مرض والے کے ساتھ کھانے کی دعا

۱ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجذوم کو اپنے ساتھ برتن میں شریک طعام کیا اور یہ دعا پڑھی:

"بِسْمِ اللّٰہِ ثِقَةً بِاللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ"

تَرْجَمَہ: "اللہ عزوجل پر بھروسہ کرتے ہوئے اللہ کے نام سے شروع ہے۔" (ابن ماجہ جلد۲ نمبر ۳۵۸۷)

فَائِدَہ: اگر کسی ایسے مریض کے ساتھ جس کا مرض متعدی اور خطرناک ہو اور کھانے کی ضرورت پڑ جائے تو یہ دعا پڑھ لے، انشاء اللہ کوئی ضرر نہ ہوگا۔ تاہم اس سے احتیاط کرنا بھی درست اور جائز ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجذوم سے علیحدہ رہنے کا حکم دیا ہے، اگر طبیعت کمزور ہو تو احتیاط بہتر ہے۔

کھانے پینے کے ضرر سے محفوظ رہنے کی دعا

۱ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کھانا کھاؤ یا پانی پیو تو یہ دعا پڑھ لو تو تم کو کوئی ضرور ونقصان نہ ہوگا اگرچہ اس میں زہر ہی کیوں نہ ہو۔

"بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ"

تَرْجَمَہ: "اللہ کے نام سے اس اللہ کے نام سے جس کے نام کی برکت سے زمین وآسمان کی کوئی شئے ضرر نہیں پہنچا سکتی، اے زندہ اور قائم رہنے والے۔" (کنز العمال جلد۱۹ صفحہ۱۸۱)

۲ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو کھانے پر یہ دعا پڑھ لے تو اسے کسی قسم کا ضرر نہ ہوگا:

"بِسْمِ اللّٰہِ خَیْرِ الْاَسْمَآءِ فِی الْاَرْضِ وَفِی السَّمَآءِ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ دَاءٌ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْهِ بَرَكَةً وَّعَافِیَةً وَّشِفَآءً."

ترجمہ: ''اللہ کے نام سے شروع ہے جس کا نام زمین و آسمان میں بہترین ہے، اس کے نام سے کسی بیماری کا ضرر نہیں، اے اللہ اس میں برکت و عافیت اور شفا عطا فرما۔''

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۰ صفحہ ۳۴۴)

دودھ پینے کی دعا

❶ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے خدا دودھ پلائے تو یہ دعا پڑھے:

''اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ'' (ترمذی نمبر ۳۴۵۵، ابن ماجہ)

ترجمہ: ''اے اللہ اس میں ہمارے لئے برکت عطا فرما اور زیادہ عطا فرما۔''

پانی پینے کی دعائیں

❶ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم برتن سے پانی پیتے تو تین سانس میں پیتے اور ہر مرتبہ الحمد للہ کہتے اور آخر میں شکر ادا کرتے۔ (ابن سنی نمبر ۴۷۱)

❷ اسی طرح حضرت معاویہ دؤلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخر میں الحمد للہ کہتے۔

(ابن سنی نمبر ۴۷۲)

❸ حضرت ابوجعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پانی پیتے تو یہ دعا فرماتے:

''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ سَقَانَا عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِهٖ وَلَمْ یَجْعَلْهُ مِلْحًا اُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا''

ترجمہ: ''تعریف اللہ پاک کی جس نے اپنی رحمت سے شیریں پانی پلایا اور ہمارے گناہوں کے سبب نمکین اور کھارا نہیں بنایا۔'' (الدعاء نمبر ۸۹۹)

جو پانی سے تنکا وغیرہ دور کردے تو کیا دعا دے

❶ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی مانگا، میں پیالہ میں پانی لے کر حاضر ہوا، اس میں بال معلوم ہوا میں نے اسے نکال دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ دعا دی ''اَللّٰھُمَّ جَمِّلْهُ'' (اے اللہ اسے اچھا رکھیو) راوی نے کہا کہ میں نے ان کو ۹۳ سال کی عمر میں دیکھا ان کے سر اور داڑھی کے بال سیاہ تھے۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا اثر تھا۔ (ابن سنی نمبر ۴۷۷)

کھانے کے مختلف آداب کا بیان

حضرت امام غزالی اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہم رحہم اللہ نے کھانے پینے کے مختلف آداب احادیث ورآثار کی روشنی میں بیان کئے ہیں منتخب کر کے ان کو پیش کیا جارہا ہے۔

کھانے کی شرعی ضرورت

تخلیق انسانی کا اصل مقصد حق تعالیٰ شانہ کی رضا کا حصول ہے اس کا طریقہ تحصیل علم وعمل ہے اور یہ موقوف ہے صحت بدن پر اور بدن کی صحت وسلامتی کا ذریعہ کھانا پینا ہے، اس لئے علماء نے فرمایا ہے کہ ''اَلْاَکْلُ مِنَ الدِّیْنِ'' کھانا دین ہے، مقصد طعام اللہ تعالیٰ کی عبادت وطاعت ہو نہ کہ لذت اور مزہ کا پورا کرنا۔

کھانے کے وہ آداب جو انفرادی حیثیت سے ہیں

۱ کھانے میں عبادت وطاعت کی نیت کرنا۔

۲ کھانے کا حلال اور پاک وصاف ہونا کہ خداوند قدوس نے حلال کھانے کا حکم دیا ہے۔

۳ شروع اور فراغت پر ہاتھ دھونا اور نظافت بھی اسی میں ہے نیز اس میں حکمت یہ ہے کہ کھانا عبادت ہے اور عبادت سے قبل طہارت ہے جیسے نماز میں۔

۴ دونوں ہاتھ گٹوں تک دھونا۔

۵ ہاتھ دھونے کے بعد نہ پوچھنا۔

۶ کھانے کے لئے مسنون حالت پر بیٹھنا یعنی دوزانو یا اکڑو یا بائیں پیر پر بیٹھنا اور دائیں کو کھڑا رکھنا۔

۷ جس ہیئت پر بیٹھنا ہو اسی ہیئت پر آخر تک بیٹھے رہنا۔

۸ بار بار نشست نہ بدلنا۔

۹ ٹیک اور تکیہ نہ لگانا۔

۱۰ چہار زانو نہ بیٹھنا۔

۱۱ کھانے کی جانب ذرا جھک کر تواضع کے ساتھ بیٹھنا۔

۱۲ دسترخوان پر کھانا۔

۱۳ زمین پر کھانا۔
۱۴ بالکل پیٹ بھر نہ کھانا۔
۱۵ جو کھانا وقت پر میسر آجائے اس کو رغبت سے کھانا۔
۱۶ صرف روٹی ہو تو صبر وشکر کے ساتھ کھالینا دال یا سالن کا انتظار نہ کرنا۔
۱۷ عمدہ لذیذ غذاؤں کے اہتمام میں نہ پڑنا۔
۱۸ نماز سے قبل کھانے سے فارغ ہو جانا۔
۱۹ کھانے میں کسی کو شریک کر لینا کہ اس میں برکت ہوتی ہے۔
۲۰ کھانے کی ابتداء وانتہا نمکین اشیاء سے کرنا۔
۲۱ نوالہ چھوٹا لینا اور ٹھیک سے چبانا۔
۲۲ کھانے کی برائی نہ بیان کرے۔
۲۳ رغبت نہ ہو یا پسند نہ آئے تو عیب نہ بیان کرے بلکہ چھوڑ دے۔
۲۴ کھانا اپنے سامنے اور قریب سے کھانا۔
۲۵ روٹی اس طرح نہ کھائے کہ بیچ کی تو کھالے اور کنارہ چھوڑ دے۔
۲۶ گرم کھانا نہ کھائے۔
۲۷ گرم کھانے میں پھونک نہ مارے بلکہ ٹھہر جائے کہ کھانے کے لائق ہو جائے۔
۲۸ کھانے میں پھل یا میوہ ہو تو اسی سے شروع کرے۔
۲۹ میوہ یا مٹھائی طاق عدد میں لے۔
۳۰ کھانے میں عمدہ اور لطیف کھانا ہو تو اولاً اسے کھائے۔
۳۱ کھجور وغیرہ کھا کر گٹھلیوں کو اسی برتن میں نہ ڈالے جس میں کھا رہا ہے بلکہ کسی اور جگہ ڈال دے۔
۳۲ گھٹلیوں کو یا بیج کو منہ سے نہ پھینکے بلکہ منہ سے نکال کر ہتھیلی کی پشت پر رکھ کر پھینکے یہ طریقہ مسنون ہے۔
۳۳ کھاتے وقت بالکل خاموش وساکت نہ رہے بلکہ حسب ضرورت گفتگو کرے۔
۳۴ روٹی پر سالن کا پیالہ نہ رکھے۔
۳۵ روٹی سے انگلیوں کا سالن نہ صاف کرے۔
۳۶ کھانے کے درمیان پانی نہ پئے۔
۳۷ گلاس یا کٹورہ دائیں ہاتھ میں لے۔

۳۸ اگر انگلیاں کھانے سے آلودہ ہوں تو اسے چاٹ لے پھر اس ہاتھ سے گلاس وغیرہ پکڑے۔

۳۹ پانی ٹھہر ٹھہر کر پیے۔

۴۰ پانی تین سانس میں پیے۔

۴۱ پانی پینے کے درمیان ڈکار یا سانس نہ لے۔

۴۲ پانی پینے سے قبل پانی کو دیکھ لے کہ اس میں تنکا وغیرہ تو نہیں۔

۴۳ کھانے سے فارغ ہو جائے تو انگلیاں چاٹ لے۔

۴۴ انگلیوں کو اس ترتیب سے چاٹے اول بیچ کی انگلی پھر شہادت کی پھر انگوٹھا۔

۴۵ کھانے میں تین انگلیاں ہی لگائے البتہ ضرورت پڑ جائے تو زیادہ کی بھی اجازت ہے جیسے دال، چاول وغیرہ میں۔

۴۶ کھانے کے بعد خلال کرے۔

۴۷ کھانے کے اجزاء جو زبان چلانے اور ہلانے سے نکلیں وہ کھالے اور جو خلال سے باہر نکلیں ان کو پھینک دیا جائے۔

۴۸ خلال کرنے کے بعد کلی کریں۔

۴۹ کھانے کے ریزے جو دستر خوان پر گرے ہوں ان کو چن کر کھالیا جائے۔

۵۰ دستر خوان کی ہڈی وغیرہ راستے یا غلط جگہوں میں نہ ڈالیں بلکہ کنارے یا ایسی جگہ ڈالیں جہاں سے جانور وغیرہ کھالیں۔

۵۱ اولاً دستر خوان اٹھائے پھر خود اٹھے۔

۵۲ فراغت طعام پر ہاتھ دھوئیں۔

۵۳ ہاتھ کو منہ بازو اور پیر وغیرہ پر مل لیں یا کپڑے وغیرہ سے پوچھ لیں۔

۵۴ ابتداء وانتہا ہاتھ دھونے میں دوسرے کی مدد نہ لیں خود دھوئیں۔

۵۵ دن کو کھانے کے بعد قیلولہ کریں۔

۵۶ رات کے کھانے کے بعد چہل قدمی کر لیا کریں۔

۵۷ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد فوراً پانی نہ پئیں۔

۵۸ کھانے کے درمیان اگر پانی پیے تب بھی دائیں ہاتھ سے پیے۔

۵۹ پانی نہ کھڑے ہو کر پیے نہ لیٹ کر پیے۔

۶۰ فراغت طعام پر جو دعائیں منقول ہیں ان کو پڑھے۔

ایک دوسرے سے ملاقات کے لئے جانے کے وقت کھانے کے آداب

۱ کھانے کے اوقات میں کسی کے یہاں نہ جائے کہ خواہ مخواہ اسے مشقت اٹھانی پڑے۔

۲ اگر ضرورت کی وجہ سے ایسے وقت میں گیا اور اسے کھانے پر لحاظاً مدعو کیا گیا تو شریک طعام نہ ہوا گر بے تکلف رفیق ہو تو وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

۳ بے تکلف دوستوں اور مخلصوں سے کھانا طلب کر کے بھی کھایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت رسول پاک ﷺ اور حضرت صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت ابوایوب انصاری اور ابو الہیثم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے یہاں تشریف لے گئے اور کھانا طلب کیا اور کھایا۔

۴ اگر معلوم ہو کہ صاحب خانہ سے فرمائش شادمانی اور مسرت کا باعث ہوگی تو فرمائش کر سکتا ہے چنانچہ امام شافعی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بغداد میں زعفرانی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کے یہاں تشریف فرما تھے، زعفرانی روزانہ فہرست بنا کر باورچی کو دے دیتے اسی طرح کھانا تیار ہوتا۔ ایک دن امام شافعی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے ایک کھانے کا اضافہ فہرست میں کر دیا۔ اس سے انہیں اس قدر خوشی و مسرت ہوئی کہ کنیز کے ہاتھ میں تحریر دیکھی تو مارے خوشی کے اسے آزاد کر دیا۔

۵ بے تکلف دوستوں کے یہاں کھانا خود بھی نکال کر کھایا جا سکتا ہے اگر صاحب خانہ نہ ہو۔ چنانچہ واقعات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ بہت سے لوگ حضرت سفیان ثوری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کے مکان پر پہنچے، حضرت گھر پر نہیں تھے انہوں نے دروازہ کھولا دستر خوان بچھایا اور خود ہی کھانا نکال کر کھانا شروع کر دیا اتنے میں حضرت سفیان ثوری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی تشریف لے آئے ان سب کو اس حال میں دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ حضرت بریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے یہاں تشریف لے گئے اور ان کی غیر موجودگی میں ان کے یہاں کھانا تناول فرمایا۔

دعوت کرنے کے آداب

۱ مسنون یہ ہے کہ نیک و صالح اور پرہیز گار لوگوں کے علاوہ کسی کو نہ بلائے، کیونکہ نیک لوگ جو کھائیں گے تو اس سے عبادت کریں گے۔ کھانے کی قوت و طاقت عبادت و طاعت میں صرف ہوگی۔ ثواب میں یہ بھی شریک ہوگا کہ سبب طاعت یہ کھانا ہوا اسی وجہ سے حدیث پاک میں ہے تیرا کھانا متقی کے علاوہ کوئی نہ کھائے۔

۲ فاسق و فاجر دنیا داروں کی دعوت نہ کرے کیونکہ وہ کھا کر فسق و فجور میں مبتلا ہوں گے۔

۳ اگر کسی بھوکے کو کھلانا ہو اور اس کا پیٹ بھرنا ہو تو اس میں فاسق و فاجر کو نہیں دیکھا جائے گا کہ حاجت روائی مستقل ایک ضرورت ہے۔

۴ دعوت میں امراء و اغنیاء ہی کو صرف نہ بلائے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے سب سے بدترین وہ دعوت ہے جس میں مالداروں کو بلایا جائے اور غریبوں کو محروم رکھا جائے۔ چنانچہ آج کل متمول گھرانوں میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ عموماً ان کے خاندان اور متعلقین میں جو خوش حال لوگ ہوتے ہیں وہی مدعو ہوتے ہیں اور جو غریب طبقے کے کچھ لوگ ہوتے ہیں وہ تو کام کی وجہ سے بلائے جاتے ہیں۔ ایسی دعوت کرنا مکروہ اور خلاف سنت ہے۔

۵ اعزاء و اقارب کی دعوت میں رعایت رکھے کہ ان کے ساتھ حسن برتاؤ و صلہ رحمی کا حکم ہے۔

۶ جسے دعوت میں آنے میں دشواری ہو (خواہ بیمار ہونے کی وجہ سے یا ناموافق مزاج کی وجہ سے) اسے آنے کی تکلیف نہ دے بلکہ اس کی رعایت کرے۔

۷ دعوت کا مقصد فخر و مباہات، نام و نمود و ریاکاری اور ناموری نہ ہو کیونکہ اس کی وجہ سے ثواب سے محروم رہے گا بلکہ اس ارادہ سے دعوت گناہ ہے، ثواب کے بجائے الٹا مواخذہ ہوگا۔

دعوت قبول کرنے کے آداب

۱ آداب قبولیت میں سے یہ ہے کہ امیر و غریب سب کی دعوت قبول کرلے۔ امتیاز اور فرق اس بنیاد پر نہ کرے کیونکہ حضرت رسول اکرم ﷺ معمولی لوگوں کی بھی دعوت قبول فرمالیتے تھے چنانچہ ایک درزی کی دعوت آپ ﷺ نے قبول فرمائی۔

۲ کسی کی دعوت کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھے۔

۳ جو دعوت رسماً و لحاظاً ہو اسے قبول نہ کرے۔

۴ اگر احسان جتلانے کی نیت سے ہو تو شریک نہ ہو۔

۵ داعی کے یہاں مشتبہ مال ہو تو عذر کردے۔

۶ داعی اگر اہل بدعت یا فاسق و فاجر ہو تو ایسی دعوت قبول نہ کرے۔

۷ دور ہونے کی وجہ سے انکار نہ کرے۔

۸ داعی کے یہاں خلاف شرع امور کا ارتکاب ہو رہا ہو تو ایسی مجلس طعام میں شریک نہ ہو کہ یہ درست نہیں ہے مثلاً گانا بجانا، ڈھول قوالی، تصویر اور ٹی وی وغیرہ ہو یا شرعی قباحت ظاہر ہو۔

۹ قبول دعوت میں محض کھانے اور پیٹ بھرنے کی نیت نہ کرے بلکہ سنت کی نیت کرے، خوشی دل مؤمن اور

اکرام مسلم اور ملاقات دوست واحباب یہ امور بھی پیش نظر ہوں تاکہ ثواب آخرت سے نوازا جائے۔
(تلخیص سوہ وکیمیائے سعادت)

دعوت میں حاضر ہونے کے آداب

۱ وقت مقررہ پر جائے تاخیر نہ کرے کہ انتظار میں زحمت ہوگی نہ اس سے پہلے جائے کہ یہ حرص کی دلیل ہے ہاں مگر یہ کہ داعی سے گہرے تعلق ہوں یا یہ کہ اس کے کام میں ہاتھ بٹائے تو پہلے جانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔
۲ بلا اذان واجازت کے گھر کے اندر نہ جائے کہ کہیں بے پردگی نہ ہو جائے۔
۳ اولاً سلام کرے (پہلے خیریت اور مزاج نہ پوچھے)
۴ جہاں مجلس میں جگہ ملے بیٹھ جائے۔
۵ صدر نشینی بالا نشینی کے چکر میں نہ رہے کیوں یہی (سادگی) سنت ہے۔
۶ اگر لوگ صدر مقام پر بٹھانا چاہیں تو اولاً انکار کرے پھر بھی اصرار ہو تو بیٹھ جائے۔
۷ اگر صاحب خانہ کہیں بٹھائے تو اسی جگہ بیٹھے اس کی مخالفت نہ کرے شاید اس کے ذہن میں کوئی ترتیب ہو۔
۸ اس مقام پر نہ بیٹھے جہاں سے بے پردگی کا احتمال ہو۔
۹ وقار کے ساتھ بیٹھے اِدھر اُدھر نہ تاکے۔
۱۰ اگر بولنا ہو تو ہوش اور موقع محل کی رعایت کرتا ہوا بولے ورنہ خاموش رہے۔
۱۱ مجلس میں اگر کوئی بڑا بزرگ ہو تو اس کی رعایت اور اس کا ادب کرے۔
۱۲ کلام وغیرہ میں حاضرین مجلس کی رعایت کرے مثلاً اہل بدعت ہوں تو ایسی بات نہ کرے جس سے اس کا استہزا ہو۔
۱۳ جو شخص کہیں دعوت میں جائے اور وہاں کوئی ناجائز چیز مثل گانا بجانا وغیرہ دیکھے تو اگر اس کو پہلے سے اس کا علم نہ تھا اور لہو ولعب کہیں دوسری جگہ ہو عین کھانے کی جگہ پر نہ ہو تو شریک طعام ہو سکتا ہے اگر اسی مقام پر ہو تو شرکت دعوت مناسب نہیں، وہاں سے چلا آوے، یہ حکم عام لوگوں کے لئے ہے۔ اگر مقتدا اور پیشوا ہے (اہل علم میں سے ہے) اور منع کرنے پر قدرت نہیں رکھتا تو دسترخوان پر سے اٹھ کر چلا آئے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا گانے اور باجے کی آواز قلب میں اس طرح نفاق اگاتی ہے جیسے پانی گھاس کو اگاتا ہے اور بزار میں ہے کہ باجوں کی آواز کا سننا حرام ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا مزامیر (باجوں) کا سننا حرام ہے بیٹھنا وہاں فسق ہے لذت حاصل کرنا کفر ہے۔

مجلس یا جماعت کے ساتھ کھانے کے آداب

۱ اگر مجمع میں اہل فضل اور بڑے عمر کے لوگ ہوں تو کھانے کی ابتداء ان سے ہو۔

۲ مجلس طعام میں بالکل خاموش نہ ہوں یہ عجمیوں کا طریقہ ہے بلکہ امور خیر کا ذکر ہوتا رہے لیکن لغو اور لایعنی باتوں سے احتیاط کرے۔

۳ کوئی ایسا طریقہ اختیار نہ کرے جس سے رفقاء کو اذیت و تکلیف ہو کیوں کہ یہ حرام ہے اپنے رفقاء کو ترجیح دے خود بڑھ چڑھ کر نہ کھائے۔

۴ اگر کوئی ساتھی کم کھائے تو اسے کھانے کی ترغیب دے اور اسے دو تین مرتبہ کہے اصرار نہ کرے۔

۵ کسی طشت میں ہاتھ دھلایا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

۶ رفقاء کے کھانے کی طرف نہ تاکے اور نہ غور سے دیکھے۔

۷ اپنے رفقاء کی رعایت کرے ان سے پہلے ہاتھ نہ روکے بلکہ آہستہ آہستہ شرکت کرتا رہے۔

۸ رفقاء کے ساتھ اخیر تک شریک طعام نہ رہ سکے تو پہلے ہی معذرت کر دے۔

۹ منہ سے کوئی چیز نکالنی ہو تو کھانے کی طرف سے منہ پھیر کر بائیں ہاتھ سے نکال لے۔

۱۰ دانت سے کتری ہوئی روٹی شوربہ میں جس میں اور لوگ شریک ہوں نہ ڈالے۔

۱۱ اپنے ہاتھ کو رکابی میں نہ جھاڑے۔

۱۲ نوالہ منہ میں رکھتے وقت سر کو اونچا نہ کرے۔

۱۳ اگر دستر خوان پر پھل یا میوہ ہو تو اسے پہلے کھائے اور کھانے کی ترتیب بھی یہی ہے کہ اولاً لطیف اور عمدہ کھانا کھائے۔ (اسوہ، احیاء العلوم وغیرہ)

میزبانی کے آداب کا بیان

❶ مہمان کے لئے تکلف (باعث گرانی والا کام) نہ کرے بے تکلفی کے ساتھ جو موجود ہو یعنی ما حضر پیش کر دے ایسا نہ ہو کہ بال بچے تو بھوکے رہیں اور یہ دوست واحباب کو کھلا دے۔ یہ تکلف ممنوع ہے۔ روایت ہے کہ کسی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دعوت کی آپ نے فرمایا منظور تو ہے مگر تین شرطوں کے ساتھ اول، تم بازار نہ جانا (یعنی بازار سے نہ خریدنا) دوم، جو کچھ گھر میں موجود ہو بس وہی لے آنا۔ سوم، بال بچوں کا حصہ چھوڑ کر لانا۔ چنانچہ بعضوں نے تو خشک روٹی اور پانی کے لانے میں بھی تکلف نہیں کیا۔

❷ مہمان سے مرغوب و پسندیدہ شے معلوم کر لے اگر بآسانی مہیا ہو سکے تو فراہم کر دے کہ اس میں زیادہ اکرام ہے اور باعث اجر ہے۔

❸ کھانے کے لئے جب ہاتھ دھلائے تو میزبان پہلے اپنا ہاتھ دھوئے پھر مہمان کو دھلائے اور فارغ ہونے پر اولاً مہمان کا ہاتھ دھلائے پھر میزبان اپنا ہاتھ دھوئے امام شافعی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ جب امام مالک رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کے یہاں تشریف لے گئے تو امام مالک نے ایسا ہی کیا تھا۔

❹ کھانا پیش کرنے میں جلدی کرے کیونکہ مہمان کی تعظیم اور خاطر میں شمار ہے اور اس میں اکرام بھی ہے اور اکرام ضیف کا حکم بھی ہے۔ شاید کہ بھوکا ہو اور اسے کھانے کی ضرورت ہو، حاتم اصم رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ فرماتے ہیں جلد بازی شیطان کا کام ہے مگر پانچ چیزوں میں جلدی کرنا سنت ہے۔ ① مہمان کا کھانا لانے میں ② میت کی تجہیز و تکفین میں ③ کنواری کا نکاح کرنے میں ④ فرض ادا کرنے میں ⑤ گناہوں سے توبہ کرنے میں۔

❺ کھانا دسترخوان پر بقدر ضرورت لائے کہ ضرورت سے کم لانا بخل اور مروت کے خلاف ہے۔

❻ دسترخوان پر کھانا ضرورت سے زائد نہ لائے، تخمینہ اور اندازہ لگا لے، کہ یہ فخر اور اسراف ہے بسا اوقات بچا ہوا کھانا ناقابل استعمال ہو جاتا ہے۔ بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ فخراً و مباحۃً زائد کھانا سجا دیتے ہیں پھر باقی ماندہ استعمال نہیں کرتے ضائع کر دیتے ہیں۔ اگر یہ ہو کہ مہمان کا بچا ہوا استعمال ہو جائے گا تو پھر گنجائش ہے۔

❼ گھر کے افراد کا حصہ پہلے ہی نکال کر الگ رکھ لیا جائے تا کہ ان کا دل مہمان کے کھانے میں نہ لگا رہے اور

کمی پر آزردہ خاطر نہ ہوں ہاں اگر یہ بات نہ ہو یا اتفاقاً ایسے وقت پر آ گئے کہ انتظام نہ ہو سکا، ایسی صورت میں ان کو ترجیح دے دیں تو یہ ایثار باعث اجر اور برکت ہے۔

۸ کھانے کے جو انواع تیار ہوں ان کو مہمان کے سامنے رکھ دیا جائے تاکہ ہر قسم کا کھانا حسب خواہش کھائے ایسا نہ ہو کہ پیٹ بھر گیا پھر لذیذ چیزیں لائی گئیں تو یہ مناسب نہ ہوگا۔

۹ مہمان سے نہ پوچھا جائے کہ کھانا لاؤں، کھانا کھایئے گا بلکہ وقت اور دوسرے لطیف ذرائع سے وہ خود اندازہ لگا لے پھر جو موجود و میسر ہو اس کے سامنے پیش کر دے خواہش اور ضرورت ہوگی تو کھا لے گا ورنہ پوچھنے سے بعض شریف آدمی لحاظاً انکار کر دیتے ہیں۔

۱۰ جو کھانا دسترخوان پر نہ ہو اس کی تعریف نہ کرے۔

۱۱ اگر شرکاء دسترخوان کی تعداد کثیر ہو ان سے بیشتر لوگ آ جائیں تو کھانا شروع ہو جائے ایک دو شخص کے انتظار میں لوگوں کو مقید نہ رکھا جائے۔

۱۲ دسترخوان کے اٹھانے میں جلدی نہ کرے شاید کہ کسی کی عادت آہستہ کھانے کی ہو یا کسی کی خواہش باقی ہو۔

۱۳ میزبان سب سے آخر میں اٹھے۔

۱۴ میزبان کو چاہئے کہ بیٹھنے اور کھانے کی جگہ کا بہتر انتظام کرے کہ اکرام ضیف میں داخل ہے۔

۱۵ کھانے پینے اور دیگر امور میں مہمانان کرام کے مزاج کی رعایت کرے کہ یہ اکرام کا اولین مقصد ہے۔

۱۶ اکرام و احترام میں سنت و شریعت سے تجاوز نہ کرے۔ مثلاً ٹیبل، کرسی کے بجائے فرش پر اور عمدہ دسترخوان پر آرام و راحت کے ساتھ کھلائے۔ گانے بجانے کا اہتمام ہرگز نہ رکھے۔

۱۷ اگر مہمان رات میں قیام کرنے کا ارادہ کر رہا ہو تو مہمان کو انتظام راحت کے علاوہ سمت قبلہ، بیت الخلاء اور طہارت وغیرہ کا مقام بتا دے۔ چنانچہ جب حضرت امام شافعی امام مالک رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰی کے یہاں مہمان ہوئے تھے تو امام مالک رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی نے لوٹے میں پانی بھر کے رکھ دیا تھا کہ بوقت تہجد ضرورت ہو، سمت سے قبلہ بتا دیا تھا اور بیت الخلاء معلوم کرا دیا تھا۔ (سفر نامہ امام شافعی، اسوۃ الصالحین، احیاء العلوم وغیرہ)

۱۸ مہمانان کرام جب گھر سے جانے لگیں تو کچھ دور تک یا گھر کے دروازے تک ان کے ساتھ جائے۔

۱۹ مہمان کے ساتھ میزبان کو چاہئے کہ کھانے میں شریک ہو ایسا نہ کرے ان کو کھانا دے کر کہہ دیا جائے آپ کھا لیجئے ہم نہیں کھائیں گے یا بعد میں کھائیں گے، یہ تعظیم و اکرام و مروت کے خلاف ہے۔

۲۰ میزبان کو چاہئے کہ وہ مہمان کو کھانے پر اصرار کرے کہ وہ حیاءً و لحاظاً بھوکا نہ رہ جائے۔

۲۱ میزبان کو چاہئے کہ وہ خود مہمان کی خدمت کرے نوکروں اور خادموں سے اس کی خدمت نہ کرائے البتہ

ان کی اعانت ہو تو پھر حرج نہیں یا یہ کہ عذر ہو یا پھر اس کی نگرانی کرتا رہے۔ ہمہ تن حوالہ نہ کرے کہ بسا اوقات بے توجہی اور بے پرواہی سے حق ضیافت میں کوتاہی ہوتی ہے۔

۲۲ گفتگو و بات چیت کے ذریعہ سے انس اختیار کیا جائے تا کہ اسے اجنبیت اور توحش محسوس نہ ہو۔

۲۳ مہمان کی آمد کا استقبال ہو (اگر پہلے سے اطلاع ہو جائے) جانے پر مشایعت ہو۔

۲۴ مہمان کی آمد پر خوشی و مسرت کا اظہار کیا جائے تا کہ وہ اپنی آمد پر افسوس نہ کرے اور نالاں نہ ہو۔

۲۵ مہمان از خود دستر خوان پر سے کوئی چیز دوسرے کو نہ دے مثلاً سائل وغیرہ کو کیونکہ اسے مالکانہ تصرف کا اختیار نہیں۔

۲۶ مہمان کو چاہئے کہ کھانے کی کمی یا کسی چیز کی نامناسب زیادتی وغیرہ کا میزبان سے ذکر نہ کرے تا کہ وہ شکایت سمجھ کر کبیدہ خاطر نہ ہو۔

آداب رخصت

۱ مہمانوں کو چاہئے کہ وہ میزبان اور اہل خانہ ہی کی اجازت سے مجلس طعام سے باہر آئیں۔

۲ اہل خانہ میزبان کے لئے سنت ہے کہ وہ مہمان حضرات کو باہر دروازے تک چھوڑ آئیں۔

۳ میزبان کو چاہئے کہ مہمانوں کے ساتھ گفتگو و معاملہ و برتاؤ میں تعظیم و تکریم سے پیش آئے، خندہ پیشانی سے ان کو رخصت کرے اور اسی طرح مہمان حضرات بھی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے خندہ رو رخصت ہوں۔

۴ اگر میزبان سے کوئی کوتاہی وغیرہ ہو جائے تو مہمان اسے درگزر کر دے اس پر تبصرہ و تذکرہ نہ کرے۔

۵ میزبان کے یہاں سے کھانا بلا اذن و اجازت کے اپنے ساتھ نہ لائیں کہ ناجائز اور باعث ذلت ہے، اگر وہ خود دے دیں یا بطیبِ خاطر اجازت و حکم دیں تو پھر درست ہے۔

۶ داعی کے لئے دعاء خیر و برکت کرتے جائیں۔

۷ یہ دعا جاتے وقت پڑھنا مسنون ہے۔

"اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَھُمْ فِیْمَا رَزَقْتَھُمْ وَاغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ"

چند فقہی مسائل

(چونکہ فقہاء کرام کے اقوال اسوۂ رسول اکرم ﷺ سے ہی ماخوذ ہوتے ہیں اس لئے ضمناً چند مسائل بیان کئے جا رہے ہیں)۔

مسئلہ: کھانے کے لئے جب ہاتھ دھوئے تو ہاتھ دھونے کے بعد پوچھنا نہیں چاہئے۔ (بحر جلد ۸ صفحہ ۱۸۴)

مسئلہ: فراغت طعام پر ہاتھ دھونے کے بعد کپڑے سے پوچھنا درست ہے۔ (بحر جلد ۸ صفحہ ۱۸۳)
مسئلہ: جنابت کی حالت میں بلا وضو (ہاتھ منہ دھوئے) کھانا مکروہ ہے۔ (شامی صفحہ ۲۱۶)
مسئلہ: حائضہ کے لئے بلا وضو کھانا بلا کراہت درست ہے۔ (بحر جلد ۸ صفحہ ۱۸۳)
مسئلہ: ہاتھ گٹے تک دھونا سنت ہے۔ (نفع المفتی صفحہ ۱۰۸)
مسئلہ: ہاتھ کے ساتھ کلی کرنا یا منہ دھونا سنت نہیں ہے۔ (صفحہ ۱۰۸)
مسئلہ: ہاتھ خود سے دھونا بہتر ہے، دوسرے سے مدد لینا بہتر نہیں۔ (نفع صفحہ ۱۰۸)
مسئلہ: روٹی کو بیچ سے کھانا اور کنارہ چھوڑ دینا مکروہ ہے۔ (نصاب الاحتساب صفحہ ۱۴۸)
مسئلہ: دستر خوان پر روٹی آ جائے تو شروع کر دے، سالن کے انتظار میں رکا ہوا نہ رہے۔ (شامی جلد ۵ صفحہ ۲۱۶)
مسئلہ: سالن کے پیالہ کو روٹی پر رکھنا بے ادبی ہے۔ (نفع صفحہ ۱۰۹)
مسئلہ: کھانے کی ابتدا و انتہا نمکین اشیاء سے ہو۔ (شامی جلد ۵ صفحہ ۲۱۶)
مسئلہ: کھانے کے لئے دونوں ہاتھ دھونا سنت ہے ایک ہاتھ دھونے سے سنت ادا نہ ہوگی۔
(شامی جلد ۵ صفحہ ۲۱۶، نفع المفتی صفحہ ۱۰۸)

مسئلہ: گرم کھانا مکروہ ہے۔ (بحر جلد ۸ صفحہ ۱۸۴)
مسئلہ: کھلے سر کھانا مکروہ نہیں ہے۔ (بحر جلد ۸ صفحہ ۱۸۴، نفع ۱۰۹)
مسئلہ: راستہ میں کھانا مکروہ ہے۔ (بحر جلد ۸ صفحہ ۱۸۴)
مسئلہ: کھانے کے بعد ہاتھ کی تری کو پیر ہاتھ پر مل لینا بہتر ہے۔ (نفع صفحہ ۱۱۰)
مسئلہ: دستر خوان کا بچا ہوا کھانا اسلاف کی عادت ہے۔ (بحر جلد ۸ صفحہ ۱۸۴)
مسئلہ: انگلی یا چھری کو روٹی سے پوچھنا مکروہ ہے۔ (بحر جلد ۸ صفحہ ۱۸۴)
مسئلہ: مٹی کے برتن میں کھانا اولیٰ ہے۔ (شامی جلد ۵ صفحہ ۲۱۸)
مسئلہ: اسٹیل، شیشے چینی، المونیم وغیرہ کے برتنوں میں کھانا درست ہے۔ (شامی جلد ۵ صفحہ ۲۱۸)
مسئلہ: ہنود اور مشرکین کے برتنوں میں کھانا مکروہ ہے۔
مسئلہ: پیتل اور تانبے کے برتن میں بلا قلعی کئے کھانا مکروہ ہے۔ (شامی جلد ۵ صفحہ ۲۱۸)
مسئلہ: اچھا اور عمدہ کھانا اس لئے کھانا کہ موٹا ہو مکروہ ہے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۷۱)
مسئلہ: کھانے پینے میں اتنی کمی کرنا کہ ضعف و نقاہت کا احساس ہونے لگے درست نہیں ہے۔
(شامی جلد ۵ صفحہ ۲۱۶)

لباس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا بیان

کُرتا

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام لباس میں سب سے زیادہ پسندیدہ کُرتا تھا۔ (شمائل ترمذی صفحہ۵)

فَائِدَہ: آپ کو لباس میں کُرتا زیادہ مرغوب تھا، محدث زین الدین عراقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ کُرتا پہننا مندوب و بہتر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ پسندیدہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ستر پوشی زیادہ ہے۔ سلائی کی وجہ سے بدن کو گھیرے ہوئے رہتا ہے۔ بے ستری کا احتمال نہیں رہتا، بخلاف چادر وغیرہ کہ اس میں باندھنے اور دیگر احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی بیان کیا ہے کہ کُرتا زیادہ ساتر ہوتا ہے، اور بدن پر ہلکا ہوتا ہے اس کے پہننے میں زیادہ تواضع ہوتی ہے۔ (جمع الوسائل جلد۱ صفحہ۱۰۷)
اور ساتھ میں تجمل اور زینت بھی ہو جاتی ہے۔

سوتی کُرتا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور آپ کے پاس سوتی کرتا تھا۔ (ابو یعلی، سیرت جلد۷ صفحہ۱۴۸)

عطا بن رباح رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ بیعت رضوان کے موقع پر آپ تھے؟ انہوں نے کہا ہاں! عطا نے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کون سا لباس تھا؟ انہوں نے جواب دیا ”سوتی۔“ (ابو نعیم سیرت جلد۷ صفحہ۴۶۴)

محدث دمیاطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتا سوتی تھا۔ علامہ مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتا سوتی یا کتان کا ہوتا تھا، صوف یعنی اون کا نہیں۔ کیونکہ

صوف کھردرا ہونے کی وجہ سے تکلیف دہ ہوتا ہے۔ سوتی کپڑے کا استعمال آپ نے بکثرت فرمایا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مرض و فات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سہارے تشریف لائے تو سوتی کپڑا زیب تن تھا۔ محمد بن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتان اور سوتی کپڑا پہنا تھا۔ (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ کے پاس قبطی قمیض تھی جو لمبی نہ تھی اور تنگ آستین والی تھی (قبطی سفید باریک کتان جو مصر میں بنایا جاتا ہے)۔ (سیرت جلد ۷ صفحہ ۴۶۴)

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے زاد المعاد میں بیان کیا ہے کہ بیشتر آپ نے سوت کے بنے ہوئے کپڑوں کو استعمال کیا ہے اور کبھی کتان وصوف بھی زیب تن فرمایا ہے۔ (جلد ا صفحہ ۵۲)

کُرتے کی مسنون لمبائی

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتا نہ زیادہ لمبا تھا نہ ہی اس کی آستین زیادہ لمبی ہوتی تھی۔ (شمائل ترمذی، ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جو کرتا پہنتے تھے وہ کم لمبا اور چھوٹے آستین والا ہوتا تھا۔ (ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۴)

بیہقی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ کی قمیص سوتی تھی جو کم لمبی تھی اور اس کی آستین چھوٹی تھی۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کرتا زیب تن فرمایا تھا وہ ٹخنوں سے اوپر تھا، علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کُرتے کی لمبائی اسی چادر کی نصف ساق تک ہوتی تھی۔ (شرح مواہب جلد ۵ صفحہ ۵)

آستین کی مقدار مسنون

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتے کی آستین گٹوں تک ہوتی تھی، حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آستین گٹوں تک ہوتی تھی۔

(ابوداؤد، ترمذی، سیرت جلد ۷ صفحہ ۴۶۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی یہ منقول ہے کہ آستین کی لمبائی گٹے تک ہوتی تھی، اسی طرح حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور یزید عقیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہے۔ (مسند بزار صفحہ ۱۲۴)

البتہ حاکم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آستین انگلیوں تک تھی۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے علامہ جزری رحمۃ اللہ تعالیٰ کا قول نقل کیا ہے کہ کرتے کی آستین میں سنت یہ ہے کہ گٹے تک رہے اور اس

کے علاوہ مثلاً جبہ چوغہ وغیرہ میں اس سے زائد مگر انگلیوں سے نہ بڑھانا سنت ہے۔ البتہ بعض مواقع پر آپ ﷺ کی آستین ہاتھ کی انگلیوں تک بھی آ جاتی تھی۔ چنانچہ شرح السنۃ میں ہے کہ آپ ﷺ کی آستین گٹے سے نیچے بھی تھی۔ ممکن ہے کوئی کرتا ایسا ہو یا سردی کی وجہ سے ہو۔ ابن قیم رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے زادالمعاد میں بھی لکھا ہے کہ آستین گٹے تک پہنتے تھے۔ ہاں سفر میں آپ نے تنگ آستین والا جبہ و کرتا پہنا ہے۔ (جلد ا صفحہ ۵۱)

البتہ انگلیوں سے آگے آستین کا ہونا درست نہیں۔ بیہقی میں حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے منقول ہے کہ آستین انگلیوں سے زائد ہونے پر کاٹ دیتے تھے۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۰۹)

کُرتے کا گریبان

حضرت معاویہ بن مرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا کہ میں قبیلہ مزینہ کے ساتھ آیا اور ہم نے بیعت کی اور آپ کی قمیص کا تکمہ کھلا ہوا تھا۔ بغوی کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے بیعت کی اور اپنے ہاتھ کو آپ ﷺ کی قمیص کے گریبان میں ڈالا اور مہر نبوت کو بوسہ دیا۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۵)

علامہ سیوطی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے اس کی تشریح میں لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا گریبان سینہ پر تھا۔ چنانچہ امام بخاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے صحیح بخاری میں "قمیص کا گریبان سینہ پر" باب قائم کیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ گریبان سینہ کی طرف سنت ہے۔

حضور پاک ﷺ کی قمیص مبارک کا گریبان سینہ کے مقام پر تھا اور یہی قمیص کی سنت ہے۔ علامہ عینی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ حضور پاک ﷺ کا گریبان سینہ پر تھا۔

(عمدۃ القاری جلد ۲۱ صفحہ ۳۰۲)

ابن بطال رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے کہا ہے کہ اسلاف کے کپڑوں کا گریبان سینہ پر تھا۔ (الحاوی للفتاویٰ صفحہ ۹۳)

علامہ عبدالحیٔ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے لکھا ہے کہ آپ کا گریبان بیچ میں ہوتا تھا، دائیں یا بائیں جانب نہیں۔

(السعایۃ صفحہ ۱۷۴)

کرتے کا تکمہ (بٹن)

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک کرتا بنوایا تھا جو تکمہ دار گھنڈی والا تھا۔ (جمع صفحہ ۱۱۱)

فَائِدَہ: یعنی کرتے کے گریبان میں گھنڈی (بٹن) لگوائی تھی۔

حضرت سلمہ بن اکوع رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ گھنڈی لگاؤ خواہ کانٹے سے ہی سہی۔ (احمد، کنز العمال جلد ۱۹ صفحہ ۲۱۹)

فائدہ: یعنی سینہ کو بٹن لگا کر مستور رکھو۔ آپ ﷺ کے کرتے کا گریبان دونوں حال میں ہوتا، کبھی لگا ہوا کبھی کھلا ہوا۔

زید بن اسلم رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے ذکر کیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا تکمہ کھلا ہوا دیکھا، میں نے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ میں نے نبی پاک ﷺ کو اسی طرح (کھلا بٹن) نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ (بزار)

معاویہ بن مرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے والد سے بیان کیا ہے کہ قبیلہ مزینہ کے لوگوں کے ساتھ میں نے بیعت کی تو آپ کے کرتے کے بٹن کو کھلا ہوا دیکھا۔ محدث بیہقی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے لکھا ہے کہ اس کے راوی عروہ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے کہا کہ میں نے معاویہ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی (جو اس حدیث کے ذکر کرنے والے ہیں) کو ہمیشہ گھنڈی نہ لگی قمیص میں پایا، خواہ گرمی ہو یا جاڑا۔ (اداب بیہقی صفحہ ۳۵۲)

یہ محبت اور کمال اتباع کی بات تھی کہ جیسا آپ ﷺ کو دیکھا اسی حال میں اپنے آپ کو رکھنا پسند کیا اور جاڑے کی تکلیف کی ازراہ محبت پرواہ نہ کی۔

کرتا پہننے کا مسنون طریقہ

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ کرتا زیب تن فرماتے تو دائیں طرف کو پہلے پہنتے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۷۴، ترمذی، نسائی)

فائدہ: یعنی کرتا پہنتے تو پہلے دائیں آستین میں ہاتھ ڈال کر نکالتے، تب بائیں آستین میں ہاتھ ڈالتے۔ (مرقاۃ جلد ۴ صفحہ ۴۲۲)

ہر لباس کے زیب تن کرنے کا مسنون طریقہ یہی ہے کہ دائیں جانب سے ابتدا کرے۔

جُبّہ

حضرت عبادہ بن صامت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ تشریف لائے اور آپ پر صوف کا یعنی اونی جبہ تھا جس کی آستین چھوٹی تھی۔ آپ نے اسی میں ہمیں نماز پڑھائی۔ (ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۲)

حضرت دحیہ کلبی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نبی پاک ﷺ کو ملک شام کا ایک جبہ ہدیۃً پیش کیا تھا۔ (سیرت جلد ۷ صفحہ ۴۶۷)

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ میں نے آپ پر رومی جبہ دیکھا۔ (سند ابویعلی)

حضرت سہل بن سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کا ایک اونی جبہ تھا، چنانچہ صوف کا جبہ جسے عرب کے بدو پہنا کرتے تھے آپ زیب تن فرماتے تھے، آپ ﷺ کو یہ بڑا اچھا معلوم ہوا، ہاتھ پھیر کر

فرمانے لگے دیکھو کتنا اچھا ہے۔ایک بدو بھی مجلس میں تھا اس نے کہا اے اللہ کے رسول یہ مجھے دے دیجئے۔ چنانچہ آپ نے اتار کر اسے دے دیا۔ (سیرت جلد ۷ صفحہ ۴۶۹)

تنگ آستین والا جبہ

حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تنگ آستین والا جبہ پہنے ہوئے تھے اس میں نماز پڑھائی۔ (ترغیب جلد ۳ صفحہ ۱۱۰)

سفری لباس

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (سفر کی حالت) میں تنگ آستین والا جبہ پہنے تھے۔ وضو کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبہ کے نیچے سے ہاتھ نکال کر دھویا اور سر اور موزہ پر مسح کیا۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۶۳)

آپ سفر میں چھوٹا تنگ آستین والا جبہ پہنتے تھے۔ (زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۵۱، فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۲۶۸)

مدارج النبوۃ میں ہے کہ سفر کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تنگ لباس پہنتے تھے۔ چنانچہ جہاد وغیرہ کے موقع پر جو جبہ آپ نے پہنا ہے وہ ایسا ہی رہتا تھا سہولت اور آسانی کی وجہ سے، ورنہ اہل عرب عموماً جبہ کی آستین لمبی رکھتے تھے۔

جوڑا

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ جوڑا پہنے ہوئے دیکھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں پنڈلیوں کی چمک گویا اب تک میرے سامنے ہے۔سفیان رحمہ اللہ تعالیٰ جو اس حدیث کے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں وہ سرخ جوڑا منقش تھا (یعنی خالص گہرا سرخ نہیں تھا)۔ (شمائل صفحہ ۶،۷)

حضرت قدامہ کلابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرفہ کی رات میں آپ کے جسم اطہر پر سرخ دھاری دار منقش حلہ دیکھا۔ (سیرت صفحہ ۴۶۷)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی سرخ جوڑے والے کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پٹھے (بال) مونڈھوں کے قریب آ رہے تھے۔یعنی سر کے بال کچھ بڑے ہو رہے تھے۔ (شمائل صفحہ ۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ مالک ذازان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (نہایت ہی قیمتی) حُلّہ ہدیہ کیا تھا جسے انہوں نے ۳۳ اونٹوں کے بدلے خریدا تھا جسے آپ نے قبول

کیا۔ قیمتی جوڑا آپ موقع بموقع مثلاً وفود وغیرہ کے آنے یا جمعہ یا عیدین وغیرہ کے موقع پر پہنتے تھے۔ استعمالی عام لباس آپ کا سادا ہوتا تھا۔

حلہ تہبند اور چادر کے مجموعہ کو کہا جاتا ہے نیز لال سے مراد دھاری دار لال ہے یا لال اور سیاہ رنگ۔

(زاد صفحہ ۵۱)

ریشمی جُبّہ

حضرت اسماء بنت ابی بکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے کہا کہ حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس ایک ایسا جبہ تھا جس میں دیباج یعنی ریشم کی بنائی تھی۔ دشمن کے مقابلہ (جہاد کے موقعہ) پر پہنتے تھے۔ (سیرت جلد ۷ صفحہ ۴۶۸، ابن ابی شیبہ)

فَائِدَہ: ریشمی لباس جہاد کے موقع پر پہننا درست ہے کہ اس میں تلوار کی دھار نہیں لگتی، ایسا ایک جبہ حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پاس آپ کی وفات کے بعد تھا جس کو دھو کر مریض کو پانی پلاتی تھیں۔

(مسلم، سیرت جلد ۷ صفحہ ۴۶۸)

مُستین

حضرت مغیرہ بن شعبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مستین پہن کر نماز پڑھاتے تھے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو پسند تھا کہ دباغت شدہ کھال کی مستین میں نماز پڑھائیں۔ (ابن عساکر، سیرت جلد ۷ صفحہ ۴۸۶)

فَائِدَہ: مستین چمڑے کا بشکل صدری ایک لباس ہوتا ہے آپ نے اس کا بھی استعمال کیا ہے۔ آپ نے ایسی مستین بھی استعمال فرمائی ہے جس میں ریشم اور سندس کی بنائی تھی۔ یعنی ریشم کو ڈیزائن اور پٹی میں استعمال کیا گیا تھا، پوری صدری ریشم کی نہیں تھی کہ یہ ممنوع ہے! (زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۱۵۱)

برنس

حضرت عاصم بن کلیب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس حاضر ہوا تو آپ کو میں نے برنس اور چادر میں نماز پڑھتے دیکھا اور دونوں ہاتھ اس کے اندر تھے۔ (طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۱۶)

برنس ایک قسم کی بڑی ٹوپی جو جبہ سے ملی ہوئی تھی اور جاڑے میں استعمال ہوتی تھی۔

(عمدۃ القاری جلد ۷ صفحہ ۴۳۳)

یمنی چادر

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مختلف موقعوں پر مختلف قسم کی منقش و غیر منقش چادریں استعمال کی ہیں۔ حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو یمن کی منقش چادریں کپڑوں میں زیادہ پسندیدہ تھیں۔

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۶۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو یمنی چادروں میں دفن کیا گیا یعنی یمنی چادر پسندیدہ ہونے کی وجہ سے۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۸۶۵)

عرب میں اس وقت یمن کی بنی چادریں بڑی مقبول تھیں، یہ سوتی ہوتی تھیں اور سبز یا لال ان پر دھاریاں بنی رہتی تھی۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۳۱۱)

آپ کو رنگین چادریں پسند تھیں کیونکہ ان میں میل نمایاں نہیں ہوتا تھا۔ علماء نے منقش یمنی دھاری دار چادر کو مستحب قرار دیا ہے۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۱۵)

اونی چادر

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صوف یعنی اون کی چادر تھی جو چھ یا سات درہم میں خریدی گئی تھی۔ یعنی بہت ارزاں تھی۔ اس وقت سب سے ادنیٰ وارزاں صوف ہوتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ کے پاس ایک اون کی چادر تھی جو سیاہ وسفید تھی، اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بنی گئی تھی، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وفات تک تھی۔ (ترغیب صفحہ ۱۰۸)

یعنی دو رنگوں والی تھی ممکن ہے کہ سیاہ سفید پٹی کی شکل میں ہو۔ اس عہد میں صوف (اون) ارزاں سے ارزاں کپڑوں میں شمار ہوتا تھا، بھیڑ اور مینڈھے کے بالوں سے بنے کپڑے بڑے موٹے کھردرے ہوتے تھے۔ اسی وجہ سے اس کا کرتا عام نہیں تھا کہ بدن اس کے کھردرے پن کا متحمل نہیں ہوتا، چادر اور جبہ رائج تھا۔ مطلب یہ ہے کہ آپ نے معمولی سے معمولی کپڑوں اور چادروں کا استعمال کیا ہے جو تواضع اور سادگی کی علامت ہے اور باعث فضیلت بھی ہے کیونکہ لباس میں تواضع محمود ہے۔

صوف کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام صوف (موٹے اون) کو پسند کرتے تھے۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ ۱۰۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جس دن اللہ پاک سے کلام فرمایا اس دن آپ صوف میں ملبوس تھے۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ ۱۰۹)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ صوف کا لباس پہنو! اپنے دلوں میں ایمان کی حلاوت محسوس کرو گے۔ (حاکم، کنز جلد ۱۹ صفحہ ۲۱۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کھردرا اور موٹا صوف کا لباس پہنا۔
(ترغب جلد۳ صفحہ ۱۰۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صوف کا لباس کبر سے بچاتا ہے چونکہ اس سے غربت و مسکنت نمایاں ہوتی ہے۔ (ترغیب جلد ۳ صفحہ ۱۱۰)

بالوں والی چادر

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صبح کو مکان سے باہر تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن پر سیاہ بالوں والی چادر تھی۔ (شمائل صفحہ ۶)

ممکن ہے کہ بنائی میں سیاہ بال بھیڑ یا دنبہ وغیرہ کے بن دیئے گئے ہوں جس کی وجہ سے سیاہ بال والی کہا گیا ورنہ تو صوف یا خز کی عموماً موٹی چادر ہوتی تھی۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۲۲)

دھاری دار چادر

حضرت ابو رمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا دو سبز دھاری دار چادروں میں ملبوس تھے۔ (مسلم، ترمذی، ابوداؤد، شرح مواہب جلد ۵ صفحہ ۱۵)

حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے اور سبز دھاری دار چادر میں تھے جسے دائیں جانب سے نکال کر کندھے پر ڈال رکھا تھا۔

(ابوداؤد، زرقانی جلد ۵ صفحہ ۱۵۱)

حضرت عامر بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام منی میں خچر پر سوار خطبہ دیتے ہوئے دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر لال دھاری چادر تھی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی بات کو پہنچا رہے تھے۔ (سیرت الشامیہ جلد ۷ صفحہ ۴۹۱)

ام الحصین احمسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کے موقع پر دھاری دار چادر میں دیکھا جسے آپ نے بغل سے نکال کر لپیٹ رکھا تھا۔ (مسند، سیرت الشامی جلد ۷ صفحہ ۴۲۶)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ لال دھاری دار چادر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی جسے آپ عیدین و جمعہ میں زیب تن فرماتے تھے۔ (بیہقی، سیرت جلد ۷ صفحہ ۴۹۱)

فائدہ: یہ رنگین چادر صرف دھاریوں کے اعتبار سے ہوتی تھیں پوری چادر نہیں، ہرے لال رنگ کی دھاریاں ہوتی تھیں جو عرب میں بہت رائج تھیں۔

جھالر نما چادر

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لال دھاری دار چادر لپیٹے تشریف فرما دیکھا، جس کے کنارہ کی جھالر قدم مبارک پر تھی۔

حضرت سلیم بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، دھاری دار چادر سے حبوہ بنا کر بیٹھے ہوئے تھے اور اس کے کنارہ کی جھالر دونوں قدم مبارک پر تھی۔

(سیرت جلد ۷ صفحہ ۴۷۹، ابوداؤد)

حدیث پاک میں ازار مھدب کا ذکر ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ بسا اوقات چادر کے کنارے کے دھاگوں کو چھوڑ دیا جاتا ہے جن کو بنا نہیں جاتا کبھی ان میں گرہیں بھی لگا دی جاتی ہیں۔ ایسی جھالر نما چادر کو آپ نے استعمال کیا ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۲۲ صفحہ ۳۰، فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۲۶۵)

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری میں باب قائم کرنے کے بعد زہری، ابوبکر بن محمد، حمزہ بن ابی السید، معاویہ بن عبداللہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے متعلق نقل کیا ہے کہ جھالر نما چادر استعمال کرتے تھے۔ (جلد ۲ صفحہ ۸۶۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سیاہ دھاری دار چادر بنوائی آپ نے اسے پہنا، جب پسینہ آیا تو اس میں اون کی بو محسوس ہوئی تو آپ نے چھوڑ دیا۔ (مشکوۃ صفحہ ۳۷۶)

فائدہ: چونکہ اس کی بو اچھی نہیں ہوتی، نظافت و لطائف طبع کے خلاف تھی اور آپ کی طبیعت بڑی پاکیزہ تھی۔

(ابوداؤد، سیرت جلد ۷ صفحہ ۴۸۶)

شامی منقش چادر

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ابوجہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شامی مخلوط ریشمی چادر ہدیۃً پیش کی جس میں نقش و نگار تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی میں نماز کو تشریف لے گئے۔ واپس آئے تو فرمایا اسے ابوجہم کو واپس کردو، میں نے نماز میں اس کے نقش و نگار کو دیکھا تو اس نے مجھے فتنہ میں ڈال دیا یعنی ذہن کو منتشر کر دیا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جو کپڑا منقش و خوبصورت ہو کہ دھیان اس کی طرف آجائے تو ایسا کپڑا استعمال نہ کرے خصوصاً نماز کی حالت میں۔ (مالک، بخاری، سیرت جلد ۷ صفحہ ۴۸۰)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھ رہے تھے اور سفید چادر میں ملبوس تھے۔ (سیرت جلد ۷ صفحہ ۴۷۸)

مخلوط ریشم کی چادر

حضرت لقمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ لوگوں کو جہنم سے ڈرا رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر خمیصہ (مخلوط ریشم کی چادر) گردن پر تھی۔ (بخاری، سیرت جلد ۷ صفحہ ۴۷۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ بوقت وفات آپ کے جسم اطہر پر آپ کی خمیصہ چادر ڈال دی گئی

تھی، جب جنبش محسوس ہوتی تو چہرے سے ہٹا دیا جاتا۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۸۶۵)

علامہ عینی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے بیان کیا ہے کہ خمیصہ وہ چادر ہے جس میں ریشم کے نقوش (پٹیاں) ہوتی تھیں۔اس قسم کے لباس کو اسلاف (صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ وتابعین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی) نے بھی استعمال کیا ہے۔(عمدۃ القاری جلد۲۲ صفحہ۳)

زاد المعاد میں ابن قیم رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے ذکر کیا ہے کہ آپ نے منقش خمیصہ اوڑھی ہے۔ (جلد ا صفحہ ۵۱)

کالی چادر

حضرت عبداللہ بن زید المازنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے استسقاء کی نماز پڑھائی اور آپ کالی چادر میں ملبوس تھے۔ (سیرت صفحہ ۴۹۳)

کالا کمبل

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب صبح کے وقت باہر تشریف لاتے تو آپ پر کالا کمبل ہوتا۔ (مدارج النبوۃ جلد۲ صفحہ ۱۲۹)

موٹے کنارے والی چادر

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ چل رہا تھا اور آپ کے اوپر نجرانی دھاری دار چادر تھی جس کا کنارہ غلیظ تھا۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۸۶۴)

فائدہ: یہ بھی یمنی چادر ہوتی تھی، اس کے کنارے ذرا غلیظ ہوتے تھے جیسا کہ چادر کی بعض قسموں میں ہوتا ہے۔

چادر کا کنارہ سر مبارک پر ڈالنا

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے چادر کا کنارہ سر مبارک پر ڈال رکھا تھا۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۸۶۴)

یعنی سر پر الگ سے کپڑا رکھنے کے بجائے چادر کا کنارہ ہی ڈال رکھا تھا، ویسے آپ گرمی سے بچنے کے لئے سر مبارک پر کپڑا ڈال لیا کرتے تھے ایک موقع پر اس کا کام چادر سے لے لیا۔

خوشنما چادر نماز کی حالت میں

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ ابو جہم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک منقش شامی چادر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو ہدیۃً پیش کی۔ آپ نماز کے لئے تشریف لے گئے۔ واپسی پر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ یہ چادر ابو جہم کو واپس کر دو۔ اس کے نقش و نگار نے نماز میں خشوع سے باز رکھا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ابو جہم

کے پاس جو موٹی چادر غیر منقش ہے وہ لا کر دو۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۸۶۵)

فَائِدَہ: دوسری چادر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وجہ سے منگوائی کہ ان کو تکلیف نہ ہو۔ حضرت ابوجہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمدہ اور خوشنما چادر آپ کو دی اور ان کے پاس موٹی غیر منقش چادر اور تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسا لباس جس کی زینت اور خوش نمائی نماز میں خلل پیدا کرے کم از کم نماز کی حالت میں نہ پہنے۔ (سیرت جلد ۷ صفحہ ۴۸۰)

چادر کو سر کے پاس رکھنا یا تکیہ بنانا

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے سایہ میں اپنی چادر کا تکیہ بنائے آرام فرمارہے تھے۔ (مسند حارث، سیرت جلد ۷ صفحہ ۴۷۹)

اسی طرح حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذکر کیا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کے سایہ میں اپنی چادر کا تکیہ بنائے آرام فرماتے دیکھا۔ (مسند حمیدی، سیرت جلد ۷ صفحہ ۴۷۹)

فَائِدَہ: یعنی بجائے تکیہ کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم چادر ہی سے ٹیک لگانے کا کام لئے ہوئے تھے، بوقت ضرورت چادر کو سر کے نیچے ڈال کر کام لے لینا چاہئے تکیہ کا انتظام واہتمام نہ کرنا چاہئے۔

پیوند لگی چادر

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گیا انہوں نے مجھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیوند لگی چادر دکھائی۔ (بخاری، ترغیب جلد۳ صفحہ ۱۰۸)

فَائِدَہ: پیوند کو آج کل ذلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جہالت اور بڑے خوف کی بات ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پیوند لگے کپڑے استعمال کئے ہیں اور یہ سنت ہے۔

زعفرانی رنگ کی چادر

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر اور عمامہ کو زعفرانی رنگ میں دیکھا۔ (طبرانی، سیرت جلد ۷ صفحہ ۴۹۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ آپ کی چادر کو زعفرانی رنگ میں رنگنے بھیج دیا جاتا۔

(مختصر نسائی، جلد۲ صفحہ ۲۸۱)

فَائِدَہ: مطلب ہلکا زعفرانی رنگ ہے۔ مردوں کو زعفرانی رنگ کی ممانعت ہے۔ رنگین کپڑے کے ضمن میں اس کی تفصیل آرہی ہے۔

چادر پہننے کا ممنوع طریقہ

چادر اس طرح اوڑھنا کہ اس کے دونوں کنارے دونوں کندھوں پر ڈال دیئے جائیں ممنوع ہے۔

فَائِدَہ: یہ عام لوگوں کا طریقہ ہے، بہتر یہ ہے کہ اسلاف کے طریقہ پر دائیں طرف کو بائیں طرف کندھے پر ڈال دیا جائے۔ (مدارج)

لنگی اور چادر کا حکم

حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جو خطوط ملکوں کے ذمہ داروں کے پاس بھیجے ان میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے یہ حکم دیا تھا کہ چادر اور ازار کا استعمال کرو۔ (فتح الباری)

چادر انبیاء کی سنت ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ چادر اوڑھنا سر پر کپڑا رکھنا انبیاء کی سنت ہے۔

(سیرت جلد ۷ صفحہ ۴۵۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ چادر عربوں کا لباس ہے۔ چادر اوڑھنا ایمان کی نشانی ہے، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ چادر اوڑھتے تھے۔

چادر کی مسنون لمبائی و چوڑائی

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے ذکر کیا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس ایک حضرمی چادر تھی جس کی لمبائی چار ہاتھ اور چوڑائی دو ہاتھ ایک بالشت تھی، ابن سعید سے عروہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے بھی یہ مقدار نقل کی ہے۔ ابن ملقن نے واقدی سے نقل کیا ہے کہ آپ کے پاس ایک چادر تھی جس کی لمبائی چھ ہاتھ اور چوڑائی تین ہاتھ تھی۔ (سیرت جلد ۷ صفحہ ۴۸۳)

ابن قیم رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے زاد المعاد میں بیان کیا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس دھاری دار چادر کی لمبائی چھ ہاتھ اور چوڑائی تین ہاتھ ایک بالشت تھی۔ (جلد ۱ صفحہ ۵۱)

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی چادروں کی تفصیل

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ چادر بکثرت استعمال فرماتے تھے۔ آپ کے پاس سفید، سبز دھاری دار، لال و سیاہ زعفرانی و کالی اور منقش چادریں تھی۔ ایک چادر بالوں والی تھی۔ یمنی چادریں جو عموماً رنگین اور دھاری ہوتی تھیں ان کو بکثرت استعمال کیا ہے شامی اور مصری چادریں بھی استعمال میں رہی ہیں۔ (زاد المعاد، سیرت، مجمع الزوائد)

ٹوپی

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سفید ٹوپی پہنتے تھے۔ حضرت رکانہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان ٹوپی پر عمامہ کا فرق ہے۔

(ترمذی، ابوداؤد، مشکوٰۃ صفحہ ۳۴۷)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ عمامہ کے نیچے سر مبارک سے چمٹی ہوئی ٹوپی ہوتی تھی۔ یہ ٹوپی سر سے پست و پیوست تھی اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی ٹوپی سفید تھی۔

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے تنہا بلا عمامہ کے بھی ٹوپی پہنی ہے۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۶۵)

حضرت فرقد رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ کھانا کھایا آپ کے سر مبارک پر سفید ٹوپی تھی۔ (ابن سکن، سیرت جلد ۷ صفحہ ۴۴۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سفید گول ٹوپی پہنتے تھے۔ (طبرانی، مجمع جلد ۵ صفحہ ۱۲۴)

حضرت ابوسنان رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن بصری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کو دیکھا ان کے سر اور داڑھی دونوں سفید تھے اور ان کے سر پر گول ٹوپی تھی۔ (مطالب عالیہ جلد ۲ صفحہ ۲۷۲)

کبھی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صرف ٹوپی پہنے رہتے، کبھی ٹوپی اور اس پر عمامہ باندھ لیتے تھے، کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ صرف عمامہ ہوتا۔ (زاد المعاد صفحہ ۵۰)

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس تین ٹوپیاں تھیں۔ سفید مصری ٹوپی، سبز دھاری دار ٹوپی، اونچی بارڈر دار ٹوپی، جسے سفر میں استعمال فرماتے اور نماز میں سترہ کا کام لے لیتے۔ (سیرت جلد ۷ صفحہ ۴۴۸)

حضرت ابوکبشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کی گول ٹوپی سر سے چپکی ہوئی ہوتی تھی۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۷۴)

فَائِدَہ: یعنی سر سے چپکی ہوئی ہوتی تھی اٹھی ہوئی نہیں ہوتی تھی۔ (مواہب لدنیہ جلد ۵ صفحہ ۱۴)

سفر کی ٹوپی

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی سفری ٹوپی ذرا بڑی اور اونچی ہوتی تھی کہ آپ اس سے سفر میں سترہ کا کام بھی لے لیتے تھے۔ (بیہقی فی الشعب، جمع الوسائل صفحہ ۱۶۶)

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا کی روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس چمڑے کی ایسی ٹوپی بھی تھی جس میں سوراخ تھا۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۴۴۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا کی روایت میں آپ کی ٹوپی کے لئے کمہ کا لفظ آیا ہے اس کے معنی حاشیہ مطالب العالیہ میں گول ٹوپی لکھا ہے۔ لغت میں بھی اس کا اطلاق گول ٹوپی اور گول شے پر ہوتا ہے۔ سیرت خیر العباد میں کمہ کا معنی سر سے ملی ہوئی اٹھی نہ ہوئی کے ہے۔ لہٰذا گول اور دو پٹی ٹوپی جو سر سے ملی ہوئی ہو اس میں شامل ہے۔

سفید لباس مسنون ہے

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو سفید لباس میں ملبوس دیکھا۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۸۶۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفید کپڑے پہنا کرو، یہ تمہارا بہترین لباس ہے اور ایسے ہی کپڑوں میں مردوں کو دفن کیا کرو۔ (ترمذی جلد ا صفحہ ۱۱۸، ابوداؤد صفحہ ۵۶۲)

حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفید کپڑے پہنو یہ زیادہ خوشگوار اور پاکیزہ ہے اور اسی میں مردوں کی تدفین کرو۔ (شمائل ترمذی صفحہ ۶)

سفید کپڑے کی فضیلت

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بہتر لباس جس میں تم اللہ تعالیٰ سے قبروں یا مساجد میں ملاقات کرو گے وہ سفید ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفید لباس اختیار کرو، یہی لباس زندوں کو بھی پہننا چاہئے، اسی میں مردوں کی تدفین کرو کیونکہ یہ بہترین کپڑا ہے۔ (شمائل صفحہ ۶)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ سفید لباس تواضع اور فقدان کبر کی نشاندہی کرتا ہے۔ سفید رنگ فطرتی رنگ ہے۔ خدائے پاک نے "فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا" میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مساجد اور محافل اور ملاقاتوں کے سلسلے میں سفید کپڑا زیب تن کرنا افضل ہے، عیدین اور جمعہ کے لباس کا بھی سفید ہونا بہتر ہے۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۲۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ رب العزت نے جنت کو سفید بنایا ہے اور اسے سفید رنگ پسند ہے۔ (بزار، مجمع جلد۵ صفحہ ۱۳۱)

ازار اور تہبند

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک پیوند لگی چادر اور موٹی تہبند دکھلائی اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال انہی دو کپڑوں میں ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ پیوند لگے کپڑے بھی پہن لیتے تھے اور موٹا ارزاں کپڑا استعمال فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازار کا استعمال کیا ہے اور یہ بے سلی لنگی ہوتی تھی۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اہل کتاب لنگی نہیں

باندھتے بلکہ پاجامہ پہنتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ ان کے خلاف کرو پاجامہ بھی پہنو اور لنگی بھی باندھو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول لنگی باندھنے اور چادر اوڑھنے کا تھا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی چار ہاتھ اور ایک بالشت لمبی اور دو ہاتھ چوڑی لکھتے ہیں۔ (خصائل صفحہ ۹۵، زاد جلد ۱ صفحہ ۵۱)

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھا ہے کہ یمن کی بنی موٹی لنگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم استعمال کرتے تھے۔

لنگی باندھنے کا مسنون طریقہ

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ تہبند کے اگلے حصہ کو زائد رکھتے اور پیچھے کا حصہ اونچا کر لیتے۔ میں نے پوچھا اس طرح کیوں باندھتے ہیں تو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جواب دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح ازار باندھتے دیکھا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۷۷)

مدارج النبوۃ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہبند کو سامنے کی جانب لٹکاتے اور پیچھے کو اونچا رکھتے تھے۔

بزرگوں کے لباس کا تبرک

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث مذکور کی شرح میں ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے لباس کو بطور تبرک رکھا جا سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس چادر اور تہبند کو تبرکاً محفوظ رکھا تھا، ایک طیالسی جبہ بھی رکھا تھا۔ جس سے بیماروں کو پانی پلاتی تھیں۔ (مرقاۃ جلد ۴ صفحہ ۱۷۱)

تہبند و لنگی کی مقدار مسنون

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لنگی نصف پنڈلی تک پہنا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہی ہیئت میرے آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی کی تھی۔ (شمائل صفحہ ۹)

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا تم نے تہبند کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہے کہ مؤمن کا تہبند نصف پنڈلی تک ہونا چاہئے۔ (ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۴)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤمن کا تہبند نصف پنڈلی تک ہونا چاہئے، پنڈلی اور ٹخنوں کے درمیان بھی ہو تو کوئی حرج نہیں۔ (ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۴)

فائدہ: یعنی ٹخنوں سے اوپر ہو تب بھی ٹھیک ہے اس سے معلوم ہوا کہ ٹخنوں سے اوپر نصف پنڈلی مقدار مشروع ہے۔ نصف ساق تک سنت ہے اور ٹخنوں تک جائز ہے۔ (زرقانی علی المواہب جلد ۵ صفحہ ۹)

ٹخنوں سے نیچے پاجامہ یا لنگی یا تہبند باندھنے پر وعید

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹخنوں سے جو نیچے تہبند ہوگا وہ

جہنم میں ہوگا۔ (بخاری، مشکوٰۃ صفحہ۳۷۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو فخر کے مارے اپنے کپڑوں کو لٹکائے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر نظر نہیں فرمائیں گے۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ صفحہ۳۷۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن کا تہبند نصف پنڈلی تک یا پنڈلی تک یا پھر ٹخنہ سے اوپر ہو اور جو ٹخنہ سے نیچا ہو تو جہنم کے لائق ہے۔ (نسائی، ترغیب جلد۳ صفحہ۸۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تہبند اس طرح باندھو جس طرح فرشتے باندھتے ہیں۔ پوچھا وہ کیسے اللہ کے رسول؟ آپ نے فرمایا نصف پنڈلی تک۔ (مجمع الزوائد جلد۵ صفحہ۱۲۶)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تہبند نصف پنڈلی تک ہے تو یہ بات حضرات صحابہ پر شاق گزری پس آپ نے فرمایا ٹخنے تک، اور اس سے نیچے میں کوئی بھلائی نہیں۔

(ترغیب جلد۲ صفحہ۸۹)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفیان بن ابی سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کمر کو پکڑ کر فرمایا او سفیان اپنی تہبند کو مت لٹکاؤ۔ اللہ تعالیٰ لٹکانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (ابن ماجہ جلد۲ صفحہ۲۹۴)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل روایت میں ہے کہ جنت کی خوشبو ایک ہزار میل کی مسافت سے آئے گی مگر خدا کی قسم پاجامہ لٹکا کر پہننے والے اس کی خوشبو نہ پائیں گے۔ (ترغیب صفحہ۹۱)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ ٹخنے سے نیچے تہبند یا لنگی یا پاجامہ باندھنا درست نہیں۔ قیامت کے ہولناک منظر میں خداوند قدوس کی نگاہ کرم اس کی طرف نہ ہوگی۔ ہاں اگر کوئی شخص مجبور ہو اس کی کمر میں تہبند وغیرہ نہ رکتا ہو اور نیچے آجاتا ہو تو وہ اس وعید سے خارج ہے۔ چنانچہ یہ وعید سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میری تہبند نیچے آجاتی ہے آپ نے فرمایا تم متکبرین میں سے نہیں ہو۔

(ترغیب جلد۳ صفحہ۹۳)

ایک روایت میں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی لنگی ذرا اونچی رکھو یہ کپڑے کے لئے صفائی اور رب کے لئے پرہیزگاری کا باعث ہے۔ (کنز جلد۱۹ صفحہ۲۱۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ لنگی، تہبند نیچے لٹکانے والے کی نماز قبول نہیں کرتا۔ (آداب بیہقی صفحہ۳۵۲)

ایک توجہ

خیال رہے کہ جس طرح پاجامہ، لنگی، تہبند کے نیچے ہونے کی ممانعت ہے۔ اسی طرح کرتے کے ٹخنے سے

نیچے ہونے کی بھی ممانعت ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں جو آپ نے تہبند کے بارے میں فرمایا ہے وہی قمیص کے بارے میں بھی ہے۔ (آداب بیہقی صفحہ ۳۵۵)

پاجامہ اور تہبند کہاں باندھے؟

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ناف کے (ذرا) نیچے ازار تہبند باندھا کرتے تھے کہ ناف معلوم ہوتا تھا۔ (زرقانی جلد ۵ صفحہ ۲۶)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ ناف سے اوپر ازار باندھا کرتے تھے۔ (زرقانی جلد ۵ صفحہ ۲۶)

فائدہ: یعنی ایسا باندھتے تھے کہ ناف چھپ جاتا تھا، حاصل یہ ہے کہ ناف کے قریب باندھنا چاہئے۔ نہ زیادہ اوپر اور نہ زیادہ نیچے، چنانچہ بعض ناف سے نیچے ۳/۴ انگشت کے فاصلہ سے باندھتے ہیں سو اس میں بے پردگی ہوتی ہے۔ یہ ستر عورت کی حد میں ہے جن کا دیکھنا دکھانا باعث گناہ ہے۔

نصف ساق تہبند سنت ملائکہ ہے

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت اپنے دادا سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے حضور میں حضرات ملائکہ نصف پنڈلی تک تہبند باندھے رہتے ہیں تم بھی اسی طرح باندھو۔

ٹخنے سے نیچا ہونا منافق کی پہچان ہے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تہبند کا لٹکانا منافق کی پہچان ہے۔ (کنز جلد ۱۹ صفحہ ۲۲۸)

انتباہ

خیال رہے کہ ٹخنوں سے نیچا تہبند، ازار، چادر لٹکانے کی وعید صرف مردوں کے حق میں ہے۔ عورتیں اس میں شامل نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو ٹخنے ڈھانکنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب ازار لٹکانے کی وعید سنی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کیا کہ پھر عورتوں کا کیا حال رہے گا۔ آپ نے فرمایا اگر قدم کھل جائے تو وہ کپڑا اپنے نیچے لٹکالیں چنانچہ آپ نے قدم تک چھپانے کی اجازت دی۔ قاضی عیاض نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۷۴)

فائدہ: آپ نے پیروں تک چھپانے کا حکم دیا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ پیر چادر وغیرہ سے نہ چھپ سکیں تو موزوں کا استعمال کرے تاکہ پیر کا اوپری حصہ اور اس کا رنگ و روپ بھی مستور رہے، حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ مردوں سے عورتوں کو ایک بالشت زائد کپڑا رکھنا مستحب ہے۔ (فتح جلد ۱۰ صفحہ ۲۵۱)

سر پر کپڑا رکھنا

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اپنے سر مبارک پر اکثر کپڑا رکھا کرتے تھے، اور یہ کپڑا چکناہٹ کی وجہ سے تیلی کا کپڑا معلوم ہوتا تھا۔ (شمائل صفحہ ۹)

فَائِدَہ: عمامہ کے نیچے کپڑا اس لئے رکھا کرتے تھے تاکہ تیل کی وجہ سے عمامہ خراب نہ ہو اور یہ کپڑا تیل کی کثرت استعمال کی وجہ سے چکنا رہتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود نبی اکرم ﷺ کی خصوصیت میں یہ شمار کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ کا یہ کپڑا میلا نہ ہوتا تھا نہ حضور ﷺ کے کپڑوں میں جوں پڑتی تھی نہ کھٹمل خون کو چوس سکتا تھا۔ (خصائل صفحہ ۱۰۰)

کبھی آپ ٹوپی اور عمامہ کے اوپر بھی رومال کے مانند کوئی کپڑا ڈال لیتے تھے۔ چنانچہ امام بخاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے "باب التقنع" میں اسی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ عموماً دھوپ سے بچاؤ کے لئے ہوتا تھا۔ چنانچہ حدیث ہجرت میں ہے کہ آپ ﷺ حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس دوپہر کو تشریف لائے اور سر کو کپڑے سے ڈھانکے ہوئے تھے۔ (زاد جلد ۱ صفحہ ۵۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے اور آپ ﷺ پر ایک مٹیالے رنگ کا کپڑا تھا جسے آپ نے سر پر ڈال رکھا تھا۔ حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ایک روایت میں ہے کہ چادر کے ایک کونہ کو آپ سر پر ڈال لیتے تھے۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۶۴)

تاہم آپ ٹوپی اور عمامہ کے علاوہ ایک کپڑا جسے رومال بھی کہا جا سکتا ہے بسا اوقات سر پر ڈال لیتے تھے تاکہ دھوپ وغیرہ میں کام آئے۔ یہی سنت متوارث اہل علم میں چلی آرہی ہے کہ رومال وغیرہ سر پر رکھتے ہیں۔ (سیرۃ الشامی)

حضرت واثلہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مرفوعاً روایت ہے کہ دن کو سر ڈھانکنا سمجھداری کی بات ہے اور رات کو سر چھپانا شبہ میں ڈالنے والی ہے۔ (کنز العمال جلد ۱۹ صفحہ ۲۳)

یعنی اشتباہ میں ڈالنے والی بات ہے۔

گرمی اور دھوپ سے بچاؤ کے لئے رومال یا کپڑا سر پر ڈال لینا سنت ہے۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۶۴)

پاجامہ

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نبی پاک ﷺ کے ساتھ ایک دن بازار گیا آپ ﷺ ایک کپڑا فروش کے پاس تشریف فرما ہوئے۔ اس سے آپ ﷺ نے چار درہم میں ایک پاجامہ خریدا۔ بازار والوں کے پاس ترازو تھا جس سے وہ وزن کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان لوگوں سے فرمایا

تولا کرو تو ذرا جھکتا تولا کرو۔ تولنے والے نے کہا یہ ایسا کلام ہے کہ میں نے کسی سے نہیں سنا۔ اس پر حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا ارے تیرے دین کی ہلاکت و بربادی کے لئے یہ کافی ہے، کیا نہیں پہچانتے یہ تیرے پیغمبر ہیں۔ پس اس نے ترازو چھوڑ دیا اور نبی پاک ﷺ کے دست مبارک کی طرف بوسہ دینے کے لئے جھپٹا آپ نے ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا۔ یہ عجمیوں کے بادشاہوں کا طریقہ ہے، میں تمہاری ہی طرح کا آدمی ہوں، جھکتا تولا کرو کہا اور آپ ﷺ نے پاجامہ لے لیا۔ میں آگے بڑھا کہ پاجامہ لے لوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا صاحب سامان اس کے اٹھانے کا زیادہ حق دار ہے، ہاں مگر یہ کہ وہ ضعیف و کمزور ہو جو اس کے اٹھانے سے عاجز ہو تو مسلم بھائی کو اس کی مدد کرنی چاہئے۔ میں نے آپ سے پوچھا (چونکہ آپ لنگی باندھتے تھے) کیا آپ پاجامہ پہنتے ہیں جو آپ ﷺ نے خریدا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! رات میں بھی دن میں بھی، سفر میں بھی حضر میں بھی مجھے ستر پوشی کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے زیادہ قابل ستر میں کسی کو نہیں سمجھتا۔

(طبرانی، مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۱۲۵، آداب بیہقی صفحہ ۲۵۶)

حافظ نے فتح الباری میں بھی ابو یعلی اور طبرانی کے حوالہ سے مختصراً بیان کیا ہے۔ (جلد ۱۰ صفحہ ۲۷۳)

فَائِدَہ: اس حدیث سے چند فوائد معلوم ہوئے۔

۱. بازار میں خرید و فروخت کے لئے جانا خلاف سنت نہیں ہے بلکہ سنت ہے۔
حضرات انبیاء اپنا سامان خریدنے کے لئے بازار جانا عیب نہیں سمجھتے تھے۔ اسی پر تو کفار نے اعتراض کیا تھا کہ یہ رئیسوں کی شان کے خلاف ہے۔
۲. جھکتا تولنا بہتر اور باعث برکت ہے۔
۳. دست بوسی پسندیدہ شے نہیں، فرط محبت میں کبھی ہو جائے تو دوسری بات ہے۔
۴. کوئی دست بوسی کرے تو ہاتھ پیش کر کے عملاً ترغیب نہ دے بلکہ ہاتھ چھڑا لے کہ اس میں تواضع ہے۔
۵. چھوٹوں کو چاہئے کہ بڑوں کی خدمت کے لئے خود پیش قدمی کریں نہ کہ ان کے ایماء و حکم کا انتظار کریں۔
۶. بڑوں کو چاہئے کہ حتی الامکان اپنا کام خود انجام دیں۔
۷. سامان والے کو اپنا بوجھ برداشت کرنا چاہئے۔
۸. کمزور رفیق کی اعانت کرنی چاہئے۔
۹. بڑوں سے علمی سوال میں جھجکنا نہیں چاہئے۔
۱۰. حسب موقع نصیحت و پند سے گریز نہ کرنا چاہئے۔

حضرت سوید بن قیس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ایک روایت میں ہے کہ ہم منیٰ میں تھے۔ آپ ﷺ تشریف

لائے اور ہم سے پاجامہ خریدا۔ (آداب بیہقی صفحہ ۳۵۷)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے پاجامہ پہنا ہے اور حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کے حکم سے پاجامہ پہنتے تھے گو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہننا ثابت نہ ہو مگر پہننے کے ارادہ سے خریدنا تو ثابت ہے۔

(زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۱۵۱)

البتہ یہ محقق ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پاجامہ موجود تھا۔ حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ وصال کے بعد ترکہ میں بھی تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس دن شہید کئے گئے اس دن پاجامہ پہنے ہوئے تھے۔ حافظ زین الدین عراقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ حدیث میں ہے کہ آپ نے پاجامہ پہنا ہے۔ (جمع صفحہ ۱۷۵)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ آپ نے پاجامہ پہنا ہے۔ (حاوی جلد ۲ صفحہ ۳۶۸)

حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے کہ آپ نے پاجامہ پہنا ہے۔ (جلد ۱۰ صفحہ ۲۷۳)

حضرت سوید بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت سنن اربعہ ترمذی، نسائی، ابوداؤد، دارمی اور مسند احمد میں ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت ابن حبان، مسند ابو یعلی، طبرانی، دارقطنی، ابن عساکر میں ہے اور سیوطی نے الجامع الصغیر میں بھی نقل کیا ہے۔

پاجامہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ سب سے پہلے جس نے پاجامہ پہنا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔ اسی پاجامہ کی برکت سے وہ قیامت کے دن سب سے پہلے لباس پہنائے جائیں گے۔

(عمدۃ القاری جلد ۲۱ صفحہ ۳۰۶)

فائدہ: کیا خوب، پاجامہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پسند کیا ہے اور سنت ابراہیمی کی اتباع محمود اور امت سے مطلوب ہے۔ لہٰذا پاجامہ خلاف سنت قرار نہیں دیا جا سکتا ناواقفیت اور جہالت کی بنیاد پر پاجامہ کو خلافِ سنت قرار دیا جاتا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ منیٰ کے میدان میں خریدنا کتب صحاح سے ثابت ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ پہننے ہی کے لئے تھا۔ (زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۵۱)

پاجامہ پہننا مستحب ہے

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پاجامہ پہننا مستحب قرار دیا ہے۔ (جلد ۲۱ صفحہ ۳۰۶)

پاجامہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرف گفتگو سے نوازا گیا۔ صوف کی چادر صوف کی ٹوپی اور صوف کا پاجامہ پہنے ہوئے تھے اور

جوتا گدھے (کی دباغت شدہ کھال) سے بنا ہوا تھا۔ (عمدۃ جلد۲ صفحہ ۳۰۷)

پاجامہ کا حکم

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مرفوعاً روایت ہے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا پاجامہ پہنو یہ تمہارے لباس میں زیادہ ستر کے لائق ہے اور عورتوں کو بھی پہناؤ جب وہ باہر نکلیں۔ (کنز العمال جلد ۱۹ صفحہ ۲۱۷)

فَائِدَہ: ستر کا مفہوم بالکل واضح ہے۔ لنگی میں ذرا بے احتیاطی سے ستر کھل جاتا ہے بیٹھنے اور لیٹنے میں بے ستری کا اندیشہ رہتا ہے۔ خصوصاً سونے میں بے ستری زیادہ ہوتی ہے، پاجامہ میں یہ بات نہیں۔ صحت اور طب کے اعتبار سے بھی مفید ہے۔

پاجامہ کا ہدیہ

بریدہ بن حصیب اسلمی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ شاہ حبشہ نجاشی نے حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کو ہدیہ میں قمیص، پاجامہ، موزہ اور چادر بھیجا تھا۔ (ابن حبان، جمع الوسائل صفحہ ۱۲۷)

فَائِدَہ: جس وقت یہ ہدیہ بھیجا گیا تھا نجاشی نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیر مسلم کا ہدیہ لیا اور استعمال کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ موزہ کے استعمال کا ذکر شمائل میں ہے۔

عمامہ

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ فتح مکہ میں جب شہر میں داخل ہوئے تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔ (شمائل صفحہ ۹)

حضرت عمر بن حریث رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ وہ (خوش نما اور پر وقار) منظر میرے سامنے ہے جب نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے۔ سیاہ عمامہ آپ کے سر مبارک پر تھا اور اس کا شملہ دونوں شانوں کے درمیان تھا۔ (شمائل صفحہ ۹ مسلم شریف صفحہ ۴۴۰)

حضرت عبادہ بن صامت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا عمامہ باندھو یہ حضرات ملائکہ کی خاص نشانی ہے اور اس کے کنارے کو پشت پر ڈال دو۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۷۷)

عمامہ حلم و بردباری کا باعث ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا عمامہ باندھا کرو، اس سے حلم و بردباری میں اضافہ ہوگا۔ (بزار، مجمع جلد ۵ صفحہ ۱۲۲)

حضرت ابوموسیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں جب حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَامُ نازل ہوئے تو وہ سیاہ عمامہ میں تھے۔ (مجمع جلد ۵ صفحہ ۱۲۳)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ نے بدر و حنین میں ہماری اعانت ایسے ملائکہ سے کی جو عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ (طیالسی کنز صفحہ ۲۲۲)

جمعہ کے دن عمامہ کی فضیلت

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ اللہ پاک اور اس کے فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھنے والوں پر دعاء رحمت کرتے ہیں۔ (مجمع جلد ۵ صفحہ ۱۲۴)

عمامہ تاج عرب ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا عمامہ عربوں کا تاج ہے۔

امت کا اکرام

حضرت خالد بن معدان رحمۃ اللہ تعالیٰ سے مرسلاً روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس امت کا اکرام عمامہ کے ذریعہ کیا ہے۔

عمامہ باعث وقار ہے

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عمامہ مؤمن کا وقار ہے۔

(مختصراً کنز العمال جلد ۱۹ صفحہ ۲۲۲)

سفر و حضر کا عمامہ

آپ ﷺ سفر میں سفید اور حضر میں عموماً سیاہ عمامہ باندھتے تھے۔ (مواہب لدنیہ جلد ۵ صفحہ ۱۴)

دوسروں کو عمامہ باندھنا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے عبدالرحمٰن بن عوف کو عمامہ باندھا اور چار انگل کے برابر شملہ چھوڑ دیا۔ (سیرت خیر العباد جلد ۷ صفحہ ۴۲۴)

عمامہ اسلام کی خاص نشانی ہے

نبی اکرم ﷺ نے غدیر خم کے دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلایا اور عمامہ باندھا اور اس کا شملہ پیچھے چھوڑ دیا اور فرمایا کہ اس طرح عمامہ باندھو عمامہ خاص کر کے اسلام کی نشانی ہے۔ یہ مسلمان اور کافروں کے درمیان باعث امتیاز ہے۔ (شرح مواہب لدنیہ جلد ۵ صفحہ ۱۰)

عمامہ کا شملہ

آپ ﷺ عمامہ باندھتے تو اس کا شملہ (اکثر دونوں شانوں کے درمیان) ضرور چھوڑ دیتے۔ حضرت

عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہُمَا فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم عمامہ باندھتے تو شملہ دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑ دیتے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۷۵)

حضرت عمر بن حریث رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہُ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کو منبر پر دیکھا آپ سیاہ عمامہ پہنے تھے اور اس کا کنارہ دونوں شانوں کے درمیان لٹکا رکھا تھا۔ (مسلم صفحہ ۴۴۰)

شملہ کی مقدار

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہُمَا کی روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے ابن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہُ کو عمامہ باندھا چار انگل یا ایک بالشت کے برابر شملہ چھوڑ دیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے مجھے عمامہ باندھا اور اس کا شملہ میرے کندھے پر ڈال دیا۔ (زرقانی علی المواہب جلد ۵ صفحہ ۱۲)

عمامہ کے نیچے ٹوپی مسلمانوں کا شعار ہے

حضرت رکانہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہُ نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپی پر عمامہ باندھنا ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۷۴)

مسلمان عمامہ کے نیچے ٹوپی پہنتے تھے اور کفار بلا ٹوپی عمامہ باندھتے تھے، اسی فرق کو ظاہر کیا ہے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے، اسی عہد کا لحاظ کرتے ہوئے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے ٹوپی پر عمامہ باندھنے کی تاکید کی ہے۔

حضرت ثوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہُ کی روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم جب صافہ باندھتے تو اس کا شملہ آگے یا پیچھے کی جانب چھوڑ دیتے۔ (زرقانی جلد ۵ صفحہ ۱۳)

فائدہ: شملہ کے متعلق آپ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی عادت طیبہ مختلف رہی ہے۔ (خصائل صفحہ ۹۳)

عمامہ کے کنارے کو ٹھوڑی کے نیچے بھی لا کر باندھا جا سکتا ہے اور یہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم سے ثابت ہے۔

(زاد المعاد، سیرت خیر العباد جلد ۷ صفحہ ۴۴۲)

بہتر دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑنا ہے۔ (خصائل صفحہ ۹۳)

شملہ چھوڑنا مستحب ہے اس کا ترک مکروہ ہے، شملہ آگے یا دائیں جانب یا بائیں جانب یا پیچھے چھوڑنا بھی منقول ہے، زیادہ پیچھے دونوں کندھوں کی جانب منقول ہے۔ (سیرت الشامی جلد ۷ صفحہ ۴۴۰)

عمامہ کی لمبائی

آپ کے عمامہ کی لمبائی کے متعلق ایک روایت میں ہے کہ دس ہاتھ تھی۔ حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہَا کی ایک روایت میں ہے کہ سفر و حضر کے صافہ کی لمبائی سات ہاتھ ہوتی تھی اور ایک ہاتھ چوڑائی ہوتی تھی۔

امام نووی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے ذکر کیا ہے کہ ایک عمامہ کی لمبائی چھ ہاتھ تھی اور ایک دوسرے عمامہ کی جو بڑا

تھا بارہ ہاتھ لمبائی تھی۔ (زرقانی علی المواہب جلد۵ صفحہ۴، مناوی صفحہ ۱۷۰)

صاحب مدخل نے عمامہ کی مقدار سات ہی ہاتھ بتائی ہے۔ (خصائل صفحہ۹۱، مجمع صفحہ ۱۶۸)

عمامہ کا رنگ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید، سیاہ اور زرد رنگ کا صافہ باندھا ہے۔ حضرت عمر بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے خطبہ دیا ہے۔ (مسلم شریف، شمائل صفحہ۹)

عید کے دن سیاہ عمامہ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سیاہ عمامہ تھا جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین میں استعمال فرماتے تھے اور اس کا شملہ پشت پر ڈال لیتے تھے۔ (حاوی، سیرت خیر العباد صفحہ ۴۳۰)

حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ سیاہ تھا۔ (حاوی)

حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا سیاہ عمامہ استعمال کرنا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے معرکہ میں جب بھیجا تھا تو سیاہ عمامہ آپ نے باندھا تھا، اس کے شملہ کو پیچھے یا بائیں جانب چھوڑ دیا تھا۔ (حاوی جلد۲ صفحہ ۱۰۴)

حضرت ابوجعفر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شہادت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ، سیاہ عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ ابورزین رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں خطبہ دیا تو آپ پر سیاہ عمامہ تھا۔ رشدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو میں نے سیاہ عمامہ میں دیکھا ہے۔ مسلمہ بن وردان رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میں نے بلا ٹوپی سیاہ عمامہ میں دیکھا ہے، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سعید بن مسیّب رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ، ابوعبید رحمہ اللہ تعالیٰ اور اسود رحمہ اللہ تعالیٰ ان حضرات سے سیاہ عمامہ باندھنا منقول ہے۔

(الحاوی جلد۲ صفحہ ۷۸)

سفید عمامہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامۂ سفر سفید تھا۔ (زرقانی جلد۵ صفحہ۴)

زرد عمامہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ زرد قمیص، زرد چادر، زرد عمامہ میں ملبوس تھے۔ (ابن عساکر، حاوی جلد۲ صفحہ ۱۰۴)

حضرت عبداللہ بن جعفر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کو دو زعفرانی رنگ کے کپڑوں چادر اور عمامہ میں دیکھا۔ (مستدرک حاکم، حاوی جلد۲ صفحہ۱۰۴)

حضرت عبداللہ بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے کپڑوں کو زعفرانی رنگ میں رنگا جاتا، قمیص، چادر، اور عمامہ۔ (طبقات بن سعد حاوی جلد۲ صفحہ۱۰۴)

حضرت عبداللہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرات ملائکہ جو بدر میں تشریف لائے تھے، ان کے عمامہ کا رنگ زرد تھا۔ حضرت زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی زرد عمامہ میں تھے۔ (ابن عساکر)

فَائِدَہ: ذخیرہ حدیث میں عمامہ کا رنگ تین قسم ملتا ہے۔ سیاہ، سفید، زرد، سبز عمامہ کی روایت نہیں ملی۔ وہ سبز عمامہ جو مائل بسیاہی ہو سیاہ میں داخل ہو جائے گا۔ اہل عرب کے یہاں سیاہ کا اطلاق جس طرح کالے پر ہوتا ہے اسی طرح اس سبزی پر جو مائل بسیاہی ہو اپنی گہرائی کی وجہ سے اسے بھی سیاہ کہہ دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ”مُدْھَآمَّتَانِ“ جنت کے باغوں کی صفت بیان کی گئی ہے ظاہر ہے کہ یہاں سبز پتیوں کی گہری سبزی جو دور سے سیاہ معلوم ہوتی ہے مراد ہے۔ اسی طرح سبز اور سیاہ کی آمیزش سے جو عمامہ تیار کیا جاتا ہے وہ بھی مائل بسیاہی ہونے کی وجہ سے سیاہ میں داخل ہے۔

حاکم یا والی کو عمامہ باندھنا

حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کسی کو کسی مقام کا والی اور گورنر بناتے تو آپ اس کے سر پر عمامہ باندھتے اور اس کے کنارے کو دائیں جانب کان کی طرف چھوڑ دیتے۔

(زرقانی جلد۵ صفحہ۱۳، سیرت خیر العباد جلد۷ صفحہ۴۳۲)

عمامہ باندھنے کا طریقہ

عمامہ کھڑے ہو کر اور پاجامہ بیٹھ کر پہننا چاہئے۔ (جمع الوسائل)

اس کے برخلاف عمامہ بیٹھ کر باندھنا اور پاجامہ کھڑے ہو کر پہننا نسیان اور فقر پیدا کرتا ہے۔

(زرقانی جلد۵ صفحہ۴)

عمامہ سنت ہے خاص کر نماز کے موقع پر۔ (مناوی صفحہ۱۶۵)

یعنی نماز کے وقت خاص کر اہتمام محمود ہے۔

سر پر کسی کپڑے کو بطور عمامہ لپیٹ لینا

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ عمامہ کے علاوہ (نہ ہونے پر) کپڑے کے ٹکڑے (مانند رومال وغیرہ) بھی لپیٹ لیتے تھے۔

(عمدۃ جلد۲۱ صفحہ۳۰۹)

صاحب سیرت الشامی نے بیان کیا ہے کہ اگر عمامہ نہ ہوتا تھا تو آپ کپڑے کے ٹکڑے کو سر اور پیشانی پر باندھ لیتے تھے۔ (جلد۷ صفحہ۴۳۰)

اس سے معلوم ہوا کہ رومال کو بھی سر پر باندھ لینا کندھے پر ڈال لینے سے بہتر ہے کہ مثل عمامہ کے باندھے۔

آپ کے عمامہ کا نام

آپ ﷺ کے عمامہ کا نام سحاب تھا۔ (زرقانی جلد۵ صفحہ۴)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ کسی کپڑے کا نام رکھ کر اسے موسوم کیا جا سکتا ہے۔ آپ کی عادت طیبہ چیزوں کے نام رکھنے کی تھی۔

رنگین دھاری دار لباس

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کو یمنی منقش چادر کپڑوں میں زیادہ پسندیدہ تھی۔ (بخاری جلد۲ صفحہ۸۶۵، مسلم)

فَائِدَہ: یہ یمن کی بنی ہوئی چادریں ہوتی تھیں جن میں لال دھاریاں ہوتی تھیں۔ کسی میں نیلی، کسی میں ہری دھاریاں بنی ہوتی تھیں۔ خوشنما ہونے کی وجہ سے ان کو جرء کہا جاتا تھا۔

حضرت ابورمثہ تیمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ تشریف لائے اور آپ دو سبز کپڑوں میں ملبوس تھے۔ (مشکوٰۃ صفحہ۳۷۶)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ حالت مرض میں تھے۔ حضرت اسامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر ٹیک لگائے ہوئے باہر تشریف لائے اور آپ پر قطری کپڑا تھا جسے آپ نے لپیٹ رکھا تھا اور آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ (مشکوٰۃ صفحہ۳۷۶)

ملا علی قاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے لکھا ہے کہ قطر ایک قسم کی چادر ہوتی تھی جو یمن سے آتی تھی۔ لال رنگ کے نقش ہوتے تھے اور موٹی ہوتی تھی۔ (جمع صفحہ۱۱۲)

حضرت براء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی سرخ جوڑے والے کو حضور ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ (شمائل، بخاری جلد۲ صفحہ۸۷۰)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کو سبز رنگ پسند تھا یا (فرمایا) رنگوں میں آپ ﷺ کو سبز رنگ پسند تھا۔ (مجمع جلد۵ صفحہ۱۳۲)

فَائِدَہ: سبز رنگ اہل جنت کا ہے۔ (زرقانی علی المواہب جلد۵ صفحہ۱۵)

حضرت عبداللہ بن جعفر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ میں نے نبی پاک ﷺ کو دو زرد کپڑوں میں ملبوس

دیکھا۔ (بزار جلد ۲ صفحہ ۳۶۱)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں کہ آپ کا کپڑا ورس (خوشبو) سے رنگا تھا جسے آپ گھر میں بھی پہنتے تھے اور ازواج مطہرات کے پاس بھی جاتے تھے اور اس میں نماز بھی پڑھتے تھے۔ (سیرت صفحہ ۴۹۵)

حضرت ام سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں بسا اوقات آپ اپنی چادر کو اور تہبند کو ورس اور زعفرانی رنگ میں رنگتے تھے اور زیب تن فرما کر باہر نکلتے تھے۔ (سیرت جلد ۷ صفحہ ۴۹۴)

حضرت عروہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس سبز چادر تھی جسے وفود کی آمد پر استعمال فرماتے۔ (ابن سعد، سیرت جلد ۷ صفحہ ۴۹۰)

قیلہ بنت مخرمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کہتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو اس حال میں دیکھا کہ حضور والا پر دو پرانی لنگیاں تھیں جو زعفران میں رنگی ہوئی تھیں لیکن ان پر زعفران کا کوئی اثر نہیں رہا تھا۔ (شمائل صفحہ ۶)

حضرت یعلی بن امیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو میں نے سبز چادر میں طواف کرتے دیکھا ہے۔ جسے آپ اپنی بغل میں نکالے ہوئے تھے۔ (ابوداؤد)

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لال چادر عیدین و جمعہ میں زیب تن فرماتے۔

حضرت عبداللہ محاربی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ بازار ذی المجاز میں آپ کو میں نے لال جبہ میں دیکھا۔

(سیرت صفحہ ۴۹۱)

فَائِدَۃ: جن روایتوں میں سبز اور لال جوڑوں کا ذکر ہے وہاں مراد ان رنگوں کی دھاریاں ہیں۔ پورے کپڑے میں مراد نہیں۔ کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے سرخ رنگ سے مردوں کو منع فرمایا ہے۔ (زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۵۱)

یمنی برود (چادریں) خالص ایک رنگ کی نہیں ہوتی تھیں ان میں ان رنگوں کی دھاریاں ہوتی تھیں۔

(فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۳۰۶)

مردوں کے لئے سرخ رنگ کی ممانعت

حضرت عمران بن حصین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ خبردار لال رنگ مت استعمال کرو، یہ شیطان کا محبوب رنگ ہے۔ (مجمع جلد ۵ صفحہ ۱۳۳)

حضرت رافع بن یزید ثقفی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ شیطان لال رنگ پسند کرتا ہے۔ خبردار! تم اس سے پرہیز کرو اسی طرح شہرت والے کپڑے سے۔ (مجمع جلد ۵ صفحہ ۱۳۳)

حضرت حسن بصری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی سے مرسلاً روایت ہے کہ لال رنگ شیطان کی زینت ہے۔

(کنز جلد ۱۹ صفحہ ۲۲۵)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لال ریشمی جوڑے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ لال رنگ کو ناپسند فرماتے تھے۔ (عمدۃ القاری جلد ۲۲ صفحہ ۲۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص کا گزر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہوا، وہ دو لال کپڑوں میں ملبوس تھا، اس نے گزرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب نہیں دیا۔ (ترمذی، ابوداؤد)

فائدہ: چونکہ وہ ایک ناپسندیدہ لباس میں ملبوس تھا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۷۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے جسم پر سرخ لباس دیکھ کر فرمایا یہ کفار کا لباس ہے اسے نہ پہنو۔ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۹۳)

حضرت عبداللہ بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو اس وقت میرے جسم پر سرخ رنگ کا لباس تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے کہاں سے لیا میں نے کہا میری بیوی نے اسے بنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے جلا دو۔ (مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۸)

کالا لباس

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سیاہ لباس بنایا گیا آپ نے اسے پہنا، جب پسینہ آیا تو آپ نے اس صوف (اون) کی بو محسوس کی چنانچہ آپ نے اسے اتار دیا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۷۶)

فائدہ: کالا لباس کالی چادر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیب تن فرمایا ہے۔ آپ کا اتارنا اون کی ناپسندیدہ بو کی وجہ سے تھا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت نے کالا لباس استعمال کیا ہے، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبداللہ بن جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی منقول ہے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کالا لباس بمعنی کالی چادر، کالا کمبل استعمال کیا ہے۔ لباس میں صرف آپ کا عمامہ عموماً سیاہ ہوتا تھا باقی اور لباس نہیں۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۶۶)

عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا ہے کہ استسقاء کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ چادر زیب تن فرماتے تھے۔ (سیرت الشامی جلد ۷ صفحہ ۴۹۳)

زرد زعفرانی رنگ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے زرد رنگ میں رنگے جاتے تھے۔ (حاوی جلد ۲ صفحہ ۱۰۵)

حضرت جعفر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی چادر مبارک اور عمامہ کو زرد رنگ میں رنگا دیا ہے۔ (حاوی)

ابن سعد نے یحیٰی بن عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت نقل کی ہے کہ قمیص چادر اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا عمامہ بعض ازواج کی طرف رنگنے بھیجا جاتا۔ اسے زعفرانی رنگ سے رنگ دیا جاتا کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو یہ پسند تھا۔

(سیرت الشامی جلد ۷ صفحہ ۴۹۴)

زید بن اسلم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ کے سارے کپڑے زعفران سے رنگے جاتے حتیٰ کہ عمامہ بھی۔ (سیرت الشامی صفحہ ۴۹۴)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ مردوں کے لئے زعفرانی زرد رنگ ممنوع ہے۔ یہ روایتیں ابتدا اسلام کی ہیں جب کہ ممانعت نہیں تھی یا زعفرانی رنگ سے مراد ہلکا رنگ ہے یا دھونے کے بعد جو ہلکا سا رنگ باقی رہتا ہے وہ مراد ہے یا خوشبو کے لئے رنگا جاتا ہو پھر دھویا جاتا ہو۔ جس سے اس کی تیزی چلی جاتی ہو اور وجہ اس کی یہ ہو کہ میل کا اثر جلدی نہ ہو۔

زعفرانی رنگ کی ممانعت

حضرت عمران بن حصین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا میں سرخ و زرد رنگ کو استعمال نہیں کرتا۔ (مختصر مشکوٰۃ صفحہ ۳۷۵)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مردوں کو زعفرانی رنگ سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۶۹)

مدارج النبوۃ میں ہے کہ زرد اور زعفرانی رنگ کی جو روایتیں ہیں وہ منسوخ ہیں۔ یعنی ان پر عمل درست نہیں۔ امام ذہبی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے بیان کیا ہے کہ عمامہ (وغیرہ) کے زرد رنگ کی جو روایتیں ہیں وہ ممانعت سے قبل کی ہیں۔ (سیرت خیر العباد جلد ۷ صفحہ ۴۴۱)

نام ونمود، شہرت اور دکھاوے کے لباس کی وعید

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایسا کوئی لباس پہنے جس سے وہ دوسرے پر بڑائی ظاہر کرے اور یہ کہ لوگ اس کی طرف دیکھیں تو خداوند قدوس اس کی طرف نگاہ نہیں فرماتا تاوقتیکہ وہ اسے اتار نہ دے۔ (طبرانی، ترغیب جلد ۳ صفحہ ۱۱۵)

شہرت کا لباس جہنم کا باعث ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شہرت (نام ونمود اور دکھاوے) کے لئے کوئی کپڑا پہنے گا تو اللہ تعالیٰ اس کپڑے کو قیامت کے دن پہنائے گا اور جہنم کی آگ اس میں لگا دے گا۔ (رزین، ترغیب جلد ۳ صفحہ ۱۱۶)

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شہرت کے لئے دنیا میں کوئی لباس پہنے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائے گا پھر اس میں جہنم کی آگ لگا دے گا۔ (ترغیب جلد ۳ صفحہ ۱۱۶)

لباس شہرت اعراض خداوندی کا باعث ہے

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شہرت کے لئے لباس پہنتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے اعراض فرما لیتے ہیں تاوقتیکہ اسے نکال نہ دے۔ (ترغیب جلد ۳ صفحہ ۱۱۶)

فائدہ: لباس شہرت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی اچھا یا امتیازی لباس اس لئے پہنے تاکہ لوگوں میں اس کے لباس کا چرچا ہو۔ لوگ اس کے پاس لباس کی تعریف کریں سو یہ نیت درست نہیں۔ خدا کے نزدیک ذلت و رسوائی و ناراضگی کا باعث ہے۔ لباس میں نیت یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ستر چھپانے کو دیا ہے اور یہ اس کی تعمیل ہے اور یہ نیت ہو کہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور نظافت و جمال کو پسند کرتا ہے اس لئے نظیف و جمیل لباس پہنتا ہوں یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار ہو اس نے ہمیں اظہار نعمت کا حکم دیا ہے۔ یہ قصد وارادے محمود اور باعث ثواب ہیں۔

امت کے بدترین لوگ

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! میری امت کے بدترین لوگ وہ

ہوں گے جو ناز و نعمت میں ہوں گے، رنگ برنگ کے کھانے اور رنگ برنگ کے کپڑے میں لگے رہیں گے اور بات خوب بنائیں گے۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ ۱۱۵)

باعث شہرت لباس کی ممانعت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قسم کے لباس سے منع فرمایا ہے ایک جو خوبی کی وجہ سے مشہور ہو جائے۔ دوسرا جو بدنمائی کی وجہ سے مشہور ہو جائے۔ (طبرانی، مجمع جلد۵ صفحہ ۱۳۸)

فائدہ: یعنی ایسا گراں یا عمدہ و خوبصورت زینت والا ہو کہ لوگوں میں اس کا چرچا ہو جائے کیونکہ یہ عجب اور کبر کا باعث ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اس کا عکس بھی مذموم ہے کہ بے عزتی و انگشت نمائی کا باعث ہے۔

لباس کیسا ہو؟

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک شخص نے پوچھا کہ لباس کیسا ہو؟ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایسا ہو کہ نہ تو بے وقوف لوگ اسے حقارت سے دیکھیں اور نہ شریف لوگ اسے معیوب سمجھیں اور فرمایا کہ پانچ سے لے کر بیس درہم کے درمیان کا ہو۔ (مجمع جلد۵ صفحہ ۱۳۸)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کپڑا فخر و مباہات کے لئے پہنتا ہے کہ لوگوں کی نگاہیں اس کی طرف ہوں، اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر نہیں فرماتا تاوقتیکہ اسے اتار نہ دے۔

(کنز جلد۱۹ صفحہ ۲۲۹)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لباس

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت کے زمانے میں دیکھا ہے کہ ان کے کپڑوں پر کندھے کے درمیان تین تین پیوند ایک دوسرے پر لگے ہوئے تھے۔

(ترغیب جلد۳ صفحہ ۱۱۳)

سادگی نور قلب کی علامت ہے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا مینڈھے کی کھال کا پٹکا لگائے آ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس شخص کو دیکھو اللہ رب العزت نے اس کے دل کو ایمان سے منور کر رکھا ہے میں نے اس کا وہ عہد دیکھا ہے جب یہ والدین کے پاس تھے نہایت ہی خوشگوار کھانے اور پہننے میں تھے۔ میں نے دیکھا کہ اس کے لئے ایک جوڑا دو سو میں خریدا گیا تھا۔ اسے اللہ اور اس کے رسول کی محبت نے اس حال میں کر دیا جو تم دیکھ رہے ہو۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ ۱۰۳)

فائدہ: یعنی تنعم اور عیش کو ایمان پر قربان کر دیا اور فقر میں مست ہو گئے۔

جب تک پیوند نہ لگا لے نہ اتارے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ اگر تو آخرت میں مجھ سے ملنا چاہتی ہے تو دنیا کے لئے اتنا سامان کافی ہونا چاہئے جتنا مسافر ساتھ لے کر چلتا ہے۔ خبردار مالدار کی مجلس سے پرہیز کرو اور کسی کپڑے کو پرانا ناقابل استعمال اس وقت تک نہ بناؤ جب تک کہ تم اس میں پیوند نہ لگاؤ۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۷۵)

فائدہ: یعنی جب پرانا ہو کر پھٹنے لگے تو اسے الگ نہ کرے تاوقتیکہ پیوند نہ لگا لے۔ اس سے خرچ میں اعتدال پیدا ہوگا، پیوند لگے کپڑے کا استعمال سنت ہے اسے برا یا حقیر سمجھنا بڑے خطرے کی بات ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پھر اس کے بعد بغیر پیوند لگائے کپڑے کو ترک نہیں کرتی تھیں۔ کثیر بن عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا ٹھہر جاؤ! میں اپنا پیوند سی لوں چنانچہ میں ٹھہر گیا اور کہا اے ام المؤمنین اگر میں باہر جاؤں اور لوگوں کو اطلاع دوں تو لوگ اس بات کو آپ کے بخل میں شمار کریں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا جو تیرے جی میں آئے کر۔ اسے نئے کپڑے کی کوئی قدر نہیں جس نے پرانا کپڑا نہ پہنا ہو۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۸۴۱)

پیوند دار کپڑے سے خشوع

حضرت عمر بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا اے امیر المؤمنین آپ اپنے کرتے پر پیوند کس لئے لگاتے ہیں آپ نے جواب دیا تاکہ دل میں خشوع پیدا ہو اور مؤمن اس کی اقتداء کرے۔ (کنز العمال، حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۵)

فائدہ: یعنی پیوند دار کپڑے سے تواضع و مسکنت پیدا ہوگی اور اس سے قلب میں خشوع پیدا ہوگا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیوند دار کپڑا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر المؤمنین ہونے کی حالت میں دیکھا کہ ان کے کپڑے پر یکے بعد دیگرے تین پیوند لگے ہوئے تھے۔ ایک موقع پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہونے کی حالت میں خطبہ دے رہے تھے اور ان کے کپڑے پر بارہ پیوند لگے تھے۔ (مرقاۃ جلد ۴ صفحہ ۴۳۰)

فائدہ: سوچنے کی بات ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا جلیل القدر خلیفہ تو پیوند کو محبوب سمجھے اور خلافت کی حالت میں بھی معیوب نہ سمجھے اور ہم اس کے متبعین اسے بری و ذلت کی نگاہ سے دیکھیں۔ اللہ کی پناہ!

بلا حساب جنت میں داخلہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تین آدمی بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ جس کے پاس ایک ہی کپڑا ہو کہ دھونے کے بعد دوسرا کپڑا پہننے کے لئے نہ ہو۔

(حاوی للفتاوی جلد ۲ صفحہ ۴۷)

لباس میں تواضع اور سادگی کی فضیلت

حضرت ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دنیا کا ذکر کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نہیں سنتے؟ کیا تم نہیں سنتے؟ سادگی لباس ایمان کی علامت ہے، سادگی لباس ایمان کی علامت ہے! (ابوداؤد، ترغیب جلد ۳ صفحہ ۱۰۸)

حدیث پاک میں بذاذۃ کو ایمان فرمایا گیا ہے جس کے معنی زینت اور خوشنمائی کو ترک کرتے ہوئے کم درجہ کا لباس اختیار کرنا ہے۔ (منذری صفحہ ۱۰۸)

کون بندہ اللہ کو محبوب ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایسے سادہ مزاج کو پسند کرتا ہے جسے کوئی پرواہ نہیں کہ اس نے کیا پہنا ہے۔ (بیہقی، ترغیب جلد ۳ صفحہ ۱۰۸)

فائدہ: یعنی اسے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ اس نے کیا کپڑا پہنا ہے۔ اچھا خوشنما ہے یا نہیں بلکہ محض ستر پوشی میں سنت اور شریعت کی رعایت کرتا ہے۔

سادگی لباس انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام صوف (موٹے اون کا ارزاں لباس) پسند کرتے تھے خود بکریوں کا دودھ نکال لیتے تھے۔ اور گدھوں کی سواری کیا کرتے تھے۔

(حاکم، ترغیب جلد ۳ صفحہ ۱۰۹)

فائدہ: یعنی لباس بھی سادہ اور ارزاں استعمال کرتے تھے اور کام میں عیب نہیں سمجھتے تھے۔ معمولی کام بھی خود کر لیتے تھے، سواری میں بھی سادگی تھی۔

پیوند لگی چادر و تہبند

حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پیوند نما چادر اور موٹی تہبند دکھائیں اور کہا کہ انہی دونوں کپڑوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔ (آداب بیہقی صفحہ ۳۵۰)

فائدہ: باوجود وسعت کے آپ نے سادگی کو اختیار کیا جو فضیلت کی بات ہے۔

ارزاں و کم قیمت لباس

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم صوف کی ایسی چادر اوڑھ لیتے تھے جس کی قیمت چھ یا سات درہم ہوتی تھی۔ (بیہقی، ترغیب جلد۳ صفحہ۱۱۰)

لباس کی مقدار کفاف

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا، دنیا کی کیا مقدار کافی ہے؟ آپ نے فرمایا خوراک کی وہ مقدار جو بھوک روک دے، ستر چھپا دے، اگر گھر ہو تو سایہ کا انتظام ہو جائے اور اگر سواری بھی ہو تو کیا کہنا! (ترغیب جلد۳ صفحہ۱۱۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ دنیا ضرورت کی جگہ ہے، مقام عیش آخرت ہے، اتنی مقدار دنیا گزارنے کے لئے کافی ہے۔

لباس میں تنعّم اور ترفہ کو چھوڑنا مستحب ہے

حضرت ابن ادرع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سادگی اختیار کرو، موٹا پہنو، تیر اندازی سیکھو، ننگے پیر چلو (کبھی) نیز انہی کی روایت ہے۔ تیر اندازی سیکھو موٹا پہنو ننگے پیر چلو۔

(مجمع جلد۵ صفحہ۱۳۹)

مواہب میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں غلام ہوں ایسا ہی لباس پہنتا ہوں جو ایک غلام پہنتا ہے۔

(مواہب جلد۵ صفحہ۱۷)

حیثیت کے باوجود سادہ لباس کی فضیلت

حضرت معاذ بن الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص عمدہ لباس کو خدا کے لئے تواضعاً چھوڑ دے باوجودیکہ اسے حیثیت ہے تو قیامت کے دن اسے تمام مخلوق کے سامنے بلایا جائے گا اور اسے اختیار دیا جائے گا کہ وہ ایمان کے جس جوڑے کو چاہے اختیار کرے۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ۱۰۷)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جس نے باوجود قدرت واستطاعت کے خوبصورت اور عمدہ لباس چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ شانہ اسے اکرام واعزاز کا لباس پہنائے گا۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ۱۰۷)

ایک صحابی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے خوبصورت وعمدہ لباس اللہ کے لئے چھوڑ دیا باوجود وسعت کے، اللہ تعالیٰ اسے عزت کا لباس پہنائے گا اور جو شخص اپنے سے کمتر (مسکین، غریب، یتیمہ) سے شادی کرے گا اللہ تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ اسے بادشاہوں کا تاج پہنائے گا۔ (ابوداؤد)

فائدہ: یا تو مراد اس سے آخرت میں اعزاز واکرام کا معاملہ کرنا ہے یا یہ کہ اس تواضع کی وجہ سے وہ لوگوں کے

دلوں میں مکرم و معظم ہو جائے گا۔

سادگی لباس کبر سے براءت ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صوف کا لباس کبر سے براءت ہے۔ (مختصراً بیہقی، ترغیب جلد۳ صفحہ۱۱۰)

عمدہ لباس کی اجازت ہے جب کہ فخر کے لئے نہ ہو

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے اسے پسند ہے کہ اپنے بندے پر نعمت کا اثر دیکھے۔ (مطالب عالیہ جلد۲ صفحہ۲۶۲)

وسعت کے باوجود گھٹیا لباس کی ممانعت

حضرت زہیر بن ابی علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو بری ہیئت بنائے ہوئے تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا کیا تمہارے پاس مال نہیں ہے؟ اس نے کہا ہاں ہے! مختلف قسم کے اموال، آپ نے فرمایا تو اس نعمت کا اثر ظاہر ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ بندے پر اپنے انعام کا اثر دیکھے۔ (مطالب جلد۲ صفحہ۲۶۲)

اظہار نعمت کی اجازت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس کسی بندے پر انعام ظاہر کرتا ہے تو وہ نعمت کے ظہور کو بندے پر دیکھنا پسند کرتا ہے۔

حضرت ابوحازم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص پھٹی حالت میں آیا آپ نے اس سے پوچھا ارے تمہارے پاس مال نہیں ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! اللہ کا دیا ہوا سب ہے۔ اونٹ ہے، گائے ہے بکری ہے، آپ نے فرمایا جس کے پاس مال ہو چاہئے کہ وہ اس کا اثر ظاہر کرے۔ (مجمع جلد۵ صفحہ۱۳۶)

اچھا لباس پہننا کبر کی علامت نہیں

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کبر کا ذکر ہوا آپ نے اس کی بڑی وعید بیان کی اور فرمایا اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ پس قوم کے ایک شخص نے پوچھا خدا کی قسم اے اللہ کے رسول! میں کپڑے صاف دھوتا ہوں اس کی سفیدی مجھے خوشنما معلوم ہوتی ہے۔ (یعنی صاف شفاف پہنتا ہوں) میں اپنے جوتے کے تسمے اور کوڑے کی رسی کو بھی اچھا پسند کرتا ہوں۔ (تو کیا یہ کبر ہے؟) آپ نے فرمایا کہ نہیں، کبر تو یہ ہے کہ حق کو ذلیل کرے۔ لوگوں کی تحقیر کرے۔ (مجمع صفحہ۱۳۶)

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے پوچھا میں عمدہ جوڑے پہنتا ہوں۔ کیا یہ کبر کی علامت ہے؟ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا نہیں! پھر پوچھا کہ میں چاہتا ہوں کہ کھانا بناؤں اور سب کی دعوت کروں۔ کیا یہ کبر ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں کبر تو یہ ہے کہ تو حق کو بھول جائے اور لوگوں کی تحقیر کرے۔

(مجمع جلد۵ صفحہ۱۳۶)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ عمدہ لباس کبر نہیں ہے اس کا تعلق لباس یا کسی شے کی عمدگی اور خوشنمائی سے نہیں ہے بلکہ دل سے ہے اگر اس سے دوسروں کی تحقیر و تذلیل ہے تو یہ مذموم ہے۔

عمدہ لباس خلافِ سنت نہیں

حضرت عبداللہ بن حارث رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ایک مرتبہ ستائیس اونٹوں کے بدلے ایک جوڑا خریدا اور پہنا البتہ یہ ضرور ہے کہ یہ ایک وقتی اور عارضی چیز تھی ورنہ عام لباس میرے آقا کا نہایت معمولی ہوتا تھا۔ (خصائل صفحہ۵۵)

میلا گندہ لباس ناپسندیدہ ہے

حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ایک شخص کو دیکھا اس پر گندے کپڑے تھے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ کیا یہ کچھ نہیں پاتا کہ اس سے اپنے کپڑے دھولے۔

(آداب بیہقی صفحہ۳۴۶)

فَائِدَہ: آپ نے زجراً فرمایا کہ اس کے پاس اتنی بھی گنجائش نہیں کہ کپڑے صاف کر لے۔ کیونکہ گندہ پہننا اچھی بات نہیں ہے۔

حضرات صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے بھی عمدہ لباس پہنا ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ لوگوں میں عمدہ کپڑے زیب تن کرنے والے اور عمدہ خوشبو استعمال کرنے والے تھے۔ (مجمع جلد۵ صفحہ۱۳۸)

حضرت سلیم ابو عامر رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر ایک چادر دیکھی جس کی قیمت سو درہم ہوتی تھی۔ (ابن سعد، حیاۃ الصحابہ جلد۵ صفحہ۸۳۹)

حضرت سعد بن ابراہیم رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ یمنی چادر یا یمنی جوڑا پہنتے تھے جس کی قیمت پانچ سو یا چار سو درہم ہوتی تھی۔ (ابن سعد، حیاۃ جلد۲ صفحہ۸۴۰)

حضرت عثمان بن ابی سلیمان رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے ایک کپڑا ایک ہزار درہم کا خریدا اور اسے پہنا۔ (حیاۃ الصحابہ جلد۲ صفحہ۸۴۰)

وفد کی آمد پر عمدہ کپڑا

حضرت جندب بن مکیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب وفد آتا تو آپ اپنے اچھے کپڑے زیب تن فرماتے اور اپنے بڑے اصحاب کو بھی اس کا حکم دیتے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جس دن کندہ کا وفد آیا تھا کہ آپ یمنی جوڑے میں ملبوس تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی اسی قسم کا حلّہ تھا۔ (ابن سعد، حیاۃ الصحابہ جلد۲ صفحہ ۸۳۴)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ تقریبات کے موقع پر باہر سے معزز ترین لوگوں کی آمد پر عمدہ لباس زیب تن کرنا درست ہی نہیں بلکہ بہتر اور مسنون ہے۔

نیا کپڑا جمعہ کے دن پہننا مسنون ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ نیا کپڑا پہنتے تو اسے جمعہ کے دن پہنتے۔
(سیرت خیر العباد جلد۷ صفحہ ۴۲۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو کپڑے تھے جسے آپ زیب تن فرماتے تھے جب آپ واپس آتے تو ہم اسے اسی طرح لپیٹ کر رکھ دیتے۔ (مجمع جلد۵ صفحہ ۱۷۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن خطبہ دیا آپ پر ایک عمدہ دھاری دار چادر تھی۔ (زادالمعاد جلد۱ صفحہ ۱۲۸)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ وعیدین میں لال یمنی چادر زیب تن فرماتے تھے۔ (سیرت الشامی جلد۷ صفحہ ۴۹۱)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن عمدہ لباس پہننا سنت ہے۔ اگر عمدہ کپڑا ایک ہو تو اسے جمعہ کے لئے استعمال کیا جائے پھر رکھ دیا جائے یہ بھی بہتر ہے۔

جمعہ کے دن عمدہ لباس کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب جمعہ کا دن ہو غسل کرے، عمدہ خوشبو لگائے، کپڑوں میں عمدہ کپڑا پہنے، پھر نماز کو جائے اور کسی کی گردن نہ پھاندے، پھر خطبہ سنے تو اللہ جل جلالہ وعم نوالہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ بلکہ تین سے زائد کے گناہ معاف کر دے گا۔ (ترغیب جلد۱ صفحہ ۴۹۸)

عید کے دن عمدہ لباس

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عمدہ دھاری دار لال چادر تھی جسے عیدین میں زیب تن فرماتے تھے۔ (مجمع جلد۵ صفحہ ۲۰۱)

فَائِدَہ: معلوم ہوا کہ کوئی عمدہ لباس جو جمعہ وعیدین کے موقع پر استعمال کرے رکھنا سنت ہے۔

کپڑا تہ کر کے رکھا جائے

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ شیطان تمہارے کپڑے استعمال کرتا ہے۔ جب تم میں سے کوئی کپڑا اتارے تو اسے چاہئے کہ اسے لپیٹ کر تہ لگا کر رکھے۔ (کنز العمال جلد ۱۹ صفحہ ۲۱۸)

تصویر دار کپڑے کی ممانعت

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک چادر خریدی جس میں تصویر تھی۔ جب آپ ﷺ نے اسے دیکھا تو دروازے پر ہی کھڑے رہے، اندر تشریف نہ لائے۔ میں نے آپ کی ناراضگی کو سمجھ لیا میں نے کہا میں اللہ اور اس کے رسول سے توبہ کرتی ہوں اپنی غلطی پر۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ چادر کیسی ہے؟ میں نے کہا کہ میں نے اسے خریدا ہے تاکہ آپ اس پر بیٹھیں اور ٹیک لگائیں آپ نے فرمایا اصحاب تصاویر کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا جو تم نے بنایا ہے اس میں روح ڈالو۔ آپ نے فرمایا وہ گھر جس میں تصاویر ہوں اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۳۷۵)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ تصویر دار کپڑے یا چٹائی یا بستر کا استعمال خلاف شرع ہے آج کل تصویر دار اشیاء کے استعمال کی بڑی کثرت ہوگئی ہے، اور بلا جھجک اس کا استعمال کیا جاتا ہے اور مکانوں اور دکانوں کو مزین کیا جاتا ہے، بڑی ہلاکت و بربادی کی بات ہے۔ ذرا بھی شریعت کا لحاظ نہیں، وہ گھر، مکان اور دکان فرشتہ رحمت کی آمد سے محروم رہتے ہیں جہاں یہ بدبخت تصویریں ہوتی ہیں۔

ملائکہ رحمت کی آمد میں رکاوٹ

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا حضرات ملائکہ اس گھر میں نہیں آتے جہاں کوئی تصویر ہو۔ (طحاوی جلد ۲ صفحہ ۳۶۳)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَامُ نے آپ ﷺ سے فرمایا کہ جس گھر میں تصویر ہو اس میں ہم نہیں آتے۔ (طحاوی صفحہ ۳۶۳)

عورتوں اور مردوں کو ایک دوسرے کے لباس سے مشابہت پر وعید

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے ان مردوں پر جو عورتوں سے اور ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت اختیار کرنے والے ہیں۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۷۴، ابوداؤد)

ایک روایت میں ہے کہ آپ کے قریب سے ایک عورت گزری جو کمان اٹھائے ہوئے تھی (جنگی بہادر کی طرح) تو آپ نے فرمایا لعنت ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی ہیں اور ان مردوں پر جو

عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ نے لعنت فرمائی ان مردوں پر جو عورتوں کے مشابہ لباس اختیار کرنے والے ہیں اور ان عورتوں پر جو لباس میں مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی ہیں۔

(ابوداؤد، ک جلد ۱۹ صفحہ ۲۳۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جو مرد عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے والے ہیں اور جو عورتیں مردوں سے مشابہت اختیار کرنے والی ہیں وہ ہم سے نہیں ہیں۔ (مسند احمد صفحہ ۲۲۳، کنز)

دنیا اور آخرت کی لعنت

حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا چار شخصوں پر دنیا اور آخرت کی لعنت ہے اور فرشتوں کی ان پر آمین ہے (یعنی لعنت پر) ان میں سے ایک تو وہ ہے جسے خدا نے مرد بنایا اور وہ عورتوں کی مشابہت اختیار کرتا ہے اور اپنے کو مثل عورت کے بناتا ہے۔ (ترغیب جلد ۳ صفحہ ۱۰۵)

فَائِدَہ: اس سے یہ معلوم ہوا کہ مردوں کو کسی بھی طرح عورت کے مثل بننا قابل لعنت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا تین شخص جنت میں داخل نہ ہوں گے۔

❶ والدین کا نافرمان۔

❷ دیوث جو عورتوں کے اجانب سے مخالطت میں ڈھیلا ہو۔

❸ عورتوں کی طرح لباس اختیار کرنے والا ہو۔ (ترغیب جلد ۳ صفحہ ۱۰۶)

فَائِدَہ: ان تمام وعیدی روایتوں سے معلوم ہوا کہ جو لباس عرف میں مردوں یا عورتوں کیلئے خاص ہے ایک دوسرے کو اس کا استعمال ناجائز اور حرام ہوگا۔ چنانچہ مردوں کو پرنٹ کرتا یا عورتوں کو مردوں کا سا پاجامہ پتلون اور پوشت پہننا درست نہیں، باعث لعنت ہے، عموماً جدید تعلیم یافتہ اور شہری عورتیں اس سے احتیاط نہیں کرتیں اور مردوں کی مشابہت میں فخر محسوس کرتی ہیں اور لعنت میں گرفتار ہوتی ہیں وہ بھی ایسی لعنت جو مقبول ہو اللہ تعالیٰ ہی بچائے۔

حضرت ابوملیکہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے سامنے ایک عورت کا ذکر کیا گیا جو جوتیاں پہنتی تھی۔ اس پر حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا خدا کے رسول نے ایسی عورت پر لعنت بھیجی ہے جو مردوں کے طور کو اختیار کرے۔ (مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۳۸۳)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ مردوں کی طرح عورتوں کو جوتی نہیں پہننی چاہئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عورتوں کو کسی

بھی طور وطریقہ میں نہ لباس میں نہ لباس کے علاوہ دیگر اشیاء میں مردوں کے طور طریقہ کو اپنانا چاہئے کیوں کہ یہ خدا کے رسول کی جانب سے لعنت کی بات ہے۔ عورتوں کو سائیکل، موٹر کار وغیرہ چلانا درست نہیں ہے کیوں کہ یہ مردوں کے لئے زیبا ہے۔ افسوس کہ آج جدید ملعون تہذیب وفیشن میں آکر جہنم اور غضب خداوندی والے اعمال ہی میں لطف اور مزہ محسوس کیا جاتا ہے اور ترقی کی بات سمجھی جاتی ہے۔

غیروں کے لباس کی ممانعت

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اوپر دو زرد رنگ کے کپڑے دیکھے تو آپ نے فرمایا یہ کافروں کا لباس ہے ان کو مت پہنو۔ ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں ان (کے رنگ) کو دھودوں گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ جلا دو۔ (مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۳۷۴)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا اے اللہ کے رسول مشرکین پاجامہ تو پہنتے ہیں مگر تہبند نہیں باندھتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پاجامہ بھی پہنو اور تہبند بھی باندھو، حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا اے اللہ کے رسول! مشرکین خف تو باندھتے ہیں مگر نعل نہیں پہنتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم خف ونعل یعنی موزہ جوتا دونوں پہنو۔ جہاں تک جس قدر ہو سکے شیطان کے دوستوں کی مخالفت کرو۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو غیروں سے طور وطریقہ رہن سہن وغیرہ میں ممتاز رہنا چاہئے۔

حضرت ابوکریمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ کے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے یہ سنا کہ وہ کہہ رہے تھے اے لوگو! (سنو) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے خبردار! راہبوں (عیسائی عبادت گزاروں) کے لباس کی مخالفت کرو، جو راہبانہ طریقہ اختیار کرے گا اس سے مشابہت اختیار کرے گا وہ ہم میں سے نہیں ہے جس کی مشابہت اختیار کرے گا اسی کے گروہ سے ہوگا۔

(مجمع جلد ۵ صفحہ ۱۲۴)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے جس قوم کی مشابہت اختیار کی وہ شخص اسی قوم میں شمار ہوگا۔ (ابوداؤد جلد ۳ صفحہ ۵۵۹)

فائدہ: ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ مراد اس سے لباس اور ظاہری امور میں مشابہت اختیار کرنا ہے۔ غیر قوم سے تشبہ اختیار کرنا سخت وعید کی بات ہے۔ اس کا شمار انہی دشمنانِ اسلام کے ساتھ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ! کتنی بڑی وعید ہے آج ہمارا معاشرہ کس قدر بگڑ گیا کہ ہم غیروں سے خلط اور ان

کے اطوار کو اختیار کرنا باعث ذلت نہیں سمجھتے ہیں۔

تشبہ اور اس کا مفہوم

اپنی ہیئت اور وضع تبدیل کر کے دوسری قوم کی وضع اور ہیئت اختیار کرنے کا نام تشبہ ہے۔

کافروں کا معاشرہ اور تمدن اور لباس اختیار کرنا در پردہ ان کی سیادت اور برتری کو تسلیم کرنا ہے۔ کیا یہ صریح ظلم نہیں کہ دعویٰ تو ہو ایمان کا، اسلام کا، اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا اور صورت، ہیئت اور وضع قطع اور لباس اس کے دشمنان کا۔ (العیاذ باللہ)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں جب اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا تو فکر ہوئی کہ عجمیوں کے اختلاط سے اسلامی امتیازات میں کوئی فرق نہ آ جائے تو ایک طرف مسلمانوں کو تاکید کی کہ اغیار کے تشبہ سے شدید پرہیز کریں۔ دوسری جانب غیروں کے لئے فرمان جاری کئے کہ وہ اپنے امتیاز میں نمایاں رہیں۔ اہل اسلام کی وضع قطع اختیار نہ کریں۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فارس میں مقیم مسلمانوں کو یہ فرمان بھیجا کہ مشرکین اور کافروں کے لباس سے دور رہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ یہ جامع فرمان ان کی جانب سے بھیجا گیا۔ امابعد، اے مسلمانو! ازار اور چادر کا استعمال کرو، جوتے پہنو، جد امجد حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لباس کو لازم پکڑو۔ عجمیوں کے لباس ان کی وضع قطع اور ہیئت سے دور رہو۔ موٹے، کھردرے پرانے کپڑے پہنو (جو تواضع کا لباس ہے) مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ آذر بائیجان میں امیر لشکر عتبہ بن فرقد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان پہنچا۔ اے عتبہ بن فرقد تم سب کا فرض ہے کہ اپنے آپ کو عیش پرستی سے اور کافروں کے لباس سے اور ان کی وضع قطع وہیئت کے اختیار سے بچاؤ اور ریشم سے پرہیز کرو۔

معلوم ہوا کہ ہمیں کفار کے لباس اور اس کے وضع وہیئت کے اختیار کرنے سے سخت گریز کرنا چاہئے کہ اس میں اپنے شعائر کی توقیر و تعظیم ہے۔ لہٰذا کوٹ پتلون، انگریزی قمیص اور اسی طرح نصاریٰ کے لباس کو بالکلیہ ترک کر دینا چاہئے۔ دھوتی، ساڑھی، یہ بھی مشرکین کے مخصوص لباس ہیں ان کو تو ترک کرنا از حد ضروری ہے کیونکہ مخالفین اسلام کے مذہبی لباس ہیں۔ جن علاقوں میں ساڑھی لہنگا کا استعمال اہل اسلام میں رائج ہے وہاں اس کی اصلاح کی شدید ضرورت ہے افسوس کہ ہم ظالم اور مغضوب کے راستے کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔ یہ کفار، اعداء اسلام کا لباس ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک کہ کفار کا لباس مت پہنو اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتے (حسرتا واحسرتا) خود اہل علم واصلاح کو اس معاشرے کی اصلاح کا ذہن نہیں۔ اس میں کئی خرابیاں ہیں۔ ایک یہ کہ دشمنان اسلام کا مخصوص لباس ہے جس کا اختیار کرنا ناراضگی خدا کا باعث ہے۔ دوسرے اس میں بے پردگی

ہوتی ہے کہ پیٹھ اور پیٹ کھلا رہتا ہے ذرا ساڑھی کا آنچل ہٹ جائے تو گلا، سینہ، پیٹ کی نمائش ہو جائے۔ عورتوں میں دھوتی کا شیوع نہ ہوسکا مگر ساڑھی کا شیوع ہو گیا جس کی وجہ سے پیٹ اور پیٹھ کی اچھی نمائش ہو گئی۔ مسلمان عورتوں کا شرعی لباس کرتا پاجامہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو پاجامہ کی ترغیب دی ہے اور اس پر رحمت کی دعا فرمائی ہے۔

پاجامہ پہننے والی عورت کے لئے دعائے رحمت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس ﷺ کے پاس بارش کے دنوں میں بقیع غرقد کے مقام پر بیٹھا تھا۔ گدھے پر سوار ایک عورت گزری جس پر بوجھ تھا ایک نشیبی زمین پر پہنچی جہاں گڑھا تھا تو گر پڑی آپ نے (یہ دیکھ کر) اپنا چہرہ پھیر لیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ یہ پاجامہ پہنے ہوئے ہے تو آپ نے فرمایا اے اللہ! میری امت کی ان عورتوں کی جو پاجامہ پہنتی ہیں مغفرت فرما، اے لوگو! پاجامہ کا استعمال کرو یہ تمہارے کپڑوں میں زیادہ پردہ کی چیز ہے اور اپنی عورتوں کو جب وہ باہر نکلیں اس کے پہننے کی ترغیب دو، بعض روایات میں ہے کہ آپ نے تین مرتبہ رحمت کی دعا فرمائی (بزار، آداب، بیہقی صفحہ ۳۷۸، مجمع، کنز)

فائدہ: بڑی خوش نصیبی کی بات ہے جو پاجامہ پہنتی ہیں وہ دعائے رحمت کی مستحق ہوتی ہیں۔ نیز عورتوں کا پاجامہ پہننا رحمت الٰہی کا باعث ہے۔ اس میں ترغیب ہے کہ وہ پاجامہ کے علاوہ دوسرا لباس نہ پہنیں کہ اس میں ستر پوشی بھی ہے اور دعاء رحمت بھی۔ جن علاقوں کے اندر عورتوں میں پاجامہ پہننے کا معاشرہ اور ماحول ختم ہو گیا وہاں جو عورت پاجامہ ماحول کے خلاف پہنے گی اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ مٹی ہوئی ایک سنت اور مشروع امر کے زندہ کرنے کا ثواب ملے گا۔ اللہ تعالیٰ سمجھ اور عمل عطا فرمائے۔ آمین۔

عورتوں کا لباس مسنون

عورتوں کا لباس مسنون و مشروع یہ ہے کہ ان کے لئے موٹا لباس ہو جس سے بدن کا رنگ اور بال نہ نظر آئے اور ڈھیلا ڈھالا ہو چست نہ ہو اور بدن کی ہیئت کو نمایاں اور ظاہر کرنے والا نہ ہو اور نہ مردوں کے مشابہ ہو، نہ غیروں کے لباس کی نقل ہو کیونکہ تشبہ بالکفار سخت منع ہے۔

عورتوں کے لئے باریک لباس کی ممانعت

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائیں اور ان کے جسم پر باریک کپڑا تھا۔ آپ نے بے رخی برتی اور فرمایا اے اسماء جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کا جسم ایسا نہ ہو کہ نظر آجائے مگر یہ اور یہ، اور آپ ﷺ نے چہرے اور ہاتھ کی طرف اشارہ کیا۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۳۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک حلہ (جوڑا) اور شامی کپڑا آیا۔ جوڑا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پہنا دیا اور وہ کپڑا (باریک) تھا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیا، میں جوڑے میں ملبوس ہو کر گیا تو آپ نے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ تم نے کپڑا کیا کیا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا میں نے بیوی کو پہنا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے کہو کہ اس کے نیچے کوئی موٹا کپڑا لگا لے تاکہ اس کا حجم وہیئت لوگوں پر ظاہر نہ ہو۔ (مسند احمد، مجمع جلد ۵ صفحہ ۲۶۴)

فائدہ: اگر کپڑا باریک ہو تو اس کے نیچے استر لگانا ضروری ہے تاکہ جسم ظاہر نہ ہو۔

باریک دوپٹہ کی ممانعت

حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی والدہ سے نقل کیا ہے کہ حفصہ بنت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئی وہ باریک دوپٹہ اوڑھے ہوئے تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسے پھاڑ ڈالا اور اسے گاڑھا دبیز دوپٹہ پہنا دیا۔ (موطا مالک، مشکوٰۃ صفحہ ۳۷۷)

حضرت دحیہ بن خلیفہ (کلبی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک قبطی کپڑا آیا (جو کہ باریک سفید ہوتا تھا) آپ نے وہ کپڑا مجھے دے دیا اور فرمایا اسے دو ٹکڑے کر لو۔ ایک کا خود قمیص بنا لو، دوسرا اپنی بیوی کو دے دو تاکہ اس کا خمار (دوپٹہ) بنا لے، چنانچہ وہ چلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی بیوی سے کہہ دینا کہ وہ اس کے نیچے دوسرا کپڑا لگا لے تاکہ بدن نہ معلوم ہو۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۷۶)

چادروں کا دوپٹہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان اولین مہاجر عورتوں پر رحم فرمائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب آیت کریمہ "وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ" کو نازل فرمایا تو ان عورتوں نے اپنی (موٹی) چادروں کو کاٹ کر دوپٹے بنا لئے۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۰۰)

فائدہ: کس قدر جذبہ اطاعت وفرمانبرداری کی بات تھی کہ موٹی موٹی چادر کو پھاڑ کر دوپٹہ بنا لیا اور اس میں ذرا بھی پس وپیش نہیں کیا۔ ایام جاہلیت میں دوپٹوں سے پردہ کا اہتمام نہیں تھا صرف سر پر اس کا استعمال رائج تھا۔ سینہ پر رکھنے کی عادت نہیں تھی، اس آیت کے بعد موٹی چادروں کے دوپٹہ سے سر وسینہ اور گلہ کو ڈھانک لیا۔

اوپر کی تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ باریک دوپٹہ جس سے بدن کا رنگ نمایاں ہو، بال کھال نظر آئے درست نہیں۔ افسوس آج کل ایسے باریک دوپٹہ کا رواج ہو گیا ہے جس سے رنگ، کھال، جسم نمایاں طور پر معلوم ہوتا ہے جیسے باریک جارجٹ وغیرہ یا ایسا چکنا دوپٹہ ہوتا ہے جو سر پر رکتا ہی نہیں۔ شرم اور بے حیائی کی بات ہے۔ ایسا کپڑا موجب لعنت ہے دوپٹہ، دبیز اور موٹا ہو جس سے پردہ اور ستر پوشی حاصل ہو، فیشن اور انگریزی

تہذیب میں آکر جسم اور جمال کو ظاہر کرنا لعنت اور غضب خداوندی کا باعث ہے۔ اسلامی طرز ولباس کو چھوڑ کر غیروں کے طور وطریقہ کا اپنانا ہلاکت و بربادی کا سبب ہے۔ اسی وجہ سے آج ہم خدا کی نظروں سے گر گئے، اس لئے کہ ہم نے احکام شریعہ کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سچی سمجھ عطا فرمائے۔ آمین۔

باریک لباس والی مثل ننگی کے ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دوزخیوں کے دو گروہوں کو میں نے اب تک نہیں دیکھا (یعنی اس وقت تک ظہور نہیں ہوا بعد میں ایسی جماعت پیدا ہوگی) ایک جماعت ان لوگوں کی ہوگی جن کے پاس بیلوں کی دم کی طرح کوڑے ہوں گے ان سے لوگوں کو ظلماً ماریں گے۔ دوسری جماعت ایسی عورتوں کی ہوگی جو (ظاہر میں تو) کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی مگر ننگی ہوں گی، مردوں کو مائل کرنے والی اور ان کی طرف مائل ہونے والی ہوں گی۔ ان کے سر مانند اونٹ کے کوہانوں کے جھکتے ہوئے ہوں گے یہ عورتیں نہ تو جنت میں داخل ہوسکیں گی اور نہ ہی جنت کی بو پاسکیں گی حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی دور سے (یعنی پانچ سو میل کی مسافت سے) آجاتی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف، مسلم صفحہ ۲۰۵)

اس حدیث میں دو پیشین گوئیوں میں سے دوسری پیشین گوئی ایسی عورتوں کے پائے جانے کے متعلق ہے جن کی یہ صفات ہوں گی۔

❶ کپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی یا تو اس وجہ سے کہ کپڑا باریک ہوگا یا یہ کہ پورا بدن ڈھانکا نہ گیا ہوگا جیسے بلاؤز کہ اس سے پیٹ و پیٹھ کا حصہ کھلا رہتا ہے یا کھل جاتا ہے۔ اسی طرح فراک اور جانگیہ بھی۔ یا اس وجہ سے کہ لباس اتنا چست وتنگ ہوگا کہ بدن کی پوری ہیئت نمایاں ہورہی ہوگی۔

❷ حسن وخوبصورتی اور فیشن کی وجہ سے مردوں کو اپنی طرف دیکھنے کی اور حظ (مزہ) لینے کی دعوت دیں گی۔

❸ خود وہ بھی مردوں کے قریب جائیں گی ان کی طرف خواہش سے متوجہ ہوں گی۔ یعنی مائل کریں گی بھی اور مائل ہوں گی بھی۔

❹ ان کے سر بختی اونٹوں کی کوہان کی طرح ہوں گے یعنی سر پر بالوں کو فیشن سے اونچا کریں گے جس سے سر اونچا اور خوبصورت ہوجائے گا۔

❺ سر ہلا ہلا کر یعنی فیشن کی نمائش کرتی ہوئی مٹکتی ہوئی چال بناتی ہوئی چلیں گی۔ ایسی عورتیں جنت تو دور کی بات ہے اس کی خوشبو بھی نہ پائیں گی۔ چنانچہ ایسی عورتیں آج کل کے دور میں پائی جارہی ہیں جن میں یہ علامتیں منطبق ہورہی ہیں۔

اللہ کی پناہ کس قدر خسارے اور ہلاکت و بربادی کی باتیں ہیں جس فیشن پر ناز ہورہا ہے۔ باریک دوپٹہ اور

کپڑوں کو فیشن میں آکر اختیار کیا جارہا ہے، پیٹھ و پیٹ، سینے اور پنڈلیوں وغیرہ کو دکھلا کر مردوں کو لبھایا جارہا ہے گویا کہ زنا کی دعوت دی جارہی ہے کل جب دوسری آنکھ کھلے گی اس وقت پتہ چلے گا کہ کتنے مزے کی بات تھی۔ جب جہنم کی آگ ان کے جسموں کو جلائے گی، ان کے جسم میں آگ لگے گی تب احساس ہوگا۔ مگر افسوس کہ اس وقت افسوس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اے اسلام کا نام لینے والی عورتو! ایسا جہنمی لباس جو ایک گھڑی کے لئے مزہ پیدا کرے اور برسہا برس آگ میں دھونکے اور جلائے کون سی خوبی کی بات ہے؟ اسلامی لباس اختیار کرو کپڑا خواہ کتنا ہی عمدہ ہو مگر باریک نہ ہو، ایسا لباس اختیار کرو جس سے پورا بدن ڈھکتا ہو۔ ساڑھی، بلاؤز، فراک، کشادہ گردن والے کرتے، چھوٹی آستین والے جمپر سے توبہ کرو! دنیا میں بھی راحت ملے گی اور آخرت میں مرنے کے بعد کی زندگی میں بھی چین وسکون ملے گا۔ ہاں زیب و زینت شوہر کے لئے ہو، اسی طرح اچھا سے اچھا کپڑا منع نہیں اسے پہن سکتی ہو۔

ریشمی لباس کی حرمت

حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ریشمی لباس مت پہنو، جو اسے دنیا میں پہنے گا آخرت میں اس سے محروم رہے گا۔

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو دیکھا دائیں ہاتھ میں ریشمی کپڑا اور بائیں ہاتھ میں سونا لئے فرما رہے تھے یہ دونوں حرام ہیں ہماری امت کے مردوں پر۔

(ابوداؤد، نسائی، ترغیب جلد۳ صفحہ ۹۶)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جب میری امت پانچ چیزوں کو حلال سمجھنے لگے گی یعنی اس کا ارتکاب کرنے لگے گی تو ان پر ہلاکت و بربادی آجائے گی۔

1. جب ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں۔
2. شراب پینے لگ جائیں۔
3. ریشمی لباس استعمال کرنے لگیں۔
4. گانے والی باندیاں اختیار کی جانے لگیں۔
5. مرد اور عورت اپنے آپ کو کافی سمجھنے لگیں یعنی شادی کی ضرورت نہ سمجھیں۔

مخلوط ریشمی لباس کی اجازت

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے منع فرمایا ہے گھٹے ہوئے ریشمی کپڑے سے (یعنی جس میں ریشم کی مقدار زائد ہو) بہر حال علم اور ریشمی تانے سے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے کوئی

حرج نہیں فرمایا۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ صفحہ ۳۷۷)

فَائِدَہ: علم، یعنی تین یا چار انگلی کے برابر جو ریشم کنارے میں لگایا جاتا ہے، اسی طرح جس کپڑے میں تانا تو ریشم اور بانا ریشم کے علاوہ کا ہو، ایسے کپڑوں کا استعمال مردوں کے لئے جائز ہے۔ (مرقاۃ جلد ۴ صفحہ ۲۳۹)

حضرت ابورجاء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ عمران بن حصین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تشریف لائے اور ان پر ریشمی کناروں والی چادر تھی۔ انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ جل جلالہ وعم نوالہ جس پر انعام فرمائے (یعنی مال عطا فرمائے) تو اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے پر اس نعمت کا اثر دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۷۷)

وہب بن کیسان رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں کہ میں نے سعد بن ابی وقاص، ابوہریرہ، عامر بن عبداللہ، انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو دیکھا کہ وہ خز کا کپڑا استعمال کرتے تھے۔ خز ریشم اور غیر ریشم سے مخلوط کپڑا ہوتا تھا۔

(طحاوی جلد ۲ صفحہ ۲۴۸)

چند فقہی مسائل

مَسْئَلَہ: مردوں کے لئے ستر عورت کی مقدار، یعنی ناف سے لے کر گھٹنوں تک کوئی کپڑا پہننا اور بدن کا چھپانا فرض ہے۔

مَسْئَلَہ: اس مقدار تک کپڑا پہننا جس کی وجہ سے سردی اور گرمی سے حفاظت اور اس کے نقصان سے بچ سکے واجب ہے۔

مَسْئَلَہ: اظہار نعمت اور ادائے شکر کے لئے عمدہ لباس مستحسن ہے۔

مَسْئَلَہ: بڑائی جتانے کے لئے، لوگوں میں برتری و فوقیت ظاہر کرنے کے لئے، شہرت و دکھاوے کی نیت سے عمدہ لباس پہننا درست نہیں۔

مَسْئَلَہ: خوش حال لوگوں کے لئے جن کو عمدہ لباس کی قدرت ہو، سادہ و متواضعانہ لباس پہننا مستحب و باعث ثواب ہے۔

مَسْئَلَہ: ہاف پینٹ، جانگھیہ، اسی طرح ہر وہ لباس جس سے گھٹنے کھلے رہتے ہوں بالغ اور مراہق کے لئے ناجائز اور گناہ کی بات ہے۔

مَسْئَلَہ: ٹائی لگانا درست نہیں، یہ صلیب کی علامت و یادگار ہے جو عقیدۂ اسلام کے خلاف ہے۔ اس میں حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ کو سولی پر لٹکانے کی طرف اشارہ ہے۔

مَسْئَلَہ: مردوں کو ٹخنوں سے نیچا کرتا، لنگی، پاجامہ غرض کہ جو بھی لباس ہو مکروہ ہے۔

مَسْئَلَہ: دھوتی پہننا درست نہیں۔

مسئلہ: پینٹ، بوشرٹ، کالردار قمیص پہننا مکروہ ہے، ہاف قمیص ہو تو اس سے نماز میں الگ کراہت آئے گی۔

مسئلہ: عورتوں کو ساڑھی، لہنگا پہننا مکروہ ہے۔ یہ غیروں کا لباس ہے اور بے پردگی کا باعث ہے۔

مسئلہ: بلاؤز پہننا ناجائز ہے۔ اس کی وضع ہی بانہوں، پیٹھ اور پیٹ کی نمائش کے لئے ہوئی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ نمائش شوہر کے غیر کے لئے حرام ہے۔

مسئلہ: ہر وہ لباس جو کفار اور فساق وفجار کے درمیان رائج ہو اس کا استعمال بے ستری نہ ہو تو خلاف اولی ہے اور اگر بے ستری ہو تو ناجائز ہے جیسے مردوں کے لئے ہاف پینٹ۔

مسئلہ: پرنٹ اور گہرے رنگ کے کپڑے اسی طرح وہ کپڑے جو ماحول وعرف میں عورتوں کے درمیان جاری اور رائج ہوں مردوں کے لئے درست نہیں۔ لیکن اگر سرخ سبز دھاریاں ہوں تو مردوں کو درست ہے۔

مسئلہ: عورتوں کو باریک کپڑا جس سے بال، کھال اور اس کی رنگت نظر آئے حرام ہے۔ حدیث شریف میں اس پر سخت وعید آئی ہے۔

مسئلہ: عورتوں کو ایسا چست لباس پہننا جس سے بدن وکمر وغیرہ کی ہیئت نمایاں ہو درست نہیں ہے۔

مسئلہ: عورتوں کو ایسا جمپر وکرتا پہننا جس کی آستینیں چھوٹی ہوں، جیسا کہ آج کل بکثرت رائج ہے درست نہیں ہے کیونکہ اس سے بے پردگی اور نماز نہ ہونے کا بھی احتمال رہتا ہے البتہ بے پردگی نہ ہونے اور نماز کے نہ پڑھنے کی صورت میں کوئی قباحت نہیں۔

مسئلہ: اب تو بعض کرتوں اور جمپر کی آستین صرف چار پانچ انگل ہوتی ہیں۔ بڑے گناہ کی بات ہے شوہر کے غیر کا نظر پڑنا دیکھنا دکھانا حرام ہے۔

مسئلہ: جمپر اور کرتے کے آگے کا گلا اتنا بڑا رکھنا کہ سینے کی نمائش ہو، ناجائز ہے۔ اسی طرح پیچھے بھی بڑا رکھنا درست نہیں۔ گو دوپٹہ سے پردہ ہو جاتا ہے مگر پھر بھی گھر میں اس کا اہتمام نہیں ہو پاتا اور جس سے پردہ ہوتا ہے اس سے ذرا بے احتیاطی میں بے پردگی ہوتی ہے۔ گلے کے بڑے رکھنے کا مقصد ہی نمائش ہے۔

مسئلہ: قریب البلوغ لڑکیوں کو دوپٹہ کا استعمال واجب ہے۔

مسئلہ: عورتوں کو پتلون اور شرٹ پہننا حرام ہے۔

مسئلہ: چست برقع اور جس سے پردے کے بجائے اظہار زینت ونمائش ہوتی ہو درست نہیں ہے۔ اس سے مقصد پردہ نہیں جسم اور کپڑے کی نمائش ہے۔

مسئلہ: جمعہ وعیدین اور اہم تقریبات اور مہمانوں کی آمد پر عمدہ لباس پہننا اولیٰ ہے۔

نئے لباس پہننے پر پرانے کو صدقہ کرنے کی فضیلت

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نیا کپڑا پہنا اور یہ دعا پڑھی۔ "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِہٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِہٖ فِیْ حَیَاتِیْ"، پھر انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جو نیا کپڑا پہنے اور یہ دعا پڑھے اور پرانے کپڑے کو صدقہ کردے تو وہ خداوند قدوس کی حفاظت اور اس کے پردے میں محفوظ ہو جاتا ہے خواہ زندہ رہے یا انتقال ہو جائے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۷۷)

فَائِدَہ: یعنی اس پرانے کپڑے کو صدقہ کردینے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی حفاظت و نگہبانی میں آجاتا ہے کتنی بڑی فضیلت کی بات ہے۔

کسی کو کپڑا پہنانے کا ثواب

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرمارہے تھے کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں جس نے کسی مسلمان کو کپڑا پہنایا مگر یہ کہ وہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے گا جب تک کہ اس کے پاس اس کا چیتھڑا بھی باقی ہو۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ ۱۱۷، شعب الایمان صفحہ ۱۸۲)

کپڑا پہنانے والے کو جنت کا سبز لباس

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے کسی مسلمان ضرورت مند کو کپڑا پہنایا خدائے پاک اسے جنت کا سبز لباس پہنائیں گے۔ جو کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلائے گا خدا اسے جنت کی خالص شراب پلائیں گے۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ ۱۱۷)

کپڑا پہنانا افضل الاعمال ہے

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ کسی مؤمن کو خوش کرنا یہ ہے کہ تم اسے کپڑا پہنا دو یا بھوک کی حالت میں کھانا کھلا دو یا اس کی ضرورت پوری کردو۔ یہ افضل الاعمال ہیں۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ ۱۱۷)

دعاؤں کا بیان

جب نیا کپڑا پہنے تو یہ دعا پڑھے

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی نیا کپڑا پہنے اور یہ دعا پڑھے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کَسَانِیْ ھٰذَا وَرَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃٍ"

تَرْجَمَہْ: "تمام تعریف اس ذات گرامی کی جس نے ہمیں یہ پہنایا اور بلا میری قوت و طاقت کے نوازا۔"

تو اس کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (ترغیب صفحہ ۹۳، ابن سنی صفحہ ۲۳۹)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نیا لباس زیب تن فرماتے تو اس کا نام لیتے مثلاً کرتا یا تہبند یا عمامہ پھر یہ دعا پڑھتے:

"اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ کَسَوْتَنِیْہِ اَسْأَلُکَ مِنْ خَیْرِہٖ وَخَیْرِ مَا صُنِعَ لَہٗ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَہٗ"

تَرْجَمَہْ: "اے اللہ تیرے ہی واسطے تعریف ہے آپ نے ہمیں پہنایا، ہم آپ سے سوال کرتے ہیں اس کی بھلائی کا اور جس کے لئے بنایا گیا ہے اس کی بھلائی کا اور ہم پناہ مانگتے ہیں اس کی برائی سے اور اس چیز کی برائی سے جس کے لئے بنایا گیا ہے۔" (ترمذی، ابوداؤد، ابن سنی، آداب بیہقی صفحہ ۳۶۱)

نام لینے کا مفہوم یہ ہے کہ یہ کہے اللہ تعالیٰ نے یہ قمیص دی یا یہ کرتا دیا۔ (حاشیہ ابن سنی صفحہ ۱۵)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین درہم کا ایک کپڑا خریدا اسے پہنا اور یہ دعا پڑھی:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ رَزَقَنِیْ مِنَ الرِّیَاشِ مَا اَتَجَمَّلُ بِہٖ فِی النَّاسِ وَاُوَارِیْ بِہٖ عَوْرَتِیْ"

تَرْجَمَہْ: "تعریف اس اللہ کی جس نے عمدہ لباس ہمیں بخشا جس سے لوگوں میں آراستگی حاصل کرتا ہوں اور اس سے ستر پوشی کرتا ہوں۔"

پھر کہا کہ میں نے یہ دعا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۷۷)

حضرت سالم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے والد (ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا) سے روایت کیا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر ایک کپڑا دیکھا تو فرمایا دھلا ہوا ہے یا نیا؟ انہوں نے کہا دھلا ہوا ہے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے یہ دعا دی:

"اِلْبَسْ جَدِیْدًا عِشْ حَمِیْدًا مُتْ شَہِیْدًا"

ترجمہ: "نیا کپڑا پہنو، خوشگوار زندگی نصیب ہو، شہادت کی موت ہو۔"

(ابن ماجہ جلد۲ صفحہ۲۹۱، ابن سنی صفحہ۲۳۶)

حضرت ام خالد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کپڑے لے کر تشریف لائے جس میں کالی دھاری کا یا نقش کا ایک عمدہ چھوٹا کپڑا بھی تھا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مجھے بلایا اپنے دست مبارک سے پہنایا اور یہ دعا دی:

"اَبْلِیْ اَخْلِقِیْ"

ترجمہ: "اسے پرانا کرو، پرانا کرو۔"

یعنی اتنے دن استعمال کرو کہ بوسیدہ ہو جائے۔ (بخاری، ابن سنی صفحہ۲۳۸)

دھونے کے لئے یا سونے کے لئے جب کپڑے اتارے

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جنات کی آنکھوں اور انسان کے ستر کے درمیان پردہ یہ ہے کہ جب مسلمان کپڑا اتارنے کا ارادہ کرے تو یہ دعا پڑھے:

"بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ"

ترجمہ: "اس اللہ کے نام سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔" (ابن سنی صفحہ۲۴۰)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ایک دوسری روایت میں صرف بسم اللہ ہے۔ (ابن سنی صفحہ۲۴۰، اذکار صفحہ۱۸)

(تمت بعونہ وتوفیقہ)

آیاتِ حفاظت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ
وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۝ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْئًا ۝ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
حَفِيْظٌ ۝ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ
مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ۝ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا
الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۝
وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۝ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ۝ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ
شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝ وَحِفْظًا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ حَفِيْظٌ ۝ اَللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ
حَفِيْظٌ ۝ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝
اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ۝ اِنَّهٗ هُوَ
يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ۝ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ۝ فَعَّالٌ لِّمَا
يُرِيْدُ ۝ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۝ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ۝ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
فِيْ تَكْذِيْبٍ ۝ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ۝ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۝
فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝

جدید نظرثانی ایڈیشن

محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری پیاری سنتیں

اُسوۂ حسنہ

المعروف بہ

شمائلِ کبریٰ

جلد دوم

سونے، بیدار ہونے، انگوٹھی، داڑھی، لب، ناخن، عصا وغیرہ

۱۴ مضامین پر مشتمل ہے

مؤلفہ
مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب القاسمی مدظلہ العالی
اُستاذِ حدیث مدرسہ ریاض العلوم گورینی جون پور

پسند فرمودہ

حضرت مفتی نظام الدین شامزئی رحمہ اللہ

استاذ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

ناشر
زمزم پبلشرز
نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی

جامع دُعا

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور، دعائیں تو آپ نے بہت سی بتا دی ہیں اور ساری یاد رہتی نہیں، کوئی ایسی مختصر دُعا بتا دیجئے، جو سب دُعاؤں کو شامل ہو جائے۔ اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دُعا تعلیم فرمائی۔ (ترمذی)

أَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَئَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

(ترمذی شریف)

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مؤلف

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

خداوند قدوس وحدہ لاشریک کا بے پایاں فضل واحسان ہے کہ ''شمائل کبریٰ'' کی جلد اول قبول ہوئی، اور اہل علم وفضل نے پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا، قلیل عرصے میں اس کے دو ایڈیشن طبع ہوئے۔ مزید دیگر اداروں سے اس کی طباعت ہورہی ہے۔ "فللّٰہ الحمد والمنۃ"

عرصہ دراز سے تمنا تھی کہ زندگی کے تمام گوشوں پر شمائل و خصائل کا کوئی ذخیرہ مرتب ہو جائے اور آپ ﷺ کی پوری حیات طیبہ کے احوال وافعال جو اس امت کے لئے اسوہ حسنہ ہے، امت مرحومہ کے سامنے مفصل طور پر آجائے۔

اس امت پر یہ خصوصی فضل واحسان ہے کہ اس کے مقتدا اور پیشوا کے تمام احوال خواہ عبادات سے متعلق ہوں یا عادات وطبائع سے، ذخیرہ، احادیث میں محفوظ ہیں۔ امم ماضیہ کو یہ دولت نصیب نہیں ہوئی۔

اس کی پہلی جلد میں کھانے، پینے، لباس، کے متعلق آپ ﷺ کے پاکیزہ حالات کا مفصل بیان ہے۔

سنتوں کے متلاشیوں، اسوۂ رسول ﷺ کے شیدائیوں کے لئے نہایت ہی قیمتی ذخیرہ ہے۔ جو ہر اہل ایمان کا مقصد حیات سعادت دنیا کے ساتھ عقبیٰ کی بیش بہا دولت، کشتی نجات ہے، زندگی کے ہر شعبہ میں سنتوں کا خیال اور اس کی رعایت، تقرب خداوندی ولایت ومقبولیت کی علامت ہے۔ "اللھم وفقنا"

اخذ، ترتیب کے اصول ملحوظہ:

اہل مطالعہ پر یہ بات مخفی نہ رہے کہ شمائل کی ترتیب میں اولاً فعلی اور اسوہ سے متعلق احادیث لی گئی ہیں، پھر تشریحاً وتائیداً قولی احادیث لی گئی ہیں۔ چونکہ سنت اور اسوہ کے مفہوم سے یہ خارج نہیں۔ اسی وجہ سے ارباب حدیث نے شمائل مین سنت کے مفہوم کی رعایت کرتے ہوئے، قولی احادیث بھی لی ہیں۔ چنانچہ شمائل کی مشہور و معروف کتاب میں امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کا طرز ایسا ہی ہے۔

حوالے، اور مآخذ کے متعلق:

پیش نظر کتاب ''شمائل کبریٰ'' خصائل واسوۂ حسنہ نبی کریم ﷺ پر نہایت ہی مفصل و جامع ذخیرہ ہے۔ اس کی ترتیب وتالیف میں احادیث کرام اور ان کے متعلق دیگر علوم بکثرت کتابیں پیش نظر رہی ہیں۔

ترتیب میں، صحاح ستہ، اور مشہور کتب حدیث کے علاوہ دیگر ایسی کمیاب و نادر کتابوں سے استفادہ کیا گیا

ہے جو عام طور پر بسہولت دستیاب نہیں۔ جس کا اندازہ اہل مطالعہ کو حوالوں اور آخذ سے ہوسکتا ہے۔ فن کی ان اہم کتابوں سے مدد لی گئی ہے جو ماخذ اور اصل کی حیثیت رکھتی ہیں۔

حوالے اور ماخذ کی نشاندہی اہل علم حضرات کے لئے ہے کہ وہ حسب ضرورت تحقیق وتفتیش کے لئے ماخذ کی طرف رجوع کرسکیں، اسی وجہ سے حوالوں میں بسا اوقات اختصار کردیا گیا ہے، جسے اہل علم حضرات بسہولت یا معمولی توجہ سے سمجھ سکتے ہیں، مثلاً مجمع سے مجمع الزوائد۔ جمع سے جمع الوسائل۔ فتح سے فتح الباری وغیرہ۔

مراجع کے سلسلے میں چند قابل لحاظ امور:

❶ تالیف وترتیب کے دوران فن حدیث اور دیگر متعلقہ فنون کی کثیر کتابیں پیش نظر رہی ہیں، مگر حوالے میں رائج اور متداول کتابوں کی رعایت رکھی گئی ہے۔

❷ صحاح ستہ کے وہ حوالے درج ہیں جو ہندی مطبوعات کے ہیں، چونکہ یہی بسہولت دستیاب بھی ہیں اور مدارس وکتب خانوں میں رائج بھی ہیں۔

❸ صحاح ستہ کے علاوہ باقی کتب احادیث وغیرہ کے مصری یا بیروتی حوالے درج ہیں کہ عموماً وہ انہیں نسخوں میں دستیاب ہیں۔

❹ حوالے جلد بقید صفحات ہیں ابواب ملحوظ نہیں ہیں، تاکہ مراجعت میں آسانی ہو، البتہ کہیں کہیں نمبر شمار بھی ہیں، عموماً یہ دعاؤں میں ہے۔

❺ طباعت کے اعتبار سے بعض کتابوں کے کئی نسخے ہو جاتے ہیں اگر حوالے میں موافقت نہ پائیں تو ہوسکتا ہے کہ نسخوں کا اختلاف اس کا سبب ہو۔

❻ اکثر حوالے آپ ''سبل الہدیٰ والرشاد'' کے پائیں گے۔ سیرت کی یہ بڑی اہم معرکۃ الاراء کتاب ہے، جس کے مؤلف ابوصالح الشامی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ ہیں۔ کبھی سیرت خیر العباد سے، کبھی سیرت الشامی، اور کبھی سیرۃ سے موسوم کیا گیا ہے۔

دعا ہے کہ مولیٰ کریم اسے پایۂ تکمیل کو پہنچائے اور امت کے ہر طبقہ خواص وعوام کو مستفید فرمائے، عاجز کے لئے باعث رضا وذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین۔

طالب خیر

محمد ارشاد بھاگلپوری

استاذ حدیث مدرسہ ریاض العلوم گورینی جونپور

جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ اکتوبر ۱۹۹۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

اتباع سنت کی تاکید واہمیت کلام الٰہی میں

❶ ﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ﴾

(انفال: آیت ۳۰)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! اللہ کا کہنا مانو اور رسول کی اتباع کرو۔ ان سے روگردانی مت کرو۔“

فائدہ: روگردانی کا مطلب یہ ہے کہ ان کے قول وفعل کے خلاف چلا جائے کہ جس چیز میں ان کی ناخوشی و ناراضگی ہو اسے اختیار کیا جائے۔ ان کے طور طریقہ کے خلاف راستہ اختیار کیا جائے۔

❷ ﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۝﴾ (آل عمران: آیت ۳۲)

ترجمہ: ”آپ کہہ دیں کہ خدا کی اور اس کے رسول کی بات مانیں۔“

❸ ﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۝﴾ (آل عمران: آیت ۱۳۲)

ترجمہ: ”(اہل ایمان) خدا کی اطاعت کریں اور اس کے رسول کی اطاعت کریں۔“

❹ ﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۝﴾ (نور: آیت ۵۴)

ترجمہ: ”آپ ان سے کہئے اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر تم لوگ (اطاعت سے) روگردانی کرو گے تو سمجھ رکھو کہ رسول کا ضرر نہیں کیونکہ رسول کے ذمہ تو تبلیغ ہی کا کام ہے۔ جس کا ان پر بار رکھا گیا ہے جس کو تم نہیں بجالائے تو پس تمہارا ہی ضرر ہوگا۔ اگر روگردانی نہ کی بلکہ تم نے ان کی اطاعت کر لی جو عین اطاعت اللہ ہی ہے تو راہ پر جالگو گے۔“

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ رسول کی اتباع اور نقش قدم پر چلنے سے تم درست راہ پر جالگو گے۔ چونکہ ان کا راستہ خدا کی رضا اور جنت کا راستہ ہے۔

❺ ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النساء: آیت ۸۰)

ترجمہ: ”جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔“

فَائِدَة: چونکہ رسول کا ہر قول وفعل خدا کے حکم اور اس کی مرضی کے موافق ہوتا ہے۔

❻ ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝﴾ (النساء: آیت ۶۹)

تَرجَمہ: ''جس نے خدا اور رسول کی اطاعت کی تو یہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر خدا نے انعام کیا یعنی حضرات انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ اور ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی اچھی ہے۔''

فَائِدَة: خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مکمل اطاعت کرنے والے ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز اور مقبول ہیں جن کے چار درجے بتلائے گئے ہیں۔ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ (معارف القرآن جلد۲ صفحہ ۴۶۷)

❼ ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ ۝﴾ (سورہ نساء: آیت ۶۴)

تَرجَمہ: ''ہم نے رسول کو نہیں بھیجا مگر اس لئے تا کہ ان کی اتباع کی جائے۔''

فَائِدَة: اس آیت کریمہ میں رسول کے بھیجنے اور ان کے تشریف لانے کا مقصد بیان کیا گیا ہے کہ مقصد بعثت ان کے نقش قدم، نقشہ زندگی کی اتباع ہے۔ زندگی کے تمام احوال خواہ اقوال ہوں یا افعال تمام امور میں ان کی اتباع کی جائے گی۔

❽ ﴿يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝﴾ (احزاب آیت ۶۶)

تَرجَمہ: ''کاش کہ ہم لوگ خدا کی اطاعت کرتے اور اس کے رسول کی اتباع کرتے (تو آج یہ برا انجام دیکھنا نہ پڑتا)۔''

❾ ﴿مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝﴾ (احزاب آیت ۷۱)

تَرجَمہ: ''جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔''

❿ ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۝﴾ (عمران ۳۱)

تَرجَمہ: ''آپ فرما دیجئے اگر تم واقعی اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو تو اللہ پاک تم سے محبت فرمائے گا۔''

محبت ایک مخفی چیز ہے، کسی کو کسی سے محبت ہے یا نہیں اور کم ہے یا زیادہ ہے اس کا کوئی پیمانہ بجز اس کے نہیں کہ حالات اور معاملات سے اندازہ کیا جائے، محبت کے کچھ آثار اور علامات ہوتی ہیں کہ ان سے پہچانا جائے۔ یہ لوگ جو اللہ تعالیٰ سے محبت کے دعویدار اور محبوبیت کے متمنی تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو ان آیات میں اپنی محبت کا

معیار بتلایا ہے۔ یعنی اگر دنیا میں آج کسی شخص کو مالک حقیقی کی محبت کا دعویٰ ہو تو لازم ہے کہ اس کو اتباع محمدی ﷺ کی کسوٹی پر آزما کر دیکھ لے سب کھرا کھوٹا معلوم ہو جائے گا جو شخص جتنا سچا ہوگا اتنا ہی حضور اکرم ﷺ کی اتباع کا زیادہ اہتمام کرے گا۔

اتباع سنت کی تاکید واہمیت کلام رسول ﷺ میں

سنت کی اتباع نہ کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا:

مستدرک حاکم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم سب جنت میں داخل ہو گے سوائے اس کے جس نے میرا انکار کیا۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا کہ کس نے آپ کا انکار کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا، اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے میرا انکار کیا۔ (اور جس نے میرا انکار کیا یعنی میری سنت کی اتباع نہیں کی جنت میں داخل نہ ہوگا)۔

(سریۃ جلد ۱۱ صفحہ ۴۲۴)

فائدہ: جس نے آپ کی سنت کا انکار کیا اور بالقصد اس پر عمل کرنے سے گریز کیا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ معلوم ہوا کہ داخلہ جنت کی کنجی اتباع سنت ہے۔

حضرت عرباض رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم پر میری سنت کی اتباع لازم ہے۔ (مسلم، ابن ماجہ صفحہ ۵)

مٹی ہوئی سنت کو زندہ کرنے کا ثواب:

طبرانی نے اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میری سنت کے مٹنے کے وقت میری سنت کو زندہ کرنے والے کو سو شہیدوں کا ثواب ملتا رہے گا۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۳۰، سبل جلد ۱۱ صفحہ ۴۳۶)

فائدہ: یعنی جس وقت سنتوں کو لوگ چھوڑ چکے ہوں سنت کا رواج نہ ہو اس سنت سے غافل ہوں۔ اس سنت کو سنت نہ سمجھ رہے ہوں اس سے غفلت برت رہے ہوں۔ تو ایسی صورت میں اور ایسے وقت میں جو آپ ﷺ کی کسی بھی سنت کو رائج کرے گا یعنی خود عمل کرے گا دوسروں کو اس کی ترغیب دے گا اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ مثلاً اس وقت سنت کے مطابق شادی بیاہ متروک ہے۔ عوام کیا خواص بلکہ اہل علم وفضل کے زمرہ میں رہنے والے اشخاص بھی اس سنت سے غافل اور تارک ہیں۔ ایسی حالت میں مثلاً خالص مسنون طریقہ سے نکاح اور رخصتی اور ولیمہ کرنے والا اس عظیم ثواب کا حامل ہوگا۔

اتباع سنت محبت رسول ﷺ کی علامت:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی کہ وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ (سیرۃ جلد ۱۱ صفحہ ۴۲۶)

فائدہ: معلوم ہوا کہ اصل محبت کی علامت اتباع سنت ہے۔ جو حضرات محبت رسول کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان کے احوال و اعمال سنتوں کے خلاف ہوں ان کا دعویٰ محبت سچا نہیں۔

اس لئے کہ جس سے محبت ہوتی ہے اس کے احوال و اعمال اچھے معلوم ہوتے ہیں۔

سنت ہی نجات کا ذریعہ ہے:

ابن شہاب زہری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمیں اہل علم (حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے یہ بات پہنچی ہے کہ سنتوں کو مضبوطی سے پکڑنا باعث نجات ہے۔ (سبل جلد ۱۱ صفحہ ۵۲۷)

جس نے سنت سے اعراض کیا تو وہ مجھ سے نہیں:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے میری سنت سے اعراض کیا (یعنی چھوڑ دیا اور غفلت برتی تو وہ) ہم میں سے نہیں۔ (بخاری ۷۵۷، سبل جلد ۱۱ صفحہ ۴۲۸)

جنت میں آپ ﷺ کے ساتھ کون؟:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص مجھ سے محبت کرے گا میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ (سبل جلد ۱۱ صفحہ ۴۳۰)

ترمذی نے روایت کی ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو میری سنت کو زندہ کرے گا اس نے مجھ سے محبت کی۔ جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

(جلد ۲ صفحہ ۹۲)

قرب قیامت میں سنت کا مقام:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا ایک زمانہ آئے گا کہ اس میں تین چیزوں کے علاوہ کوئی چیز قابل اختیار نہ ہوگی۔

1. حلال روپیہ۔
2. مخلص دوست جس سے وہ انس حاصل کرے۔
3. اور سنت جس پر وہ عمل کرے۔ (مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۱۷۷)

سنت کی اتباع نہ کرنا گمراہی ہے:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک (کے احکام) کو خدائے پاک نے اتارا۔ سنتوں کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے متعین کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اتباع کرو۔ قسم خدا کی اگر تم میری اتباع نہ کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ (مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۱۷۸)

فائدہ: اسلام دو امور کے مجموعہ کا نام ہے۔ حکم خداوندی۔ تعلیم رسول۔ کوئی شخص ان میں سے اگر کسی ایک کو چھوڑ دے گا تو وہ جادہ اور طریق مستقیم سے دور ہو جائے گا۔ لہٰذا اسلامی زندگی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے ہی مکمل ہوسکتی ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ اور تمام امور میں سنت کی اتباع ہدایت اور اس کے خلاف گمراہی ہے۔

اس حدیث سے سنت کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

جنت میں داخلہ:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے حلال کھایا۔ سنتوں پر عمل کیا، لوگوں کو اپنی تکلیف اور اذیت سے محفوظ رکھا۔ جنت میں داخل ہوگا۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۸۱)

فائدہ: جس کی زندگی میں ان تین امور کا اہتمام ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اہتمام سنت:

زید ابن اسلم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کھلے بٹن نماز پڑھ رہے تھے، اس کا سبب پوچھا انہوں نے فرمایا میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۱۸۲)

حضرت عروہ نے کہا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے کہا کہ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتے کا بٹن کھلا تھا۔ اس پر حضرت عروہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواہ گرمی رہے یا جاڑا ہمیشہ کھلے بٹن میں دیکھا۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۸۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام شجرہ میں قیلولہ کرتے اور کہتے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں پر قیلولہ فرمایا ہے۔

فائدہ: دیکھئے حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم عبادت کے علاوہ امور میں بھی سنتوں کا کس قدر اہتمام کرتے تھے۔ بٹن کا کھلا رکھنا۔ شجرہ مقام پر قیلولہ کرنا۔ عبادت اور قرب کے راستے نہیں ہیں۔

مگر چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا اس وجہ سے حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی اہتمام کیا، یہ ہے

محبت کی علامت اور اتباع کا کمال۔

معلوم ہوا کہ ہر امر میں آپ ﷺ کی اتباع مطلوب اور تقرب خدا کا باعث ہے۔

تارک سنت پر خدا اور رسول ﷺ کی لعنت:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے ان چھ پر لعنت کی ہے اور خدا نے ان پر لعنت فرمائی ہے۔ اور ہر نبی کی دعا مقبول ہوتی ہے (لہٰذا میری لعنت مقبول ہے)۔

❶ خدا کی کتاب پر زیادتی کرنے والا۔

❷ خدا کی تقدیر کو جھٹلانے والا۔

❸ ہماری امت پر مسلط ہو کر ظلم کرنے والا کہ اللہ کے معزز بندوں کو ذلیل کرے اور اللہ کے ذلیل بندوں کو عزت دے۔

❹ اللہ کے حرام کو حلال کرنے والا۔

❺ میرے اہل بیت کی بے حرمتی کرنے والا جسے اللہ نے حرام قرار دیا۔

❻ سنتوں کو ترک کرنے والا۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۸۴)

فائدہ: ترک سنت کی وعید پر یہ حدیث بہت اہم اور رونگٹے کھڑے کر دینے والی ہے۔ کہ آپ نے اور خدائے پاک نے جن چھ افراد پر لعنت فرمائی ہے ان میں ایک آپ ﷺ کی سنتوں کا تارک ہے۔ سنتوں کی رعایت نہ کرنے والا۔ اپنی زندگی اور اپنے رہن سہن کے اسلامی امور میں سنتوں سے غفلت اور سستی کرنے والا بھی ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا محرومی ہوگی۔

سنتوں کو رائج کرنے والے کا ثواب:

حضرت عمر بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے میرے بعد کسی ایک سنت کو میری ان سنتوں میں سے زندہ کیا جو مر چکی تھیں بس اس زندہ کرنے والے کے لئے ان تمام لوگوں جیسا ثواب ہے۔ جو اس پر عمل کریں گے بغیر اس کے کہ اس پر عمل کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی آئے۔

(مختصراً ترغیب جلد ۱ صفحہ ۸۷)

سنت کو مضبوطی سے پکڑنے والا:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص سنتوں کو مضبوطی سے پکڑے رہے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (کنز جلد ۱ صفحہ ۱۶۴)

فَائِدَہ: مضبوطی سے پکڑنے کا مطلب یہ ہے کہ اہتمام اور پابندی سے اس پر عمل کرے۔ جستجو اور تلاش کر کے اس پر تاکید سے عمل کرے فرض واجب نہ ہونے کی غفلت نہ کرے جیسا کہ بعض لوگ سنت کا لفظ سن کر عملاً بے توجہی اور غفلت برتتے ہیں۔

سنت کو پکڑنے والا گمراہ نہ ہوگا:

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا میں تم میں دو چیزوں کو چھوڑے جا رہا ہوں۔ جس کی وجہ سے تم میرے بعد گمراہ نہ ہوگے۔ ① اللہ کی کتاب ② اور میری سنت۔

(حاکم، کنز جلد ا صفحہ ۱۵۴)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ میرے بعد جو کتاب اللہ کو اور میری سنت کو پکڑے رہے گا گمراہ نہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا سنت پر پابندی سے عمل کرنے والا گمراہ نہ ہوگا۔ خصوصاً آخر زمانہ میں جب کہ گمراہی عام ہو جائے گی سنتوں پر اہتمام و تاکید سے عمل کرنے والا گمراہی سے محفوظ رہے گا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی ایک حدیث میں اس طرح ہے کہ اے لوگو اگر تم نے مضبوطی سے پکڑ لیا تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے میں تم میں کتاب اللہ اور سنت کو چھوڑے جا رہا ہوں۔ (کنز جلد ا صفحہ ۱۶۶)

فَائِدَہ: کتنی بڑی دولت ہے کہ سنتوں پر عمل کرنے والا کبھی گمراہ نہ ہوگا۔ افسوس کہ آج لوگ سنتوں سے کس قدر غافل ہیں، اس عظیم دولت کی قدر نہیں کرتے جس سے آخرت کی نجات وابستہ ہے۔

کوئی شخص ہدایت حاصل نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ اس کی زندگی میں رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی سنتوں پر عمل نہ ہو۔

بد دینی کے زمانہ میں سنتوں پر عمل کرنے والا:

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ اختلاف امت کے وقت میری سنتوں پر عمل کرنے والا ایسا ہوگا جیسا کہ ہاتھ میں چنگاری لئے رہنے والا۔ (کنز جلد ا صفحہ ۱۶۴)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ جب لوگ دینی امور میں اختلاف پیدا کریں گے خواہشات کے تابع ہوں گے۔ دینی امور سے ہٹ کر بد دینی کو اختیار کر رہے ہوں گے۔ ایسے وقت سنتوں پر عمل کرنا مشکل ہوگا۔ ماحول کے خلاف ہونے کی وجہ سے شدید پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کہ بسا اوقات زندگی دشوار ہو جائے گی۔

چنانچہ آج جہاں پردے کا ماحول نہیں بے پردگی حد درجہ رائج ہے۔ وہاں پردہ کا اختیار کرنا بسا اوقات پریشانیوں کا باعث ہو جاتا ہے۔ جہاں خلاف سنت لباس کا ماحول ہو وہاں مسنون و مشروع لباس پر قائم رہنا کس

قدر دشوار ہو جاتا ہے۔ جو حضرات ایسے ماحول میں سنت وشریعت پر باقی ہیں ان کو اس کا تجربہ اور احساس ہوگا۔
شہری زندگی میں تو آج یہ پیشین گوئی پوری ہو رہی ہے۔

آج سنت کے مطابق شادی کس قدر مشکل ہے، اگر کوئی کرنا چاہے تو ماحول سے وہ کس درجہ مقابلہ کر کے پریشان ہو جاتا ہے۔ کتنی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے کتنے خلاف طبع امور کو برداشت کرنا پڑتا ہے صاحب عمل ہی اس کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

حیرت وافسوس ہے ماحول بالکل الٹ گیا ہے، ایسے حضرات کو سہولت وآسانی اور راحت ہونی چاہئے کہ صحیح اور درست اور محمود راستہ پر چل رہے ہیں۔ خدا ہی ایسے ماحول بد سے حفاظت فرمائے۔ (آمین)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سونے کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا بیان

سونے سے قبل وضو کرنا مسنون ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کا ارادہ فرماتے تو نماز کی طرح وضو فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں جب بستر پر تشریف لاتے تو مسواک فرماتے اور کنگھی کرتے۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۵۴۵)

باوضو سونے کا حکم

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم بستر پر جاؤ تو نماز کی طرح وضو کرو۔ پھر دائیں کروٹ لیٹو۔ (بخاری شریف جلد ا صفحہ ۳۸)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت طیبہ باوضو آرام کرنے/فرمانے کی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوضو آرام کرنے کو فرمایا بھی ہے۔ اسی وجہ سے باوضو سونا سنت ہے۔ حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ باوضو سونا سنت ہے۔ اگر باوضو ہے مثلاً عشاء کی نماز کا وضو باقی ہے تو یہ وضو کافی ہے الگ سے کرنے کی ضرورت نہیں۔

(فتح الباری جلد ۱۱ صفحہ ۱۱۱)

باوضو سونے والا شہادت کا ثواب پائے گا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص طہارت (وضو) کی حالت میں رات گزارے۔ پھر اسی رات انتقال کر جائے تو وہ شہید ہوگا۔ یعنی ثواب شہادت پائے گا۔

(ابن سنی، کنز العمال جلد ۱۹ صفحہ ۷۳۳)

باوضو سونے پر فرشتہ کی دعاء

حضرت عمر بن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص طہارت کی حالت میں رات گزارتا ہے تو اس کے ساتھ بستر میں ایک فرشتہ ہو جاتا ہے۔ جب یہ شخص کروٹ لیتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے اے اللہ اپنے اس بندہ کی مغفرت فرما کہ رات اس نے باوضو گزاری ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۲۲۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے پاکی کی حالت میں رات بسر کی اس کے بستر میں ایک فرشتہ بھی رات گزارتا ہے۔ جب وہ اٹھتا ہے تو یہ فرشتہ کہتا ہے اے اللہ اس بندہ کی مغفرت فرما۔ (ابن حبان، فتح الباری جلد ۱۱ صفحہ ۱۰۹)

باوضو سونے والا روزہ دار شب گزار کی طرح ہے

حضرت عمر بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طہارت (وضو) کے ساتھ سونے والا روزہ دار شب گزار کی طرح ہے۔ (فیض القدیر جلد ۶ صفحہ ۲۹۳)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابو امرابہ العجلی کے طریق سے ذکر کیا ہے کہ جو شخص پاکی کی حالت میں بستر پر آتا ہے اور ذکر کرتا ہوا سو جاتا ہے تو اس کا بستر مسجد بن جاتا ہے۔ اور وہ نماز و ذکر کی حالت میں رہتا ہے۔ یہاں تک کہ بیدار ہو جائے۔ (فتح الباری جلد ۱۱ صفحہ ۱۱۰)

باوضو کا حشر

حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا بلا وضو مت سوؤ روحوں کا اٹھنا اسی حالت میں ہوگا جس حالت میں اسے قبض کیا جائے گا۔

(بیہقی فی شعب الایمان جلد ۵ صفحہ ۱۷۶، فتح الباری جلد ۱۱ صفحہ ۱۱۰)

فائدہ: حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ طہارت میں رات گزارے تاکہ اگر موت ہو جائے تو ہیئت کمال پر موت آجائے (ایضاً) اس سے معلوم ہوا کہ باوضو سونے پر انتقال ہوگا تو روح باوضو رہے گی

باوضو کی روح عرش پر سجدہ ریز

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ روحیں نیند کی حالت میں عالم بالا کی طرف جاتی ہیں جو باوضو ہوتی ہیں عرش کے سامنے سجدہ ریز ہوتی ہیں۔ (بیہقی فی شعب الایمان جلد ۵ صفحہ ۱۷۶)

باوضو سونے کے فوائد

حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ باوضو سونے سے انسانوں سے شیاطین کھیلتے نہیں (یعنی ان کو پریشان نہیں کرتے) اور اس سے خواب سچے ہوتے ہیں۔ (فتح الباری جلد ۵ صفحہ ۱۷۶)

باوضو سونے سے شیاطین و جنات کے حملے نہیں ہوتے ان سے حفاظت رہتی ہے۔ آسیب اور خوابہائے پریشان سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔ خصوصاً جو نیند میں ڈرتے ہوں ان کے لئے وضو حفاظت کا ذریعہ ہے۔

سونے سے قبل مسواک کرنا مسنون ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک نہ آرام فرماتے جب تک کہ سواک نہ فرما لیتے۔ (شرح مواہب جلد ۵ صفحہ ۶۸، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۶۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں بستر پر تشریف لے جاتے (یعنی سونے کا ارادہ فرماتے) تو مسواک فرماتے وضو فرماتے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۵۴۵)

فائدہ: سونے سے قبل مسواک دانتوں کی صفائی، اور صحت کے لئے نہایت مفید ہے۔ اسی وجہ سے اطباء سونے سے قبل دانتوں کی صفائی کی خصوصاً مرض پائریا کی صورت میں تاکید کرتے ہیں۔

دانتوں کی صفائی معدہ کی صحت و قوت کا باعث ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصول صحت کا خیال رکھنا مسنون ہے۔

سو کر اٹھنے کے بعد مسواک کرنا

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں بیدار ہوتے تو مسواک فرماتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۸، بخاری صفحہ ۳۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات دن میں جب بھی بیدار ہوتے تو وضو سے قبل مسواک فرماتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۸)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں ایک شب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہا آپ جب نیند سے بیدار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی لیا اور مسواک کیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسواک سرہانے ہوتا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے تو مسواک آپ کے سرہانے ہوتا۔ بیدار ہوتے تو اولاً آپ مسواک فرماتے۔ (مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۱۱۷، کنز جلد ۷ صفحہ ۶۹)

فائدہ: سونے کے بعد مسواک اور دانتوں کی صفائی نہایت ہی اہم ہے، سونے کی حالت میں معدے کے غلیظ گندے بخارات پیٹ سے منہ کی جانب آتے ہیں۔ ان بخارات سے دانت اور مسوڑھے آلودہ ہو جاتے ہیں۔ اگر منہ کی صفائی نہ ہو تو ایسی صورت میں دانت بھی خراب ہوتے ہیں اور بخارات معدے کی جانب جا کر پیٹ کے لئے نہایت مضر ثابت ہوتے ہیں۔

نظافت ہی نہیں صحت کے بنیادی اصولوں میں سونے کے بعد دانت اور منہ کی صفائی کے لئے مسواک کرنا ہے۔ مسواک نہ ہونے کی صورت میں منجن اور ٹوتھ پیسٹ سے نظافت وطہارت کا ثواب تو مل سکتا ہے مگر مسواک کی سنت کا ثواب نہیں ہوگا یہ مسواک کے ساتھ ہے۔

سونے سے قبل چراغ روشنی وغیرہ گل کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ سونے کا ارادہ فرماتے تو دروازہ بند فرما لیتے، مشکیزہ کا منہ باندھ دیتے پیالہ، پلیٹ ڈھانک دیتے چراغ گل کر دیتے۔ (مطالب عالیہ جلد۲ صفحہ ۳۹۶)

سونے سے قبل چند کام انجام دینے کا حکم

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم سونے کا ارادہ کرو تو چراغ بجھا دو۔ دروازہ بند کردو مشکیزہ کا منہ باندھ دو۔ کھانا پینا چھپا دو۔ (بخاری صفحہ ۹۳۱)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کو سوتے وقت دروازہ بند کردو۔ مشکیزہ کا منہ باندھ دو (پانی کا برتن ڈھانک دو)۔ برتن اوندھا کر دیا کرو۔ یا برتنوں پر ڈھکن رکھ دیا کرو اور چراغ گل کر دیا کرو۔ کیونکہ شیطان نہ تو بند دروازے کھولتا ہے نہ بندھن ڈھیلے کرتا ہے۔ نہ برتن کے ڈھکن اٹھاتا ہے۔ (البتہ) چوہا (کبھی) گھر جلا دیتا (تیل کی بتی کو لے کر بھاگتا ہے اس سے آگ پکڑ لیتی) ہے اور گھر جل جاتا ہے۔ (آداب مفرد صفحہ ۳۵۷)

فائدہ: سونے سے قبل پانی اور کھانے کے برتن کھلے نہ چھوڑنے چاہئیں۔ اس سے شیطانی تصرفات کے علاوہ حشرات الارض زہریلے کیڑے وغیرہ سے بھی حفاظت رہتی ہے۔ چوہے اکثر کھانے کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ ان امور میں ثواب سنت کے ساتھ صحت کے اصولوں کی بھی حفاظت ہے۔

رات میں دروازہ بند نہ کرنے پر شیطان

حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رات کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کسی ضرورت (پاخانہ وغیرہ) کے لئے نکلے اور گھر کا دروازہ کھلا چھوڑ دیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو ابلیس کو بیچ گھر میں کھڑا دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خبیث ہمارے گھر سے ذلیل ہو کر نکل۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم گھر یا کمرہ سے رات کو نکلو تو دروازہ بند کر لو۔ (مجمع جلد۸ صفحہ ۱۱۱)

فائدہ: دیکھا آپ نے شیطان خبیث نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک کو نہ چھوڑا۔ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محفوظ تھے اس لئے آپ کو ضرر نہیں پہنچا سکا۔ دروازہ بند رہنے سے جنات وشیاطین کے علاوہ انسانوں سے بھی حفاظت رہتی ہے، دروازہ کھلا دیکھ کر ان کو موقعہ لگ سکتا ہے ہمت ہو سکتی ہے جو بند پانے میں نہ ہوگی، یہ سنت کی برکات ہیں۔

سونے سے قبل کنگھی کرنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر تشریف لاتے (سونے سے قبل) مسواک فرماتے وضو فرماتے اور کنگھی فرماتے۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۵۴۵)

فائدہ: یعنی بال سنوار لیتے چونکہ آپ کے گیسو تھے۔ بسا اوقات بال پراگندہ ہوتے ہیں تو سر بھاری معلوم ہوتا ہے اور نیند میں خلل پیدا ہوتا ہے۔ یہ آپ کی لطافت طبع تھی کہ آپ سونے سے قبل بالوں میں کنگھی فرما لیتے۔

سونے سے قبل سرمہ لگانا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے قبل ہر آنکھ میں اثمد (سرمہ کی ایک قسم ہے) کی تین تین سلائی ڈالا کرتے تھے۔ (شمائل صفحہ ۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سرمہ دانی تھی اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے وقت میں سلائی لگاتے تھے۔ (ترمذی، سبل الھدیٰ جلد ۷ صفحہ ۵۴۸)

حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرمہ لگانے کے متعلق حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا۔ تو انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں اور بائیں میں دو دو سلائی لگاتے پھر ایک سلائی دونوں آنکھوں میں لگاتے۔ (سبل الھدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۱)

ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں میں تین اور بائیں میں دو سلائی لگاتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں میں تین بائیں میں دو سلائی لگاتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ جلد ۸ صفحہ ۴۱۱)

سونے سے قبل بستر جھاڑ لینا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بستر پر آئے تو اسے اپنے ازار کے اندرونی حصے سے جھاڑے۔ اسے نہیں معلوم کہ اس میں کیا ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۸۸)

فائدہ: بستر کے اندر بسا اوقات کیڑے مکوڑے چھپے رہتے ہیں کہیں یہ باعث تکلیف نہ ہو جائیں اس لئے حفظ ماتقدم کے طور پر اسے جھاڑ لینا بہتر ہے۔

دوبارہ بستر پر جائے تو پھر جھاڑ لے

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ادب المفرد میں باب قائم کرتے ہوئے لکھا ہے بستر سے اٹھ کر دوبارہ

آئے تو اسے جھاڑ لے اور یہ حدیث پیش کی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی اپنے بستر پر آئے تو اسے چاہئے کہ اپنی لنگی کے اندرونی پلے سے جھاڑ لے اور بسم اللہ کہے اسے نہیں معلوم کہ وہ اپنے بعد کیا چھوڑ گیا ہے۔
(ادب مفرد مترجم صفحہ ۵۲۸)

سونے کی مسنون ہیئت

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر تشریف لاتے تو دائیں کروٹ پر آرام فرماتے۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۳۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جب تم بستر پر آؤ تو دائیں کروٹ پر سوؤ۔
(ابوداؤد صفحہ ۶۸۸)

فائدہ: دائیں کروٹ پر سونا صحت کے اعتبار سے بھی مفید ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ حالت بیدار ہونے میں زیادہ معین ہے۔ اس صورت میں چونکہ قلب لٹکا رہتا ہے۔

لہٰذا نیند سے ثقل پیدا نہیں ہوتا (غفلت کی نیند نہیں آتی) اطباء نے اس ہیئت کو جسم کے لئے اصح کہا ہے۔ اطباء نے کہا کہ اولاً دائیں کروٹ سوئے پھر کچھ دیر کے بعد بائیں کروٹ ہو جائے۔ بائیں کروٹ سے کھانا ہضم ہوتا ہے یہ ہضم کے لئے معین ہے۔ (فتح الباری جلد ۱۱ صفحہ ۱۱۰)

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ بائیں کروٹ لیٹنا قلب کے لئے نقصادن دہ ہے۔ اور دائیں میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ یہ ہیئت قبر کی ہے گویا کہ قبر کی یاد ہے۔ (جمع صفحہ ۶۰)

دائیں ہاتھ کو دائیں رخسار پر رکھنا

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ بستر پر تشریف لاتے تو اپنے ہاتھ کو رخسار کے نیچے رکھ لیتے۔ (ترمذی صفحہ ۱۷۶، بخاری صفحہ ۹۳۴)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت آرام فرماتے اپنا دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ لیتے۔ (شمائل صفحہ ۱۸)

تکیہ سنت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر کا تکیہ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے تھے۔ چمڑے کا تھا جس کا بھراؤ چھال سے تھا۔ (سیرۃ صفحہ ۵۶۸)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے نیچے چمڑے کا تکیہ تھا۔ جس کا بھراؤ چھال سے تھا۔ (سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۵۶۹)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم عموماً سوتے وقت تکیہ استعمال فرماتے۔ کبھی ہاتھ سے بھی تکیہ کا کام لیتے۔ خصوصاً سفر میں۔ (زاد صفحہ ۱۷۰)

چمڑے کا تکیہ سنت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تکیہ جس پر آپ ٹیک لگاتے تھے چمڑے کا تھا۔ جس کا بھراؤ چھال سے تھا۔ (ابن ابی شیبہ، سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۵۶۸)

فائدہ: اس زمانہ میں عربوں میں چمڑے کا تکیہ رائج تھا جس میں کھجور کی چھال ہوتی تھی۔

آپ نے چمڑے کا ایسا تکیہ استعمال فرمایا ہے کہ جس کا بھراؤ چھال سے تھا۔ عموماً ایسا ہی تکیہ اور بستر تمام لوگوں میں رائج تھا۔

سونے میں خراٹے لینا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے اور خراٹے لینے لگتے۔ (شمائل صفحہ ۱۹)

فائدہ: یعنی سوتے وقت ہلکی آواز آتی تھی کہ سونے کا علم لوگوں کو ہو جاتا تھا۔

چت سونا

حضرت عبداللہ بن زید المازنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں چت سوتے ہوئے ایک پیر پر دوسرے پیر کو رکھتے ہوئے دیکھا ہے۔ (بخاری، مسلم صفحہ ۶۸، ادب المفرد، زرقانی جلد ۵ صفحہ ۶۸)

فائدہ: چت لیٹنا خلاف سنت نہیں البتہ دائیں کروٹ آپ زیادہ سوتے تھے عمومی عادت یہی تھی۔

ایک پیر پر دوسرے پیر کو رکھ کر سونے کی ممانعت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ چت کی حالت میں اس طرح سوئے کہ ایک پیر دوسرے پیر پر رکھے۔ (زرقانی علی المواہب جلد ۵ صفحہ ۶۹)

فائدہ: اصل ممانعت کی وجہ بے پردگی ہے۔ اگر لنگی سلی ہوئی نہ ہو جیسا کہ عربوں میں رائج تھی تو اس میں بے ستری ہونے کا پورا اندیشہ ہے۔ اس وجہ سے منع فرمایا گیا ہے۔ اگر بے ستری نہ ہو اجازت ہے چنانچہ آپ نے اس طرح بھی آرام فرمایا ہے۔ طیبی شارح مشکوٰۃ نے لکھا ہے کہ بے ستری کا جب اندیشہ ہو تب ممنوع ہے۔ (جلد ۹ صفحہ ۴۸)

پیٹ کے بل سونا خلاف سنت ناپسندیدہ ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو پیٹ کے بل سویا ہوا تھا آپ نے فرمایا اس طرح سونا اللہ پاک کو پسند نہیں۔ (مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۳۰۴)

پیٹ کے بل سونا دوزخی کا سونا ہے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ایک شخص کے پاس سے گزرے جو پیٹ کے بل سویا ہوا تھا آپ نے اسے پیر سے ٹھوکر دی اور فرمایا اٹھو یہ جہنمی کا سونا ہے۔

(ابن ماجہ، زرقانی جلد ۵ صفحہ ۶۹)

طلحہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ میں پیٹ کے بل سویا ہوا تھا۔ اچانک ایک آدمی نے پیر سے مجھے حرکت دی اور کہا کہ یہ سونا اللہ تبارک وتعالیٰ کو مبغوض ہے میں نے دیکھا تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

(مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۴۳۰)

فائدہ: پیٹ کے بل سونا صورتاً بھی قبیح ہے اور طب اور صحت کے اعتبار سے انتہائی مضر ہے۔ دوزخی اسی طرح لیٹیں گے۔

سونے کی چار حالتیں ہیں

1. چت سونا، یہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ ہے۔ یہ حضرات اس ہیئت میں لیٹ کر آسمان وزمین کی پیدائش اور حکمت پر تفکر فرماتے تھے۔
2. داہنی کروٹ پر سونا۔ عبادت (سنت نبوی) ہے علماء کا طریقہ ہے۔
3. بائیں کروٹ سونا۔ یہ طریقہ بادشاہوں اور اہل تنعم کا ہے۔ کھانا ہضم کرنے کے لئے معین ہے۔
4. منہ کے بل سونا یعنی اوندھے منہ سونا۔ یہ طریقہ شیطان کا ہے۔ (اور دوزخی کا سونا ہے)۔ (اسوۃ صفحہ ۳۴)

لوگوں کے بیچ یا راستہ پر سونا ممنوع ہے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے درمیان اور راستہ پر سونے سے منع فرمایا ہے۔ (مجمع جلد ۷ صفحہ ۱۰۰)

فائدہ: لوگوں کے درمیان سونے کا مطلب یہ ہے کہ لوگ بیٹھے ہوں اور یہ ان کے بیچ میں سو جائے۔ ظاہر ہے کہ اس میں ہر ایک کو پریشانی ہے۔ ذرا کنارے جا کر سونا چاہئے تا کہ ہر ایک کو سہولت ہو۔ راستہ پر سونا ممنوع ہے آمد و رفت کرنے والوں کو پریشانی ہوگی۔ بسا اوقات سونے میں بے ستری ہوتی ہے گزرنے والوں کی نگاہ پڑ سکتی ہے جو حیا و شرم کے خلاف ہے۔

جنابت کے بعد کس طرح سوئے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کے بعد جب آرام فرماتے تو اولاً اپنے مقام کو دھوتے نماز کی طرح وضو فرماتے۔ اور سنن بیہقی میں ہے کہ (اگر گرم پانی نہ ہوتا تو) تیمم فرماتے۔
(بخاری صفحہ ۳۹۲)

اسی طرح آپ جنابت کی حالت میں کھانا چاہتے تو وضو فرماتے پھر کھاتے۔ (مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۱۹۲)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ہم جنابت کی حالت میں کس طرح سو سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اپنے مقام (پیشاب کی جگہ) کو دھولو اور نماز کی طرح وضو کرلو۔ (ترمذی ونسائی جلد ۲ صفحہ ۵۳)

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنابت کی حالت میں سونے کے متعلق معلوم کیا تو انہوں نے کہا اس وقت تک نہ سوتے جب تک کہ مقام کو دھو نہ لیتے اور نماز کی طرح وضو نہ فرمالیتے۔ (کنز جلد ۲ صفحہ ۵۴)

فائدہ: جنابت اور ناپاکی کی حالت میں باوضو سونا مستحب ہے۔ اس کے بہت سے فوائد ہیں۔ شیطان خبیث کا حملہ نہیں ہوتا۔ ورنہ ناپاکی کی حالت میں عموماً ڈراؤنے خواب سے پریشان کرتا رہتا ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ رات مت گزارو مگر پاکی کے ساتھ جس حالت میں موت آئے گی اسی حالت میں اٹھائے جاؤ گے۔ (فتح جلد ۱۱ صفحہ ۱۱۰)

رات میں پاخانہ سے فراغت کے بعد کس طرح سوئے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ایک رات بیدار ہوئے۔ بیت الخلاء تشریف لے گئے پھر آپ نے ہاتھ منہ دھویا اور آرام فرمانے لگے۔ (ابن ماجہ، سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۳۹۲)

فائدہ: رات میں پاخانہ کرنے کے بعد ہاتھ منہ وغیرہ دھو کر سوتے کہ اس میں نظافت ہے۔

رات میں پیشاب کرنا

امیمہ بنت رفیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں لکڑی کا ایک پیالہ تھا جس میں رات میں پیشاب فرماتے تھے۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۷۰، ابوداؤد صفحہ ۶۸۷، نسائی صفحہ ۱۴)

چونکہ اس عہد میں پاخانہ اور پیشاب خانے گھروں میں نہیں ہوتے تھے۔ باہر جانے میں تعب اور پریشانی کی وجہ سے آپ پیالہ میں رفع حاجت فرمالیتے تھے۔ چونکہ آپ کے پیشاب میں ذرہ برابر بدبو نہیں تھی اس لئے دوسروں کو اذیت بھی نہیں ہوتی تھی۔

مکان میں تنہا سونا منع ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں اکیلے سونے سے منع فرمایا ہے۔ (مسند احمد و کنز جلد ۱۹ صفحہ ۲۵۸)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کوئی تنہا سفر نہ کرے، نہ کوئی گھر میں اکیلے سوئے۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۱۰ صفحہ ۴۲۱)

فائدہ: گھر میں اکیلے سونا منع ہے اس میں بہت سے مصالح ہیں۔ خدانخواستہ خوف یا ڈر لاحق ہو گیا۔ اچانک کوئی حادثہ یا طبیعت خراب ہو جائے تو کون مدد اور دیکھ بال کرے گا۔ کم از کم تنہائی کی وحشت تو محسوس کرے گا۔ جو نیند میں خلل کا باعث ہوگا۔

بلا منڈیر کی چھت پر سونا منع ہے

ابن شیبانی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایسی چھت پر رات گزارے جس پر منڈیر نہ ہو تو میں اس سے بیزار ہوں۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۸۷)

طیبی نے لکھا ہے ہر ایسی چھت جس میں کوئی روک وغیرہ نہ ہو ایسا سونے والا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے والا ہے۔ جو خود کو ہلاکت میں ڈالے اس سے اللہ کی حفاظت کا عہد ٹوٹ جاتا ہے یعنی حفظ کے اسباب کی رعایت بندوں پر ضروری ہے۔ (جلد ۹ صفحہ ۵۲)

ہر خطرہ کی جگہ سونا منع ہے

حضرت زہیر رحمہ اللہ تعالیٰ ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی مچانی پر سو جائے اور گر کر مر جائے تو اس کی کسی پر ذمہ داری نہیں اسی طرح طوفان اور تلاطم کے وقت دریائی سفر کرے اور اس میں ڈوب جائے تو اس کی بھی ذمہ داری اٹھالی گئی ہے۔ (ادب مفرد صفحہ ۵۱۷)

مطلب یہ ہے کہ ایسا خطرناک کام کرنا جس سے بظاہر خطرے کا اندیشہ ہو اختیار کرنا منع ہے کہ اپنے آپ کو نقصان اور ہلاکت میں لے جانا درست نہیں۔

بلا منڈیر کی چھت میں خطرہ یہ ہے کہ کروٹ لینے میں رات کو دھوکا ہو جائے یا نیند و غنودگی کی حالت میں اٹھ کر چلنے لگ جائے۔ شارع نے ہر خطرہ کے موقعہ سے احتیاط کا حکم دیا ہے اپنے آپ کو خطرہ اور ہلاکت میں ڈالنا اور توکل کرنا یہ ممنوع ہے۔ ظاہر کی موافقت کرتے ہوئے ہمیں توکل کا حکم دیا ہے۔

آلودہ ہاتھ بلا دھوئے سونا منع ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی پاک سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو چکنائی (وغیرہ)

سے آلودہ ہاتھ سو جائے اور دھوئے نہیں اور اسے کوئی تکلیف پہنچ جائے (مثلاً کوئی جانور انگلی وغیرہ کاٹ لے) تو خود ہی کو ملامت کرے (کہ اس کی حرکت سے ایسا ہوا)۔ (ابوداؤد صفحہ ۵۳۸)

فائدہ: لہٰذا جھوٹے ہاتھ نہیں سونا چاہئے کہ کوئی اذیت نہ ہو۔

جس گھر میں چراغ بتی کا انتظام نہ ہو اس میں سونا

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا سے مروی ہے کہ آپ اندھیرے گھر میں بیٹھتے بھی نہ تھے تاوقتیکہ اس میں چراغ روشن نہ کر دیا جائے۔ (بزار جلد ۲ صفحہ ۴۲۴، سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۳۹۴)

اس سے معلوم ہوا کہ ایسے گھر میں نہ سوئے جہاں روشنی کا انتظام نہ ہو، کہ رات میں کوئی تکلیف دہ بات پیش آ جائے تو اس کا ازالہ نہ کر سکے۔ اسی طرح اس گھر میں بھی سونا نہیں چاہئے جہاں کبھی چراغ بتی اور روشنی نہ جلی ہو کہ عموماً ویران مکانوں میں تکلیف دہ چیزوں کا بسیرا ہوتا ہے۔ یہ مفہوم نہیں کہ اندھیرے میں نہ سوتے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے سوتے وقت گل کرنے کی تاکید کی ہے۔

کھانے کے بعد متصلاً نماز بہتر ہے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کھانے کو ذکر و نماز کے ذریعہ سے ہضم کرو۔ کھانے کے بعد (متصلاً) مت سوؤ کہ دل سخت ہو جائے۔ (طبرانی، جامع صغیر جلد ۱ صفحہ ۶۱)

فائدہ: علامہ مناوی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے لکھا ہے کہ کھانے کے بعد نماز پڑھ لو۔ مگر سوؤ مت تاوقت کہ ہضم ہو کر عالی معدہ سے نہ اتر جائے۔ چنانچہ کھانے کے بعد متصلاً سونا طباً بھی مضر ہے۔ (فیض القدیر صفحہ ۴۵۸)

خلافِ سنت (ممنوع) سونے کے اوقات

عصر کے بعد سونا

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو عصر کے بعد سوئے اور اس کی عقل میں فتور ہو جائے تو اپنے سوا کسی دوسرے پر ملامت نہ کرے۔ (مطالب عالیہ جلد۲ صفحہ ۳۹۷)

سعید بن جبیر رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے کہا کہ دن کے اول میں سونا غیر معمولی بات ہے وسط (دوپہر) میں سونا اچھی عادت ہے۔ اور آخر میں سونا حماقت ہے۔ (ادب مفرد مترجم صفحہ ۵۳۷، آداب بیہقی صفحہ ۴۳۴)

چنانچہ انہوں نے لکھا ہے کہ جو شخص بعد عصر سوئے اور اس کی عقل میں فتور پڑ جائے تو وہ اپنے ہی اوپر ملامت کرے۔ (جلد۳ صفحہ ۱۶۹)

صبح تک سونا تنگی رزق کا باعث ہے

حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا صبح تک سونا رزق کو روک دیتا ہے۔ (ترغیب جلد۲ صفحہ ۵۳۰)

حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا فرماتی ہیں کہ میں صبح کے وقت سوئی تھی آپ ﷺ ہمارے پاس سے گزرے تو پیر سے حرکت دیتے ہوئے فرمایا اے بیٹی اپنے رب کی تقسیم رزق کے وقت تم حاضر (جاگی) رہو، غافلین میں مت ہوؤ۔ طلوع فجر سے لے کر طلوع شمس کے درمیان اللہ تعالیٰ لوگوں کو رزق تقسیم کرتا ہے۔

(ترغیب جلد۲ صفحہ ۵۳۰)

فائدہ: یہ وقت نہایت ہی قیمتی ہے ذکر تلاوت کے علاوہ کسی اور مشغلہ میں حتیٰ کہ سونے میں بھی گزارنا بہتر نہیں کہ تقسیم رزق کے وقت سونا محرومی کی علامت ہے۔

حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے گھر کے چھوٹے اور بڑے کی نگرانی کرتے تھے کہ کوئی طلوع شمس تک نہ سوئے۔ (ابن ابی شیبہ جلد۹ صفحہ ۳۶)

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حدیث ہے نبی پاک طلوع شمس سے قبل سونے سے منع فرمایا ہے (کہ یہ تقسیم رزق کا وقت ہے سونا غفلت ہے جو اچھی بات نہیں)۔ (ترغیب جلد۲ صفحہ ۵۳۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک شخص کے پاس سے نماز صبح کے بعد گزرے جو سورہا تھا۔ آپ نے پیر سے حرکت دی وہ بیدار ہوا آپ نے فرمایا تمہیں نہیں معلوم اللہ تعالیٰ اس وقت بندہ پر متوجہ ہوتا ہے۔ اپنے فضل سے ایک جماعت کو جنت میں داخل کرتا ہے۔ (جلد۲ صفحہ ۳۲۳)

صبح تک سونے سے شیطان کا پیشاب کان میں

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کے سامنے ایک شخص کا ذکر ہوا جو صبح تک سوتا رہتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا ہے۔ (بخاری صفحہ ۱۵۳)

فائدہ: شیطان کے پیشاب کرنے کا مطلب حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ واقعۃً وہ پیشاب کر دیتا ہے۔ اس کا کھانا پینا تو حدیث پاک سے ثابت ہے۔ یا ذلت اور استخفاف مراد ہے۔ یہ ایسا قبیح فعل ہے کہ اس لائق ہے کہ ایسا کیا جائے۔ یہ بھی مراد ہے کہ شیطان اس کے کان میں باطل اشیاء بھر دیتا ہے جس سے وہ ذکر خداوندی سے غافل رہتا ہے۔ (فتح جلد۴ صفحہ ۲۸)

آج کل صبح دن نکلنے تک سونا جو نہایت ہی قبیح اور منکر فعل ہے عام ہو گیا پورا کا پورا گھر سویا ہوا ملتا ہے۔ کیا جوان کیا بوڑھے۔ کوئی نماز کا پابند ہوا تو اٹھا ورنہ عورتیں بچے سوئے رہتے ہیں، خصوصاً جوان مرد عورتیں، بڑے ہی خسارہ کی بات ہے۔ نماز اور جماعت کا ترک کبیرہ گناہوں میں سے ہے جس کا آخرت میں شدید وبال تو ہوگا ہی دنیا میں اس دیر گئے تک سونے کی نحوست سے رزق میں تنگی ہوتی ہے۔ تنگی معیشت اور مالی خسارہ کا سبب یہ ہے۔ مسلم گھرانوں کی شان اور علامت یہ ہے کہ صبح کو سب اٹھے ہوئے ذکر تلاوت میں مشغول ہوں ان کے گھرانوں سے بھینی بھینی ذکر تلاوت کی آواز گونج رہی ہو۔ افسوس درافسوس کہ رات گئے دیر تک واہی تباہی امور میں وقت ضائع کر کے دیر سے سوتے ہیں اور دیر سے اٹھتے ہیں اور دونوں جہاں کی بدبختی مفت لیتے ہیں۔

زیادہ سونا فقر قیامت کا باعث

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی والدہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے فرمایا اے بیٹے رات میں زیادہ سویا مت کرو۔ رات میں زیادہ سونا سونے والے کو قیامت میں فقیر بنا کر چھوڑتا ہے۔ (آداب بیہقی صفحہ ۲۲۵)

یعنی ساری رات سونے میں نہ گزارے بلکہ کچھ حصہ یاد خداوندی میں گزارے۔

مغرب کے بعد سونا منع ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ عشاء سے قبل (مغرب کے بعد) سونے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ (بخاری صفحہ ۸۴)

فَائِدَہ: مغرب کے بعد سوئے تو عشاء کی جماعت کے فوت ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔ اس وجہ سے بھی آپ نے منع فرمایا ہے۔ لیکن اگر نیند کا غلبہ ہو یا سفر سے تھکا ماندہ ہو تو سونا درست ہے۔ اور کسی سے اٹھانے کو کہہ دے۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے غلبہ نیند سے سونے کی اجازت چاہی تو آپ نے مغرب کے بعد سونے کی اجازت دے دی۔ (کنز العمال جلد۲۰ صفحہ۴۷)

اسی طرح امام بخاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے "بَابُ النَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَاءِ لِمَنْ غَلَبَ الخ" سے ایسی حالت میں سونے کو جائز قرار دیا ہے کہ کسی کو مقرر کر دے کہ وہ اس کو بیدار کر دے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اسی طرح سوتے تھے۔ (فتح جلد۲ صفحہ۵۰)

سونے کا تہبند الگ رکھنا، اور کپڑے اتار کر سونا

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی ایک حدیث میں ہے کہ میں اپنی خالہ کے پاس ایک رات رہا، حضرت میمونہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو دیکھا کہ انہوں نے آپ کے لئے بستر بچھایا اور بستر کے سرہانے ایک کپڑا رکھ دیا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تشریف لائے، اور آپ عشاء سے فارغ ہو چکے تھے بستر پر تشریف لائے سرہانے رکھے کپڑے کی لنگی بنا لی اور (پہنے ہوئے) کپڑے کو اتار کر لٹکایا۔ (سبل الہدیٰ جلد۷ صفحہ۵۷۰)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اس کپڑے میں نماز نہ پڑھتے جسے پہن کر اہل کے پاس آرام فرماتے۔ (طحاوی جلد۱ صفحہ۳۰)

اس سے معلوم ہوا کہ نماز کے کپڑے سونے کے کپڑے کے علاوہ رکھے تاکہ نماز میں طہارت کا اہتمام ہو۔ عموماً سونے کے کپڑے میں نجاست کا احتمال واشتباہ رہتا ہے۔ خصوصاً نئی عمر یا اہل وعیال میں رہنے والوں کو اس سے احتیاط چاہئے۔

عشاء کے بعد متصلاً سونا مسنون ہے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عشاء سے قبل نہیں سوئے اور عشاء کے بعد گفتگو نہیں فرماتے (بلکہ سو جاتے)۔ (مسند احمد جلد۶ صفحہ۲۶۴، مسند طیالسی جلد۱ صفحہ۲۰۷، سبل الہدیٰ جلد۷ صفحہ۳۹۴)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شروع رات میں سو جاتے اور آخر رات میں بیدار رہتے (عبادت فرماتے)۔ (بخاری مسلم جلد۱ صفحہ۲۵۴، زرقانی جلد۵ صفحہ۶۷)

حضرت ابو برزہ اسلمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ عشاء سے قبل سونے کو اور عشاء کے بعد گفتگو کو ناپسندیدہ سمجھتے تھے۔ (مختصراً)

حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ عشاء کے بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ گفتگو اور بات کی مذمت

فرماتے۔ (مسند احمد جلد ا صفحہ ۴۲۳، ۳۸۹، بخاری جلد ا صفحہ ۸۴)

عشاء کے بعد شعر وشاعری پر وعید

حضرت شداد بن اوس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جس شخص نے عشاء کے بعد قرض شعر (شعر کا مشغلہ) اختیار کیا اللہ پاک اس کی رات کی نماز قبول نہیں فرمائے گا۔ یہاں تک کہ صبح کا وقت آجائے۔ (کنز جلد ۷ صفحہ ۱۷۵)

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی تاکید

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ لوگوں کو عشاء کے بعد گفتگو پر مارا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ ابھی باتوں میں لگو گے اور آخر رات میں سوؤ گے۔ (قرطبی جلد ۱۳ صفحہ ۱۳۸)

فَائِدَہ: آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی عادت طیبہ تھی کہ آپ عشاء کے بعد متصلاً سو جاتے۔ (شرح مواہب جلد ۵ صفحہ ۶۷)

عشاء سے قبل تو سونے کی ممانعت اس وجہ سے ہے کہ عشاء کی جماعت نہ چھوٹ جائے۔ اور عشاء کے بعد گفتگو کی ممانعت اس وجہ سے ہے کہ شب آخر کی بیداری بلکہ فجر کی نماز اور جماعت کی شرکت میں یہ خارج اور مخل ہے۔ دیر سے سوئے گا تو وہ دیر سے اٹھے گا۔ شیطان یہ چاہتا ہے کہ یہ قیمتی وقت غفلت میں گزر جائے نماز و جماعت سب سے محروم رہے۔

آج پوری امت کا مزاج اور عمومی عادت یہی ہے کہ عشاء کے بعد باتوں میں، لایعنی امور میں مشغول رہتے ہیں۔ گفتگو اور مجلسوں میں بلکہ لہولعب میں گزارتے ہیں خدا کی پناہ وقت ضائع کرتے ہیں اور شب آخر کی بیداری تو کیا نماز جماعت سب چھوڑ کر دن چڑھے تک سوئے رہتے ہیں۔ آج عشاء کے بعد متصلاً سونے کی عادت ڈالیں تاکہ شب آخر کی عبادت جو ایک بیش قیمت چیز ہے حاصل ہو جائے اس سے غافل ہیں سردی ہو یا گرمی بے کار باتوں میں رہ کر اس عظیم دولت سے محروم رہنا بڑے خسارے کی بات ہے، آج عوام وخواص سب اس عظیم دولت کے نسخہ سے غفلت میں ہیں۔ رات گئے دیر تک جاگنے کی خلاف سنت عادت رائج ہے۔ شب آخر کی بیداری کا اہم سبب عشاء کے بعد متصلاً سونا ہے۔ دن کا قیلولہ اسی سبب سے تھا۔ قیلولہ تو موجود ہے مگر مقصد فوت۔ دن کا قیلولہ رات کے جاگنے کے لئے نہیں بلکہ شب آخر کی عبادت میں اعانت کے لئے ہے۔ اس لئے آپ عموماً عشاء کے بعد متصلاً سو جاتے تھے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ عشاء کے بعد عبادت میں لگ جاتے بعد میں آرام فرماتے۔

مسنون اور باعث خیر و برکت طریقہ یہ ہے کہ عشاء کے بعد سو جائے اور شب آخر میں جاگ کر کچھ ذکر و عبادت میں یہ وقت لگا دے۔ یا عملی شغل میں مصروف رہے۔ یہ اسلاف کا طریقہ تھا جلد سونے کا کم از کم اہم

فائدہ یہ ہوگا کہ صبح کو نیند ٹوٹ جائے گی ضرورت سے فارغ ہو کر سنت اور فرض کو باحسن وجوہ ادا کر سکیں گے اور چستی رہے گی نیند کا خمار نہ رہے گا۔

مدارس میں یہ طریقہ رائج ہو جائے کہ عشاء کے بعد سو جایا کریں اور اذان سے قبل بیدار کر دیا جائے تو اس کا اہم ترین مضبوط و مستحکم فائدہ یہ ہوگا کہ صبح کو بیدار ہونے کی عادت ہو جائے گی، اور اذان کے بعد غفلت کی عادت جو صبح کی نماز تک کے ترک کا باعث ہو جاتی ہے نہیں ہوگی۔ تاہم عشاء کے بعد علمی دینی گفتگو کی اجازت ہے۔

چنانچہ امام بخاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے "بَابُ الْعِلْمِ وَالْعِظَةِ بِاللَّيْلِ" اور "بَابُ السَّمْرِ بِالْعِلْمِ" قائم کر کے اس کے جواز کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۷)

عشاء کے بعد دینی گفتگو کی اجازت

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ حضرت صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مسلمانوں کے دینی معاملات میں گفتگو فرماتے اور میں بھی ہوتا۔

(سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۳۹۱، مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۳۵، فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۴۷)

عشاء کے بعد اہل وعیال سے گفتگو

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ ایک رات نبی پاک ﷺ نے (عشاء کے بعد) بیویوں کو ایک قصہ سنایا۔ ایک عورت نے کہا یہ قصہ (حیرت اور تعجب میں) بالکل خرافہ کے قصوں جیسا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جانتی ہو خرافہ کا اصل قصہ کیا ہے۔ خرافہ بنو عذرہ (قبیلہ کا نام) کا ایک شخص تھا جنات اسے پکڑ کر لے گئے۔ ایک عرصہ تک انہوں نے اسے اپنے پاس رکھا پھر لوگوں میں چھوڑ گئے۔ پس وہ لوگوں سے وہاں کے عجائبات بیان کیا کرتا۔ پس لوگ ایسے قصوں کو قصہ خرافہ کہنے لگے۔ (مسند احمد، شمائل ترمذی صفحہ ۱۸)

فَائِدَہ: آپ رات میں کبھی بیوی اور بچوں کے سامنے قصہ اور واقعات سناتے اسی میں سے یہ بھی ہے۔ ملا علی قاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ گھر میں بیوی بچوں سے اس قسم کی باتوں کا کرنا ان سے خوش طبعی کرنا مذموم نہیں بلکہ حسنِ معاشرت میں داخل ہے۔ ایسی گفتگو جو ان کی تفریح طبع کا باعث ہو مذموم نہیں۔ (جلد ۲ صفحہ ۴۸)

اسی طرح اگر کوئی مہمان ہو تو اس سے بھی گفتگو کی اجازت ہے۔ چنانچہ امام بخاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے "بَابُ السَّمْرِ مَعَ الْاَهْلِ وَالضَّيْفِ" قائم کیا ہے جس سے اس کے جائز ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

خیال رہے کہ آپ کی گفتگو کوئی ایسی لایعنی اور طویل تھوڑے ہی ہوتی تھی۔ حکمت پر مبنی مصالح سے پُر

ہوتی۔ ممنوع وہ ہے جو آج کل رائج ہے جس کا سلسلہ گھنٹوں چلتا ہے۔ اسی لئے شہر میں عموماً ۱۱، ۱۲ بجے رات سے قبل سونا نہیں ہوتا۔ آج کل ٹی وی کی لعنت اور نحوست نے تو اور تباہی مچا رکھی ہے۔ کہ جہنم کے اژدھوں کا پٹلدہ کھول دیا جاتا ہے۔ اور گناہ کبیرہ کا سلسلہ رات گئے دیر تک چلتا رہتا ہے۔ جس کا حرام اور لعنت وغضب الٰہی کا باعث ہونے میں ذرہ برابر شبہ نہیں۔ (ٹی وی کی قباحتوں کی مفصل جانکاری کے لئے راقم الحروف کا رسالہ فتنہ ٹی وی کا شرعی وعقلی جائزہ ضرور دیکھئے)۔

سونے سے قبل پانی کا انتظام رکھنا مسنون ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کے لئے وضو کا پانی اور مسواک رکھ دیا جاتا تھا۔ جب آپ بیدار ہوتے تو قضاء حاجت سے فارغ ہونے پر مسواک فرماتے (اور وضو کرتے)۔ (ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم (ازواج مطہرات) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رات ہی سے مسواک اور وضو (طہات وغیرہ کا پانی) رکھ دیتے تھے۔ جب اللہ پاک آپ کو بیدار فرماتا آپ بیدار ہوتے مسواک فرماتے۔ وضو کرتے پھر سات رکعت نماز (تہجد) ادا فرماتے۔

(مسند ابی عوانہ جلد ۲ صفحہ ۳۲۴، ابن حبان جلد ۴ صفحہ ۲۷)

فائدہ: سونے سے قبل وضو اور طہارت یعنی استنجا پاخانہ وغیرہ کے پانی کا انتظام رکھنا مسنون ہے۔ تاکہ بیدار ہونے کے بعد تلاش اور انتظام کی زحمت نہ ہو۔ اور کم وقت ہوتب بھی عبادت کا موقع مل جائے۔ ورنہ بسا اوقات پانی کے حاصل کرنے میں شدید پریشانی ہوتی ہے۔ یہ حسن انتظام کی بات ہے۔

سونے سے قبل پینے کا پانی رکھنا مسنون ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رات میں تین ڈھکے ہوئے برتنوں کا انتظام رکھتی تھی۔

1. وضو کے پانی کا برتن۔
2. مسواک کا برتن۔
3. پینے کے پانی کا برتن۔ (ابن ماجہ صفحہ ۳۰)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ وضو اور مسواک کے علاوہ رات میں پینے کے لئے بھی کسی برتن گلاس وغیرہ میں پانی رکھ دیتی تھیں اور ان تینوں کو ڈھک کر رکھتی تھیں تاکہ کیڑں مکوڑوں اور چوہوں وغیرہ سے حفاظت رہے یہ حسن انتظام سے متعلق امور ہیں کہ رات میں جس چیز کی ضرورت پڑ سکتی ہے اس کا انتظام سونے سے قبل ہی کر لیا

جائے۔ کہ عین وقت پر دقت ہوتی ہے۔ دوسروں کو بھی پریشانی ہوتی ہے۔ لہٰذا سونے سے قبل وضو اور طہارت وغیرہ کا پانی، پینے کا پانی شاید رات میں پیاس لگ جائے اور اور مسواک کا انتظام رکھنا مسنون ہے۔

بیدار ہونے کے بعد اولاً پاخانہ پیشاب سے فارغ ہونا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوتے تو قضاء حاجت فرماتے پھر مسواک (وضو) فرماتے۔ (ابوداؤد جلد۲ صفحہ۸)

فائدہ: وضو نماز سے قبل پاخانہ پیشاب سے فارغ ہو جانا بہتر ہے تاکہ نماز اور عبادت میں اطمینان رہے۔ اگر عادت نہ ہو تو بیداری کے بعد پاخانہ کی حاجت بنالینا بہتر ہے یہ صحت کے اعتبار سے بھی مفید ہے۔

رات میں کس وقت بیدار ہونا سنت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بیدار ہو جاتے جس وقت مرغ بانگ دیتا۔ (بخاری صفحہ۱۵۲)

حافظ ابن حجر اور علامہ قسطلانی رحمہما اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ مرغ آدھی رات (گزرنے کے بعد) بانگ دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہی قول ہے۔ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ثلث لیل میں یعنی آدھی رات کے بعد جب دو حصہ رات گزر جائے تب بانگ دیتا ہے۔ (فتح الباری جلد۳ صفحہ۱۷)

ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نصف رات یا اس سے کچھ قبل یا اس کے کچھ بعد آرام فرما کر بیدار ہو جاتے۔ (جلد۱ صفحہ۳۲۸)

محدث زرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شروع آدھی رات میں بیدار ہو کر عبادت میں لگ جاتے۔ (شرح مواہب جلد۵ صفحہ۶۷)

رات میں کتنا سونا مسنون ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نصف رات آرام فرماتے تہائی رات میں بیدار ہو جاتے۔ پھر چھٹا حصہ (صبح صادق سے کچھ قبل) آرام فرماتے۔ (بخاری جلد۱ صفحہ۱۵۲)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات سوتے۔ تہائی رات میں بیدار ہو جاتے کبھی آدھی رات سے بھی کم سوتے اور بیدار ہو جاتے۔ (جلد۳ صفحہ۱۷)

رات میں سونے اور عبادت کا مسنون طریقہ

حضرت اسود رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے معلوم کیا کہ رات کی

عبادت کے متعلق آپ ﷺ کا کیا معمول تھا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ آپ ﷺ شروع رات میں تو سو جاتے پھر جب سحر کا وقت (ثلث لیل کے قریب) ہوتا تو (بیدار ہو کر) طاق رکعت میں نماز ادا کرتے (چونکہ وتر بھی پڑھتے تھے) پھر بستر پر تشریف لاتے اگر بیوی سے کچھ ضرورت ہوتی تو اسے پورا فرماتے پھر سو جاتے۔ پھر جیسے ہی اذان سنتے بڑی تیزی سے اٹھتے اگر غسل کی ضرورت ہوتی تو غسل فرماتے ورنہ وضو فرما کر نماز کو تشریف لے جاتے۔ (مسند طیالسی جلد۲ صفحہ۱۲۸)

فائدہ: اہل بصیرت جان سکتے ہیں کہ اس طریقہ میں کتنی مصلحت ہے۔ اولاً عبادت پھر انسانی ضرورت ہے کہ آپ نے دیگر انسانی ضرورتوں پر عبادت کو مقدم فرمایا۔ (جمع الوسائل جلد۲ صفحہ۶۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ شروع رات میں آرام فرماتے اور آخر شب کو زندہ فرماتے یعنی عبادت و ذکر میں گزارتے۔ (مسند احمد جلد۶ صفحہ۱۰۹، شرح مواہب جلد۵ صفحہ۶۷)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ جس مقدار پر آپ ﷺ سوتے اسی مقدار عبادت کرتے (مثلاً نصف رات سوتے تو نصف رات عبادت کرتے)۔ (مسند احمد جلد۶ صفحہ۲۹۴)

عموماً آپ ﷺ کی عادت یہی تھی کہ متصلاً آرام فرما کر آخری شب میں تہجد ادا فرماتے اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ عشاء کی نماز مسجد میں ادا فرما کر گھر تشریف لاتے اور نماز میں مشغول ہو جاتے پھر آرام فرماتے۔ چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں اس کا ذکر ہے۔ (مسند طیالسی جلد۲ صفحہ۱۲۸)

آپ ﷺ شب بیداری کو ترک نہ فرماتے اگر تکلیف ہوتی یا سستی محسوس کرتے تو بیٹھ کر ادا فرماتے۔ (طیالسی جلد۱ صفحہ۱۲۸)

چارپائی پر سونا سنت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک چارپائی تھی جس کے پائے ساگوان لکڑی کے تھے۔ آپ اسی پر آرام فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کی وفات ہو گئی۔ (سیرۃ الشامی جلد۷ صفحہ۵۶۴)

آپ ﷺ اعتکاف کی حالت میں بھی مسجد میں چارپائی پر آرام فرماتے۔ (زاد المعاد جلد۱ صفحہ۴۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو اسطوانہ توبہ کے سامنے آپ کی چارپائی بچھا دی جاتی اور بستر لگا دیا جاتا۔ (صحیح ابن خزیمہ جلد۳ صفحہ۳۵۰)

آپ ﷺ کی چارپائی کیسی تھی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ایسی

چار پائی پر تھے جو کھجور کے پتوں اور شاخوں سے بنی ہوئی تھی۔ (ادب المفرد، سیر الشامی جلد ۷ صفحہ ۵۶۳)

مسند ابویعلی اور سنن بیہقی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے چار پائی پر دیکھا جو کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی تھی اور آپ کے سرہانے چمڑے کا ایسا تکیہ تھا جس کا بھراؤ کھجور کی چھال سے تھا۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۱۲۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ قریش کو چار پائی پر سونا بڑا پسند تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں آپ نے قیام کیا آپ نے ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ تمہارے پاس چار پائی نہیں ہے؟ انہوں نے کہا خدا کی قسم نہیں ہے۔ اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خبر معلوم ہوئی (اہل قریش کا چار پائی پر سونا اور ابوایوب کے یہاں چار پائی کا نہ ہونا اور آپ کا ان سے چار پائی کے بارے میں معلوم کرنا) تو انہوں نے ایک چار پائی بنوا کر بھجوا دی جس کے پائے ساگوان کے تھے۔ آپ تاوفات اسی پر سوتے رہے اور اسی پر نماز بھی پڑھتے (آپ کی وفات کے بعد لوگ تبرکا اس پر اپنے مردوں کو لے جاتے۔ صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی برکۃً اسی چار پائی پر (دفن کرنے کے لئے) لے گئے۔ (سیرۃ الشامی صفحہ ۵۶۴)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ چار پائی پر سونا مسنون ہے۔ اور یہ کہ آپ کی چار پائی کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی تھی جو نہایت ہی کھردری تھی۔ راوی کا مقصد "وهو علی سرير مرمول بشريط" سے یہی ہے کہ کھجور کی شاخوں کی بنی چار پائی جو نہایت ہی کھردری ہوتی ہے اس پر بلا بستر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرماتے تھے۔ کس قدر تواضع و مسکنت اور زہد عن الدنیا کی بات ہے آج ہم چار پائی پر بلا شاندار غالیچہ کے بیٹھنا اور سونا شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ آپ کی عادت طیبہ تھی۔ تاہم کبھی آپ بستر بھی بچھاتے جو زیادہ موٹا اور گہرا نہ ہوتا تھا جس کی تفصیل آ رہی ہے۔ کبھی چار پائی پر چادر بھی ہوتی جو کالے رنگ کی ہوتی۔ چنانچہ طبرانی میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ آپ کی چار پائی چھالوں سے بنی تھی اور اس پر کالی چادر ہوتی۔

(سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۵۶۳)

کھجور کی چٹائی پر بلا بستر کے سونا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور آپ (کھجور کی) چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے جس کے نشانات پہلو پر نمایاں ہو گئے تھے۔

(مسند احمد، سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۱۲۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے

آپ کھجور کی چٹائی پر تھے اور کھجور کی بناوٹ کا اثر آپ کے پہلو پر نمایاں ہو رہا تھا۔ (ترمذی، سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۱۲۸)

گرمی اور جاڑے میں سونے کا مسنون طریقہ

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی عادت طیبہ تھی کہ جب گرمی آتی تو شب جمعہ سے باہر سونا اور جب سردی آتی تو شب جمعہ سے گھر میں سونا پسند فرماتے۔

(ابونعیم فی الطب، کنز صفحہ ۱۷، جامع صغیر صفحہ ۲۱۸)

اس سے معلوم ہوا کہ موسم کی تبدیلی سے سونے کی جگہ جاڑے اور گرمی میں بدلے تو شب جمعہ سے شروع کرے کہ اس میں برکت ہے۔

مسجد میں سونا اور لیٹنا

حضرت عباد بن تمیم رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے اپنے چچا (عبداللہ بن زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) سے روایت کی ہے کہ انہوں نے نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو مسجد میں چت لیٹے دیکھا کہ آپ ایک پیر کو دوسرے پیر پر رکھے ہوئے تھے۔

(بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۶۸)

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو مسجد میں کروٹ لیٹے دیکھا۔ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۷۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ میں عہد نبوی میں غیر شادی شدہ نوجوان تھا مسجد میں سوتا تھا۔ (بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۱۰۴۱)

حضرت ابوذر غفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت کیا کرتے تھے۔ جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت سے فارغ ہوتے تو مسجد میں چلے آتے اور لیٹتے (ان کا مکان مکہ میں نہیں تھا مسافر کی حیثیت سے تھے اور آپ کی خدمت کیا کرتے تھے۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۲۵)

فائدہ: حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا رات کو نماز بہت پڑھا کرتے تھے، چنانچہ امام بخاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے ذکر کیا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے اس فرمان مبارک کے بعد کہ عبداللہ نیک شخص ہے۔ کاش یہ رات کو نمازیں زیادہ پڑھا کرے چنانچہ حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ رات کو کثرت سے نمازیں پڑھا کرتے تھے۔

مسجد میں سہولت آرام و راحت کی وجہ سے سونا اور اس کی عادت بنا لینا مکروہ ہے۔ بعض لوگ مسجد میں صرف اس وجہ سے سوتے ہیں کہ گھر میں ان کو سہولت میسر نہیں۔ مسجد کو سونے کی جگہ بنانا ناجائز ہے درست نہیں۔ البتہ مسافر کو مسجد میں سونا درست ہے۔ جیسے اہل تبلیغ حضرات۔ اسی طرح ان حضرات کو بھی اجازت ہے۔ جو راتوں کو اٹھ کر عبادت کرنے والے ہیں اور رات میں نماز پڑھنے کے عادی ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابن عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عادت تھی۔ چنانچہ اصحاب صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا کرتے تھے اور ان کے گھر مدینہ میں نہیں تھے مسجد میں سونے کی اجازت دی چنانچہ ابن ماجہ میں ابن قیس سے مروی ہے کہ اصحاب صفہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کے بعد فرمایا کہ خواہ یہاں سو جاؤ یا مسجد میں سو جاؤ چنانچہ وہ لوگ مسجد میں سونے گئے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۵۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ جو شخص مسجد میں نماز کے ارادہ سے نہ سوتا ہو اس کا سونا مکروہ ہے۔ یعنی اس ارادہ سے سوئے کہ نماز میں سہولت ہو۔ محض سونے کی اجازت نہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا مسجد کو سونے کا اڈہ نہ بناؤ۔ (عمدۃ جلد ۴ صفحہ ۱۹۸)

فقہاء کرام نے بھی مسجد میں سونے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ در مختار میں ہے معتکف اور مسافر کے علاوہ کو سونا مسجد میں درست نہیں۔ (جلد ا صفحہ ۴۸۹)

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ مسجد میں اس وجہ سے سوتے ہیں کہ کشادہ اور آرام دہ باعث سکون جگہ ہے ان کا سونا یقیناً از روئے شرع مسجد کی حرمت کے خلاف ہے اور درست نہیں۔ ارباب انتظام ایسے سونے والوں کو سختی سے منع کریں۔

سفر کی حالت میں سونے کا مسنون طریقہ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (سفر کی حالت میں) رات کو سوتے (حسب معمول) دائیں کروٹ سوتے۔ اور اگر صبح کے قریب کسی مقام پر قیام فرماتے اور آرام فرماتے تو اپنا دایاں بازو کھڑا کرتے اور ہاتھ پر سر رکھ کر آرام فرماتے۔ (شمائل صفحہ ۱۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ وسیع وقت ہوتا۔ وقت کی گنجائش ہوتی تو حسب معمول سوتے۔ ورنہ دائیں ہاتھ کو کھڑا کر کے سوتے تاکہ گہری نیند نہ آئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کے قریب وقت میں اس طرح نہ سوئے کہ گہری نیند آ جائے اور نماز یا جماعت کا وقت فوت ہو جائے۔ دراصل یہ مذکورہ طریقہ نیند آنے کی شکل نہیں بلکہ آرام اور تعب دور کرنے کی شکل ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے ذرا کمر سیدھی کرلیں۔ (شرح مناوی، جمع صفحہ ۶۵)

سونے والے کو بیدار نہ کیا جائے

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سوتے تو ہم لوگ آپ کو بیدار نہیں کرتے (جگاتے) تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی اٹھتے۔ (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۴۳۴)

ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ جب سو جاتے تو آپ کو جگایا نہیں جاتا تھا آپ خود ہی اٹھتے۔ (جلد ا صفحہ ۱۵۸)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ بہتر ہے کہ بلا ضرورت شدیدہ کے کسی کو نہ جگایا جائے۔ بسا اوقات دوبارہ نیند نہیں آتی جو باعث کلفت ہے۔ لیکن خیال رہے کہ نماز اور جماعت کا وقت اس سے مستثنٰی ہے کہ اس وقت اٹھانا ضروری ہے۔

سونے والے کو سلام کس طرح کیا جائے

حضرت مقداد بن اسود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ذکر کرتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رات کو تشریف لاتے اور اس طرح سلام کرتے کہ جاگنے والا تو سن لیتا اور سونے والا بیدار نہ ہوتا۔ (ادب المفرد صفحہ ۳۰۳)

فَائِدَہ: سونے والے کی رعایت لازم ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی نیند ٹوٹ جائے اور خلل ہو اگر کسی کے متعلق علم نہیں کہ سو رہا ہے یا جاگ رہا ہے تو اسی طرح سلام کرے۔

قیلولہ سنت ہے

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب قبا تشریف لاتے تو ام حرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے مکان تشریف لے جاتے۔ چنانچہ آپ تشریف لے گئے۔ انہوں نے کھانا کھلایا آپ اس کے بعد آرام فرمانے لگے یعنی قیلولہ فرمایا۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۲۹)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضرت ام سلیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا آپ کے چمڑے کا بستر بچھا دیتیں آپ اس پر قیلولہ ادا فرماتے۔ (عمدۃ القاری جلد ۲۲ صفحہ ۲۶۳)

جمعہ کے دن قیلولہ کا وقت

حضرت سہیل بن سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرتے پھر قیلولہ کرتے۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۳۸)

فَائِدَہ: جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے بعد کھانا پھر قیلولہ کرنا سنت ہے۔

قیلولہ کا حکم

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فرماتے تھے کہ دن کے سونے سے رات کی عبادت پر قوت حاصل کرو۔ (کنز جلد ۷ صفحہ ۱۵۷، شعب الایمان جلد ۵ صفحہ ۱۸۲)

حضرت طاؤس رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا دن کے سونے سے رات کی عبادت میں مدد حاصل کرو۔ (آداب بیہقی صفحہ ۴۴۴، کنز جلد ۷ صفحہ ۱۵۷)

سائب ابن یزید رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جب دوپہر کو ہمارے پاس

سے گزرتے تو فرماتے اٹھو جاؤ قیلولہ کرو۔ (بیہقی شعب الایمان جلد۵ صفحہ۱۸۲)

شیطان قیلولہ نہیں کرتا

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا قیلولہ کرو شیطان قیلولہ نہیں کرتا۔

(ابو نعیم، کنز جلد۷ صفحہ۵۰۷)

حضرت فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ایک گورنر کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ قیلولہ نہیں کرتے تو ان کو فرمان لکھا کہ قیلولہ کرو میں تم سے بیان کر چکا ہوں شیطان قیلولہ نہیں کرتا۔ (کنز جلد۲۰ صفحہ۶۶)

حافظ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے لکھا ہے کہ حضرات صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو ہمیشہ قیلولہ کی عادت تھی۔

(جلد۱۱ صفحہ۷۰، فتح)

قیلولہ کا مفہوم

اس کے معنی ہیں دوپہر کو کھانے سے فراغت پر لیٹنا اور آرام کرنا ہے۔ خواہ نیند آئے یا نہ آئے۔

(عمدۃ القاری جلد۴ صفحہ۲۲)

قیلولہ کے فوائد

دوپہر کو سونا زیادتی عقل اور ہضم طعام کا باعث ہے اس سے چستی رہتی ہے۔ خصوصاً رات کے قیام اور عبادت میں یہ معین ہے۔ ابن قیم رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے لکھا ہے کہ دوپہر کو سونا اچھی عادت ہے۔ (جلد۳ صفحہ۱۶۹)

حضرت سعید ابن جبیر رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی سے موقوفاً مروی ہے کہ دوپہر کو سونا اچھی خصلت ہے۔

(فتح جلد۱۱ صفحہ۷۰)

مشہور مقولہ ہے "تَغَدَّ تَمَدَّ تَعَشَّ تَمَشَّ" دوپہر کو کھاؤ پھر سوؤ، شام کو کھاؤ اور چہل قدمی کرو۔ افسوس کہ دوپہر کو سونے کی حکمت یہ تھی کہ شب کی عبادت میں معین ہو۔ مگر دوپہر کا سونا تو راحت کی وجہ سے رہ گیا اور شب کی عبادت جاتی رہی۔

رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے سونے کے مختلف طریقوں کا بیان

نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے آرام راحت فرمانے کی کوئی ہمیشہ ایک ہی شکل وحالت متعین نہیں تھی۔ آپ کبھی کھجور کی چھالوں سے بنی ہوئی چارپائی پر بلا بستر آرام فرماتے۔ کبھی بستر پر آرام فرماتے۔ مگر بستر نرم اور گدے دار پسند نہ فرماتے، کبھی چمڑے کے ٹکڑے پر آرام فرماتے، کبھی چٹائی پر جو کھجور سے بنی ہوتی۔ کبھی صرف زمین پر بلا بستر کے آرام فرماتے کبھی ریت ہی میں لیٹ جاتے۔ کبھی سیاہ چادر پر کبھی کمبل پر۔ البتہ آپ زیادہ تر چارپائی پر

بلا کسی بستر اور چادر کے آرام فرماتے۔ جس سے جسم اطہر پر چٹائی کی بنائی کے نشانات پڑ جاتے۔

گدے دار یا نرم بستر آپ کو بالکل گوارا نہ تھا۔ نہ آپ اسے پسند فرماتے۔ آپ کے بستر کی نوعیت یہ تھی کہ ایک کپڑا تھا اسے دو تہہ کر کے بچھا دیا جاتا۔ ایک مرتبہ اسے چار تہہ کر دیا تو آپ نے پسند نہ فرمایا۔ یہ آپ کے تواضع مسکنت اور زہد کے اعلیٰ شان پر ہونے کی وجہ سے تھی۔ سادہ زندگی کو آپ نے پسند کیا تنعّم اور تعیّش کی شکلوں سے اپنے آپ کو باوجود وسعت وفراوانی کے محفوظ رکھا۔ آج امت کے اہم افراد اس سنت والی زندگی کو چھوڑ کر مباح طریقے کو اختیار کئے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے زاہدانہ زندگی آج مفقود ہوتی جا رہی ہے۔ عیش و تنعّم کی شکلوں کو جسے آپ نے چھوڑ دیا امت آج اسی میں فخر و وقار اور عزت محسوس کر رہی ہے اسی وجہ سے ہم سنت کی برکات سے محروم ہوتے جا رہے ہیں۔ "اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا" (زادالمعاد، شرح مواہب جلد۵ صفحہ ۶۹)

بستر کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کا بیان

کھجور کی چٹائی پر سونا سنت ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹائی پر (بلا بستر و چادر کے) آرام فرمایا۔ آپ کے جسم اطہر پر چٹائی کے نشانات ابھر آئے آپ جب بیدار ہوئے تو میں ہاتھ پھیرنے لگا (نشانات کو مٹانے لگا) میں نے کہا آپ سونے سے قبل بتا دیتے تو میں آپ کے لئے بستر بچھا دیتا تا کہ یہ نشانات نہ ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے دنیا سے کیا مطلب میری مثال تو اس راہ گیر کی طرح ہے جو کسی درخت کے سایہ میں رک گیا ہو اور آرام کر کے چل دے (ظاہر ہے کہ ایسا آدمی کیا انتظام کرے گا)۔

(ابن ماجہ، ترمذی جلد۲صفحہ ۶۰)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجور کی بنی ہوئی چارپائی پر آرام کرتے پایا، جس کے نشانات پہلو پر نمایاں تھے، پھر میں نے گھر کی جانب نظر دوڑائی قسم خدا کی کوئی ایسی چیز ہی نہ تھی کہ جس پر میری نگاہ پڑتی، مگر مشکیزے لٹکے تھے، اور تھوڑا سا جو رکھا تھا۔ (بخاری، سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۱۲۴)

کھجور کی چھالوں سے بنی چارپائی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجور کی چھالوں سے بنی ہوئی چارپائی پر آرام فرماتے ہوئے دیکھا، اور آپ کے سرہانے چمڑے کا تکیہ تھا، جس کا بھراؤ بھی چھالوں سے تھا۔

چٹائی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بوریا تھا، جس پر آپ رات میں نماز

پڑھتے تھے (اور آرام فرماتے تھے) اور دن میں بچھا دیا جاتا تو آپ اس پر تشریف فرما ہوتے۔

(بخاری، سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۵۶۶)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ چٹائی پر آرام فرما رہے تھے۔ جس کے نشان جسم اطہر پر آ گئے تھے، اور سر کے نیچے چمڑے کا تکیہ تھا جس کا بھراؤ چمڑے کا تھا۔ (سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۵۶۹)

بوریا پر سونا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کبھی چمڑے کا ہوتا، جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا، اور کبھی صرف ٹاٹ کا، کبھی بوریا ہوتا۔ (خصائل صفحہ ۲۷۸)

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ٹاٹ کا تھا۔ (کنز جلد ۱۹ صفحہ ۷۰)

فائدہ: یعنی صرف ٹاٹ ہی پر سوتے، اس پر کوئی چادر وغیرہ نہ بچھاتے۔ کس قدر سادگی کی بات ہے، آج اس پر سونا اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھا جاتا۔ ہم لوگ عیش و تنعّم میں پڑ کر غفلت میں زندگی گزار رہے ہیں، دراصل یہ دنیا ایک گزرگاہ ہے، جائے قیام و راحت و تنعّم نہیں، اصل منزل و مکان تو جنت ہے۔ دنیا کا تنعّم بسا اوقات آخرت سے غفلت کا باعث ہوتا ہے۔

نرم بستر سے انکار

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ قبیلہ انصار کی ایک خاتون نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر مبارک کو دیکھا کہ بہت ہی کھردرا اور موٹا ہے، چنانچہ وہ گئی اور ایک بستر جس کا بھراؤ اون سے تھا بھیج دیا (یہ اس کے مقابلہ میں نرم ہوتا ہے) رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا عائشہ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! فلاں انصاری خاتون آئی تھیں اس نے آپ کے بستر کو دیکھا واپس گئی تو یہ بستر بھیج دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے واپس کر دو۔ حضرت عائشہ نے فرمایا میں واپس کرنا نہیں چاہتی تھی چونکہ اس بستر کا گھر میں رہنا مجھے اچھا معلوم ہوا۔ چنانچہ آپ نے کئی مرتبہ کہا واپس کرو۔ خدا کی قسم اگر میں چاہوں تو یہ سونے چاندی کے پہاڑ میرے ساتھ چلا کریں۔ (سیرت جلد ۷ صفحہ ۱۲۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر مبارک پرانا اور موٹا (کھردرا) تھا میں نے چاہا کہ ایک دوسرا جو اس سے نرم ہو آپ کے لئے تیار کر دوں۔ تو میں نے کر دیا۔ آپ نے (دیکھا تو) فرمایا کیا ہے عائشہ۔ حضرت عائشہ نے کہا موٹا اور پرانا دیکھ کر میں نے یہ نرم بنا دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے

ہٹاؤ۔ قسم خدا کی میں اس پر بیٹھوں گا بھی نہیں تاوقتیکہ تم اسے اٹھا نہ لو چنانچہ جو اوپر بچھایا تھا اٹھالیا۔

(سنن سعید بن منصور جلد ۷ صفحہ ۱۲۸)

گدا پسند نہیں

حضرت جعفر بن محمد رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے معلوم کیا کہ آپ کے گھر میں حضور پاک ﷺ کا بستر کیسا تھا؟ حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا چمڑے کا تھا جس میں بھراؤ کھجور کی چھال کا تھا۔ اور میں نے حفصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے پوچھا کہ آپ ﷺ کا بستر کیسا تھا انہوں نے کہا ٹاٹ کا تھا۔ جس کی میں دوہری تہ کر دیا کرتی تھی آپ اس پر سوتے تھے ایک رات میں نے کہا اگر میں اس کی چار تہہ کر دوں تو آپ کے لئے زیادہ آرام دہ ہوگا، چنانچہ میں نے اس کی چار تہہ کر دی، جب صبح بیدار ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا آج رات تم نے میرے لئے کیا بچھا دیا۔ حضرت حفصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کہتی ہیں میں نے کہا وہی آپ کا بستر تھا جس کی میں نے چار تہہ کر دی تھی آپ کے لئے یہ ذرا م نرم ہو جائے گا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کو پہلی حالت پر کر دو۔ اس لئے کہ اس کی نرمی نے مجھے رات کی نماز (تہجد) سے روک دیا۔ (ترمذی، سیرۃ صفحہ ۵۷۰ حیاۃ الصحابہ صفحہ ۸۳۶)

اسی قسم کی روایت حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے بھی ہے۔

فَائِدَہ: یعنی تہجد کے لئے آنکھ نہیں کھلی یا معمول کے لحاظ سے دیر میں کھلی کہ نرم بستر پر نیند گہری آتی ہے اور زیادہ آتی ہے۔ (اور آنکھ جلد کھلتی نہیں) اگر کھردری چار پائی ہو اول نیند ہی غفلت سے نہیں آتی دوسرے آتی بھی ہے آنکھ جلد کھل جاتی ہے۔ (خصائل صفحہ ۲۸۰)

نرم بستر کی درخواست مسترد

متعدد احادیث میں یہ مضمون وارد ہے کہ صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ جب نرم بستر بنانے کی درخواست کرتے تو حضور اکرم ﷺ یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے مجھے دنیاوی آرام و راحت سے کیا کام میری مثال تو اس راہ گیر جیسی ہے جو چلتے چلتے راستہ میں ذرا آرام لینے کے لئے کسی درخت کے سایہ کے نیچے بیٹھ گیا ہو، اور تھوڑی دیر بیٹھ کر آگے چل دیا ہو۔ (خصائل صفحہ ۲۸۰)

ظاہر ہے کہ ایسا مسافر کیا سامان کا بوجھ لادے گا۔ حتی الامکان ہلکا پھلکا منزل مقصود کی جانب چلے گا۔ دنیا مؤمن کے لئے رہ گزر درمیان سفر ہے۔ جس قدر دنیاوی جھنجھٹوں سے پاک ہوگا اسی قدر آخرت میں صاف

مگر اب امت کا مزاج خصوصاً خواص کا بھی بدل چکا ہے۔ عیش تنعم کا سامان زائد سے زائد اختیار کیا جاتا ہے۔ گو یہ ناجائز نہیں تاہم افضل و اولیٰ نہیں۔ سادہ زندگی ایمان کی شان ہے اسی لئے حدیث پاک میں ہے کہ اللہ کے بندے عیش و تنعم میں نہیں پڑتے۔ اس وجہ سے کہ یہ حب دنیا کا اثر ہے اور اس کی علامت حب دنیا سے دوری ہے۔ اللہ پاک ہم سب کو سنت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور اسوۂ حسنہ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے اور عمل خالصۃً لوجہ اللہ آسان فرمائے۔

زائد بستر کی ممانعت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک بستر آدمی کے لئے ہے ایک بستر اس کی بیوی کے لئے ہے ایک بستر مہمان کے لئے اس سے زائد چوتھا بستر شیطان کے لئے ہے۔

(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۷۴)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا ضرورت سے زائد رکھنا جس کا استعمال نہ ہو یا نوبت کم آئے بہتر نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر مبارک کی تعداد

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف ایک ہی بستر تھا۔ (مواہب لدنیہ جلد ۵ صفحہ ۵۲)

فائدہ: یہ کمال تقویٰ اور زہد میں مرتبہ علیا کی بات ہے۔ باوجود قدرت و اختیار کے آپ نے توسع اختیار نہیں فرمایا۔

سوتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآنی معمولات کا بیان

سوتے وقت الم سجدہ اور سورۃ ملک کا پڑھنا مسنون ہے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک نہ سوتے تھے جب تک کہ سورۃ الم سجدہ اور سورۃ ملک نہ پڑھ لیتے۔ (ترمذی صفحہ ۱۷۶، الدعا، للطبرانی صفحہ ۲۶۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات الم سجدہ پڑھتے۔

(مسند ابویعلی، سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۳۹۵)

حم سجدہ اور سورۂ ملک کا پڑھنا بھی مسنون ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے حکم دیا کہ اس وقت تک نہ سوؤں جب تک کہ حم سجدہ اور تبارک الذی نہ پڑھ لوں۔

(بیہقی فی شعب الایمان، درمنثور جلد ۷ صفحہ ۲۳۳، کنز جلد ۱۹ صفحہ ۲۳۹)

سورۂ ملک کا پڑھنا سنت اور اس کے فوائد

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قرآن شریف میں ایک سورۃ ایسی ہے جو تیس آیتوں والی ہے۔ وہ اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کی مغفرت کروا دیتی ہے وہ سورۃ تبارک الذی ہے۔ (مشکوۃ صفحہ ۱۸۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے عذاب قبر سے روکنے والی سورۃ قرار دیا۔ (مشکوۃ صفحہ ۱۸۷)

بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ذکر کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے عذاب قبر سے روکنے والی فرمایا ہے۔

(جلد ۷ صفحہ ۲۳۱، درمنثور)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل ہے کہ عہد نبوی میں اسے مانع (عذاب قبر سے روکنے والی)

کہا جاتا تھا۔ (مجمع جلد ۷ صفحہ ۱۳۱)

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص کا انتقال ہوا عذاب قبر کے فرشتے اس کے سرہانے آئے تو کہا کہ اُسے عذاب دینے کا کوئی راستہ نہیں کہ یہ سورۂ ملک پڑھتا تھا۔

خالد بن معدان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ یہ سورۃ اپنے پڑھنے والے کی طرف سے قبر میں جھگڑتی ہے اور کہتی ہے کہ اگر میں تیری کتاب میں سے ہوں تو میری شفاعت قبول کرو ورنہ مجھے کتاب سے نکال دے۔

(دارمی جلد ۲ صفحہ ۴۵۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ بعض صحابہ نے ایک جگہ خیمہ لگایا۔ ان کو علم نہ تھا کہ وہاں قبر ہے۔ اچانک خیمہ لگانے والوں نے اس جگہ سے کسی کو تبارک الذی پڑھتے ہوئے سنا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سورۃ خدا کے عذاب سے روکنے والی اور نجات دینے والی ہے۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۱۸۸)

سورۂ زمر اور بنی اسرائیل

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم، سورۂ زمر اور سورۂ بنی اسرائیل جب تک نہ پڑھ لیتے سوتے نہیں تھے۔ (ابن سنی نمبر ۶۷۸، اذکار نبوی صفحہ ۱۷۷)

مسبحات کی تلاوت

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سوتے نہ تھے جب تک کہ مسبحات کی تلاوت نہ فرماتے تھے کہ اس میں ایک آیت ہے جو ہزار آیات سے افضل ہے۔

(ابوداؤد، صفحہ ۶۸۹، ترمذی، اذکار صفحہ ۷۷)

فائدہ: مسبحات ان سورتوں کو کہتے ہیں جن کی ابتدا تسبیح سے ہو مثلاً "سَبَّحَ" یا "یُسَبِّحُ سَبِّحْ" وہ یہ سورتیں ہیں (۱) سورۂ حدید (۲) سورۂ حشر (۳) سورۂ صف (۴) سورۂ جمعہ (۵) سورۂ تغابن (۶) سورۂ اعلیٰ۔

اور آیت سے مراد سورۂ حشر کی آخری آیت ہے۔

آل عمران کی آخری آیتیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات آل عمران کی آخری دس آیتیں پڑھتے تھے۔ (ابن سنی صفحہ ۶۸۸)

سورۂ کافرون

حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر تشریف لاتے تو سورۂ کافرون

پڑھتے۔ (مجمع جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۱)

نوفل رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ان کے والد سے نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا۔ ہر رات سورۂ کافرون پڑھ کر سوؤ۔ شرک سے براءت ہوگی۔ (فتح الباری جلد ۱۱ صفحہ ۱۲۵)

معوذتین

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہر رات جب بستر پر تشریف لاتے تو دونوں ہتھیلیوں کو ملاتے اور سورۂ قل ہو اللہ۔ قل اعوذ برب الفلق۔ قل اعوذ برب الناس پڑھ کر دم کرتے پھر جہاں تک ہاتھ جاتا وہاں تک پھیر لیتے اولاً سر اور چہرے سے شروع فرماتے پھر جسم کا اگلا حصہ، تین مرتبہ اسی طرح کرتے۔

(بخاری صفحہ ۹۳۵، ابوداؤد صفحہ ۶۸۹، ترمذی صفحہ ۳۴۲)

فَائِدَہ: سوتے وقت کا یہ عمل مسنون بڑی افادیت رکھتا ہے۔ بلاء سماوی اور ارضی کا دافع ہے۔ آسیب سحر کرتب۔ خوف و دہشت۔ وساوس شیطانیت اور ڈراؤنے خواب کے ازالہ کے لئے نفع بخش ہے۔ خصوصاً ایسے مواقع میں جہاں آسیب وسحر وکرتب۔ خوف و دہشت کا اندیشہ ہو اور اسی طرح جسے آسیب وسحر کی شکایت۔ اس کا معمول اس کے حملہ کو روکتا ہے۔ اور اس کی طاقت کو ختم کرتا ہے۔

آیۃ الکرسی

حضرت حسن رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَامُ تشریف لائے اور کہہ رہے تھے کہ ایک خبیث جن آپ کی ایذاء کے لئے پھیر میں ہے۔ جب آپ بستر پر تشریف لائیں تو آیۃ الکرسی پڑھ لیں۔ (کنز العمال جلد ۱۹ صفحہ ۲۳۶)

آیۃ الکرسی سے متعلق حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان عاقل کو نہیں سمجھتا کہ وہ بغیر آیۃ الکرسی پڑھے سوئے۔ (اذکار صفحہ ۸۰)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ جس نے سوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھی تو اس کی حفاظت کے لئے ایک فرشتہ مقرر ہو جاتا ہے اور صبح تک شیطان اس کے پاس نہیں آتا۔ اور جو بستر پر لیٹ کر اسے پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہمسایہ اور اردگرد کے کئی گھروں کی حفاظت فرماتا ہے۔ (حاشیہ حصن حصین اردو صفحہ ۱۳۹)

فَائِدَہ: سوتے وقت آیۃ الکرسی کا ورد شیاطین کے وساوس و حملے اور جمیع آسیب وغیرہ کی حفاظت کا نہایت ہی مضبوط حصار ہے۔

عورتوں اور بچوں کو شیاطین بسا اوقات پریشان کرتے ہیں۔ ان کی حفاظت کے لئے یہ آیت معوذتین کے ساتھ نہایت ہی مضبوط و مجرب دفاع ہے۔

سوتے وقت قرآن پاک پڑھنے کی فضیلت وفوائد

تمام شر سے بچاؤ

حضرت شداد بن اوس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا جو شخص قرآن کی سورتوں میں سے کوئی سورت سوتے وقت پڑھے گا اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو اس کا محافظ اور نگہبان بنا دے گا جو اس کی حفاظت کرتا رہے گا یہاں تک کہ وہ اٹھ جائے۔ (کتاب الدعا صفحہ ۲۷۵، فتح جلد ۱۱ صفحہ ۱۲۵)

سوتے وقت تلاوت کی فضیلت

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا جو شخص رات میں چالیس آیتوں کی تلاوت کرے گا وہ غافلین میں نہ لکھا جائے گا۔ اور جو ایک سو آیتوں کو پڑھے گا وہ قانتین (عبادت گزاروں) میں لکھا جائے گا۔ (ابن سنی صفحہ ۲۷۶)

مستدرک حاکم کی روایت میں ہے کہ جو دس آیتیں (کسی بھی مقام سے) پڑھے گا غافلین میں نہ لکھا جائے گا۔ (ابن سنی نمبر ۲۰۷)

سورۂ حشر کی آخری آیتیں

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک شخص کو وصیت کی کہ جب وہ بستر پر جائے تو سورہ حشر کی آخری آیتیں پڑھے۔ اگر موت آ گئی تو شہید ہوگا یا آپ نے فرمایا اہل جنت سے ہوگا۔ (ابن سنی صفحہ ۷۱۸)

سورۃ بقرہ کی آیات سے شیطان سے حفاظت

شعبی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے کہا کہ حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ جو سورۂ بقرہ کی یہ آیتیں پڑھے گا۔ تین دن تک اس کے گھر میں شیطان داخل نہ ہوگا۔ وہ آیتیں یہ ہیں۔ آیۃ الکرسی اور اس کے بعد کی دو آیتیں۔ اور آخر کی تین آیتیں۔ (دارمی صفحہ ۴۴۸)

ایک دوسری روایت میں حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے یہ منقول ہے کہ جو ان آیتوں کو سوتے وقت پڑھے گا۔ قرآن پاک نہ بھولے گا۔ (دارمی صفحہ ۴۴۹)

سورۂ اخلاص سے جنت میں داخلہ

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا جو سونے کا ارادہ کرے۔ دائیں کروٹ سو جائے۔ اور سو مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے۔ تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے کہے گا اے میرے

بندے! دائیں کروٹ یعنی دائیں طرف سے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (کنز العمال جلد ۱۹ صفحہ ۲۳۹)

دیلمی کی ایک روایت میں ہے کہ انسان و جنات ہر ایک کی برائی سے حفاظت ہو جائے گی۔

(بزار، حصن صفحہ ۱۴۷)

ہر شر (چیز) سے حفاظت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب تم نے اپنے پہلو کو بستر پر رکھ لیا سورۂ فاتحہ اور اخلاص کو پڑھ لیا تو موت کے علاوہ ہر شئے سے مامون ہو گئے۔ (کنز جلد ۱۹ صفحہ ۲۴۱)

سورۃ بقرہ کی آخری تین آیتیں

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ میں کسی عقل مند کے متعلق یہ گمان نہیں کرتا کہ وہ سورۂ بقرہ کی آخری تین آیتوں کے پڑھے بغیر سو جائے۔ (اذکار صفحہ ۸۰)

فائدہ: سورۃ بقرہ کی آخری تین آیتیں، "آمن الرسول" سے آخر سورۃ تک ہیں۔ ان کے بڑے فضائل و فوائد ہیں۔

اسی طرح معوذتین کی بھی فضیلتیں اور فوائد ہیں، برے خواب اور برے وساوس اور ان کی اذیتوں سے حفاظت رہتی ہے۔

سوتے وقت ذکر اللہ کے فضائل

سوتے وقت ذکر کرنے والے کی دعا قبول

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مسلمان ایسا نہیں کہ رات کو ذکر کرتا ہوا بحالت طہارت سویا ہو پھر رات اٹھا ہو اور دنیا یا آخرت کا سوال کیا ہو مگر یہ کہ اللہ پاک اسے عطا فرما دیتے ہیں۔ (مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۲۳۵)

ذکر کی حالت میں سونے پر فرشتے کی نگرانی

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدمی بستر پر آتا ہے تو فرشتہ اور شیطان دونوں اس کی طرف دوڑتے ہیں فرشتہ کہتا ہے۔ اچھائی پر خاتمہ ہو۔ شیطان کہتا ہے برائی پر خاتمہ ہو۔ پس اگر سونے والا خدا کا ذکر کرتا ہوا سو جاتا ہے تو فرشتہ اس کی نگہبانی کرتا ہے۔ (الدعاء للطبرانی صفحہ ۲۲۰)

سونے اور بیدار ہونے والے پر فرشتہ اور شیطان کا مسابقہ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی بندہ گھر میں داخل ہوتا ہے اور بستر کی طرف جاتا ہے تو فرشتہ اور شیطان دونوں اس کی طرف لپکتے ہیں۔ شیطان کہتا ہے اس کا اختتام شر پر ہو۔ فرشتہ کہتا ہے اس کا اختتام نیکی پر ہو۔ پس اگر وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ اس کی حمد وثناء کرتا ہے تو فرشتہ شیطان کو بھگا دیتا ہے اور فرشتہ اس کی نگہبانی کرتا ہے۔ اسی طرح جب وہ بیدار ہوتا ہے تو شیطان اور فرشتہ دونوں اس کی طرف تیزی سے لپکتے ہیں۔ شیطان کہتا ہے شر کے ساتھ بیدار ہو۔ فرشتہ کہتا بھلائی کے ساتھ یہ بیدار ہو پس اگر وہ (اٹھنے والا) یہ دعا پڑھ لیتا ہے اور (اسی رات) انتقال کر جاتا ہے تو شہید مرتا ہے۔ (کنز جلد ۲۰ صفحہ ۵۴، ابن سنی نمبر ۱۲) اور مجمع الزوائد میں ہے اگر مر جائے تو جنت میں داخل ہوگا۔ (جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۰)

وہ دعا یہ ہے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ رَدَّ اِلَیَّ نَفْسِیْ بَعْدَ مَوْتِهَا وَلَمْ یُمِتْهَا فِیْ مَنَامِهَا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ م بَعْدِهٖ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا."

ترجمہ: ''تعریف اس اللہ کی جس نے نیند کے بعد میری روح کو واپس کیا اور موت نہ دی نیند میں، تعریف اس اللہ کی جس نے آسمان اور زمین کو گرنے سے روکے رکھا ہے اگر وہ گر جائے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا یقیناً وہ بردبار معاف کرنے والا ہے۔''

یا یہ دعا پڑھ لے:

''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ یُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿﴾''

ترجمہ: ''اس اللہ کی تعریف جس نے آسمان کو زمین پر گرنے سے روکے رکھا ہے ہاں مگر اس کا حکم ہو جائے۔ یقیناً اللہ لوگوں پر شفیق و مہربان ہے۔''

ذکر اللہ سے بستر مسجد ہو جاتا ہے

ابو مرہ عجلی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کے طریق سے منقول ہے کہ جو شخص اپنے بستر پر پاکی کی حالت میں آئے اور ذکر کرتا ہوا سو جائے تو اس کا بستر مسجد ہو جاتا ہے اور وہ نماز و ذکر کی حالت میں ہوتا ہے۔ یعنی تاوقتیکہ بیدار نہ ہو جائے۔ (فتح الباری جلد ۱۱ صفحہ ۱۱۰)

فائدہ: یعنی ذکر کی حالت میں سونے سے بیدار ہونے تک ذکر کا ثواب ملتا رہتا ہے۔

ذکر کرتا ہوا سو جانا سنت ہے

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی عادت طیبہ تھی کہ ذکر کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ نیند آ جاتی چنانچہ آپ دائیں کروٹ ہو کر ذکر میں مشغول رہتے یہاں تک کہ نیند آ جاتی۔

سنت یہ ہے کہ ذکر کرتا رہے یہاں تک کہ نیند آ جائے۔ اس سے رات بھر ذکر و عبادت کا ثواب ملتا ہے۔

افسوس کہ آج امت کا یہ حال ہے کہ واہی تباہی گپ میں مشغول رہتے ہیں یہاں تک کہ نیند آ جاتی ہے یا خاموش فکر دنیا کی حالت میں نیند آ جاتی ہے۔ یہ بڑے خسارے کی بات ہے۔

گناہ معاف اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جو اپنے بستر پر سونے آئے اور یہ دعا پڑھے تو اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔

''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ

اَکْبَرُ ط" (عمل الیوم للنسائی صفحہ۸۱۱، ابن سنی صفحہ۲۲۷)

ترجمہ: "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی سلطنت ہے اسی کے لئے تعریف ہے۔ وہ ہر شے پر قادر ہے اللہ کے سوا نہ کسی کو کوئی قوت ہے اور نہ کوئی طاقت۔ پاک ہے اللہ اور اللہ کے لئے تعریف ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ بہت بڑا ہے۔"

کس قدر افسوس کی بات ہے۔ خدا کا بندہ اس کا غلام اس سے غافل ہو کر سو جائے بلکہ بندگی کا حق ہے دین و دنیا کی بھلائی اس میں ہے کہ اذکار مسنونہ پر نیند آئے خدا کی یاد پر سو جائے۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں بیدار ہوتے تو تین مرتبہ "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" پڑھتے۔ (الدعا صفحہ۷۶۵)

سوتے وقت کے اوراد کا بیان

استغفار

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بستر پر جاتے وقت
"اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّاھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ"
تین مرتبہ پڑھ لے اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے خواہ سمندر کے جھاگ یا درختوں کے پتے یا ریت کی تعداد یا ایام دنیا کے برابر ہوں۔ (کنز جلد۱۹ صفحہ ۲۴۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں بارہ ہزار مرتبہ روزانہ استغفار پڑھتا ہوں اور ایک دھاگہ ان کے پاس تھا جس میں ایک ہزار گرہ لگی ہوئی تھی رات کو اس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک کہ اس کو سبحان اللہ کے ساتھ پورا نہ کر لیتے تھے۔ (فضائل ذکر صفحہ ۹۳)

تسبیح فاطمی رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا کہ تم کو خادم سے بہتر چیز (وظیفہ) نہ بتا دوں۔ جب تم دونوں بستر پر جاؤ تو ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر اور ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور ۳۳ مرتبہ الحمد للہ پڑھ لیا کرو۔ یہ تم دونوں کے لئے خادم سے بہتر ہے۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۹۳۵)

ابوداؤد کی روایت میں ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر ہے۔ اس طرح ۱۰۰ کی تعداد پوری ہو جائے گی۔ (جلد۲ صفحہ ۶۹۰)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تب سے ہم نے کبھی اس کا ورد نہیں چھوڑا چنانچہ صفین کے موقع پر (جو ایک اہم تاریخی جنگ تھی) بھی نہیں چھوڑا اور آخر رات میں موقع ملا تو پڑھا۔
(ابوداؤد جلد۲ صفحہ ۶۹۰)

فائدہ: سوتے وقت تسبیح فاطمی کی بہت تاکید اور فضیلت آئی ہے۔ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ استنباط کیا ہے کہ جو شخص ان پر مداومت کرے گا اس کو مشقت کے کاموں میں تکان اور تعب نہ ہوگا۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ یہ عمل مجرب ہے۔ یعنی تجربہ سے بھی ثابت ہوا ہے کہ ان تسبیحوں کا سوتے وقت پڑھنا ازالہ تکان اور زیادتی قوت کا سبب ہوتا ہے۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مرقاۃ الصعود میں لکھا ہے کہ ان تسبیحوں کا خادم سے بہتر ہونا آخرت کے

اعتبار سے بھی ہوسکتا ہے۔ تسبیحیں جتنی مفید اور کار آمد اور نافع ہوں گی دنیا میں خادم اتنا کار آمد اور نافع نہیں ہوسکتا اور دنیا کے اعتبار سے بھی ہوسکتا ہے کہ ان تسبیحوں کی وجہ سے کام پر جس قدر قدرت اور اہمیت ہوسکتی ہے خادم سے اتنا نہیں ہوسکتا۔ (فضائل ذکر صفحہ ۱۶۸)

سوتے وقت درود پاک کا ورد

محدث ابوالشیخ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے ابوقرصافہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے جن کا نام حدرہ ہے روایت کی ہے کہ انہوں نے نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے سنا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جو شخص اپنے بستر پر آئے سورۃ تبارک الذی پڑھے۔ پھر یہ دعا ۴ مرتبہ پڑھے

"اَللّٰهُمَّ رَبَّ الْحِلِّ وَالْحَرَامِ وَرَبَّ الْبَلَدِ الْحَرَامِ وَرَبَّ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ وَرَبَّ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ بِحَقِّ كُلِّ آيَةٍ اَنْزَلْتَهَا مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ بَلِّغْ رُوْحَ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم مِنِّيْ تَحِيَّةً وَّسَلَامًا"

تَرْجَمَہ: "اے اللہ! جو رب ہے حل وحرم کا۔ اور رب ہے حرمت والے شہر کا۔ اور رب ہے رکن و مقام کا۔ اور رب ہے مشعر حرام کا۔ بحرمت ہر اس آیت کے جو آپ نے نازل کی ماہ رمضان میں میری طرف سے حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی روح پاک کو تحیہ وسلام پہنچا دیجئے۔ تو اللہ تعالیٰ دو فرشتوں کو متعین فرما دیتے ہیں وہ نبی پاک کے پاس تشریف لاتے ہیں اور کہتے ہیں۔ اے محمد (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) فلاں بن فلاں نے آپ کو سلام پیش کیا ہے تو آپ فرماتے ہیں فلاں پر میری جانب سے بھی سلام اور خدا کی رحمت و برکت ہو" (القول البدیع صفحہ ۲۰۷، جلاء الافہام صفحہ ۲۴۴)

شمس الدین سخاوی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے قول بدیع میں اور شمس الدین دمشقی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے جلاء الافہام میں سوتے وقت اور سوکر اٹھنے کے وقت کو درود شریف پڑھنے کے مقامات میں شمار کرایا ہے۔

جیسا کہ حدیث بالا سے سونے کے وقت درود شریف کا ورد ثابت ہوا ہے۔

علامہ سخاوی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے ان کو جن کو نیند کم آتی ہو درود شریف پڑھنا لکھا ہے۔ (القول البدیع صفحہ ۲۰۷)

شب آخر میں دعاء واستغفار کی تاکید

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ہمارا رب ہر رات جب کہ ایک تہائی رات باقی رہ جاتی ہے تو آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے۔ کون ہے جو مجھ سے دعا کرے میں اس کی دعا قبول کروں۔ کون ہے جو مجھ سے مانگے میں اسے دوں۔ کون ہے جو مجھ سے گناہوں کی معافی چاہے میں اسے معاف کروں۔ (بخاری صفحہ ۱۵۳)

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ہر رات جب تہائی رات گزر جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں میں بادشاہ ہوں۔ میں بادشاہ ہوں۔ کون ہے جو مجھ سے دعا کرے کہ میں اس کی دعا قبول کروں کون ہے جو مجھ سے سوال کرے میں اسے دوں۔ کون ہے جو مجھ سے مغفرت چاہے میں اس کی مغفرت کروں اسی طرح سلسلہ چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے۔ (جلد ا صفحہ ٢٥٨)

شب آخر میں دعا کی تاکید

حضرت عمر بن عبسہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو یہ فرماتے ہوئے سنا آپ فرما رہے تھے۔ اللہ سے سب سے زیادہ قریب بندہ شب کے آخر میں ہوتا ہے۔ اگر تم سے ہو سکے تو اس وقت اللہ کو یاد کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۹۸)

فَائِدَہ: احادیث وقرآن میں شب آخر کی بڑی اہمیت ہے۔ خدا کے برگزیدہ مقرب بندے اس وقت اللہ کی یاد میں رہتے ہیں۔ نماز ذکر تلاوت کی بڑی تاکید ہے۔ اگر کسی وجہ سے نماز نہ پڑھ سکے تو کم از کم بیٹھ کر ذکر و استغفار ہی کر لے کہ کچھ فضیلت حاصل ہو جائے۔

سونے کے مجموعی سنن وآداب کا بیان

١. سونے سے قبل وضو کرنا۔
٢. سونے سے قبل مسواک کرنا۔
٣. مسواک سرہانے رکھنا۔
٤. بیدار ہونے کے بعد مسواک کرنا۔
٥. سونے سے قبل وضو کے پانی کا انتظام رکھنا۔
٦. سونے سے قبل چراغ بتی کو گل کر دینا (یا دھیمی کر دینا)۔
٧. گھر کا دروازہ بند کر دینا۔
٨. سونے سے قبل بال بکھرے ہوں تو سنوار لینا۔
٩. سرمہ لگانا۔
١٠. سونے سے قبل بستر اچھی طرح جھاڑ لینا۔
١١. دائیں کروٹ سونا۔
١٢. دائیں ہاتھ کو سر کے نیچے رکھنا۔

۱۳ تکیہ کا استعمال کرنا۔
۱۴ چمڑے کا تکیہ سنت ہے۔
۱۵ سونے سے قبل طہارت اور پینے کے پانی کا انتظام کر کے سونا۔
۱۶ جنابت، ناپاکی کی حالت میں سوئے تو پہلے وضو کر لینا۔
۱۷ پاخانہ پیشاب کے بعد سوئے تو ہاتھ منہ دھو کر سونا۔
۱۸ سونے کا تہبند الگ رکھنا اور اسے پہن کر سونا۔
۱۹ عشاء کے بعد متصلاً۔
۲۰ تہائی رات تک سونا۔
۲۱ مرغ کے اول بانگ کے وقت یا تہائی رات کے بعد بیدار ہونا۔
۲۲ بیدار ہونے کے بعد تہجد پڑھنا۔
۲۳ تہائی رات کے بعد استغفار و ذکر میں گزارنا۔
۲۴ چارپائی پر یا چٹائی پر سونا۔
۲۵ کھجور کی چٹائی پر سونا۔
۲۶ چٹائی پر بلا بستر کے سونا۔
۲۷ سونے سے قبل کسی دعاء ماثورہ کا پڑھنا۔
۲۸ سونے سے قبل کچھ تلاوت کلام پاک کر لینا۔
۲۹ سونے سے قبل سورۃ ملک کا پڑھنا۔
۳۰ سورۃ الم سجدہ کا پڑھ کر سونا۔
۳۱ سونے سے قبل تسبیح فاطمی کا پڑھ لینا۔
۳۲ سونے سے قبل استغفار پڑھنا۔
۳۳ سونے کے وقت درود شریف کا پڑھنا۔
۳۴ ذکر کرتے رہنا یہاں تک کہ نیند آ جائے۔
۳۵ سوتے وقت اللہ کے انعامات اور قدرت پر غور کرنا۔
۳۶ دائیں بائیں کروٹ لیتے وقت ذکر کرنا۔
۳۷ رات میں بیدار ہونا تو ذکر کرتے ہوئے بیدار ہونا۔
۳۸ بیدار ہونے پر سو کر اٹھنے کے بعد کی دعاء ماثورہ کا پڑھنا۔

۳۹ بیدار ہونے پر اولاً پاخانہ پیشاب سے فارغ ہونا۔

۴۰ اولاً نماز تہجد پڑھ لینا پھر انسانی ضرورت میں مشغول ہونا۔

۴۱ گرمی میں آنگن اور سردی میں صحن و کمرہ میں سونے کی ابتداء شب جمعہ سے کرنا۔

سونے کے متعلق خلاف سنت وممنوع امور کا بیان

۱ پیٹ کے بل سونا۔

۲ کھانے کے بعد متصلاً سونا۔

۳ ایسے لباس کو پہن کر سونا جس سے بے شرمی کا احتمال ہو جیسے جانگیہ۔

۴ راستہ پر سونا۔

۵ لوگوں کے بیچ میں سونا جس سے ہر ایک کو حرج ہو۔

۶ بلا منڈیر کی چھت پر سونا۔

۷ آلودہ ہاتھ بلا صاف کئے ہوئے سونا۔

۸ عصر کے بعد سونا۔

۹ مغرب کے بعد سونا۔

۱۰ عشاء کے بعد دیر تک باتوں میں لگے رہنا پھر سونا۔

۱۱ طہارت کے پانی کا انتظام کئے بغیر سونا۔

۱۲ رات کو اتنی تاخیر سے سونا کہ صبح اٹھنے میں کسل حرج ہو تو یہ مکروہ ہے۔

۱۳ رات کو اتنی تاخیر سے سونا کہ صبح کی جماعت چھوٹنے کا سبب ہو تو ناجائز ہے۔

۱۴ مسلسل صبح صادق تک سوئے رہنا خلاف سنت مگر جائز ہے۔

۱۵ صبح صادق کے بعد سوئے رہنا کہ فجر کی نماز کا وقت نکل جائے ناجائز ہے۔

۱۶ صبح تک سوئے رہنا بے برکتی رزق کا باعث ہے۔

۱۷ بلا ذکر و تلاوت و دعاء نوم کے سو جانا جیسا کہ آج کل رائج ہے۔ یہ خلافِ سنت ہے۔

۱۸ لہولعب، کھیل کود، لایعنی امور میں مشغول رہتے ہوئے سو جانا۔ خلافِ سنت و مکروہ ہے۔

۱۹ نرم گداز گدوں پر سونا خلافِ سنت مگر جائز ہے۔

۲۰ بیدار ہونے کے بعد بلا دعاء ماثورہ پڑھے کام میں مصروف ہو جانا۔ خلافِ سنت ہے۔

سوتے وقت دعاؤں کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا بیان

سونے کے وقت کی مختلف مسنون دعائیں

❶ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم بستر پر آؤ تو وضو کرو۔ دائیں کروٹ لیٹو۔ یہ دعا پڑھو اگر تمہارا انتقال ہو گیا تو فطرت اسلام پر ہوگا۔ (بخاری صفحہ ۹۳۴)

"اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ وَجْھِیْ اِلَیْکَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ وَاَلْجَأْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْکَ رَھْبَةً وَّرَغْبَةً اِلَیْکَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَأَ مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ اٰمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ"

ترجمہ: "اے خدا میں نے اپنا رخ آپ کی طرف کیا اپنا کام آپ کے حوالہ کیا اپنی پیٹھ تیری طرف کی تیری رغبت اور تیرے خوف سے، تیرے سوا نہ کوئی ٹھکانہ، نہ جائے پناہ میں آپ کی نازل کردہ کتاب پر ایمان لایا اور اس نبی پر جسے تو نے بھیجا۔"

❷ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری روایت میں یہ دعا اس طرح ہے

"اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ وَوَجَّھْتُ وَجْھِیْ اِلَیْکَ وَاَلْجَأْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْکَ رَغْبَةً وَّرَھْبَةً اِلَیْکَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَأَ مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ اٰمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَ بِنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ"

یعنی "اَلْجَأْتُ ظَھْرِیْ" کے ساتھ "وَوَجَّھْتُ وَجْھِیْ اِلَیْکَ" ہے یعنی اپنے رخ کو آپ کی طرف متوجہ کیا۔ (بخاری صفحہ ۹۳۵)

❸ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی بستر پر آئے تو اپنے بستر کے اندرونی اطراف کو جھاڑے، نہیں معلوم کہ اس میں کیا ہے۔ پھر یہ دعا پڑھے:

"بِاسْمِکَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَبِکَ اَرْفَعُہٗ اِنْ اَمْسَکْتَ نَفْسِیْ فَارْحَمْھَا وَاِنْ

اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهِ الصَّالِحِيْنَ"

ترجمہ: "اپنے رب کے نام سے اپنے پہلو کو رکھا اور تیرے ہی نام سے اٹھوں گا اگر میری روح کو روک لیں تو رحم فرمائیں اگر چھوڑ دیں تو اس کی حفاظت فرمائیں جس طرح کہ نیکوں کی حفاظت فرماتے ہیں۔" (بخاری صفحہ ۹۳۵)

❹ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر تشریف لے جاتے تو "اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَحْيٰى وَبِاسْمِكَ اَمُوْتُ" فرماتے۔ (مسلم جلد۲ صفحہ ۳۴۸)

❺ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا نقل فرماتے ہیں۔ ابوصالح کہتے ہیں ہمیں حکم دیا جاتا تھا کہ جب ہم سونے جائیں تو یہ دعا دائیں کروٹ پر سوتے ہوئے پڑھیں

"اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ وَرَبَّ الْاَرْضِ وَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰى وَمُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْفُرْقَانِ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْءٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ اِقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ وَاَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ" (مسلم جلد۲ صفحہ ۳۴۸، ترمذی)

❻ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا پڑھتے

"اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيٰى"

ترجمہ: "اے اللہ تیرے نام پر مرتا ہوں اور جیتا ہوں۔" (بخاری، مسلم، ترمذی، عمل الیوم، النسائی صفحہ ۲۴۷)

❼ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سونے کا ارادہ فرماتے تو دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے رکھتے اور یہ دعا پڑھتے

"اَللّٰهُمَّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ"

ترجمہ: "اے اللہ ہمیں اس دن کے عذاب سے بچا جس دن اپنے بندوں کو اٹھائیں گے۔"

(عمل الیوم، النسائی نمبر ۷۶۰)

❽ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک شخص سے کہا جب سونے جاؤ تو یہ دعا پڑھو

"اَللّٰهُمَّ خَلَقْتَ نَفْسِيْ وَاَنْتَ تَوَفَّاهَا لَكَ مَمَاتُهَا وَمَحْيَاهَا اِنْ اَحْيَيْتَهَا فَاحْفَظْهَا وَاِنْ اَمَتَّهَا فَاغْفِرْ لَهَا، اَللّٰهُمَّ اَسْئَلُكَ الْعَافِيَةَ"

ترجمہ: ''اے اللہ آپ نے میری جان کو پیدا کیا آپ ہی اس کو وفات دینے والے ہیں۔ آپ ہی کے قبضے میں اس کی موت و حیات ہے۔ اگر آپ اسے زندہ رکھیں تو اس کی حفاظت کریں اور اگر موت دیں تو اس کی مغفرت فرمائیں۔ اے اللہ میں آپ سے عافیت کا سوال کرتا ہوں۔''

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا سنی۔ (مسلم جلد۲ صفحہ ۳۴۸)

۹ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر تشریف لے جاتے تو یہ فرماتے:

''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَاٰوَانَا فَكَمْ مِّمَّنْ لَّا كَافِیَ لَهٗ وَلَا مُؤْوِیَ لَهٗ''

ترجمہ: ''تعریف اس اللہ کی جس نے کھلایا پلایا، کفایت کا ٹھکانہ دیا۔ کتنے ایسے ہیں جن کی کوئی کفایت نہیں اور ٹھکانا نہیں۔'' (مسلم جلد۲ صفحہ ۳۴۹)

۱۰ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کا ارادہ فرماتے تو ہاتھ کو سر کے نیچے رکھتے اور یہ دعا پڑھتے:

''اَللّٰهُمَّ قِنِیْ عَذَابَكَ یَوْمَ تَجْمَعُ عِبَادَكَ (یا) تَبْعَثُ عِبَادَكَ''

۱۱ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرمانے کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے

''اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ الْكَرِیْمِ وَبِكَلِمَاتِكَ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ مَا اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِهٖ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَغْرَمِ وَالْمَاْثَمِ اَللّٰهُمَّ لَا یُهْزَمُ جُنْدُكَ وَلَا یُخْلَفُ وَعْدُكَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ''

ترجمہ: ''اے اللہ میں آپ کی مفرد ذات اور کلمات تامہ کے وسیلے سے پناہ چاہتا ہوں ہر اس برائی سے جو آپ کے قبضہ میں ہے۔ اے اللہ میں پناہ چاہتا ہوں تاوان سے اور گناہ سے۔ اے اللہ تیرا لشکر ہزیمت نہیں پا سکتا۔ تیرا وعدہ خلاف نہیں ہو سکتا۔ تیرے قہر سے کسی دولت مند کو دولت فائدہ نہیں دے سکتی تو پاک ہے تیرے لئے تعریف ہے۔'' (ابوداؤد صفحہ ۶۸۸، ابن سنی صفحہ ۲۱۳)

۱۲ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سونے کے لئے لیٹتے تو یہ دعا پڑھتے:

''اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ فَاغْفِرْ ذَنْبِیْ''

ترجمہ: ''اے اللہ تیرے نام کے ساتھ کہ تو میرا رب ہے اپنے پہلو کو رکھتا ہوں پس میری خطا کو معاف فرما۔'' (ابن سنی صفحہ ۲۱۴)

۱۳ حضرت ابوزہرا انماری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ جب سونے تشریف لے جاتے تو یہ دعا پڑھتے:

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ وَاخْسَأْ شَيْطَانِيْ وَفُكَّ رِهَانِيْ وَثَقِّلْ مِيْزَانِيْ وَاجْعَلْنِيْ فِي النَّدِيِّ الْاَعْلٰى" (ابوداؤد صفحہ ۶۸۹، ابن سنی صفحہ ۲۱۶)

ترجمہ: "اے اللہ میرے گناہ معاف فرما میرے شیطان کو ذلیل و رسوا فرما۔ مجھے آزاد فرما (جہنم سے) میرا ترازو وزنی فرما اور مجھے طبقہ اعلیٰ میں فرما۔"

⓮ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر تشریف لے جاتے تو یہ دعا پڑھتے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَفَانِيْ وَاٰوَانِيْ وَاَطْعَمَنِيْ وَسَقَانِيْ وَالَّذِيْ مَنَّ عَلَيَّ فَاَفْضَلَ وَالَّذِيْ اَعْطَانِيْ فَاَجْزَلَ اَللّٰهُمَّ فَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰى كُلِّ حَالٍ اَللّٰهُمَّ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيْكَ كُلِّ شَيْءٍ اَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ" (ابن حبان صفحہ ۲۳۵۷، ابن سنی صفحہ ۷۲۳)

ترجمہ: "تعریف اللہ کی جس نے میری کفایت کی، اور ٹھکانہ دیا مجھے کھلایا پلایا۔ جس نے مجھ پر احسان کیا اور خوب کیا اور جس نے مجھے دیا اور خوب دیا۔ اے اللہ پس تعریف تیرے لئے ہے ہر حال میں۔ اے اللہ ہر شے کے رب ہر ایک شے کے مالک عذاب دوزخ سے پناہ مانگتا ہوں۔"

⓯ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کی ہے کہ جو بستر پر جائے یہ دعا پڑھے:

"اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ وَرَبَّ الْاَرْضِ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ اَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ وَاقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ" (حاکم و کنز جلد ۱۹ صفحہ ۲۴۸)

دعائے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

⓰ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعا سکھلائی اور فرمایا جب سونے کے لئے بستر پر جاؤ تو یہ پڑھو:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْكَافِيْ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْاَعْلٰى حَسْبِيَ اللّٰهُ وَكَفٰى مَاشَاءَ اللّٰهُ قَضٰى سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ دَعَا لَيْسَ مِنَ اللّٰهِ مَلْجَأٌ وَّلَا وَرَاءَ اللّٰهِ مُلْتَجَأٌ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَاٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا" (ابن سنی نمبر ۷۳۵)

ترجمہ: "تعریف اللہ کے لئے ہے جو محافظ ہے۔ اللہ پاک ہے اعلیٰ ہے، میرا کارساز اللہ ہے اور

وہ کافی ہے، اللہ جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے، اللہ ہر پکارنے والے کی سنتا ہے۔ اللہ کے علاوہ اور کوئی چارہ اور جائے پناہ نہیں۔ اللہ پر بھروسہ کیا جو میرا اور تمہارا پالنے والا ہے۔ کوئی مخلوق نہیں مگر اسی کے قبضہ میں ہے۔ یقیناً میرا رب سیدھے راستہ پر ہے۔ اللہ ہی کے لئے تعریف جس نے کوئی بیٹا نہیں بنایا۔ نہ اس کا کوئی ملک میں شریک ہے اور نہ اس کا کوئی ذلت کے وقت مددگار ہے اس کی خوب بڑائی بیان کرو۔"

صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دعاء نوم کی تعلیم

۱۷ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے کہا کہ ایسی دعا بتادیجئے جسے میں صبح و شام پڑھ لیا کروں۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا یہ دعا پڑھا کرو۔ جب تم صبح یا شام کرو یا سونے جاؤ:

"اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيْكَهٗ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَالشَّيْطَانِ وَشِرْكِهٖ" (ابن سنی صفحہ ۲۴، ۷۲، ابوداؤد صفحہ ۶۹۱)

ترجمہ: "اے اللہ آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے ہر شے کے رب اور مالک میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں اپنے نفس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور شیطان کی اور اس کے شرک کی برائی سے۔"

حضرت حمزہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دعاء نوم کی تلقین

۱۸ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اپنے چچا حضرت حمزہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا کہ جب بستر پر جائیں تو یہ دعا پڑھیں:

"بِاسْمِكَ اَللّٰهُمَّ وَضَعْتُ جَنْبِيْ وَطَهِّرْلِيْ قَلْبِيْ وَطَيِّبْ كَسْبِيْ وَاغْفِرْ ذَنْبِيْ"

(ابن سنی نمبر ۷۰۹)

ترجمہ: "تیرے ہی نام سے میں نے پہلو رکھا۔ میرا دل پاک فرما دے میری کمائی پاک کر دے اور میرے گناہ معاف فرما دے۔"

جہنم سے خلاصی

۱۹ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے نقل فرماتے ہیں کہ جو شخص اس دعا کو ایک مرتبہ پڑھے گا اس کا ایک ربع، دو مرتبہ پڑھے گا اس کا نصف، تین مرتبہ پڑھے گا اس کا تین تہائی اور جو چار مرتبہ پڑھے گا وہ جہنم سے پورا خلاصی پائے گا:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَصْبَحْتُ اُشْهِدُكَ وَاُشْهِدُ حَمَلَةَ عَرْشِكَ وَمَلَائِكَتِكَ وَجَمِيْعَ خَلْقِكَ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ"

ترجمہ: "اے اللہ میں نے صبح کی، تجھ کو گواہ بناتا ہوں اور حاملین عرش کو اور تیرے فرشتوں کو اور تمام مخلوق کو۔ یقیناً تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو یکتا ہے تیرا کوئی شریک نہیں اور محمد (ﷺ) تیرے بندے اور رسول ہیں۔" (ابن سنی صفحہ ۷۳۸)

جس نے یہ دعا نوم پڑھی اس نے......

۲۰ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بستر پر سونے آئے اور یہ دعا پڑھے تو اس نے گویا تمام مخلوق کی تعریف کو شامل کر لیا:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَفَانِیْ وَاٰوَانِیْ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ وَسَقَانِیْ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ مَنَّ عَلَیَّ فَاَفْضَلَ عَلَیَّ وَاَسْئَلُكَ بِعِزَّتِكَ اَنْ تُنَجِّيَنِیْ مِنَ النَّارِ"

ترجمہ: "تعریف اس اللہ کی جس نے میری حفاظت کی اور مجھے ٹھکانا دیا۔ تعریف اس اللہ کی جس نے مجھ پر احسان کیا اور خوب کیا۔ سوال کرتا ہوں آپ کی عزت کے وسیلہ سے کہ تو مجھے (عذاب) دوزخ سے نجات دے۔" (ابن سنی نمبر ۷۲۰)

نیند نہ آنے پر یہ دعا پڑھ کر سوئے

۲۱ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ ﷺ نے فرمایا جب کہ (انہوں نے بے خوابی کی شکایت کی تھی) جب بستر پر سونے جاؤ تو یہ دعا پڑھو:

"اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَمَا اَظَلَّتْ وَرَبَّ الْاَرْضِيْنَ وَمَا اَقَلَّتْ وَرَبَّ الشَّيَاطِيْنِ وَمَا اَضَلَّتْ كُنْ لِّیْ جَارًا مِّنْ شَرِّ خَلْقِكَ كُلِّهِمْ اَجْمَعِيْنَ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَیَّ اَحَدٌ اَوْ اَنْ يَّبْغِیَ عَلَیَّ عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاءُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ"

(ترمذی، ترغیب جلد ۲ صفحہ ۴۵۷)

ترجمہ: "اے اللہ! رب ساتوں آسمانوں کے اور جو ان کے سایہ میں ہے اور رب زمینوں کے اور جو انہوں نے اٹھایا ہے۔ رب شیطانوں کے اور ان کے جن کو انہوں نے گمراہ کیا اپنی تمام مخلوق کی برائیوں سے مجھے بچا کہ ان میں سے کوئی مجھ پر حملہ کرے یا ظلم و سرکشی کرے۔ غالب ہے تجھ سے پناہ چاہنا والا۔ بلند ہے تیری تعریف نہیں کوئی معبود تیرے سوا کوئی نہیں معبود مگر صرف تو۔"

حضرت ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک دعاءِ نوم کی تلقین

۲۲ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سونے کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ اِلٰهَ كُلِّ شَيْءٍ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ وَالْمَلَائِكَةُ يَشْهَدُوْنَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهٖ وَاَنْ اَقْتَرِفَ عَلٰى نَفْسِيْ سُوْءً اَوْ اَجُرَّهٗ عَلٰى مُسْلِمٍ" (الدعاء صفحہ ۲۶۳، مجمع جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۲)

ابوعبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اسے عبداللہ بن عمرو کو سکھلاتے تھے اور خود بھی سونے کے وقت پڑھتے تھے:

ترجمہ: "اے اللہ زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے غیب و حاضر کے جاننے والے۔ ہر شے کے پالنے والے اور ہر شے کے معبود گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ یکتا ہیں، آپ کا کوئی شریک نہیں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے بندے اور رسول ہیں اور فرشتے گواہ ہیں۔ اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں شیطان سے اور اس کے شرک سے اور اس سے پناہ مانگتا ہوں کہ اپنے نفس پر کوئی برائی کروں یا کسی کے ذمہ لگاؤں۔"

سوتے وقت کی ایک اور دعا

۲۳ حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی سونے جائے تو یہ دعا پڑھے:

"اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَكَفَرْتُ بِالطَّاغُوْتِ وَعْدَاللّٰهِ حَقٌّ وَّصَدَّقَ الْمُرْسَلُوْنَ اَللّٰهُمَّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ طَوَارِقِ اللَّيْلِ اِلَّا طَارِقًا يَّطْرُقُ بِخَيْرٍ" (مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۴)

ترجمہ: "ایمان لایا میں اللہ پر۔ انکار کیا میں نے شیطان کا۔ اللہ کا وعدہ حق ہے۔ نبیوں نے اس کی تصدیق کی۔ اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں رات کے آنے والے سے مگر یہ کہ رات کو بھلائی سے آئے (رحمت الٰہی)۔"

۲۴ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر تشریف لے جاتے تو یہ دعا پڑھتے:

"اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ وَاسْتُرْ عَوْرَتِيْ وَاَوْدِعْنِيْ اَمَانَتِيْ وَاقْضِ عَنِّيْ دَيْنِيْ"

(ادب المفرد نمبر ۱۲۰۹، الدعاء للطبرانی نمبر ۲۶۵)

ترجمہ: ”اے اللہ مجھے رزق عطا فرما۔ میرے گناہوں کو چھپا مجھے میری امانت سپرد فرما۔ میرے قرض کو ادا فرما۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دعاءِ نوم

۲۵ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب سونے کا ارادہ فرماتیں تو یہ دعا پڑھتیں:

”اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ رُؤْيَا صَالِحَةً صَادِقَةً غَيْرَ كَاذِبَةٍ نَافِعَةً غَيْرَ ضَارَّةٍ“

ترجمہ: ”اے اللہ میں آپ سے اچھے سچے خواب کی جو جھوٹا نہ ہو، نافع ہو نقصان دہ نہ ہو سوال کرتی ہوں۔“ (اذکار صفحہ ۷۹)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعاءِ نوم

۲۶ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم بستر پر جاؤ تو یہ دعا پڑھو:

”بِسْمِ اللّٰهِ وَفِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ“ (عمل الیوم للنسائی صفحہ ۷۶۹)

ترجمہ: ”اللہ کے نام سے۔ اللہ کے راستے میں اور ملت رسول اللہ پر۔“

جب رات میں نیند ٹوٹے تو کیا پڑھے

۱ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص رات کو بیدار ہو اور یہ دعا پڑھے پھر مغفرت کی دعا مانگے یا اور دعا کرے تو قبول ہوتی ہے اور وضو کر کے اور نماز پڑھے تو نماز قبول کی جاتی ہے:

”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ“ (الدعاء جلد ۲ صفحہ ۱۱۵۴، بخاری ابوداؤد ۶۸۹)

ترجمہ: ”نہیں کوئی معبود سوائے خدائے واحد کے اسی کے لئے بادشاہت اور تعریف ہے وہ ہر شے پر قادر ہے پاک ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اللہ بڑا ہے نہ کسی کی قوت اور نہ طاقت سوائے اللہ کے۔“

۲ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:

”لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِیْ وَاَسْئَلُكَ رَحْمَتَكَ اَللّٰهُمَّ زِدْنِیْ عِلْمًا وَلَا تُزِغْ قَلْبِیْ بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنِیْ وَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ“ (تقریب ابن حبان جلد ۳ صفحہ ۳۴۱، الدعا جلد ۲ صفحہ ۱۱۵۳، ابوداؤد صفحہ ۶۹۰)

ترجمہ: ”کوئی معبود نہیں سوائے آپ کے، پاک ہیں آپ۔ اے اللہ میں آپ سے اپنے گناہ کی

مغفرت چاہتا ہوں آپ سے رحمت کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ میرے علم میں زیادتی عطا فرما۔ ہدایت کے بعد میرے قلب کو کج مت فرما۔ اپنی جانب سے رحمت عطا فرما۔ یقیناً آپ بخشنے والے ہیں۔''

❸ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں بیدار ہوتے تو تین مرتبہ ''لا الٰه الا اللّٰه'' پڑھتے۔ (الدعاء نمبر ۷۶۵)

❹ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:

''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ''

(حاکم جلد ۱ صفحہ ۵۴۰، الدعا صفحہ ۷۶۴)

ترجمہ: ''کوئی لائق عبادت نہیں سوائے اللہ کے جو واحد ہے، قہار ہے، زمین و آسمان اور اس کے درمیان کا رب ہے جو غالب، بخشنے والا ہے۔''

❺ حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں رات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے کے قریب سے گزرتا تھا میں رات کے کسی حصہ میں ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ'' اور رات کے کسی حصہ میں ''سُبْحَانَ رَبِّيْ وَ بِحَمْدِهٖ'' پڑھنا سنتا تھا۔ یعنی (آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیدار ہوتے تو یہ پڑھتے)۔

(ادب المفرد صفحہ ۱۲۱۸، الدعاء نمبر ۷۶۹، بسند حسن)

❻ ایک دوسری روایت میں ہے کہ (دوبارہ نیند نہ آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ''سُبْحَانَ رَبِّيْ'' پڑھتے رہتے یہاں تک کہ مجھے نیند آجاتی تو میں نہ سنتا۔ (مجمع، الدعاء صفحہ ۷۷۴)

❼ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں بیدار ہو جاتے تو یہ دعا فرماتے:

''رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْ وَاهْدِلِلسَّبِيْلِ الْاَقْوَمِ'' (مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۳۱۶، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۶۹)

ترجمہ: ''اے میرے رب میری مغفرت فرما رحم فرما اور سیدھا راستہ دکھا۔''

جب دوبارہ سوئے تو کیا پڑھے

❽ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی رات میں بستر سے اٹھے (مثلاً پاخانہ پیشاب خانہ جائے) یا وضو وغیرہ سے فارغ ہو پھر بستر پر آئے تو بستر کو اپنے کپڑے کے اندرونی حصہ سے جھاڑے اسے نہیں معلوم کہ اس نے اس میں کیا چھوڑا ہے پھر لیٹ جائے۔ پھر کہے:

''بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ وَضَعْتُ جَنْبِيْ وَبِكَ اَرْفَعُهٗ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِيْ فَارْحَمْهَا وَ اِنْ

رَدَدْتَہَا فَاحْفَظْہَا بِمَا تَحْفَظُ بِہٖ اَحَدًا مِّنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِیْنَ"

(حصن حصین صفحہ ۱۵۴، بخاری، ابوداؤد صفحہ ۶۸۸، ابن سنی نمبر ۷۱۰)

تَرجَمہ: "تیرے نام سے اے اللہ میں نے اپنے پہلو کو رکھا اور تیری ہی مدد سے اٹھوں گا۔ اگر میری روح کو روک لے تو اس پر رحم فرما۔ اگر واپس کرے تو اس کی اس طرح حفاظت فرما جس طرح صالحین بندوں میں سے کسی کی حفاظت کرتا ہے۔"

نماز کے بعد بستر پر جب دوبارہ سونے جائے تو کیا دعا پڑھے

❾ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات نبی کریم ﷺ کے پاس رہا آپ تہجد سے فارغ ہونے کے بعد بستر پر تشریف لے گئے تو یہ دعا پڑھی:

"اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ بِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْكَ اَللّٰہُمَّ لَا اَسْتَطِیْعُ ثَنَاءً عَلَیْكَ وَلَوْ حَرَصْتُ وَلٰکِنْ اُثْنِیْ عَلَیْكَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ" (ابن سنی نمبر ۷۶۶)

تَرجَمہ: "اے اللہ تیری سزا سے میں تیری معافی کے ذریعہ پناہ مانگتا ہوں اور تیری ناراضگی سے تیری رضا کے ذریعہ پناہ مانگتا ہوں اور تجھ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ کما حقہ آپ کی تعریف کی طاقت نہیں رکھتا خواہ خوب مبالغہ ہی کیوں نہ کروں ہاں تیری تعریف اس طرح کرتا ہوں جس طرح تو نے خود اپنی تعریف کی۔"

جب دائیں بائیں کروٹ لے تو کیا پڑھے

❿ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب بندہ بستر پر سوئے یا زمین پر دائیں بائیں کروٹ لے پھر یہ دعا پڑھے تو اللہ پاک ملائکہ سے فرماتے ہیں میرے بندے کو دیکھو اس وقت بھی مجھے نہیں بھولا تم گواہ رہو میں نے رحم کیا اور میں نے اس کی مغفرت کر دی:

"اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْكَ لَہٗ لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" (ابن سنی صفحہ ۷۵۵)

تَرجَمہ: "میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے وہ اکیلا ہے اس کا شریک نہیں اسی کے لئے بادشاہت اسی کے لئے تمام تعریف ہے۔ زندہ کرتا ہے مارتا ہے اسی کے قبضہ میں بھلائی ہے وہ ہر شے پر قادر ہے۔"

رات میں اٹھے آسمان کی جانب نظر کرے تو یہ پڑھے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ کچھ رات گزرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم (بیدار ہوئے) باہر تشریف لائے آسمان کی جانب نگاہ کی اور اس آیت کریمہ کی تلاوت کی:

﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ﴾

سے آخر سورة تک۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ آسمان کی جانب نظر کرتے تو یہ پڑھتے: "رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا" سے "اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ" تک۔ (بخاری، مسلم، ابن سنی صفحہ ۶۴۷، مشکوٰۃ صفحہ ۱۰۶)

جب نیند اچٹ جائے اور نہ آئے تو کیا پڑھے

⓫ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیند اچٹ جاتی تھی (تو آپ سے انہوں نے کہا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسے کلمات نہ بتادوں جب تم ان کو پڑھ لو تو نیند آجائے:

"اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَمَآ اَظَلَّتْ وَرَبَّ الْاَرْضِیْنَ وَمَا اَقَلَّتْ وَرَبَّ الشَّیٰطِیْنِ وَمَآ اَضَلَّتْ كُنْ لِّیْ جَارًا مِّنْ شَرِّ خَلْقِكَ اَجْمَعِیْنَ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیَّ اَحَدٌ مِّنْهُمْ اَوْ یَطْغٰی عَزَّ جَارُكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ" (مجمع جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۶)

ترجمہ: "اے اللہ رب ساتوں آسمانوں کے اور جو ان کے سایہ میں ہے اور رب زمینوں کے اور جو انہوں نے اٹھایا ہے۔ رب شیطانوں کے اور ان کے جن کو انہوں نے گمراہ کیا اپنی تمام مخلوق کی برائیوں سے مجھ کو بچا کہ ان میں سے کوئی مجھ پر حملہ کرے یا ظلم و سرکشی کرے۔ غالب ہے تجھ سے پناہ چاہنے والا اور بلند ہے تیرا نام۔"

⓬ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہی روایت سنن ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۹۱ میں اس طرح ہے:

"وَمَا اَضَلَّتْ"

کے بعد:

"كُنْ لِّیْ جَارًا مِّنْ شَرِّ خَلْقِكَ كُلِّهِمْ جَمِیْعًا اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیَّ اَحَدٌ مِّنْهُمْ وَاَنْ یَّبْغِیَ عَلَیَّ عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاءُكَ وَلَا اِلٰهَ غَیْرُكَ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ"

ترجمہ: "اور اپنے تمام مخلوق سے پناہ دینے والا ہو جا۔ اس بات سے کہ کوئی ہم پر حملہ کرے یا ظلم و تشدد کرے۔ غالب ہے تیری پناہ لینے والے۔ بلند ہے تیری تعریف۔ نہیں کوئی معبود تیرے سوا کوئی نہیں معبود مگر صرف تو۔" (اذکار صفحہ ۸۲، بسند ضعیف)

⓭ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رات میں نیند نہ آنے اور اچٹ جانے کی شکایت کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دعا پڑھو:

"اَللّٰھُمَّ غَارَتِ النُّجُوْمُ وَھَدَأَتِ الْعُیُوْنُ وَاَنْتَ حَیٌّ قَیُّوْمٌ لَا تَأْخُذُکَ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ اَھْدِءْ لَیْلِیْ وَاَنِمْ عَیْنِیْ" (اذکار، ابن سنی نمبر ۷۴۹، بسند ضعیف)

ترجمہ: "اے اللہ ستارے چھپ گئے۔ آنکھیں بھی سکون پا گئیں اور آپ زندہ قائم ہیں۔ نہ آپ کو اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ اے زندہ قائم رہنے والے، میری رات کو آرام دے دے۔ آنکھوں میں نیند عطا فرما دے۔"

⓮ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے خوابی کی شکایت کی تو آپ نے یہ دعا تعلیم فرمائی:

"اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِہٖ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِہٖ وَمِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَنْ یَّحْضُرُوْنِ" (ابن سنی صفحہ ۷۵۱)

ترجمہ: "میں اللہ کے کلمات تامہ کے ذریعے سے پناہ مانگتا ہوں اس کے غضب سے اور اس کے بندوں کے شر سے اور شیاطین کے وسوسوں سے اور اس سے کہ وہ میرے پاس آئیں۔"

(مجمع صفحہ ۱۲۳، بسند صحیح)

⓯ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں نیند کے اچٹنے کی شکایت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم فرمودہ یہ دعا منقول ہے:

"اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِہٖ وَعِقَابِہٖ وَشَرِّ عِبَادِہٖ وَمِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَنْ یَّحْضُرُوْنِ" (مجمع جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۳، برجال صحیح)

ترجمہ: "میں اللہ کے کلمات تامہ کے واسطے سے اس کے غضب اور سزا سے اور اس کے بندوں کی برائی اور شیاطین کے وسوسوں اور ان کے میرے پاس آنے سے (اللہ) کی پناہ مانگتا ہوں۔"

جب نیند میں ڈر جائے تو کیا پڑھے

⓰ حضرت عمرو بن شعیب کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوف و ہراس کے وقت پڑھنے کو یہ دعا سکھاتے تھے:

"اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِہٖ وَشَرِّ عِبَادِہٖ وَمِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَنْ یَّحْضُرُوْنِ" (ابوداؤد صفحہ ۵۴۲، اذکار صفحہ ۸۲، بسند حسن)

ترجمہ: ''میں اللہ کے کلمات تامہ کے ذریعہ سے پناہ چاہتا ہوں اس کے غضب۔ اس کے بندوں کی برائی اور شیاطین کے وسوسوں اور ان کے میرے پاس حاضر ہونے سے۔''

۱۷ حضرت خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آپ سے شکایت کی کہ میں نیند میں ڈر جاتا ہوں تو آپ نے یہ دعا تعلیم فرمائی:

''اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ الَّتِيْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بِرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ مِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا وَمِنْ شَرِّ مَا ذَرَأَ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ اللَّيْلِ وَفِتَنِ النَّهَارِ وَمِنْ شَرِّ طَوَارِقِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَّا رَحْمٰنُ'' (مجمع جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۶)

ترجمہ: ''پناہ مانگتا ہوں میں اللہ کے کلمات تامہ کے واسطے سے جس سے کوئی نیک اور بد تجاوز نہیں کر سکتا اور اس کی برائی سے جو آسمان سے اترتا ہے اور آسمان میں چڑھتا ہے اور اس کی برائی سے جو زمین پر پھیلی ہے اور جو زمین سے نکلتی ہے اور فتنہ شب و روز کی برائی سے اور شب و روز کے حادثہ کی برائی سے ہاں مگر جو بھلائی لے کر آئے اے رحم کرنے والے۔''

۱۸ حضرت براء بن عازب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے ڈر وحشت کی شکایت کی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا یہ پڑھو:

''سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ رَبِّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ'' (مجمع جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۸)

ترجمہ: ''اس کی پاکی جس کی بادشاہت پاک ہے جو فرشتوں اور روح کا رب ہے۔''

بیدار ہونے کے بعد کی دعاؤں کا بیان

بیدار ہونے کے بعد کی چند مسنون دعائیں

❶ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نیند سے بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ" (ابوداؤد صفحہ ۶۸۸)

ترجمہ: "تعریف اس کی جس نے موت (نیند) کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف آنا ہے۔"

❷ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم بیدار ہو تو یہ دعا پڑھو:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ فِیْ جَسَدِیْ وَرَدَّ عَلَیَّ رُوْحِیْ وَاَذِنَ لِیْ بِذِکْرِهٖ"

(عمل الیوم للنسائی صفحہ ۸۶۶، ترمذی صفحہ ۱۷۶)

ترجمہ: "تعریف اللہ کی جس نے میرے جسم میں عافیت دی۔ میری روح واپس فرمائی اور اپنی یاد کی توفیق دی۔"

❸ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نیند سے بیدار ہو تو یہ دعا پڑھے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ النَّوْمَ وَالْیَقْظَةَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بَعَثَنِیْ سَالِمًا سَوِیًّا اَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ یُحْیِی الْمَوْتٰی وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" (ابن سنی صفحہ ۱۳۷)

ترجمہ: "تعریف اس کی جس نے نیند اور بیداری کو پیدا کیا تعریف اس کی جس نے صحیح سالم اٹھایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہی مردوں کو زندہ کرے گا وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بندہ نے سچ کہا۔"

❹ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا پڑھی:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ رَدَّ اِلَیَّ نَفْسِیْ لَمْ یُمِتْهَا فِیْ مَنَامِهَا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَا اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ اِنَّهٗ کَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ یُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ اِنَّ

اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ" (حاکم حصن حصین صفحہ ۱۵۳، ابن حبان جلد ۱۲ صفحہ ۵۵۳۳، بسند صحیح)

ترجمہ: "تعریف اس خدا کی جس نے ہماری جان واپس کی اور نیند میں موت نہ دی۔ تعریف اس خدا کی جس نے آسمان وزمین کو گرنے سے روک رکھا ہے گر جائے تو اسے کوئی روکنے والا نہیں یقیناً وہ بردبار اور معاف کرنے والا ہے۔ تعریف اس خدا کی جس نے آسمان کو روک رکھا ہے کہ زمین پر گرے (ہاں) مگر اس کی اجازت سے۔ یقیناً اللہ تمام لوگوں پر رحم کرنے والا مہربان ہے۔"

۵ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہو تو یہ دعا پڑھے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ رَدَّ عَلَيْنَا رُوْحَنَا بَعْدَ اِذْ كُنَّا اَمْوَاتًا"

(طبرانی، مجمع جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۵، بسند ضعیف)

ترجمہ: "تعریف اس خدا کی جس نے ہماری روح کو ہم پر واپس کیا اس کے بعد کہ ہم مردہ تھے۔"

۶ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِیْ وَاَسْئَلُكَ رَحْمَتَكَ اَللّٰهُمَّ زِدْنِیْ عِلْمًا وَلَا تُزِغْ قَلْبِیْ بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنِیْ وَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ" (عمل الیوم للنسائی صفحہ ۸۶۵، ابن حبان مرتب جلد ۱۲ صفحہ ۵۵۳۱، حاکم جلد ۱ صفحہ ۵۴۰، بسند صحیح)

ترجمہ: "نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے۔ پاک ہے تو۔ اے اللہ میں استغفار کرتا ہوں اپنے گناہوں سے۔ سوال کرتا ہوں تیری رحمت کا۔ اے اللہ میرے علم میں زیادتی فرما اور ہدایت کے بعد میرے دل کو کج نہ فرما اپنی جانب سے رحمت کی بخشش عطا فرما یقیناً تو خوب بخشنے والا ہے۔"

۷ حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو آدمی نیند سے بیدار ہو کر یہ دعا پڑھے:

"سُبْحَانَ اللّٰهِ الَّذِیْ يُحْيِی الْمَوْتٰی وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ"

ترجمہ: "پاک ہے وہ اللہ جو مردوں کو زندہ کرتا ہے اور ہر شے پر قادر ہے۔"

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے سچ کہا اور شکر ادا کیا۔ اور پھر اس وقت یہ دعا پڑھ لے:

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ يَوْمَ تَبْعَثُنِیْ مِنْ قَبْرِیْ اَللّٰهُمَّ قِنِیْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ" (مکارم اخلاق خرائطی صفحہ ۹۱۲)

ترجمہ: ”اے اللہ میرے گناہ اس دن معاف فرما جس دن مجھے قبر سے اٹھائے گا اے اللہ مجھے قیامت کے دن عذاب سے بچا۔“

❽ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ جو شخص نیند سے بیدار ہونے کے وقت یہ دعا پڑھ لے تو وہ ایسا ہو جاتا ہے جیسے آج ہی اس کی ماں نے جنا ہو:

”اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیٰی نَفْسِیْ بَعْدَ مَوْتِہَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ“

(مکارم صفحہ ۹۱۴)

ترجمہ: ”تعریف اس کی جس نے مجھے نیند کے بعد بیدار کیا میرا رب ہر شے پر قادر ہے۔“

خواب کی دعاؤں کے متعلق آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کا بیان

پسندیدہ خواب دیکھے تو کیا پڑھے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی پسندیدہ بہترین خواب دیکھے تو وہ اللہ کی طرف سے ہے پس "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کہے اور اسے ذکر کرے۔ (بخاری صفحہ ۱۰۳۴)

برا خواب دیکھے تو کیا پڑھے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو بائیں جانب تین مرتبہ تھوکے اور تین بار استغفار پڑھے۔ یعنی "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ" تین بار پڑھے۔ (اذکار صفحہ ۸۳، مسلم صفحہ ۲۴۱)

ناپسندیدہ خواب کی دعائیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو تین بار بائیں جانب تھتکار دے اور پھر یہ دعا پڑھے کچھ نقصان نہ ہوگا:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ وَسَيِّئَاتِ الْاَحْلَامِ" (ابن سنی نمبر ۷۷۰)

ترجمہ: "اے اللہ میں شیطان کی حرکتوں اور برے خوابوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"

ابن علان نے شرح اذکار میں خواب کے متعلق ایک دعا نقل کی ہے جو برے خواب کے دفاع اور اچھے خواب کے حصول کا ذریعہ ہے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ سَيِّئِي الْاَحْلَامِ وَاَسْتَجِيْرُكَ مِنْ تَلَاعُبِ الشَّيْطَانِ فِي الْيَقْظَةِ وَالْمَنَامِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ رُؤْيَا صَادِقَةً نَافِعَةً صَالِحَةً حَافِظَةً غَيْرَ مَنْسِيَّةٍ اَللّٰهُمَّ اَرِنِيْ فِيْ مَنَامِيْ مَآ اُحِبُّ" (الفتوحات الربانیہ جلد ۳ صفحہ ۱۹۲)

ترجمہ: "اے اللہ میں آپ کی برے خواب سے پناہ مانگتا ہوں اور نیند اور بیداری کی حالت میں شیطان کے کھیلنے سے پناہ ڈھونڈھتا ہوں۔ اے اللہ میں سوال کرتا ہوں اچھے سچے نفع بخش خوابوں کا

جو حافظہ میں محفوظ ہوں بھولیں نہیں۔ اے اللہ ہمیں پسندیدہ خواب نیند میں دکھا۔"

ابراہیم نخعی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ سے یہ دعا منقول ہے کہ جب صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمْ ناپسندیدہ خواب دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے:

"اَعُوْذُ بِمَا عَاذَتْ بِهٖ مَلَائِكَةُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ شَرِّ رُؤْيَا هٰذِهٖ اَنْ يُّصِيْبَنِيْ فِيْهَآ مَا اَكْرَهُ فِيْ دِيْنِيْ وَ دُنْيَايَ" (فتح جلد۱۲ صفحہ ۳۷)

تَرجَمَہ: "میں خواب کی تکلیف دہ باتوں سے جس کا تعلق دین و دنیا سے ہو پناہ مانگتا ہوں جیسے کہ اللہ کے ملائکہ اور رسول نے پناہ مانگی ہے۔"

برے خواب سے بچنے کے لئے کیا دعا پڑھے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا جب سونے کا ارادہ کرتیں تو یہ دعا پڑھ لیتیں:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ رُؤْيَا صَالِحَةً صَادِقَةً غَيْرَ كَاذِبَةٍ نَافِعَةٍ غَيْرَ ضَارَّةٍ"

(ابن سنی صفحہ ۷۴۳، اذکار صفحہ ۷۹)

تَرجَمَہ: "اے اللہ میں آپ سے اچھے خواب کا جو سچا ہو جھوٹا نہ ہو۔ نفع بخش ہو نقصان دہ نہ ہو سوال کرتی ہوں۔"

تعبیر دینے کے وقت کیا دعا پڑھے

حضرت ضحاک جہنی رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پوچھنے پر کہ کس نے خواب دیکھا تو میں نے کہا، میں نے دیکھا ہے تو آپ نے کہا:

"خَيْرٌ تَلْقَاهُ وَشَرٌّ تَوَقَّاهُ وَخَيْرٌ لَّنَا وَشَرٌّ لِّاَعْدَائِنَا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ"

(سبل الہدیٰ صفحہ ۱۴۱۱، ابن سنی نمبر ۷۷۲)

تَرجَمَہ: "تم کو بھلائی حاصل ہو۔ برائی سے محفوظ رہو بھلائی ہمارے لئے برائی دوسروں کے لئے تعریف اللہ کی جو جہانوں کا پالنے والا ہے۔"

امام نووی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے بیان کیا ہے کہ ایک روایت میں تعبیر دینے والے کے لئے خواب دیکھنے والے کے حق میں یہ دعا منقول ہے:

"خَيْرًا رَأَيْتَ وَخَيْرًا يَّكُوْنُ"

تَرجَمَہ: "اچھا دیکھا، اچھا ہو۔" (اذکار صفحہ ۱۳۰)

فَائِدَہ: خواب دیکھنے والے کو یہ دعا دے تاکہ اس کے حق میں خیر ہو۔

خواب کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا بیان

خواب معلوم کرنا

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت طیبہ تھی کہ اپنے اصحاب سے بکثرت یہ پوچھا کرتے تھے کہ تم میں سے کسی نے خواب میں کچھ دیکھا ہے۔ پس جو خواب دیکھتا وہ آپ کے سامنے خواب پیش کرتا۔ (مختصراً بخاری جلد۲ صفحہ ۱۰۴۳)

فائدہ: چونکہ مؤمن کا خواب مبشرات الٰہی اور نبوت کا ایک جزء ہے۔ حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواب کی تعبیر بہت عمدہ دیا کرتے تھے اس لئے آپ پوچھا کرتے تھے۔ (جلد۱۲ صفحہ ۴۴۰)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پوچھنا فجر کی نماز کے بعد ہوتا تھا۔ اسی وقت آپ تعبیر دیتے تھے۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۱۰۴۳)

خواب پیش کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جو شخص خواب دیکھا کرتا تھا، وہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا تھا۔ چنانچہ میں نے بھی (اسی تمنا میں کہ کوئی خواب دیکھوں تو آپ کی خدمت میں پیش کروں) کہا اے اللہ کوئی خیر ہو تو ہمیں بھی خواب دکھا تا کہ اس کی تعبیر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کروں۔ چنانچہ میں سویا تو خواب دیکھا۔ (مختصراً بخاری جلد۲ صفحہ ۱۰۴۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ عہد نبوت میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کوئی خواب دیکھتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وہ خواب پیش کرتا تو آپ فرماتے ماشاء اللہ۔ میں نئی عمر کا جوان تھا نکاح سے قبل مسجد میں سویا کرتا تھا۔ میں اپنے دل سے کہتا اگر تیرے اندر کوئی بھلائی ہوتی تو تو بھی خواب دیکھتا۔ ایک رات میں سویا تو کہا اے اللہ اگر آپ جانتے ہیں کہ مجھ میں کچھ اچھائی ہے تو مجھے بھی کوئی خواب دکھائیے۔ (مسند طیالسی جلد۱ صفحہ ۳۵۰، بخاری جلد۲ صفحہ ۱۰۴۱)

خواب پسند کرنا

حضرت ابوبکرہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھے خواب بہت پسند تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے خواب کے متعلق پوچھا کرتے تھے۔ (پھر اس کی تعبیر دیتے تھے)۔

(ابوداؤد طیالسی جلد۱ صفحہ ۳۵۰، صفحہ ۴۱۷)

فجر کے بعد خواب معلوم کرنا

ابن زمیل جہنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ جب نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صبح کی نماز پڑھ لیتے تو پیر نکال کر بیٹھ جاتے (یعنی آرام سے) اور "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ تَوَّابًا" ۷۰ مرتبہ پڑھتے۔ فرماتے کہ ۷۰ سات سو کے برابر ہے۔ اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جس کے ایک دن کے گناہ سات سو سے زائد ہوں۔ پھر لوگوں کی طرف رخ فرماتے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خواب کو بہت پسند فرماتے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پوچھتے کہ تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ چنانچہ راوی ابن زمیل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ میں نے اپنا خواب بیان کیا۔ (سیر صفحہ ۴۱۱، مجمع جلد ۶ صفحہ ۱۸۳)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب فجر کی نماز سے فارغ ہوتے تو پوچھتے کہ تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے۔ اور فرماتے کہ میرے بعد نبوت باقی نہیں رہے گی مگر اچھے خواب۔

(ابوداؤد صفحہ ۵۸۴)

فائدہ: آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی عادت طیبہ تھی کہ فجر کی جماعت سے فارغ ہو کر لوگوں کی جانب متوجہ ہو کر خواب معلوم فرماتے کبھی حضرات صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ خود بیان کرتے کبھی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اپنا دیکھا خواب حضرات صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے سامنے بیان کرتے۔

خواب کی تعبیر صبح کی نماز کے بعد دینا

حضرت سمرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بسا اوقات اپنے اصحاب سے پوچھتے کہ کوئی خواب دیکھا ہے۔ پس جس کے بارے میں اللہ پاک چاہتا (جس کو اللہ پاک خواب دکھاتا) خواب ذکر کرے وہ ذکر کرتا (اور آپ اس کی تعبیر دیتے)۔ (بخاری مختصراً جلد ۲ صفحہ ۱۰۴۳)

فائدہ: آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یہ صبح کی نماز کے بعد پوچھا کرتے تھے۔ (فتح جلد ۱۲ صفحہ ۴۴۰)

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی عادت طیبہ تھی کہ آپ صبح کے بعد خواب پوچھتے اور اسی وقت تعبیر دیتے۔

صبح کے بعد ہی خواب کی تعبیر دینی سنت اور بہتر ہے۔ چنانچہ امام بخاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے صحیح بخاری میں باب قائم کیا ہے۔ "تَعْبِیْرُ الرُّؤْیَا بَعْدَ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ" (صفحہ ۱۰۴۳)

علامہ عینی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے عمدۃ القاری میں اور حافظ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ طلوع شمس سے قبل خواب کی تعبیر دینی مستحب ہے۔ نماز صبح کے وقت خواب اور اس کی تعبیر اس وجہ سے بہتر ہے کہ رات کے قریب ہونے کی وجہ سے خواب محفوظ ہوگا۔ تازہ ہونے کی وجہ سے ذہن سے خواب یا اس کے اجزاء

غائب نہ ہوں گے نیز اور بھی دوسرے مصالح ہیں۔

نبی کریم ﷺ کو خواب اور اس کی تعبیر دینی بہت پسندیدہ تھی۔

پہلی تعبیر کا اعتبار

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو پہلی تعبیر دے اس کا اعتبار ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۷۹)

فائدہ: جس کے پاس اولاً خواب بیان کرے اور تعبیر لے اسی تعبیر کا اعتبار ہے۔ اسی لئے حکم ہے کہ ہر ایک سے خواب بیان نہ کرے۔ حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ مسند عبدالرزاق میں ابوقلابہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ جیسی تعبیر دی جائے واقع ہوتی ہے۔ (فتح جلد ۱۲ صفحہ ۴۳۲)

خواب کے سننے یا تعبیر دیتے وقت کیا پڑھے

حضرت ضحاک جہنی رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے خواب سننے کے وقت پڑھا:

"خَيْرٌ تَلْقَاهُ شَرٌّ تَوَقَّاهُ خَيْرٌ لَّنَا وَشَرٌّ لِّاَعْدَائِنَا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ".

(سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۴۱۱)

ترجمہ: "تم کو بھلائی حاصل ہو، برائی سے محفوظ رہو۔ بھلائی ہمارے لئے برائی دوسروں کے لئے تعریف اللہ کے لئے جو تمام عالموں کا رب ہے۔"

مؤمن کا خواب نبوت کا ایک حصہ ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی پاک ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ اچھے خواب نبوت کے چھیالیسویں حصہ کا ایک حصہ ہے۔ (بخاری صفحہ ۱۰۳۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مؤمن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۳۵)

فائدہ: حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے خطابی کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ نبوت کا چھیالیسواں اس طرح ہے کہ نبوت سے قبل چھ ماہ تک خواب اور منام کا سلسلہ چلا اس کے بعد ۲۳ سال تک وحی کے نزول کا سلسلہ چلا چھ ماہ تئیس سال سے چھیالیسواں حصہ حاصل ہے۔ اس طرح نبوت کا ۴۶ واں حصہ بن گیا۔ بعضوں نے اس کے مفہوم کو نہ واضح کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں اس کی حقیقت اور مطلب کا علم نہیں۔ خدا اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ (فتح الباری جلد ۱۲ صفحہ ۳۶۴)

خواب مؤمن بشارت ہے

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا نبوت میں مبشرات کے علاوہ کچھ باقی نہیں۔ پوچھا کہ مبشرات کیا ہیں۔ آپ نے فرمایا اچھے خواب۔ (بخاری جلد۲ صفحہ۱۰۳۵، ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی روایت ہے کہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا رسالت اور نبوت منقطع ہوگئی نہ میرے بعد رسول ہے نہ نبی۔ البتہ مبشرات ہیں۔ پوچھا کہ وہ مبشرات کیا ہیں۔ فرمایا اچھے خواب جسے نیک مؤمن دیکھتا ہے یا دکھایا جاتا ہے۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ۵۱، ابوداؤد، احمد، سیرۃ جلد۷ صفحہ۴۰۸، ابن ماجہ صفحہ۲۷۸)

عبادہ بن صامت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کا قول "لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا" (ان کے لئے دنیا کی زندگی میں بشارت ہے) کا کیا مطلب ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا وہ اچھے خواب ہیں جن کو مؤمن دیکھتا ہے یا دکھایا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ۲۷۸)

حضرت ابودرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منقول ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اچھے خواب مؤمن کے لئے دنیا میں بشارت ہیں۔ (طبرانی، کنز جلد۱۹ صفحہ۲۶۴)

فائدہ: خواب مؤمن مرد اور مؤمن عورت دونوں کے حق میں بشارت ہے۔ (فتح جلد۱۲ صفحہ۳۹۳)

وحی کے ختم اور خواب کے باقی رہنے کا مطلب حافظ ابن حجر رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے یہ ذکر کیا ہے کہ میری وفات سے وحی کا سلسلہ جس سے آئندہ ہونے والے امور کا علم ہو یہ تو منقطع ہوگیا البتہ سچے خواب جس سے ہونے والی باتوں کا علم ہوسکتا ہے باقی ہے۔ (صفحہ۳۷۶)

اچھا خواب دیکھے تو کیا کرے

ابوسعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی پسندیدہ خواب دیکھے تو وہ اللہ کی جانب سے ہے۔ اس پر الحمد للہ کہے اور اسے بیان کرے۔ (بخاری صفحہ۱۰۴۳)

یعنی اس نعمت پر شکر ادا کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے نبوت کی ایک خیر سے نوازا۔

خواب کی نوعیت اور اس کی قسمیں

حضرت ابوقتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو فرماتے ہوئے سنا کہ خواب کی تین نوعیتیں ہیں۔

1. اس کے نفس و ذہن کی باتیں۔ اس کی کچھ حقیقت (تعبیر) نہیں۔
2. جو شیطان کی جانب سے ہو۔ پس جب ناپسندیدہ خواب دیکھے تو شیطان سے پناہ مانگے اور بائیں جانب تھکتھکائے۔ اس کے بعد کوئی نقصان نہ ہوگا۔

۳ وہ جو خدا تعالیٰ کی جانب سے بشارت ہو۔ اور مؤمن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ اسے کسی خیر خواہ صاحب الرائے کے سامنے پیش کرے کہ وہ اچھی تعبیر دے اور اچھی بات کہے۔

(ابواسحٰق، سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۴۰۷)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا خواب تین قسم کے ہوتے ہیں۔

۱ اللہ کی طرف سے بشارت۔

۲ خیالی باتیں۔

۳ شیطان کا خوفزدہ کرنا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۷۹)

حضرت عوف بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے نقل فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا خواب تین قسم کے ہوتے ہیں بعض وہ ہوتے ہیں جو شیاطین کی جانب سے خوف کنندہ ہوتے ہیں تاکہ وہ انسان کو رنجیدہ کریں۔ بعض وہ ہوتے ہیں جس کا انسان بیداری میں خیال کرتا ہے اور سوچتا ہے۔ اور بعض وہ ہیں جو نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ (یہی خواب ہے جو خدا کی جانب سے ہے)۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۷۹)

فَائِدَہ: بسا اوقات انسان بیداری میں جو کرتا ہے سوچتا ہے۔ اس کے ذہن میں رہتا ہے وہ بھی خواب میں آجاتا ہے اس کی کوئی تعبیر نہیں۔ وہ خیال کی ایک تصویر ہے۔ لہٰذا تعبیر کے وقت اس کا خیال ضروری ہے کہ وہ خواب کی کس قسم کے متعلق ہے۔ صرف ایک قسم کے خواب کی کچھ تعبیر ہوسکتی ہے۔ یہ وہی ہے جسے مبشرات کہا گیا ہے۔ "لَهُمُ الْبُشْرٰى" سے قرآن میں اسی کی جانب اشارہ ہے۔ یہی نبوت کا چھیالیسواں جز ہے۔

فَائِدَہ: حافظ ابن حجر رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے بیان کیا کہ خواب کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں۔ حدیث پاک میں تین قسمیں جو مذکور ہیں۔ یہ حصر کے لئے نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی خواب کی قسمیں ہیں۔ مثلاً بیداری کی باتیں بعینہٖ خواب میں دیکھنا جیسے کسی کی عادت ہے۔ فلاں وقت کھانے کی چنانچہ اسی وقت کھانے کو وہ خواب میں دیکھ رہا ہے۔ (فتح جلد ۱۲ صفحہ ۴۰۸)

خواب کی ایک قسم اضغاث بھی ہے جسے خوابہائے پریشان بھی کہا جاتا ہے۔ (صفحہ ۴۰۸)

ادھر ادھر کا دیکھنا اس کا تعلق بھی خیالی امور سے ہوتا ہے اس کی بھی کوئی تعبیر نہیں۔

شیطانی خواب

حضرت ابوقتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اچھے خواب اللہ کی جانب سے ہیں اور برے (ڈراؤنے پریشان کن خواب) شیطان کی جانب سے ہوتے ہیں۔ (بخاری صفحہ ۱۰۳۷)

فَائِدَہ: شیطان پریشان کرنے کے لئے اور وہم میں مبتلا کرنے کے لئے ڈراؤنے خواب دکھاتا ہے۔

ناپسندیدہ خواب کسی سے بیان نہ کرے

حضرت ابوقتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ جب تم کوئی پسندیدہ خواب دیکھو تو اپنے دوستوں کے علاوہ کسی سے نہ بیان کرو اور جب ناپسندیدہ خواب دیکھو تو کسی سے بیان نہ کرو۔ اس سے کوئی ضرر نہ ہوگا۔

(مختصراً بخاری صفحہ ۱۰۴۳)

حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ناپسندیدہ خواب دیکھو تو یہ شیطان کی جانب سے ہے۔ اس کی برائی سے پناہ مانگو اور اسے کسی سے بیان نہ کرو تو نقصان نہ ہوگا۔

(مختصراً بخاری جلد۲ صفحہ ۱۰۴۳)

فائدہ: حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا مرا سر کٹ گیا ہے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مسکرانے لگے اور فرمایا جب تمہارے ساتھ خواب میں شیطان کھیلے تو کسی سے مت کہو۔ (مشکوۃ صفحہ ۳۹۵)

فائدہ: جو خواب اضغاث احلام ہوتے ہیں یعنی شیطان کی جانب سے پریشان کن ہوتے ہیں ان کی تعبیر نہیں ہوتی۔ شاید آپ کو اس کا علم بذریعہ وحی ہو گیا ہو کہ اس کی کوئی تعبیر نہیں ورنہ تو معبرین ایسے خواب کی تعبیر زوال سلطنت یا نعمتوں کے زوال سے دیتے ہیں۔ (طیبی، مشکوۃ صفحہ ۳۹۵)

ناپسندیدہ خواب دیکھے تو کیا کرے

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو بائیں جانب ہو جائے اللہ تعالیٰ سے بھلائی کا سوال کرے اس کی برائی سے پناہ مانگے۔

(ابن ماجہ صفحہ ۲۷۹، سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۴۰۸)

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو بائیں جانب تھتکھا دے اور شیطان سے پناہ مانگے "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ" پڑھے اور کروٹ بدل لے۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۰۵)

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ابن ماجہ والی روایت میں ہے بائیں جانب تین مرتبہ تھتکھا دے۔

حضرت ابوقتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اچھے خواب خدا کی جانب سے ہوتے ہیں اور برے خواب شیطان کی جانب سے۔ اگر برا خواب دیکھے تو بائیں جانب تین مرتبہ تھتکھا دے اور تین مرتبہ شیطان مردود سے پناہ مانگے "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ" پڑھے اور جس کروٹ پر ہو اُسے بدل لے۔ (ابن ماجاہ صفحہ ۲۷۹)

خواب سے بیماری

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میں ایسا (ڈراؤنا) خواب دیکھتا ہوں کہ اسے دیکھنے کے بعد بیمار پڑ جاتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھے خواب اللہ کی جانب سے ہوتے ہیں اور برے شیطان کی جانب سے۔ اگر تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے تو بائیں جانب ۳ مرتبہ تھوک دے اور اعوذ باللہ پڑھے تو اس سے کوئی نقصان نہ ہوگا۔ (مجمع جلد ۷ صفحہ ۱۷۶)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ بعض شیطانی خواب ایسے بھی ہوتے ہیں جس سے انسان بیمار پڑ سکتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ابوسلمہ اور قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق بیان کیا وہ خواب دیکھتے تو بیمار پڑ جاتے۔ (صفحہ ۱۰۴۳)

لہٰذا اگر اس قسم کے خواب کے بعد مذکورہ عمل کر لیا جائے تو ضرر سے حفاظت ہو جاتی ہے۔

فَائِدَہ: امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت میں بیان کیا ہے کہ اگر ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اٹھ جائے اور نماز پڑھے اور کسی سے بیان نہ کرے۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۴۳)

حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ اگر برے خواب دیکھے تو اس کے یہ آداب ہیں۔

1. اللہ سے پناہ مانگے مثلاً "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ" پڑھے۔
2. بائیں جانب تھتکھا دے۔
3. کسی سے بیان نہ کرے۔
4. کروٹ بدل لے۔
5. اٹھ کر نماز پڑھ لے۔ (جلد ۱۲ صفحہ ۳۷۰)

بعضوں نے ایسے موقع پر آیۃ الکرسی بھی پڑھنے کو کہا ہے۔ (جلد ۱۲ صفحہ ۳۷۱)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ برے خواب کے بعد نماز پڑھنا سب آداب کو شامل اور جامع ہے۔ (صفحہ ۳۷۱)

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ناپسندیدہ خواب کے بعد یہ دعا منقول ہے۔ اسے پڑھ لے:

"اَعُوْذُ بِمَا عَاذَتْ بِهٖ مَلَائِكَةُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ شَرِّ رُؤْيَا هٰذِهٖ اَنْ يُّصِيْبَنِيْ فِيْهَا مَا اَكْرَهُ فِيْ دِيْنِيْ وَ دُنْيَايَ" (سعید ابن منصور، فتح جلد ۱۲ صفحہ ۳۷۱)

تَرْجَمَہ: "میں اس خواب کے تکلیف دہ امور سے پناہ مانگتا ہوں جیسے کہ فرشتہ خدا اور اس کے رسول نے پناہ مانگی ہے۔"

مزید دعائیں۔ دعاؤں کے ذیل میں مذکور ہیں۔

صبح کا خواب زیادہ سچا ہوتا ہے

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زیادہ سچا خواب صبح کے وقت کا ہوتا ہے۔ (ترمذی صفحہ ۳۹۷)

فائدہ: حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ سحر کے وقت خواب کی تعبیر بہت جلد واقع ہوتی ہے۔ خاص کر کے صبح صادق کے وقت کی۔ دوپہر کے وقت کی بھی خواب کی تعبیر جلد واقع ہوتی ہے۔ (فتح جلد ۱۲ صفحہ ۳۹۰)

دن اور رات مرد اور عورت کے خواب کا یکساں حکم ہے۔ (صفحہ ۳۹۲)

یعنی جس طرح مرد کا خواب صحیح اور قابل تعبیر ہوگا اسی طرح عورت کا بھی ہوگا۔

سچ بولنے والے کا خواب سچا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو سچ بولنے والا ہوتا ہے اس کا خواب سچا ہوتا ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۸۰)

فائدہ: جو آدمی جھوٹ بولتا ہے اس کا خواب بھی جھوٹا ہوتا ہے اس سے ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ اس کا خواب کیسا ہوگا۔ آج جھوٹ کی بیماری عام ہے کہ بسا اوقات آدمی بلا قصد وارادہ کے بھی جھوٹ بول دیتا ہے۔ جو جتنا سچا ہوگا اس کا خواب اتنا ہی سچا ہوگا۔ اسی لئے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خواب سچا ہوتا تھا۔ جو لوگ نیکی اور صلاح میں کم ہیں اکثر ان کا خواب بے کار ہوتا ہے بہت کم سچا اور لائق تعبیر ہوتا ہے۔ (فتح الباری صفحہ ۳۶۳)

خواب کس سے بیان کرے

ابوذر بن عقیلی فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ تاوقتیکہ نہ بیان کیا جائے معلق رہتا ہے۔ اسے اپنے دوست، سمجھدار کے علاوہ کسی سے نہ بیان کرو۔ ایک روایت میں ہے کہ خواب کی جب تک تعبیر نہ دی جائے معلق رہتا ہے۔ جب تعبیر دے دی جائے تو واقع ہو جاتا ہے۔ خواب کو کسی خیر خواہ دوست اور صاحب الرائے کے علاوہ کسی سے نہ بیان کرو۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۹۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ خواب کسی عالم یا خیر خواہ کے علاوہ کسی سے بیان مت کرو۔ (مجمع جلد ۷ صفحہ ۱۸۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی خواب دیکھے تو اسے کسی خیر خواہ یا صاحب علم سے بیان کرے۔ (کنز جلد ۱۹ صفحہ ۲۶۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کے سامنے خواب نہ بیان کرے کہ ناپسندیدہ غلط تعبیر نہ دے دے بلکہ دیندار سمجھدار کے سامنے اسے پیش کرے اور اسی سے تعبیر لے کہ بسا اوقات جو تعبیر دی جاتی ہیں واقع ہو جاتی ہے۔ مزید یہ بھی خیال رہے کہ ہر خواب قابل تعبیر بھی نہیں کہ خواب کی تعبیر کے لئے پریشان ہو۔

خواب اپنے خیر خواہ دوست سے بیان کرے

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی اچھا خواب دیکھے تو اسے اپنے دوست کے علاوہ کسی سے بیان نہ کرے۔

فائدہ: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوست کے علاوہ کسی اور سے اس وجہ سے منع کیا ہے کہ بسا اوقات دوسرا شخص بغض یا حسد کی وجہ سے ناپسندیدہ تعبیر نہ دے دے اور ایسا ہی واقع ہو جائے۔ (جلد ۱۲ صفحہ ۴۳۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد احادیث میں منقول ہے کہ ہر شخص سے اپنا خواب نہ بیان کرے بلکہ عالم، خیر خواہ دوست ذی عقل صاحب الرائے سے بیان کرے۔ حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ عالم جہاں تک ممکن ہوگا اچھی تعبیر نکالے گا۔ خیر خواہی کا رخ اختیار کرے گا۔ دوست اگر خیر سمجھے گا تو تعبیر دے گا اگر کچھ شک ہوگا تو خاموش ہو جائے گا۔ (جلد ۱۲ صفحہ ۳۶۹)

ذکر خواب کے آداب

احادیث پاک سے اچھے خواب کے ذکر کے تین آداب معلوم ہوئے۔

1. الحمد للہ کہے۔ اس کی تعریف ثنا کرے۔
2. اسے ذکر کرے۔
3. اس کی تعبیر کسی عالم خیر خواہ (واقف فن سے لے)۔ (فتح جلد ۱۲ صفحہ ۳۷۰)

تعبیر واقع ہوتی ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ جب تم تعبیر دو تو اچھی تعبیر دو خواب کی تعبیر دینے والے کے موافق واقع ہوتی ہے۔ (فتح الباری جلد ۱۲ صفحہ ۴۳۲)

تعبیر کے اصول

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ بلا سوچے سمجھے اور اصول تعبیر سے واقفیت کے بغیر تعبیر نہ دے۔ چونکہ تعبیر دینا ایک لطیف فن ہے۔ جو شخص عالم ربانی، متقی، پرہیز گار علوم اسلاف سے واقف عالم امثال کے نکات و اسرار کا عالم ہوگا وہی شخص اچھی تعبیر دے سکتا ہے۔ خصائل نبوی میں ہے۔ خواب کی تعبیر بھی ایک فیصلہ ہے۔ اس لئے اس

میں بھی اپنی رائے سے بود نہ کرنا چاہئے بلکہ اسلاف کی تعبیروں کو دیکھنا چاہئے۔ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے بکثرت خوابوں کی تعبیر نقل کی گئی ہے۔ فن تعبیر کے علماء نے لکھا ہے کہ تعبیر دینے والا شخص ضروری ہے کہ سمجھدار متقی پرہیز گار کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا واقف ہو۔ (صفحہ ۳۹۲)

دربار نبوت کی چند تعبیریں

چاند

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے پوچھا تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میں نے دیکھا ہے کہ تین چاند ہمارے حجرے میں گرے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر تیرا خواب سچ ہے تو میرا خیال (اس کی تعبیر کے متعلق یہ ہے کہ) اس میں تین افضلین اہل جنت مدفون ہوں گے۔ (چنانچہ آپ ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں مدفون ہوئے)۔ (مجمع الزوائد جلد ۷ صفحہ ۱۸۵)

فائدہ: چوتھی قبر اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہوگی ان کی جگہ روضہ اطہر میں خالی ہے۔

دودھ کی تعبیر

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک خواب بیان کیا کہ میرے سامنے دودھ لایا گیا۔ میں نے اسے پیا (اور پی کر اس قدر سیراب ہوا) کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اسی کی سیرابی ناخن سے نکل رہی ہے۔ پھر باقی ماندہ عمر کو دے دیا۔ لوگوں نے پوچھا آپ نے کیا تعبیر دی آپ نے فرمایا علم ہے۔

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۳۷)

فائدہ: حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ دودھ کی تعبیر قرآن سنت کے علم سے ہوتی ہے۔ (فتح جلد ۱۲ صفحہ ۳۹۳) لہٰذا جس نے جتنا دودھ پیتا دیکھا اسی قدر وہ علم سے مستفیض ہوگا۔ بکری کا دودھ کمال صحت، خوشی کی طرف اشارہ ہے۔ گائے کا دودھ، ملک کی خوش حالی کی طرف اشارہ ہے۔ البتہ درندوں کا دودھ دیکھنا اچھا نہیں ہے۔

(فتح جلد ۱۲ صفحہ ۳۹۳)

پھونک مار کر اڑانا یا اڑنا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے اپنا خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں سو رہا تھا دیکھا کہ میرے ہاتھ میں دو سونے کے کنگن رکھ دیئے گئے جو مجھے بڑے گراں گزرے اور مجھے رنج میں ڈال دیا خواب ہی میں کہا گیا کہ میں اسے پھونکوں۔ چنانچہ میں نے پھونک مارا (تو دونوں اڑ گئے) میں نے

اس کی تعبیر دی کہ دو جھوٹے مدعی نبوت ظاہر ہوں گے۔ ایک عنسی جسے فیروز نے یمن میں مار ڈالا، دوسرا مسیلمہ کذاب۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۱۰۴۱)

حافظ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے بیان کیا کہ جس نے دیکھا کہ وہ اڑ رہا ہے اگر آسمان کی طرف ہو اور بلا کسی سیڑھی وغیرہ کے ہو تو ضرر کی طرف اشارہ ہے۔ اگر دیکھا کہ آسمان کی طرف اڑا اور غائب ہو گیا تو موت کی طرف اشارہ ہے۔ اگر لوٹ آیا تو مرض سے صحت کی طرف اشارہ ہے۔ اگر چوڑائی میں اڑ رہا ہے تو سفر کی طرف اشارہ ہے۔

(جلد ۱۲ صفحہ ۴۲۰)

حافظ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے بیان کیا کہ کسی شے کا پھونکنے سے اڑنا زوال کی طرف اشارہ ہے۔

(جلد ۱۲ صفحہ ۴۲۳)

شہد اور گھی

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ انہوں نے خواب دیکھا کہ ان کی دو انگلیوں میں سے ایک انگلی میں شہد اور دوسری انگلی میں گھی ہے۔ دونوں کو چاٹ رہے ہیں۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے تعبیر دیتے ہوئے فرمایا اگر تم زندہ رہے تو دو کتابیں تورات اور قرآن پڑھو گے یعنی اس کے عالم ہو گے۔ چنانچہ دونوں کے عالم ہوئے۔ (ابویعلی سیر جلد ۷ صفحہ ۴۱۰)

فائدہ: شہد اور گھی کی تعبیر علم اور بھلائی سے ہوتی ہے۔

سر کٹنا

حضرت ابومجلز رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کہتے ہیں کہ ایک شخص آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میں خواب دیکھتا ہوں کہ میرا سر کاٹ دیا گیا ہے اور میں اسے دیکھ رہا ہوں۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مسکرائے اور فرمایا جب تمہارا سر کاٹ دیا گیا تو تم کس آنکھ سے دیکھ رہے تھے۔ ابھی کچھ ہی دیر ہوئی کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ سر کٹنے کی تاویل آپ کی وفات سے دی اور دیکھنے کی تعبیر اتباع سنت سے ہے۔ (سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۴۱۷)

خواب ...... گویا حقیقت

حضرت خزیمہ بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے خواب میں دیکھا کہ انہوں نے نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی پیشانی مبارک پر سجدہ کیا۔ انہوں نے اس کا تذکرہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے کیا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لیٹ گئے انہوں نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی پیشانی پر سجدہ کیا۔ (مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۱۸۲)

فائدہ: خواب کو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حقیقت میں پیش کر دیا۔ جس سے خواب کا سچا ہونا واضح ہو گیا۔ ملا علی قاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے اس حدیث پاک میں یہ مستنبط کیا ہے خواب میں کوئی نیک کام کرتا دیکھے تو بیداری میں کر لینا

سنت ہے۔ (مرقات جلد ۴ صفحہ ۵۵۰)

سفید لباس نجات کی علامت ہے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا سے مروی ہے کہ آپ سے ورقہ بن نوفل رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کے بارے میں معلوم کیا گیا۔ حضرت خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا نے کہا کہ انہوں نے تو آپ ﷺ کی تصدیق کی تھی لیکن ظہورِ نبوت سے قبل ان کا وصال ہو گیا آپ نے فرمایا کہ خواب میں دکھائے گئے تو ان پر سفید لباس تھا۔ اگر وہ دوزخی ہوتے تو ان کا لباس اس کے علاوہ ہوتا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۹۶)

سفید کپڑے میں ملبوس ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ نے ان کو ناجی میں شمار فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو سفید لباس میں دیکھا جائے تو یہ نجات یافتہ کی علامت ہے۔

اعضاو جوارح کی تعبیر

حضرت ام الفضل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا کہتی ہیں کہ میں نے رسول پاک ﷺ سے بیان کیا کہ میں اپنے گھر میں آپ ﷺ کے اعضاء میں سے کوئی عضو دیکھتی ہوں۔ آپ نے فرمایا اچھا خواب دیکھا۔ فاطمہ کی اولاد کو تم دودھ پلاؤ گی۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۸۰)

عضو سے اشارہ اولاد کی طرف ہے اور گھر میں دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے گھر میں اس کا رہنا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ بچہ کا رہنا پرورش اور دودھ پلانے کے لئے ہی ہو سکتا ہے۔

چند خوابوں کی تعبیریں

حافظ ابن حجر عسقلانی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے شرح بخاری میں احادیث سے ماخوذ چند تعبیریں بیان کی ہیں ان میں سے ہم چند تعبیریں نقل کرتے ہیں۔

۱. خواب میں محل کا دیکھنا۔ دیندار دیکھے تو عمل صالح کی طرف اشارہ ہے غیر دیندار دیکھے تو قید اور تنگی کی طرف اشارہ ہے۔ محل میں داخل ہونا شادی کی طرف اشارہ ہے۔ (جلد ۱۲ صفحہ ۴۱۶)

۲. خواب میں وضو کرتا ہوا دیکھنا کسی اہم کام کے ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ اگر وضو مکمل کیا ہے تو اس کی تکمیل اور ادھورا چھوڑا ہے تو اس کے ناقص ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ (صفحہ ۴۱۷)

۳. خواب میں کعبہ کا طواف، حج اور نکاح کی طرف اشارہ ہے۔ (جلد ۱۲ صفحہ ۴۱۷)

۴. پیالہ کا دیکھنا عورت یا عورت کی جانب سے مال ملنے کی طرف اشارہ ہے۔ (صفحہ ۴۲۰)

۵. جس نے خواب میں کوئی بڑی تلوار دیکھی تو اندیشہ ہے کسی فتنہ میں پڑنے کا۔ تلوار پانے سے اشارہ ہے

حکومت یا ولایت اونچی ملازمت کی طرف۔تلوار کو میان میں کر لینا اشارہ ہے شادی کی طرف۔

(جلد۱۲صفحہ ۴۲۷)

❻ خواب میں قمیص پہنے دیکھنا دین کی جانب اشارہ ہے۔جس قدر قمیص لمبی اور بڑی دیکھے گا اسی قدر دین اور عمل صالح کی زیادتی کی جانب اشارہ ہوگا۔(جلد۲۰صفحہ ۳۹۵)

❼ شاداب باغیچے کی تعبیر بھی دین اسلام سے ہے کبھی ہرے بھرے باغ کی تعبیر علمی کتابوں سے بھی ہوتی ہے۔(جلد۱۲صفحہ ۳۹۷)

❽ عورتوں کا دیکھنا حصول دنیا اور کبھی وسعت رزق کی جانب اشارہ ہوتا ہے۔(جلد۱۲صفحہ ۴۰۰)

بسا اوقات عورتوں کا دیکھنا اور اس سے لطف و حظ حاصل کرنا یہ شیطانی خواب ہوتا ہے اس کی کوئی تعبیر نہیں جیسا کہ عموماً نئی عمر والوں کو ہوتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے خواب میں مجھ کو دیکھا پس اس نے مجھ ہی کو دیکھا۔ شیطان میری صورت میں نہیں آ سکتا۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا تحقیق اس نے مجھے بیداری میں دیکھا۔ (دارمی، کنز جلد ۱۹ صفحہ ۲۷۴)

ابوبکر اصفہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ سعید بن قیس رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میری زیارت خواب میں کرے گا دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔

(منتخب الکلام ابن سیرین جلد ۱ صفحہ ۵۷)

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ جو روحوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر جسموں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر قبروں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر درود پڑھے گا وہ مجھے خواب میں دیکھے گا اور جو مجھے خواب میں دیکھے گا قیامت میں دیکھے گا اور جو مجھے قیامت میں دیکھے گا میں اس کی سفارش کروں گا اور جس کی میں سفارش کروں گا وہ میری حوض سے پانی پئے گا اور اللہ جل شانہ اس کے بدن کو جہنم پر حرام فرما دیں گے۔

(القول البدیع للسخاوی صفحہ ۴۳، فضائل درود صفحہ ۵۱)

فائدہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنا بڑی مبارک بات ہے۔ ہر مؤمن بندہ کو اس امر عظیم کا اشتیاق رہتا ہے کتنے ایسے برگزیدہ بندے ہوئے جو تمنا لئے اس دنیا سے رخصت ہو گئے مگر ان کو یہ دولت میسر نہیں آئی۔ خیال رہے کہ خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہونا ضرور ایک اچھی اور قابل رشک و تعریف کی بات ہے مگر نہ ہونا دین کے نقص اور خلل کی بات نہیں۔

خواب میں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شکل مبارک میں دیکھا ہے جو احادیث پاک میں مذکور ہے تو حقیقتاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو دیکھا۔ اگر کچھ معمولی فرق کے ساتھ دیکھا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل ہے۔ ایسے خواب کو اضغاث خوابہائے پریشان میں داخل نہیں کیا جائے گا۔ (فتح جلد ۱۲ صفحہ ۳۸۶)

اگر ایسی حالت میں دیکھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تھی تو یہ دیکھنے والے کا قصور ہے۔ مثلاً خلاف سنت لباس میں دیکھا۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا جس حالت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا بشارت خواب کا

مستحق ہوگا۔ (فتح صفحہ ۳۸۸)

اگر آپ ﷺ کو خلاف سنت و شرع حکم کرتے ہوئے دیکھا تو یہ دیکھنے والے کا قصور ہے اور خوابی حکم۔ ظاہری اصول شرع کے مطابق خلاف سنت یا خلاف شرع رہے گا۔ مثلاً حکم کرتا دیکھا کہ کوٹ پتلون یا فلاں کو قتل کر دو یا شراب پیو تو اس پر عمل کرنا درست نہ ہوگا۔ یہ دراصل اس کے خیالات کا آئینہ ہے جو متصور ہوا ہے۔

(فتح الباری صفحہ ۳۸۶)

خواب سے احکام شرعیہ ثابت نہیں ہوتے۔ (فتح جلد ۱۲ صفحہ ۳۸۸)

مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ کو غیر معروف صفت پر دیکھنے والا بھی آپ ہی کو دیکھنے والا ہے۔ (جلد ۱۲ صفحہ ۲۳۱)

بعض اہل علم کی رائے ہے کہ جس نے آپ ﷺ کو خواب میں دیکھا وہ بعد الموت آپ ﷺ کے مخصوص دیدار مبارک سے نوازا جائے گا۔ (جلد ۱۲ صفحہ ۳۸۵)

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ جس نے آپ ﷺ کو مسکراتا دیکھا اسے اتباع سنت کی توفیق ہوگی۔ (جمع صفحہ ۲۳۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ جس نے خواب میں مجھ کو دیکھا اس نے حقیقتاً مجھ ہی کو دیکھا۔ اس لئے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔ (شمائل صفحہ ۳۰)

فائدہ: حق تعالیٰ جل شانہ نے جیسا کہ عالم حیات میں حضور اقدس ﷺ کو شیطان کے اثر سے محفوظ فرما دیا تھا ایسے ہی وصال کے بعد بھی شیطان کو یہ قدرت مرحمت نہیں فرمائی کہ وہ آپ ﷺ کی صورت بنا سکے۔

(خصائل صفحہ ۳۸۷)

کلیب رحمہ اللہ تعالیٰ یہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کا ارشاد مبارک سنایا جو مجھے خواب میں دیکھے وہ حقیقتاً مجھ ہی کو خواب میں دیکھتا ہے۔ اس لئے کہ شیطان میرا شبیہ نہیں بن سکتا۔ کلیب رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں میں نے اس حدیث کا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تذکرہ کیا اور یہ بھی کہا کہ مجھے خواب میں زیارت ہوئی ہے۔ اس وقت حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خیال آیا میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا کہ میں نے اس خواب کی صورت کو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صورت کے بہت مشابہ پایا۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کی تصدیق فرمائی کہ واقعی حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے بہت مشابہ تھے۔ (جلد ۲ صفحہ ۳۸۹)

علامہ مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور فرشتوں کی شکل میں شیطان

نہیں آ سکتا۔ (جمع صفحہ ۲۳۴)

فائدہ: بعض روایات میں آیا ہے کہ سینہ اور اس کے اوپر کا حصہ بدن کا تو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھا اور بدن کا نیچے کا حصہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ زیادہ تھا۔ (خصائل صفحہ ۳۸۸)

زیارت متبرک کے کچھ فوائد وتعبیرات

جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اس کے صلاح وکمال دین کی علامت ہے۔

حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھنا صلاح تقویٰ اور کمال مرتبہ اور فلاح کی علامت ہے۔

(فتح الباری جلد۱۲ صفحہ ۳۸۷)

جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں مسکراتا ہوا دیکھا اسے اتباع و احیاء سنت کی بیش بہا دولت ملے گی۔

جس نے آپ کو غصہ وغیظ کی حالت میں دیکھا اس کے دین میں نقصان یا اس سے دین میں نقصان کی علامت ہے۔ "اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ" (جمع صفحہ ۲۳۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنا اسلام پر موت اور آخرت میں ملاقات اور زیارت کی علامت ہے۔

(جمع صفحہ ۲۳۲)

جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھے گا مرنے کے بعد اسے خصوصی ملاقات زیارت کا شرف ملے گا۔

(فتح الباری جلد۱۲ صفحہ ۳۸۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت قیامت میں شفاعت وسفارش کی علامت ہے۔ (القول البدیع صفحہ ۴۳)

ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ اگر مدیون آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرے گا تو قرضہ ادا ہوگا۔ مریض زیارت کرے گا تو مرض سے شفا پائے گا۔ اگر ظلم کے مقام میں دیکھے گا تو عدل وانصاف کا زمانہ آئے گا۔ اگر جنگ کے موقع پر دیکھے تو غلبہ کی علامت ہے۔ (منتخب الکلام جلد ۱ صفحہ ۵۷)

خواب میں زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حصول کا بیان

شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ترغیب اہل السعادۃ میں لکھا ہے کہ شب جمعہ میں دو رکعت نفل نماز ادا کرے۔ ہر رکعت میں گیارہ بار آیۃ الکرسی اور گیارہ بار قل ھو اللہ اور سو بار درود شریف سلام کے بعد پڑھے۔ انشاء اللہ تین جمعہ گزرنے نہ پائیں گے کہ زیارت نصیب ہوگی۔ درود شریف یہ ہے۔

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ"

اسی طرح شیخ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے لکھا ہے کہ جو شخص دو رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد للہ کے بعد پچیس مرتبہ قل ہو اللہ اور سلام کے بعد یہ درود شریف ہزار مرتبہ پڑھے زیارت نصیب ہوگی وہ یہ ہے:

"صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ"

شیخ نے لکھا ہے ۷۰ مرتبہ سوتے وقت اس درود شریف کے پڑھنے کی وجہ سے زیارت نصیب ہوتی ہے۔

"اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بَحْرِ اَنْوَارِكَ وَمَعْدِنِ اَسْرَارِكَ وَلِسَانِ حُجَّتِكَ وَعُرُوْسِ مَمْلَكَتِكَ وَاِمَامِ حَضْرَتِكَ وَطِرَازِ مُلْكِكَ وَخَزَآئِنِ رَحْمَتِكَ وَطَرِيْقِ شَرِيْعَتِكَ الْمُتَلَذِّذِ بِتَوْحِيْدِكَ اِنْسَانِ عَيْنِ وُجُوْدِكَ السَّبَبِ فِيْ كُلِّ مَوْجُوْدٍ عَيْنِ اَعْيَانِ خَلْقِكَ الْمُتَقَدِّمِ مِنْ نُوْرِ ضِيَاءِكَ صَلٰوةً تَدُوْمُ بِدَوَامِكَ وَتَبْقٰى بِبَقَاءِكَ لَا مُنْتَهٰى لَهَا دُوْنَ عِلْمِكَ صَلٰوةً تُرْضِيْكَ وَتُرْضِيْهِ وَتَرْضٰى بِهَا عَنَّا يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ" (فضائل درود صفحہ ۵۲)

علامہ دمیری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے حیاۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے بعد باوضو ایک پرچہ پر محمد رسول اللہ احمد رسول اللہ پینتیس مرتبہ لکھے اور اس پرچہ کو اپنے ساتھ رکھے۔

اللہ جل شانہ اس کو طاعت پر قوت عطا فرماتے ہیں برکت میں مدد فرماتے ہیں۔ شیاطین کے وساوس سے حفاظت فرماتے ہیں اور اگر اس پرچہ کو روزانہ طلوع آفتاب کے بعد درود شریف پڑھتے ہوئے غور سے دیکھتا رہے تو نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی زیارت خواب میں بکثرت ہوا کرے گی۔ (فضائل درود شریف صفحہ ۵۳)

علامہ سخاوی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے قول بدیع میں بیان کیا ہے کہ جو اس درود شریف کو پڑھے گا خواب میں پیغمبر عَلَیْہِ السَّلَامُ کو دیکھے گا۔

"اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا اَمَرْتَنَا اَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا هُوَ اَهْلُهٗ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى لَهٗ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِى الْاَرْوَاحِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِى الْاَجْسَادِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى قَبْرِ مُحَمَّدٍ فِى الْقُبُوْرِ" (صفحہ ۱۳۰)

خواب کے (سلسلے میں) چند آداب کا بیان

❶ اچھے خوابوں کو پسند کرنا اور اس سے خوش ہونا۔

❷ بڑوں کا چھوٹے سے خواب معلوم کرنا۔

۳ مسجد میں خواب معلوم کرنا۔

۴ مسجد میں خواب کی تعبیر دینا۔

۵ تعبیر دیتے وقت دعاء ماثورہ کا پڑھنا۔

۶ فجر کے بعد خواب کی تعبیر دینا۔

۷ خواب کی کسی صالح صائب الرائے اہل تعبیر سے تعبیر لینا۔

۸ خواب صالح یا اہل محبت سے ذکر کرنا۔

۹ اچھے خواب پر الحمد للہ کہنا۔

۱۰ برے خواب پر تعوذ پڑھنا۔

۱۱ پریشان کن خواب پر نماز پڑھنا۔

۱۲ پریشان کن اور برے خواب کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔

تکیہ کے متعلق آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا بیان

تکیہ کا استعمال سنت ہے

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور اقدس ﷺ کو ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا جو بائیں جانب تھا۔ (ترمذی صفحہ ۱۰۱)

فائدہ: تکیہ دائیں جانب یا بائیں جانب ہر ایک صورت جائز ہے۔ (جمع الوسائل)

مہمان کو تکیہ پیش کرنا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں آپ ﷺ کے سامنے میرے روزہ کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ تشریف لائے میں نے آپ کو تکیہ پیش کیا۔ (مختصراً بخاری صفحہ ۹۲۸)

فائدہ: علامہ طیبی نے بیان کیا ہے کہ مہمان کا اکرام تکیہ سے ہو۔ یعنی تکیہ پیش کرنا اس کی تکریم میں داخل ہے۔ (حاشیہ ترمذی جلد۲ صفحہ ۱۰۲)

گھر میں تکیہ لگا کر بیٹھنا

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نبی پاک ﷺ کے گھر میں آیا تو آپ کو تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا۔ آپ ﷺ گھر میں کبھی آرام کے لئے تکیہ لگا کر بیٹھ جاتے تھے۔

(اسوۂ رسول بحوالہ زاد المعاد صفحہ ۱۱۴، شعب الایمان صفحہ ۱۹۵)

کسی کو تکیہ پیش کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا تین چیزوں سے انکار نہیں کیا جاتا۔ ① تکیہ ② تیل ③ دودھ۔ بعض روایتوں میں تیل کے بجائے خوشبو ہے۔ (ترمذی جلد۳ صفحہ ۱۰۲)

فائدہ: چونکہ ان اشیاء میں گرانی یا تکلیف کا احساس نہیں ہوتا اور عموماً رائج بھی ہیں اور اکرام کے طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے۔ اس زمانہ میں دودھ کی چونکہ فراوانی تھی اس کا ہدیہ پیش کرنا رائج تھا اب اس زمانہ میں چائے کو اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔

بالوں والا تکیہ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے بالوں والے تکیہ پر ٹیک لگایا تھا جس کا بھراؤ

کھجور کی چھال سے تھا۔ (مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۳۷۳)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ کھال سے بالوں کو دور نہیں کیا گیا تھا ایسے ہی کھال کے تکیہ پر آپ آرام فرماتے۔

چمڑے کا تکیہ سنت ہے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ حضور پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا تکیہ چمڑے کا تھا جس پر آپ لیٹے ہوئے تھے اور اس کا بھراؤ کھجور کی چھال سے تھا۔

فَائِدَہ: عرب میں روئی کے بجائے اسی کا بھراؤ ہوتا تھا جو سخت ہوتا تھا روئی کی طرح نرم آرام دہ نہیں ہوتا تھا۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۹۳)

تکیہ کا بھراؤ گھاس سے

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا کہ حضرت فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو جو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے تکیہ دیا تھا وہ چمڑے کا تھا اور اس کا بھراؤ گھاس اذخر سے تھا۔ (مسند احمد بن حنبل)

فَائِدَہ: کس قدر زہد اور سادگی کی بات ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے لاڈلی بیٹی کو جو تکیہ دیا اس میں بجائے روئی یا اون کے گھاس تھا اس میں ترغیب ہے کہ امت عیش و تنعّم میں نہ پڑے۔ دنیا ایک گزرگاہ ہے نہ کہ آرام گاہ کہ یہاں تنعّم کی شکلوں میں پڑے۔

سونے کے وقت تکیہ کا استعمال

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر گھر میں (میمونہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے) داخل ہوئے۔ اپنے سر مبارک کو تکیہ پر رکھا جس کا بھراؤ چھال سے تھا۔ (مسند احمد صفحہ ۳۶۹)

فَائِدَہ: سونے اور بیٹھنے کے وقت تکیہ کا استعمال آپ سے ثابت ہے۔

مجلس میں تکیہ پر ٹیک لگا کر بیٹھنا

شہاب بن عباد العصری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی بیان کرتے ہیں کہ وفد عبد القیس کے بعض حاضرین کو انہوں نے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب ہم لوگ حاضر ہوئے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے مجلس میں تشریف فرما تھے اور اسی طرح ٹیک لگائے رہے۔ (ادب المفرد نمبر ۱۱۹۸)

فَائِدَہ: عالم اور مقتداء کے لئے گنجائش ہے کہ مجلس میں ٹیک لگا کر بیٹھے یہ عجب و کبر کی بات نہیں۔ نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے جو طریقہ منقول ہے وہ اس سے محفوظ ہے

تکیہ پیش کرنے کا ثواب

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی

خدمت میں تشریف لائے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تکیہ کا سہارا لگائے بیٹھے تھے۔ انہوں نے تکیہ ان کی خدمت میں پیش کر دیا تو حضرت سلمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا۔ "اَللّٰہُ اَکْبَرُ صَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ"، تو حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا اے ابوعبداللہ حدیث پیش کرو۔ تو انہوں نے کہا میں حضور پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ تکیہ کا سہارا لگائے تشریف فرما تھے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے تکیہ میری جانب ڈال دیا۔ پھر فرمایا اے سلمان نہیں ہے یہ بات کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان کے پاس داخل ہو اور اسے اکراماً تکیہ پیش کرے مگر یہ کہ اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۵۶۹)

چادر یا کسی کپڑے کا تکیہ بنا کر ٹیک لگانا

قبیلہ مراد کے ایک صاحب جن کو صفوان بن عسال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہا جاتا ہے وہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس تشریف لائے تو آپ اپنی لال دھاری دار چادر کا تکیہ بنائے ٹیک لگائے تشریف فرما تھے۔ (سیرۃ شامی جلد ۷ صفحہ ۲۴۱)

حضرت خباب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کعبہ کے سایہ میں اپنی چادر پر ٹیک لگائے تشریف فرما تھے۔ (ابن ابی شیبہ، سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۲۴۱)

فَائِدَہ: اگر تکیہ نہ ہوتا تو آپ کبھی چادر وغیرہ کا بھی تکیہ بنا کر سہارا اور ٹیک لگا لیا کرتے۔ مزید یہ کہ ضرورت کی بناء پر مسجد میں بھی تکیہ یا کسی کپڑے کے سہارے ٹیک لگا کر بیٹھا جا سکتا ہے۔

مرض کی وجہ سے انسان کا سہارا لے کر چلنا

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بیمار تھے۔ حضرت اسامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سہارے آپ باہر تشریف لائے۔ (شمائل صفحہ ۱۰)

فَائِدَہ: ضعف اور نقاہت کی وجہ سے تنہا چلنے سے قاصر تھے اس لئے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت اسامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا سہارا لیا عذر کی وجہ سے آدمی کے سہارے آنا مسنون ہے۔

مہمان کے سامنے تکیہ لگانا

حضرت عدی بن حاتم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آپ مجھے لے کر کھڑے ہوئے اور گھر تشریف لائے خادمہ نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو تکیہ پیش کیا۔ (سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۵۶۹)

سرمہ کے متعلق آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا بیان

سونے سے قبل سرمہ لگانا مسنون ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سونے سے قبل اثمد کا سرمہ تین تین مرتبہ ہر آنکھ میں لگاتے۔ (شمائل ترمذی صفحہ۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جب بستر پر تشریف لے جاتے تو دونوں آنکھوں میں تین تین مرتبہ سرمہ ڈالتے۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۵۴۸)

ہر آنکھ میں تین سلائی مسنون ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ آپ ﷺ کے پاس سرمہ دانی تھی جس سے آپ ﷺ سونے کے وقت تین سلائی ایک آنکھ میں لگاتے تھے۔ (شمائل ترمذی صفحہ۵)

فائدہ: فائدہ ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ سونے سے قبل لگانا سنت ہے۔ دن میں نہیں کہ آنکھ کی حفاظت کے لئے ہے تزئین کے لئے نہیں ہے۔ اسی وجہ سے امام مالک نے سرمہ کو علاجاً اور دواءً کے علاوہ مکروہ قرار دیا ہے۔

(جمع الوسائل جلد ا صفحہ ۱۰۵)

اور دونوں آنکھوں میں تین تین سلائی سنت ہے۔

سرمہ طاق عدد میں لگائے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ طاق عدد میں سرمہ لگاتے تھے۔ (مجمع جلد ۵ صفحہ ۹۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو سرمہ لگائے وہ طاق عدد میں لگائے۔ ایسا کرے تو بہتر ہے ورنہ کوئی حرج نہیں (یعنی واجب نہیں کہ گناہ ہو)۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۵۰)

فائدہ: ہر کام میں طاق کی رعایت بہتر اور مسنون ہے۔ اللہ طاق ہے۔ طاق کو پسند فرماتا ہے۔

بائیں آنکھ میں دو بھی مسنون ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب سرمہ لگاتے تو دائیں آنکھ میں تین مرتبہ اور بائیں آنکھ میں دو مرتبہ لگاتے تاکہ طاق عدد ہو جائے۔ (مجمع جلد ۵ صفحہ ۹۹، شعب الایمان جلد ۵ صفحہ ۲۱۹)

فَائِدَہ: کبھی ایسا بھی آپ کرتے دونوں آنکھوں کو ملا کر طاق کا لحاظ فرماتے۔ لہٰذا تین دائیں میں اور دو بائیں میں لگاتے جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔ اور کبھی ہر آنکھ میں ملحوظ رکھتے تو ہر ایک میں تین تین سلائی لگاتے۔ دونوں طریقے آپ سے منقول ہیں۔ البتہ اول طریقہ افضل ہے کہ وہ اکثر معمول رہا اور صحاح سے ثابت ہے۔

ہر آنکھ میں دو دو سلائی اور ایک مشترک

ابن سیرین رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے آپ ﷺ کے سرمہ لگانے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ دائیں میں دو سلائی پھر بائیں میں دو سلائی لگاتے پھر ایک سلائی دائیں اور بائیں دونوں میں مشترک لگاتے۔ (شعب الایمان جلد ۵ صفحہ ۲۱۹)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ طاق عدد میں سرمہ لگاتے اس کی تشریح میں ابن سیرین رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ہر آنکھ میں دو دو سلائی لگاتے پھر ایک دونوں میں مشترک لگاتے۔ (شعب الایمان جلد ۵ صفحہ ۲۱۹)

سرمہ لگانے کے تین مسنون طریقے

آپ ﷺ سے سرمہ لگانے کے متعلق تین طریقے منقول ہیں۔

1. دونوں آنکھوں میں تین تین سلائی لگائے۔
2. دائیں میں تین اور بائیں میں دو سلائی۔
3. دونوں آنکھوں میں دو دو لگائے پھر ایک دونوں آنکھوں میں مشترک۔

اسی طرح اس کا بھی اختیار ہے۔ کہ پہلے ایک آنکھ میں مقدار مسنون لگائے پھر دوسری آنکھ میں لگائے۔ یا ایک مرتبہ دائیں میں لگائے پھر بائیں میں لگائے پھر دائیں میں پھر بائیں میں۔ علامہ مناوی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے ذکر کیا ہے کہ بہتر تیسرا طریقہ ہے کہ اس میں دائیں سے ابتدا و انتہا ہے۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۰۳، ۱۰۴)

آپ ﷺ کا پسندیدہ سرمہ

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ اثمد کا سرمہ آپ ﷺ سونے سے قبل تین سلائی ڈالا کرتے تھے۔ (شمائل صفحہ ۵)

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اثمد کا سرمہ ضرور ڈالا کرو۔ نگاہ کو روشن کرتا ہے اور پلکیں بھی خوب اگاتا ہے۔ (شمائل صفحہ ۵)

فَائِدَہ: حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ہی کی روایت شمائل میں ہے۔ اثمد بہترین سرمہ ہے۔ اثمد ایک

خاص سرمہ کا نام ہے۔ بعض اکابر اس سے اصفہانی سرمہ مراد لیتے ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد تندرست آنکھوں والے اور وہ لوگ ہیں جن کو موافق آ جائے۔ ورنہ مریض کی آنکھ اس سے زیادہ دکھنے لگتی ہے۔۔

(خصائل نبوی صفحہ ۴۵، شرح مناوی جلد ا صفحہ ۱۰۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کالا سرمہ ہوتا تھا۔

(سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۵۴۸)

سرمی دانی سنت ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے وقت تین مرتبہ سرمہ لگاتے تھے۔ (شمائل صفحہ ۵)

سفر میں سرمہ کا اہتمام اور سرمہ دانی ساتھ رکھنا مسنون ہے

حضرت ام سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر فرماتے تو سرمہ دانی اور آئینہ ساتھ رہتا۔

(سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۵۴۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ پانچ چیزیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نہ سفر میں نہ حضر میں چھوڑتے تھے۔ آئینہ، سرمہ دانی، کنگھی، تیل، مسواک۔ (طبرانی، بیہقی، سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۵۴۵)

فائدہ: سفر میں ان چیزوں کا ساتھ رکھنا مسنون ہے۔ ایک روایت میں قینچی اور ایک روایت میں کھجانے کی لکڑی بھی ہے۔

انگوٹھی کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا بیان

انگوٹھی سنت ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انگوٹھی بنوائی اور اس پر نقش کرایا۔

(بخاری جلد۲ صفحہ ۸۷۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انگوٹھی بنوائی اور اس پر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نقش کرایا۔ (نسائی جلد۲ صفحہ ۲۸۸)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اس جیسا نقش کرانے سے منع فرما دیا تھا۔

(نسائی جلد۲ صفحہ ۲۹۰)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی صلح حدیبیہ کے بعد بنوائی تھی۔ منع کرنے کی وجہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر دوسروں سے مخلوط نہ ہو جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کیسی تھی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ بھی اسی سے تھا۔ (بخاری صفحہ ۸۷۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چاندی کی انگوٹھی تھی جس کا نگینہ حبشی تھا۔ (ابوداؤد صفحہ ۵۷۹)

فائدہ: ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح شمائل میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد انگوٹھیاں تھیں۔

(جمع صفحہ ۱۴)

یعنی ایک چاندی کی تھی جس کا نگینہ بھی چاندی ہی کا تھا اور ایک چاندی ہی کی تھی مگر اس کا نگینہ حبشی تھا۔

حبشی کا مطلب

نگینہ کے حبشی ہونے کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حبشی پتھر کا ہو جو یمن سے آتا تھا یا یہ کہ اس کا بنانے والا حبشی ہو۔ (فتح جلد۱۰ صفحہ ۳۲۲)

بعضوں نے یہ بھی کہا کہ آپ ﷺ کی انگوٹھی کا نگینہ عقیق پتھر کا تھا جو کالے رنگ کا تھا۔
(جمع الوسائل صفحہ ۱۳۸)

اس اعتبار سے چاندی کے حلقہ میں عقیق پتھر کا نگینہ مسنون ہوگا۔ عقیق پتھر کے بہت فوائد ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھی عقیق پتھر کی انگوٹھی تھی۔ (عمدۃ القاری جلد ۲۲ صفحہ ۳۴)

انگوٹھی کا حکم

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے انگوٹھی اور جوتے کا حکم دیا گیا ہے۔ (طبرانی، مجمع جلد ۵ صفحہ ۱۴۱)

فائدہ: یہ حکم وجوبی نہیں کہ اسے واجب سمجھا جائے بلکہ استحبابی طور پر تھا۔

انگوٹھی کے متعلق فقہاء کی رائے

انگوٹھی کے متعلق محققین علماء کی رائے یہ ہے کہ قاضی اور جن کو مہر لگانے کی ضرورت ہو اس کو پہننے کی اجازت ہے۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۳۹)

بعضوں نے غیر سلطان کے لئے انگوٹھی خلاف اولیٰ لکھا ہے۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۴۰)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے انگوٹھی کو مندوب مانا ہے۔ (جلد ۱۰ صفحہ ۱۳۹)

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ اگر مہر لگانے کی ضرورت نہ ہو اور زینت کے طور پر پہنے تو نہی میں داخل نہ ہوگا۔ یعنی بلا مہر کی ضرورت کے محض زینت کے طور پر بھی اجازت ہے۔ (صفحہ ۱۴۸)

مگر حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے زینت کے طور پر پہننے کو خلافِ اولیٰ لکھا ہے۔ (جلد ۱۰ صفحہ ۳۲۵)

خود حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو سلطان یا حکومت کے کسی عہدہ پر نہیں تھے ان سے انگوٹھی ثابت ہے۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس سے معلوم ہوا کہ غیر حاکم کے لئے بھی اجازت ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے خود لکھا ہے کہ حضرات صحابہ و تابعین جو سلطنت اور حکومت کے عہدے پر نہیں تھے انگوٹھی پہنتے تھے۔ (فتح جلد ۱۰ صفحہ ۳۲۵)

انگوٹھی پر محمد رسول اللہ (ﷺ) نقش تھا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی اور اس پر محمد رسول اللہ (ﷺ) نقش کرایا اور فرمایا کہ میں نے ایک انگوٹھی بنوائی جس میں محمد رسول اللہ (ﷺ) نقش کرایا ہے کوئی اس طرح نقش نہ کرائے۔ (بخاری صفحہ ۸۷۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بھی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس جیسا نقش کرانے سے

منع کرادیا تھا۔ (نسائی صفحہ ۲۹۰)

فائدہ: حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تین سطر میں لکھا تھا۔ نیچے اوپر کی کوئی تصریح منقول نہیں۔ ابن بطال کے حوالے سے حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے جس طرح سہولت ہو نقش کیا جا سکتا ہے۔ البتہ دو تین سطر میں ہونے سے مربع یا گول ہونا آسان ہوگا۔ محدث ابوالشیخ کی ایک روایت بواسطہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کے حبشی نگینہ پر "لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ" کندہ تھا۔ (فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۳۲۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو انگوٹھی پر محمد رسول اللہ نقش کرانے سے منع فرمایا تھا۔ اس وجہ سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس انگوٹھی سے خطوط وفرامین پر مہر لگاتے تھے۔ تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر دوسروں کی مہر کے ساتھ مخلوط نہ ہو جائے۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۵۳، خصائل صفحہ ۸۳)

احتمال تھا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کمال اتباع کے شوق میں یہی نقش اپنی اپنی انگوٹھیوں پر کندہ نہ کرالیں۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا تھا۔ علامہ مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح شمائل میں زین الدین عراقی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول بیان کیا ہے کہ یہ ممانعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ساتھ خاص تھی۔

(جمع صفحہ ۱۵۳)

لہٰذا اس زمانہ میں محمد رسول اللہ کا نقش برکۃً درست ہوگا۔ البتہ علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ جس کا نام محمد ہو وہ یہ نقش نہ کرائے۔ (جمع الوسائل)

ممکن ہے انہوں نے ایہام اور بے ادبی کے پیش نظر منع کیا ہو۔ البتہ اپنے نام کو نقش کرانا درست ہے۔ اسی طرح اپنے والد کے نام کو بھی نگینہ پر کھدوا سکتا ہے۔ (جمع جلد ا صفحہ ۱۴۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی کیوں بنوائی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر عرب (بادشاہوں اور قوم کے ذمہ داروں) کی جانب خطوط لکھنے کا ارادہ کیا تو کہا گیا کہ وہ کوئی خط جس پر مہر نہ ہو قبول نہیں کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی ایک انگوٹھی جس پر محمد رسول اللہ لکھا تھا بنوائی (حضرت انس فرماتے ہیں) گویا میں اس کی چمک (آج بھی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی میں دیکھ رہا ہوں۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۷۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل روم کو (دعوت اسلام کا) خط لکھنا چاہا۔ تو آپ سے کہا گیا کہ وہ لوگ کوئی خط جس پر مہر نہ ہو نہیں پڑھتے تو آپ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی جس پر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نقش تھا۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۷۳)

عرب میں انگوٹھی کا رواج نہیں تھا اس لئے آپ ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے انگوٹھی استعمال نہیں کی اس ضرورت کی وجہ سے آپ ﷺ نے انگوٹھی بنوائی اس کے بعد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی استعمال کرنا شروع کیا۔ اسی وجہ سے بعض حضرات نے صرف حاکم، سربراہ قوم جن کو خطوط وفرامین کے ارسال کی ضرورت پڑتی ہے اور حکومتی اور انتظامی طور پر جن کے فرامین کی اہمیت ہوتی ہے۔ انگوٹھی کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ ابوریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے غیر حاکم کے لئے انگوٹھی کو ممنوع قرار دیا ہے۔ (ابوداؤد، طحاوی جلد۲ صفحہ ۳۵۳)

حافظ نے فتح الباری کے اس حکم کو منسوخ مانا ہے۔ چنانچہ حضرات صحابہ و تابعین کی ایک جماعت نے باوجودیکہ وہ سلطان یا حکومت کے عہدہ پر نہیں تھے انگوٹھی کا استعمال کیا ہے۔ چاندی کی انگوٹھی محض تزئین کے لئے پہنی جائے وہ نہی میں داخل نہیں۔ (فتح الباری جلد۱۰ صفحہ ۳۲۵)

انگوٹھی کس ہاتھ میں پہننا سنت ہے

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے۔
(ابوداؤد صفحہ ۵۸۰)

حماد بن مسلمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن رافع رحمۃ اللہ تعالیٰ کو داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنے دیکھا میں نے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنے دیکھا اور وہ یہ کہتے تھے کہ حضور اقدس ﷺ داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ (شمائل صفحہ ۸)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو دیکھا انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے۔ (شمائل ترمذی صفحہ ۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔
(شمائل صفحہ ۸)

فائدہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ و اہل مدینہ کے ایک جم غفیر سے دائیں ہاتھ میں پہننا مروی ہے۔ اس کے مقابل بائیں ہاتھ میں پہننے کی بھی بکثرت روایات ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔
(ابوداؤد شریف صفحہ ۵۸۰)

فائدہ: چونکہ آپ ﷺ سے دونوں ہاتھوں میں پہننا ثابت ہے اس لئے علماء نے دونوں طریقوں کو اختیار

کیا ہے۔

دائیں کے متعلق علماء کے اقوال

حضرات شوافع رحمہم اللہ تعالیٰ نے دائیں ہاتھ کو افضل اور راجح مانا ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۲۲ صفحہ ۳۷)

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے اصح مافی الباب، باب میں سب سے زیادہ صحیح اور راجح قرار دیا ہے۔ (جمع صفحہ ۱۵۰)

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی اسے راجح قرار دیتے ہیں۔ (خصائل صفحہ ۸۲)

حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ اکثر احوال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دایاں ثابت ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے دائیں والے مذہب کو مختار مانا ہے۔ (جمع الوسائل)

حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ دائیں کو اس وجہ سے بھی ترجیح حاصل ہوگی کہ بایاں آلہ استنجاء ہے نجاست کے تلوث اور بے ادبی کا گمان نہ رہے گا۔ (جلد ۱۰ صفحہ ۳۲۷)

علامہ مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی کہا ہے کہ استنجاء وغیرہ سے تلوث کا احتمال نہیں رہتا۔ (جمع صفحہ ۱۵۰) لہٰذا دایاں بہتر ہے۔

بائیں ہاتھ کے متعلق علماء کے اقوال

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اجناس کے حوالہ سے لکھا ہے کہ احناف کے یہاں ہے کہ بائیں ہاتھ کی خنصر میں پہنے اور کسی میں نہ پہنے۔ (عمدۃ جلد ۲۲ صفحہ ۳۷)

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی بائیں کو مستحب قرار دیا ہے۔ فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو مساوی کہا ہے۔ (عمدۃ جلد ۲۲ صفحہ ۳۷)

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی یہی دونوں قول لکھے ہیں۔ علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دونوں میں بلا کراہت جائز لکھا ہے۔ قہستانی میں ہے دایاں روافض کا شعار ہو گیا۔ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ پہلے تھا اب نہیں ہے۔ (خصائل صفحہ ۸۰)

اس سلسلے میں سب سے بہتر حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ کی بات ہے اگر مہر لگانے کے لئے ہو تو بایاں، زینت کے طور پر ہو تو دایاں۔ (فتح جلد ۱۰ صفحہ ۳۲۷)

انگوٹھی کس انگلی میں سنت ہے

حضرت صلت بن عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ دائیں ہاتھ کی سب سے چھوٹی انگلی میں پہنا کرتے تھے انہوں نے کہا میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اسی ہاتھ میں پہنتے دیکھا۔ مجھے یہ خیال ہے کہ وہ کہا

کرتے تھے کہ اسی طرح آپ ﷺ بھی پہنا کرتے تھے۔ (ابوداؤد، شمائل صفحہ ۸ فتح)

فائدہ: جس طرح یہ اختلاف ہے کہ آپ ﷺ دائیں میں پہنتے تھے یا بائیں ہاتھ میں اسی طرح یہ بھی اختلاف ہے کہ آپ ﷺ دائیں کی چھوٹی انگلی میں پہنا کرتے تھے یا بائیں کی چھوٹی انگلی میں۔ حضرت صلت بن عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت سے دائیں کی چھوٹی انگلی میں پہننے کا پتا چلتا ہے۔ اور امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ثابت کے واسطے سے جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت پیش کی ہے اس میں ہے کہ آپ ﷺ بائیں کی چھوٹی انگلی میں پہنا کرتے تھے۔ علامہ بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ایک توجیہ شرح السنہ میں یہ کی ہے جو گزری کہ اولاً دائیں میں پھر آپ نے بائیں میں اختیار کیا تھا۔ (فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۳۲۷)

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے الخاتم فی الخنصر باب قائم کر کے اشارہ کیا ہے کہ انگوٹھی سب سے چھوٹی انگلی میں سنت ہے۔ عمدۃ القاری میں ہے کہ خنصر کے علاوہ میں مکروہ ہے۔ (جلد ۲۲ صفحہ ۳۷)

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ کنارے میں رہنے کی وجہ سے تلوث نہ ہوگا۔ (جلد ۲۲ صفحہ ۳۵)

ایک حکمت یہ بھی ہے کہ چھوٹی ہونے کی وجہ سے مؤنۃ (صرفہ) بھی کم آئے گا۔ یعنی خرچ۔

انگوٹھی کس انگلی میں خلاف سنت ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے اس انگلی میں انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا ہے پھر بیچ کی انگلی اور شہادت کی انگلی کی طرف اشارہ کیا۔ (نسائی صفحہ ۲۸۹)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ان دونوں میں پہننا ممنوع ہے باقی ابہام میں موزوں نہیں۔ اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں منع بھی وارد ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۵۹)

خنصر اور بنصر میں سے جس میں چاہے پہنے۔ تاہم دائیں کو اولیت اور راجحیت حاصل ہے جیسا کہ گزرا۔ البتہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت جو ابن ماجہ میں ہے کہ مجھے رسول پاک ﷺ نے خنصر اور ابہام میں پہننے سے منع فرمایا ہے۔ اس کا جواب شارحین نے یہ دیا ہے کہ دونوں میں جمع کرنا مراد ہے یا کسی خاص سبب سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ نے منع فرمایا۔ (حاشیہ ابن ماجہ صفحہ ۲۵۹)

ورنہ تو خنصر میں پہننا صحاح سے ثابت ہے۔

فائدہ: علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عمدۃ القاری میں ذکر کیا ہے کہ خنصر کے علاوہ میں مکروہ اور خلاف سنت ہے۔ (جلد ۲۲ صفحہ ۳۷)

پیتل، اسٹیل اور لوہے کی انگوٹھی ممنوع ہے

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس پر پیتل کی انگوٹھی تھی۔ آپ نے فرمایا کیا بات ہے میں بت کی بوتم میں پاتا ہوں۔ چنانچہ اس نے اسے پھینک دیا پھر آیا اور اس پر لوہے کی انگوٹھی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بات ہے تم پر میں جہنمیوں کا زیور پاتا ہوں۔ چنانچہ اس نے اسے بھی پھینک دیا اور پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کس کی انگوٹھی بنواؤں۔ آپ نے فرمایا چاندی کی بنواؤ۔ سونا نہ شامل کرنا۔ (ابوداؤد صفحہ ۵۸۰)

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سونے کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو کراہت محسوس کی انہوں نے نکال ڈالا۔ پھر انہوں نے لوہے کی انگوٹھی پہنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو اور زیادہ خبیث ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسے بھی اتار ڈالا اور چاندی کی انگوٹھی پہنی تو آپ خاموش رہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۲۲ صفحہ ۳۳)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی آدمی کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے نکال ڈالو۔ اس نے لوہے کی انگوٹھی پہنی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو اس سے زیادہ برا ہے۔ چنانچہ اس نے چاندی کی پہنی تو آپ خاموش رہے۔ (عمدۃ جلد ۲۲ صفحہ ۳۳)

فائدہ: قاضی خان رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ چاندی کے علاوہ کی انگوٹھی مکروہ ہے۔ اسٹیل اور لوہے کی انگوٹھی بھی مکروہ ہے کہ یہ دوزخیوں کا زیور ہے۔ (جمع صفحہ ۱۴۸)

بعض لوگ اسٹیل کی خوشنما انگوٹھی پہنتے ہیں درست نہیں۔ چاندی کے علاوہ کی انگوٹھی مطلقاً ناجائز ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ پیتل لوہا اور رصاص (سیسہ دھات) سب مطلقاً حرام ہے۔ (جلد ۲۲ صفحہ ۳۷)

نگینہ پر کندہ کرانا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انگوٹھی چاندی کی بنوائی اور اس پر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نقش کرایا۔ (بخاری صفحہ ۸۷۳)

ابوالشیخ کی ایک روایت بواسطہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ آپ کی انگوٹھی پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کندہ تھا۔

(فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۳۲۹)

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک انگوٹھی پر شیر کی تصویر تھی جسے عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے رد کیا ہے۔ یا ممکن ہے کہ تصویر کی ممانعت سے قبل کی ہو۔ (عمدۃ القاری جلد ۲۲ صفحہ ۳۴)

اس سے معلوم ہوا کہ انگوٹھی کے نگینہ پر ذکر اللہ وغیرہ کندہ کرانا درست ہے۔ چنانچہ حضرات صحابہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہم وتابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے بھی انگوٹھیوں پر کندہ کرانا منقول ہے۔

حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وتابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کی انگوٹھیوں پر کیا کندہ تھا

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انگوٹھی پر صدر الملک کندہ تھا۔ (ابن ابی شیبہ، جمع صفحہ ۱۴۸)

حضرت حذیفہ اور ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی انگوٹھیوں پر "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" کندہ تھا، حضرت مسروق رحمہ اللہ تعالیٰ کی انگوٹھی پر "بسم اللّٰہ" حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انگوٹھی پر "اَلْعِزَّۃُ لِلّٰہِ" ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی انگوٹھی پر "بِاللّٰہِ" کندہ تھا۔ (فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۳۲۸)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انگوٹھی پر "نِعْمَ الْقَادِرُ اللّٰہ" لکھا تھا۔ (طحاوی صفحہ ۳۵۴)

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور قاسم بن محمد کی انگوٹھی پر بھی کندہ تھا۔ (جلد ا صفحہ ۱۴۸، فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۳۲۸)

ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا انگوٹھیوں پر "حسبی اللّٰہ" کا نقش ہونے میں کوئی حرج نہیں۔

(جمع الوسائل صفحہ ۱۸۴)

البتہ ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک دوسرا قول نقش کی کراہت کا بھی ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۲۲ صفحہ ۳۴)

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ انگوٹھی پر اللہ کے ناموں میں سے کوئی نام کندہ کرانا اور پہننا جائز ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی جمہور کا قول جواز کا لکھا ہے۔ حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ کراہت استنجاء وغیرہ کی صورت میں بے احتیاطی سے ہو سکتی ہے۔ ورنہ کوئی کراہت نہیں۔

(جلد ۱۰ صفحہ ۳۲۸)

ویسے اس قسم کی انگوٹھیوں کو پاخانہ پیشاب سے پہلے اتار لینا چاہئے جیسا کہ حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بعض انگوٹھیوں پر کچھ تعویذات لکھے ہوتے ہیں۔ مثلاً مقطعات قرآنیہ اور دیگر کلمات یا دعائیں تو ان کا پہننا درست ہے اور ان کو ممنوع قرار دینا مطلقاً درست نہیں نہ اس میں کوئی قباحت ہے البتہ بے ادبی سے بچانا لازمی ہے۔

طبری کے حوالہ سے عمدۃ القاری میں مرفوعاً عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی میں یہ کندہ تھا۔ "اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا مُحَمَّدٌ عَبْدِیْ وَرَسُوْلِیْ" (جلد ۲۲ صفحہ ۳۸)

عقیق نگینہ کی خوبی

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عقیق کی

انگوٹھی بنائے گا وہ ہمیشہ بھلائی پائے گا۔ (مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۱۵۷، عن الطبرانی)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنہَا فرماتی ہیں کہ خاندان جعفر سے کوئی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس آیا اور کہا آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ اے اللہ کے رسول آپ میرے ساتھ کسی کو بھیج دیجئے جو چپل اور انگوٹھی خرید دے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنہُ کو بلایا اور فرمایا بازار چلے جاؤ چپل خرید لو مگر کالا نہ ہو۔ انگوٹھی خرید لو جس کا نگینہ عقیق کا ہو۔ (مجمع صفحہ ۱۵۸)

فَائِدَہ: ملا علی قاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے لکھا ہے کہ حافظ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے حدیث مذکور کو غیر ثابت مانا ہے۔

جمع الوسائل میں ہے کہ ایک ضعیف روایت میں ہے کہ زرد یاقوت کا نگینہ طاعون سے روکتا ہے۔ (صفحہ ۱۳۹)

ملا علی قاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے لکھا ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے عقیق کی انگوٹھی پہننا ثابت ہے۔ (صفحہ ۱۳۹)

شرعۃ الاسلام کے حوالہ سے ہے کہ چاندی اور عقیق کا نگینہ سنت ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ عقیق کی انگوٹھی پہنو۔ یہ مبارک پتھر ہے اس جیسا کوئی پتھر نہیں۔ مناسب یہ ہے کہ حلقہ تو چاندی کا ہو اور نگینہ پتھر کا۔

(جمع الوسائل صفحہ ۱۴۰)

علامہ عینی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے لکھا ہے کہ حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنہُ کے پاس ایک انگوٹھی یاقوت پتھر کی تھی۔ قوت قلب کے لئے جس پر "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ" لکھا تھا۔ (جلد ۲۲ صفحہ ۳۴)

نگینہ کس طرف رکھے

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنی انگوٹھی کا نگینہ اپنی ہتھیلی کی جانب رکھا کرتے تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۵۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنہُمَا فرماتے ہیں کہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے چاندی کی انگوٹھی اور اس کا نگینہ بنایا۔ (یعنی چاندی کا) اور اسے بائیں ہاتھ کی خنصر میں پہنتے تھے۔ (یعنی سب سے چھوٹی انگلی میں) اور اس کے نگینہ کو ہتھیلی کی جانب رکھتے تھے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۵۱)

بذل میں مرقات الصعود کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ نگینہ کا ہاتھ کے اندر کے حصہ میں یعنی ہتھیلی کی طرف رکھنا زیادہ صحیح ہے اور اکثر روایت میں وارد ہے۔ (خصائل صفحہ ۸۲)

علامہ مناوی اور ملا علی قاری رَحِمَہُمَا اللہُ تَعَالیٰ نے لکھا ہے کہ عجب اور خوشنمائی سے بچنے اور نقش کی حفاظت کے پیش نظر یہی بہتر ہے۔ (جمع صفحہ ۱۵۲)

علامہ مناوی نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنہُمَا کی ایک روایت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے نگینہ اوپر کی جانب ہو زین الدین عراقی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے لکھا ہے کہ کبھی آپ نے اس طرح کبھی اس طرح

پہنا ہے۔ لیکن اصح ہتھیلی ہی کی طرف ہے۔ (جمع الوسائل جلد ۱ صفحہ ۱۵۳)

پاخانہ جاتے وقت انگوٹھی نکال لے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء تشریف لے جاتے تو انگوٹھی اتار دیتے تھے۔ (نسائی جلد ۲ صفحہ ۲۸۹، ابن حبان)

فائدہ: اگر انگوٹھی میں کچھ لکھا ہو تو بیت الخلاء سے قبل اسے اتار دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی میں چونکہ کلمہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا اس احترام کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتار دیتے تھے۔ (حاشیہ نسائی صفحہ ۲۸۹)

سونے کی انگوٹھی مردوں کو حرام ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی سے منع فرمایا ہے۔

(ابن ماجہ صفحہ ۲۵۶)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی پھر اسے چھوڑ دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس میں محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھا تھا اور آپ نے فرمایا میری انگوٹھی جیسا کوئی نقش نہ بنائے۔ اور جب پہنے تو نگینہ کو اندرونی ہتھیلی رکھے۔

فائدہ: جب تک سونے کی حرمت نہیں آئی تھی تب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال کی۔ حرمت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھوڑ کر چاندی کی بنوائی۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۷۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جیسے نقش کو اس وجہ سے منع کیا تھا۔ چونکہ آپ اس سے مہر لگاتے تھے اگر دوسروں کو بھی اجازت ہوتی تو مہر کا خلط ہو جاتا۔ اسی وجہ سے منع فرمایا تھا۔

سونے کی انگوٹھی جہنم کی چنگاری ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی آپ نے اسے پھینک دیا اور فرمایا تم جہنم کی چنگاری چاہتے ہو کہ اس (سونے) کو ہاتھ میں ڈالتے ہو۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۷۸)

فائدہ: سونے کی انگوٹھی مردوں کو حرام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے ہاتھوں سے لے کر پھینک دی۔ آج بعض لوگ شادی بیاہ کے موقع پر سونے کی انگوٹھی پہنتے ہیں۔ سو یہ باتفاق علماء حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔ البتہ عورتوں کے لئے بلا کراہت درست ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کے کنویں میں گرنے کا واقعہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی (ان کی زندگی تک) ان کے

ہاتھ میں رہی اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں رہی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں رہی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بئر اریس پر بیٹھے تھے تو انگوٹھی سے کھیل رہے تھے۔ وہ گرگئی تین دن تک کنویں کا پانی الٹا پلٹا گیا مگر نہیں ملی۔ (بخاری صفحہ ۸۷۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں رہی پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں رہی پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پھر ان ہی کے زمانہ میں بئر اریس میں گرگئی اس کا نقش محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تھا۔ (شمائل صفحہ ۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انگوٹھی چاندی کی بنوائی جس کا نگینہ ہتھیلی کی جانب رہتا تھا۔ یہ وہی انگوٹھی تھی جو حضرت معیقب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بئر اریس میں گرگئی تھی۔ (شمائل صفحہ ۸)

فائدہ: حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو انگوٹھی خطوط پر مہر لگانے کے لئے بنوائی تھی۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات تک تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہی۔ اس کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچی۔ آپ کے پاس یہ انگوٹھی ۶ سال تک رہی اس کے بعد اریس نامی کنویں میں گرگئی۔ کس سے گری کس طرح گری۔ روایتوں میں تھوڑا اختلاف ہے۔ بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بئر اریس پر بیٹھے تھے۔ انہوں نے حضرت معیقب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انگوٹھی مانگی کہ دستاویز پر مہر لگالوں۔ کچھ سوچ رہے تھے اسی (غفلت) میں انگوٹھی گرگئی۔ (جمع صفحہ ۱۴۶)

ایک روایت میں ہے کہ خلافت عثمانی کے چھٹے سال کا واقعہ ہے۔ ہم لوگ اریس کے کنویں پر بیٹھے تھے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ انگوٹھی ہاتھ سے نکال رہے تھے اور پہن رہے تھے اس طرح بار بار کر رہے تھے اور کنویں کے کنارے بیٹھے تھے کہ گرگئی بہت تلاش کیا مگر نہیں ملی۔ بعض روایت میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گری۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی توجیہ میں لکھتے ہیں۔ ایسا ہوتا ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان کوئی چیز لینی دینی ہوتی ہے تو دونوں کے درمیان ہی سے گر جاتی ہے۔ یہاں بھی ایسا ہی ہوا ہو۔

بئر اریس جس میں انگوٹھی گری مدینہ میں مسجد قبا کے پاس تھا۔ (جمع صفحہ ۱۴۶)

تین دن تک مسلسل تلاش کی گئی پانی نکالا گیا مگر نہیں ملی۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح شمائل میں اور حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ تین دن تلاش کرنے کا صرفہ انگوٹھی کی قیمت سے بڑھ گیا۔ یہ صرفہ اس لئے برداشت کیا کہ انگوٹھی متبرک تھی اسلاف کی

یادگار تھی۔ اگر یہ پیش نظر نہ ہوتا تو ہرگز محنت اور صرفہ برداشت نہ کرتے۔ (جلد ۱۰ صفحہ ۳۲۹)

ملا علی قاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ اور حافظ رَحِمَہُ اللّٰہ تَعَالیٰ نے لکھا ہے کہ اس انگوٹھی میں لطائف، اسرار اور برکات تھے۔ جب تک یہ رہی کوئی فتنہ کھڑا نہ ہوا اور نہ چلا۔

چنانچہ حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کے چھ سال خلافت کے بہت عمدہ چلے۔ جب سے انگوٹھی گری فتنے اٹھ کھڑے ہوئے۔ خوارج کا فتنہ شروع ہوا یہاں تک کہ اس فتنہ میں حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ شہید ہو گئے۔

(جمع الوسائل صفحہ ۱۴۷)

معیقب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ ایک صحابی ہیں جو حضور سرور کائنات کے زمانہ سے انگوٹھی کے محافظ تھے۔

(خصائل صفحہ ۸۳)

اس واقعہ سے ارباب حدیث نے چند فوائد مستنبط کئے ہیں۔

1. اسلاف کی یادگار چیزوں کی اہمیت کہ اس کی تلاش میں تین دن تک لگے رہے۔
2. گمشدہ اشیاء کی تلاش میں اہتمام اور اس میں مال خرچ کرنا۔

چنانچہ حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہَا کا ہار جو غزوہ مریسیع میں گم ہو گیا تھا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اس کی تلاش میں رکے رہے۔ مگر خیال یہ رہے کہ کسی اہم شے کے گم ہونے پر یہ ہے۔ کسی معمولی چیز کے گم ہونے پر یہ نہیں۔ چنانچہ ملا علی قاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے لکھا ہے کہ اگر ایک پیسہ دو پیسہ یا ایک دو کھجور یا اس جیسی چیز گر جائے تو اس کی اتنی اہمیت نہیں ہوگی نہ اس کی تلاش میں کوشش کی جائے گی۔ ابن بطال رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے کہا ہے کہ کسی اہم شے کے گم ہونے پر تین دن تلاش کر لینے کے بعد اگر نہ ملے تو وہ اس کا ضائع کرنے والا نہ ہوگا۔ یعنی اس سے کم یا معمولی توجہ کرنا گویا اس کو ضائع کرنا ہے۔

بالوں کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ عادات کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کی کیفیت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک نصف کانوں تک تھے۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۸٦۷، دلائل النبوۃ جلد ا صفحہ ۲۲۱)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کان کی لو تک ہوتے تھے۔ (ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۵۷٦، بخاری جلد ا صفحہ ۸٦۷، شمائل صفحہ ۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کانوں سے آگے نہیں بڑھتے تھے۔ (مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۱۵۷)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ کانوں کی لو سے آگے نہیں بڑھتے تھے۔

(مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۲۴۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ کے سر مبارک پر بال بکثرت تھے۔ اور خوش نما تھے۔ (مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۲۵۱)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے سر بڑی آنکھوں والے تھے۔

(مسند احمد جلد ا صفحہ ۸۹)

فائدہ: ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ احادیث پاک میں آپ کے بال مبارک کی چھ کیفیتوں کا ذکر ہے۔

1. نصف کانوں تک۔
2. کانوں کی لو تک۔
3. کندھے اور کانوں کے درمیان۔
4. کندھے تک۔

❺ کندے کے قریب۔

❻ چار چوٹیوں کی شکل میں۔

حافظ ابوالفضل عراقی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے ذکر کیا ہے کہ آپ کے بالوں کی مقدار کے متعلق احادیث پاک میں تین الفاظ آتے ہیں۔ وفرہ۔ جمہ۔ لمہ۔ وفرہ وہ بال ہے جو کان کی لوتک ہو۔ جمہ وہ ہے جو مونڈھوں تک ہوں۔ لمہ وہ بال جو کان کی لو سے نیچے ہوں۔ ملا علی قاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے بیان کیا ہے کہ عموماً بال کان اور مونڈھوں کے درمیان رہا کرتے تھے۔ اور بالوں کے سلسلے میں یہ مقدار کا اختلاف احوال اور زمانہ کے اعتبار سے ہے۔ (جمع الوسائل جلد ۱ صفحہ ۷۶)

علامہ نووی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے کہا کہ جب بال تراش لیتے تھے تو کان کی لوتک ہوتے تھے اور جب چھوڑ دیتے تھے تو گردن تک آجاتے تھے۔ جس نے جیسا دیکھا روایت کر دی۔ (عمدۃ القاری جلد ۲۲ صفحہ ۵۳)

قاضی عیاض مالکی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے کہا کہ سر مبارک کے اگلے حصہ کے بال نصف کان تک پہنچتے تھے۔ اور وسط سر کے بال اس سے نیچے اور آخر سر مبارک کے بال کندھے تک آجاتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو حضرات سر پر بال رکھتے ہیں ان کے بال کی مقدار مسنون کان کی لو اور اس کے قریب ہے۔ کندھے سے نیچے آجانا خلاف سنت ہے۔ چونکہ آپ ﷺ کے بال اگر بہت زیادہ لمبے ہو جاتے تھے تو کندھے تک ہوتے تھے اس سے آگے نہ بڑھتے تھے۔ (جمع الوسائل جلد ۱ صفحہ ۸۰)

روض النظیف کے مؤلف نے منظوم اس کی تعبیر کی ہے۔

"ولمة يبلغ الاذنين عاطرة. كالمسك لونًا وعرفا حين منتشر"

تَرْجَمَہ: "سر پر بال رکھتے تھے جو کانوں تک پہنچتے تھے۔ اور معطر تھے مثل مشک کے رنگ میں اور خوشبو میں جب وہ خوشبو پھیلتی تھی۔" (نشر الطیب صفحہ ۱۹۶)

آپ ﷺ کے بال گھنے تھے

حضرت جبیر بن مطعم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ ﷺ کے اوصاف مبارک بیان کرتے ہوئے فرمایا آپ کے سر کے بال گھنے تھے۔ (دلائل النبوۃ جلد ۱ صفحہ ۲۲۳)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ بکثرت اور خوشنما بالوں والے تھے۔ (مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۲۵۱)

فَائِدَہ: اسی طرح آپ کی داڑھی بھی گھنی تھی۔ شرح احیاء میں ہے کہ صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی داڑھی بھی گھنی تھی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی داڑھی تو اتنی گھنی کہ سینہ کے دونوں جانب چھائی ہوئی تھی۔ بالوں کا گھنا ہونا

قوت شجاعت پر دال ہے۔

آپ ﷺ کے بال پیچیدہ گھنگریالے تھے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے بال مبارک نہ بالکل پیچیدہ تھے نہ بالکل سیدھے۔ (بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی اور گھنگریالہ پن تھا)۔ (شمائل مختصراً بخاری صفحہ ۸۷۷)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے بال مبارک نہ بالکل پیچدار تھے نہ بالکل سیدھے بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی لئے ہوئے تھے۔ (مختصراً شمائل)

فائدہ: ایسے بال بڑے خوش نما اور دیدہ زیب ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ کو قدرت نے حسن ظاہری سے بھی علی وجہ الاتم نوازا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ بڑے سر اور خوبصورت بالوں والے تھے۔ (مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۴۶۸)

بالوں کی چوٹیاں

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو آپ کے بال مبارک کے چار حصے چوٹیوں کی شکل پر تھے۔ (شمائل صفحہ ۴)

فائدہ: کبھی بال اتنے لمبے ہو جاتے کہ ان کی چوٹیاں (مینڈھیاں) بھی بن جاتیں۔ خیال رہے کہ یہ آپ ﷺ کی عمومی حالت نہ تھی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ سفر کی حالت میں ایسا ہو گیا تھا۔

(جلد ۱۰ صفحہ ۳۶۰)

آپ ﷺ نے تو بالوں کے بڑھنے پر نکیر فرمائی ہے تو آپ ﷺ کس طرح رکھتے۔ چوٹیاں بھی ایسی نہ تھیں جیسی عورتوں کی ہوتی ہیں کہ مردوں کو عورتوں کی طرح چوٹیاں ممنوع ہیں۔ (خصائل صفحہ ۳۴)

بالوں کو گوند وغیرہ سے چپکانا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے بالوں کو چپکا ہوا دیکھا۔

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۷۶)

فائدہ: حج کے موقع کی بات ہے گوند وغیرہ لگا کر چپکا دیا تھا تاکہ تیل کنگھی نہ لگنے کی وجہ سے بالوں کی گندگی اور خشکی باعث کلفت نہ ہو خیال رہے کہ تزئین کے لئے بالوں کو چپکانا اور اوپر چڑھانا ممنوع ہے۔ کہ یہ متکبرین کی خصلت ہے۔

بال منڈانے اور رکھنے کے سلسلے میں آپ کی عادات طیبہ کا بیان

آپ کی عادت طیبہ سر پر بال رکھنے کی تھی آپ ﷺ نے صرف عمرہ و حج کے موقع پر سر کے بال استرے

سے صاف کرائے ہیں۔ اس کے علاوہ کسی موقع پر منڈانا ثابت نہیں۔ ابن قیم رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے زادالمعاد میں ذکر کیا ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے صرف حج وعمرہ کے موقع پر بال منڈانا منقول ہے۔ (جلد ا صفحہ ۱۷۴)

علامہ سخاوی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا ہے کہ ہجرت کے بعد آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے صرف ۴ مرتبہ سر منڈایا ہے۔ ① حدیبیہ ② عمرۃ القضاء ③ عمرۃ جعرانہ ④ حجۃ الوداع۔

چنانچہ حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حجۃ الوداع کے موقع پر حلق کرایا۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۲۳۳، مسلم جلد ا صفحہ ۴۲۱)

شرح احیاء میں علامہ زبیدی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے لکھا ہے کہ حج وعمرہ کے علاوہ کسی موقع پر آپ سے سر منڈانا ثابت نہیں۔ یہی عادت صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُم اور تابعین رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالیٰ حضرات کی تھی۔ (جلد ۲ صفحہ ۴۰۸)

سر منڈانا

بعض علماء کی رائے ہے کہ سر نہ مونڈنا بہتر ہے۔ سر منڈانا خوارج کی علامت ہے۔ (اتحاف جلد ۲ صفحہ ۴۰۸)

حدیث پاک میں اسے خوارج کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ (اتحاف صفحہ ۴۰۷)

محدث ابن عربی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ سر کے بال زینت ہیں۔ اس کا چھوڑنا سنت ہے اور حلق بدعت ہے اور مذموم ہے۔ (شرح شمائل مناوی جلد ا صفحہ ۴۷)

اس سے معلوم ہوا کہ منڈانا اولیٰ نہیں۔ چنانچہ ملا علی قاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ فرماتے ہیں افضل یہ ہے کہ بال نہ مونڈوائے سوائے حج اور عمرہ کے۔ (جلد ۴ صفحہ ۴۵۹)

مگر حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ جو اجلہ صحابہ میں تھے سر منڈایا کرتے تھے۔ (ابوداؤد صفحہ ۳۳)

علامہ عینی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے لکھا ہے کہ بال منڈانے میں کراہت نہیں جیسا کہ بعضوں نے سمجھا کہ یہ خوارج کی علامت ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۲۲ صفحہ ۵۸)

ظاہر ہے کہ اگر ممنوع ہوتا تو حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ اس پر مداومت نہ فرماتے طالب علموں کے حق میں بال بہتر نہیں۔ روایت میں ہے کہ آپ نے جعفر کے لڑکوں کے سر کے بالوں کو منڈوا دیا تھا۔ (ابوداؤد صفحہ ۵۷۷)

چنانچہ امام غزالی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے لکھا ہے کہ جو شخص تنظیف کا ارادہ رکھے اسے سر منڈانے میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ تنظیفاً سر منڈایا کرتے تھے۔ (اتحاف جلد ۲ صفحہ ۴۰۸)

مرقات میں ہے حج وعمرہ کے علاوہ حلق کرانا جائز ہے۔ (صفحہ ۴۵۹)

مانگ نکالنا

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اولاً بالوں کو بغیر مانگ نکالے ویسے ہی

چھوڑ دیتے تھے کہ مشرکین مانگ نکالا کرتے تھے اور اہل کتاب نہیں نکالتے تھے۔ آپ اہل کتاب کی موافقت فرماتے تھے جب تک کہ اس کے بارے میں حکم نازل نہ ہو جاتا۔ پھر آپ ﷺ نے مانگ نکالنا شروع کر دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں جب رسول پاک ﷺ کی مانگ نکالتی تو بیچ سر سے بالوں کو پھاڑ دیتی اور پیشانی کے بالوں کو دونوں آنکھوں کے درمیان کر دیتی۔

(ابن ماجہ صفحہ ۳۶۳۳، شعب الایمان جلد ۵ صفحہ ۲۳۰، ابوداؤد صفحہ ۵۷۷)

فائدہ: شاہ عبدالحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا مطلب یہ لکھا ہے کہ بیچ سر سے دو حصے ہوتے ہیں نصف دائیں جانب نصف بائیں جانب۔ اور تالوں سے مانگ نکالتے۔ یعنی جسے ہمارے یہاں سیدھی مانگ کہتے ہیں۔ (اشعۃ اللمعات جلد ۳ صفحہ ۵۷۶)

فائدہ: ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ ابتداءً بالوں کو یونہی چھوڑ دیا کرتے تھے۔ پھر مانگ نکالا کرتے تھے۔ (جمع الوسائل جلد ۱ صفحہ ۱۸)

مانگ کا مفہوم

وسط راس سے بالوں کو دو حصے میں کر دیا جائے اور سدل (چھوڑ دینے کا) مفہوم یہ ہے کہ پیچھے کی جانب بالوں کو ڈال دیا جائے۔ دو حصے نہ کئے جائیں۔ (جمع جلد ۱ صفحہ ۱۷۵)

مانگ اور سدل میں کون بہتر ہے

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مانگ کو سنت قرار دیا ہے۔ کہ آپ نے آخر میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی کو مستحب قرار دیا ہے۔ قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تو اسے واجب قرار دیا ہے کہ آپ نے سدل کو ترک فرما دیا۔ علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک جائز قرار دیا ہے۔ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی دونوں معمول مروی ہیں۔ تاہم سنت مانگ نکالنا ہے گو سدل بھی درست ہے۔

(عمدۃ القاری جلد ۲۲ صفحہ ۵۶، جمع الوسائل صفحہ ۸۰)

سر منڈانے کا مسنون طریقہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ نے رمی جمرہ کی اور قربانی سے فارغ ہوئے تو سر منڈایا اور حجام کو آپ نے اپنا دایاں جانب پیش کیا اس نے بال مونڈے آپ نے ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا (اور سر مبارک کے) بال دیئے۔ پھر آپ نے اپنا بایاں رخ اسے دیا۔ (یعنی سر کا بایاں جانب) اور فرمایا مونڈو حجام نے مونڈے۔ آپ نے بال ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیئے۔ اور فرمایا کہ لوگوں میں تقسیم کر دو مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے ام سلیم (حضرت انس کی والدہ ابوطلحہ کی بیوی کو دیئے)۔ اور

لوگوں میں ایک ایک دو دو بال تقسیم کر دیئے گئے۔ (مسلم جلد ا صفحہ ۴۹۱)

فائدہ: علامہ عینی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے روایات مختلفہ کی توجیہہ کرتے ہوئے کہا کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے دائیں جانب کے بال لوگوں میں تقسیم کر دیئے۔ اور بائیں جانب کے حضرت ابوطلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ اور ام سلیم رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا کو دیئے۔ امام بخاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے بواسطہ ابن سیرین رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ جو ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے روایت کی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے دائیں طرف کے بال ابوطلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کو دیا۔ سب سے پہلے آپ کے بالوں کو ابوطلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے لیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ سر منڈانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اولاً سر کا دایاں جانب مونڈا جائے پھر بائیں جانب۔ عموماً نائی سر کے بیچ سے شروع کرتا ہے یہ مسنون طریقے کے خلاف ہے۔ اور یہ بھی مسنون ہے کہ منڈانے والے کا رخ قبلہ کی جانب ہو۔

سر کے بالوں کا قینچی سے تراشنا

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ حضرت ہاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا نے کہا کہ میں نے نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے بالوں کو مروہ کے پاس قینچی سے تراشا ہے۔ (مسلم صفحہ ۴۰۸، طبرانی)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ قینچی کا استعمال اور اس سے بال تراشنا، کم کرنا خلافِ سنت نہیں ہے مگر خیال رہے کہ کسی جگہ کم اور کسی جگہ زیادہ کاٹنا۔ جیسا کہ انگریزی بالوں میں ہوتا ہے یہ ناجائز ہے۔ ہر طرف کے بال یکساں کٹنے چاہئے۔

بالوں کا اکرام کرنا

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ جس کے بال ہوں وہ ان کا اکرام کرے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۲)

حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے پوچھا کہ میرے بال ہیں کیا میں ان میں کنگھی کروں آپ نے فرمایا ہاں ان کا اکرام کرو۔ (صفحہ ۳۸۴)

محمد بن منکدر رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کہتے ہیں کہ حضرت ابوقتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے بال رکھے تھے تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ان سے فرمایا ان کا اکرام کرو! اکرام کرو۔ چنانچہ وہ ہر دن بالوں میں کنگھی کیا کرتے تھے۔

(بیہقی فی شعب الایمان صفحہ ۲۲۵)

ایک روایت میں ہے کہ ہر دن دو مرتبہ کنگھی کیا کرتے تھے۔ (صفحہ ۲۲۴)

تاکہ آپ کے فرمان مبارک پر اچھی طرح عمل ہو۔ اور بال پراگندہ نہ رہیں۔

ملا علی قاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے لکھا ہے کہ بالوں کے اکرام کا مطلب یہ ہے کہ انہیں صاف رکھے۔ دھوئے

تیل لگائے خشک اور پراگندہ نہ رکھے۔ چونکہ نظافت اور دیدہ زیب پسندیدہ ہے۔ (مرقات جلد۴ صفحہ ۴۶۷)
لہٰذا حسب ضرورت کنگھی کرنا متعدد مرتبہ جائز ہے۔

بالوں کو خشک اور پراگندہ رکھنا ممنوع ہے

عطا بن یسار رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی سے روایت ہے کہ پراگندہ اور بکھرے سر اور داڑھی کے بالوں والا ایک شخص مسجد میں داخل ہوا۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اسے درست کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ درست کر کے آیا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کیا یہ اس سے بہتر نہیں ہے کہ تم میں سے کوئی آئے اور اس کے بال بکھرے ہوں گویا کہ وہ شیطان ہے۔
(مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۴)

فَائِدَہ: بکھرے اور پراگندہ بالوں کی وجہ سے صورت بھدی معلوم ہوتی ہے۔ جو اچھی بات نہیں۔ اسی لئے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا۔ جو بال رکھے ان کا اکرام کرے تیل وغیرہ سے ان کو سنوار کر رکھے۔ جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پراگندہ بال والے ایک شخص کو دیکھا۔ تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا یہ کوئی چیز (تیل) نہیں پاتا جس سے بال سنوارے۔ (نسائی صفحہ ۲۹۱)

کثرت سے تیل لگانا سنت ہے

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کثرت سے سر میں تیل لگاتے۔ اور پانی سے داڑھی سنوارتے تھے۔ (بیہقی شعب الایمان جلد ۵ صفحہ ۲۲۶)

حضرت سہل بن سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کثرت سے کپڑے کا ٹکڑا (تیل سے بچنے کے لئے) استعمال فرماتے اور کثرت سے تیل سر میں لگاتے۔ اور داڑھی کو پانی سے سنوارتے۔
(شعب الایمان صفحہ ۲۲۶)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بکثرت سر میں تیل لگاتے۔ اور داڑھی کو درست فرماتے یہاں تک کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا کپڑا تیلی کے کپڑے کی طرح ہو جاتا۔ (شمائل صفحہ ۴)

فَائِدَہ: تیل سے عمامہ اور ٹوپی کو بچانے کے لئے آپ سر میں کپڑے کا ٹکڑا استعمال فرماتے۔ یہ کپڑا تیل سے تر رہتا جیسا کہ تیلی کا کپڑا رہتا ہے۔ (مرقات، شرح مناوی، جمع الوسائل جلد ۱ صفحہ ۸۴)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے منقول ہے وہ دن میں دو مرتبہ تیل لگاتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۸ صفحہ ۳۹۲)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ تیل کی کثرت خلاف سنت نہیں ہے البتہ کثرت سے بالوں کو سنوارنا۔ ہر وقت سر جھاڑے مزین رہنا ممنوع ہے۔ سر میں تیل کا استعمال خصوصاً علمی مشغلہ والوں کے لئے بہت ضروری ہے۔ اس سے دماغ میں خشکی پیدا نہیں ہوتی۔ اور دماغ تر اور قوی رہتا ہے۔ اہل علم و فکر حضرات کے لئے تیل کا استعمال

بہت اہم ہے۔

تیل لگانے کا مسنون طریقہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ تیل لگاتے تو اسے بائیں ہاتھ میں رکھتے دونوں بھوؤں پر لگاتے پھر دونوں آنکھوں پر پھر سر پر لگاتے۔ (شیرازی کنز جلد ۷ صفحہ ۴۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ جب آپ تیل وغیرہ لیتے تو اسے ہاتھ میں رکھتے پھر داڑھی (سر وغیرہ) میں لگاتے۔ (مجمع جلد ۵ صفحہ ۱۶۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی تم میں تیل لگائے تو بھنوؤں سے شروع کرے اس سے سر کا درد دور ہوتا ہے۔ (فیض القدیر صفحہ ۲۵۲، کنز جلد ۶ صفحہ ۳۷۰، ابن سنی صفحہ ۱۷۵)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیل کی ابتداء شروع سر (پیشانی کی جانب) سے کرتے۔ (سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۵۴۷)

بغیر بسم اللہ پڑھے تیل لگانا

نافع قریشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تیل لگائے بسم اللہ نہ پڑھے تو ستر شیاطین اس کے ساتھ شریک ہو جاتے ہیں۔ (جامع صغیر صفحہ ۵۱۰، ابن سنی صفحہ ۱۷۴)

سر میں کنگھی کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں کنگھی کرتی تھی اور حالت حیض میں ہوتی۔ (بخاری صفحہ ۸۷۸، شمائل صفحہ ۴)

فائدہ: بالوں میں کنگھی کرنا مستحب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ترغیب فرمائی ہے۔ اور خود بھی اپنے مبارک بالوں میں کنگھا کیا کرتے تھے۔ اس حدیث سے علماء نے یہ مسئلہ ثابت کیا ہے کہ حائضہ کو حالت حیض میں بھی مرد کی خدمت کرنی جائز ہے۔ (خصائل صفحہ ۳۶)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کی شان اور خوبی ہی نہیں بلکہ حق زوجیت ہے کہ اس کی خدمت کرے۔ اس کے لئے بستر بچھا دے پانی وضو اور غسل کا لا کر رکھ دے عطر لگا دے ضرورت اور استعمالی سامان لا کر اسے دے اسی طرح دستر خوان بچھا کر کھانا پانی اس کے سامنے پیش کرے۔ یہ عورتوں کے لئے جنت کے اعمال ہیں۔

بیدار ہونے کے بعد وضو اور کنگھی کرنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سوتے وقت مسواک، وضو کا پانی اور

کنگھی رکھ دی جاتی پھر جب اللہ پاک آپ ﷺ کو بیدار فرماتا۔ آپ ﷺ بیدار ہوتے۔ مسواک فرماتے، وضو فرماتے اور کنگھی فرماتے۔ (جمع الوسائل جلد ا صفحہ ۸۴)

فائدہ: چونکہ سونے کے وقت بال بکھر جاتے ہیں۔ اس لئے کنگھی فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سوکر اٹھنے کے بعد صبح کو کنگھی کرلے تاکہ بال بکھرے ہوئے اور پراگندہ نہ رہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ وضو کے بعد بال سنوارنا بہتر ہے۔ (جلد ۲ صفحہ ۳۹۶)

سونے سے قبل کنگھی کرنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب رات میں آرام فرماتے تو مسواک، وضو اور کنگھی فرماتے۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۴۴۵)

فائدہ: سوتے وقت مسواک کرنے کی متعدد روایتیں ہیں۔ اس وقت دانتوں کی صفائی معدہ، منہ اور دماغ کے لئے بہت مفید ہے۔ گندے بخارات دماغ کی جانب نہیں لوٹتے۔ اسی طرح کنگھی کرنے سے بھی بالوں کی پراگندگی دور ہوتی ہے۔ کہ بسا اوقات پراگندہ اور بکھرے بالوں کی وجہ سے الجھن اور کلفت محسوس ہوتی ہے۔

بالوں کے سنوارنے کی تاکید

محمد بن منکدر رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر بال تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا ان کا اکرام کرو۔ چنانچہ وہ ہر دن کنگھی کرتے۔ (شعب الایمان جلد ۵ صفحہ ۲۲۴)

ایک روایت میں ہے کہ (ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کے فرمانے سے) دن میں دو مرتبہ کنگھی کرتے۔ خیال رہے کہ بال سنوارنے اور پراگندگی دور کرنے کے لئے کنگھی کرنے میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔

ناغہ کرکے کنگھی کرنا

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے کنگھی کرنے سے منع فرمایا ہے مگر ناغہ کرکے۔ (شمائل، مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۲)

حمید بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ تعالیٰ ایک صحابی سے نقل فرماتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ گاہے گاہے کنگھی کرتے تھے۔ (شمائل صفحہ ۴)

ہر دن کنگھی کی جو ممانعت ہے وہ فیشن اور تزئین کے طور پر کی جانے والی ہے۔ ضرورت پر کی جانے والی نہیں۔ آپ کا ارشاد ہے "البذاذة من الایمان" سادگی ایمان کی علامت ہے۔ ہاں کنگھی کی ضرورت بالوں کے پراگندہ اور بکھر جانے کی وجہ سے ہو تو پھر ممانعت نہیں۔ یا پھر ممانعت اس کنگھی سے ہے جو تیل وغیرہ لگا کر

سنوارنے سے ہو کہ ہر دن تیل لگا کر کنگھی کی ضرورت نہیں۔ جن اوقات میں عموماً ٹوپی وغیرہ کے کھلنے سے بال بکھر جاتے ہیں۔ اس کے بعد کنگھی کرنا ممنوع نہیں ہے۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ آپ سوتے وقت بیدار ہونے کے وقت وضو کے بعد کنگھی فرماتے ایک روایت میں ہے کہ آپ کثرت سے تیل لگاتے اور داڑھی سنوارتے۔ معلوم ہوا کہ زینت اور فیشن کے طور پر ممنوع ہے۔

ضرورت پر ممنوع نہیں۔ چنانچہ ملا علی قاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے قاضی عیاض رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کا قول اس حدیث کی شرح میں نقل کیا ہے کہ تزئین میں پڑنے اور اسی میں منہمک رہنے کی صورت میں ممانعت ہے۔

(جمع الوسائل صفحہ ۸۷)

تزئین کے لئے تیل و کنگھی کی کثرت سے ممانعت

حضرت بریدہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے بیان کیا کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے اصحاب میں ایک شخص تھے جو گورنر تھے۔ جو کبھی ننگے پیر چل لیا کرتے تھے اور تیل کبھی کبھی لگایا کرتے تھے۔ ان سے (اس کا سبب) پوچھا گیا تو کہا کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے زینت اور بن سنور کر رہنے کی کثرت سے منع فرمایا ہے۔ زینت میں ہر دن تیل لگانا (بھی) ہے۔ (شعب الایمان جلد ۵)

فَائِدَہ: زینت اور تنعّم کے طور پر تو ممنوع ہے۔ البتہ ضرورت کی وجہ سے یا تیل کی کثرت صحت وقوت دماغ کے لئے ممانعت میں داخل نہیں کہ روایات میں ہے کہ آپ سر مبارک میں بکثرت تیل لگایا کرتے تھے۔

سر میں کنگھی کرنے کا مسنون طریقہ

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وضو اور کنگھی فرمانے میں اور جوتا پہننے میں دائیں کو اختیار کرتے۔ (بخاری صفحہ ۸۷۸، شمائل)

فَائِدَہ: یعنی ہر زینت اور اچھے امور میں دایاں رخ اختیار فرماتے چنانچہ سر مبارک کے دائیں جانب پہلے کنگھی فرماتے پھر بائیں رخ میں فرماتے اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کنگھی بیچ سے شروع کرتے ہیں۔ خلاف سنت ہے۔ مسنون طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ سے سر کے دائیں حصہ کو پہلے کرلے۔

تیل، کنگھی، آئینہ پاس رکھنا مسنون ہے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا سے مروی ہے کہ پانچ چیزوں کو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ نہ سفر نہ حضر میں چھوڑتے تھے۔ آئینہ، سرمہ دانی، کنگھی، تیل، مسواک۔ (بیہقی، سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۵۴۵)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا کی روایت ہے کہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مسواک اور کنگھی کو اپنے سے الگ نہیں

کرتے تھے (ساتھ رکھتے تھے)۔ (طبرانی، جمع الوسائل جلد ا صفحہ ۸۴)

فائدہ: ان چیزوں کے پاس میں رکھنے کے بڑے فوائد ہیں اور سنت سمجھ کر رکھنے سے ثواب بھی ہے۔

اپنے پاس سفر اور حضر میں کیا رکھنا مسنون ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آپ کے لئے سفر میں ان چیزوں کا انتظام رکھتی تھی۔ تیل، کنگھی، آئینہ، قینچی، سرمہ دانی، اور مسواک۔ (سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۵۴۷)

حضرت ام سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر فرماتے تو سرمہ دانی، اور آئینہ ساتھ رکھتے۔ (ابوحمید سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۵۴۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مصلی، مسواک اور کنگھی سفر میں ضرور ساتھ رکھتے۔ (طبرانی، اتحاف صفحہ ۳۹۶)

ایک حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے یہ چیزیں بیان کی ہیں۔ آئینہ، سرمہ دانی، کنگھی، کھجانے کی لکڑی اور مسواک۔ (شعب الایمان صفحہ ۲۲۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ہمیشہ مسواک اور کنگھی ساتھ رکھتے تھے۔

(فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۳۶۷)

فائدہ: یعنی آپ ان چیزوں کو اکثر ساتھ رکھتے تھے۔ گو یہ چیزیں معمولی ہیں۔ لیکن بسا اوقات ان کے نہ ہونے سے شدید پریشانی ہوتی ہے اور کوئی بوجھ بھی نہیں کہ ساتھ رکھنے میں کلفت ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنگھی کیسی تھی

خالد بن معدان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلاً مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو کنگھی تھی وہ ہاتھی دانت سے بنی تھی۔ اسی طرح حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی آپ کی کنگھی کے متعلق کہا کہ آپ کی کنگھی ہاتھی دانت کی تھی۔ (سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۵۴۶)

فائدہ: کنگھی مطلقاً سنت ہے۔ اگر ہاتھی دانت کی سنت سمجھ کر رکھے گا تو مزید ثواب کا باعث ہوگا۔

ناخن اور بالوں کو دفن کرنا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے ناخنوں اور بالوں کو دفن کرو۔ تا کہ جادوگر اس سے نہ کھیلیں۔ (فردوس، کنز جلد ۶ صفحہ ۳۷۳)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بال اور ناخن کو دفن کرنے کا حکم دیتے

تھے۔ (شعب الایمان جلد۵ صفحہ۲۳۲)

اور فتح الباری میں یہ اضافہ ہے کہ تاکہ جادوگر اس سے نہ کھیلیں یعنی تکلیف نہ پہنچاسکیں۔ (جلد۱۰ صفحہ۳۴۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ناخن، بال اور خون آدمی کو زمین میں دفن کر دینا چاہئے۔ یہ مستحب ہے اور ناپاک مقام میں ڈالنا یہ مکروہ ہے۔ (مرقات جلد۴ صفحہ۴۵۶)

بچوں کے بال مونڈنا سنت ہے

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مونڈنے والے کو بلایا اور حکم فرمایا کہ ہمارا سر مونڈ دے۔ (ابوداؤد صفحہ۵۷۷، نسائی صفحہ۲۹۱)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کے سر میں بال بہتر نہیں۔ ان کا مونڈنا بہتر ہے۔ بچوں کے سر میں بال رکھنا اور انہیں جھاڑنا جیسا کہ غیر مسلموں کی دیکھا دیکھی مسلمانوں میں رائج ہے درست نہیں اسلامی شعائر کے خلاف ہے۔ نصاب الاحتساب میں ہے کہ بچوں کے سر پر بڑے بالوں کا رکھنا حرام ہے۔ (صفحہ۳۹۰)

بچوں کے بالوں کو بڑا رکھنا ممنوع ہے

(حجاج کی) روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور میرا بچپنا تھا۔ ہمارے بالوں کی دو چوٹیاں تھیں۔ تو انہوں نے فرمایا، ان دونوں کو مونڈ دو یا چھوٹے کرو۔ کیونکہ یہ یہودیوں کا طریقہ ہے۔
(مشکوٰۃ صفحہ۳۸۴)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ یہودی بچوں کے بال بڑے رکھتے ہیں۔ اس مشابہت سے بچو۔ بچوں کو بڑے بال کی اجازت نہیں۔ چنانچہ نصاب الاحتساب میں ہے کہ بچوں کے سر پر بڑے بال رکھنا حرام ہے۔ (صفحہ۲۹۰)

بچوں کے سر کے بال اتنے بڑے ہوں کہ اس سے مانگ نکل سکے درست نہیں۔ بچوں کو جو نابالغ ہوں بال رکھنا مانگ نکالنا ہرگز درست نہیں اگر کچھ بھی گنجائش ہوتی تو آپ ابن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بال نہ منڈواتے۔ ہمارے دیار میں یہ فساق بے دین اور نصاریٰ کی عادت ہے عموماً اسکول میں پڑھنے والے بچے ایسے بال رکھتے ہیں جس سے احتراز ضروری ہے۔ ان کے والدین پر اس کا گناہ ہوگا۔

انگریزی یا ہندی بال رکھنا ممنوع ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قزع سے منع فرمایا ہے۔ حضرت نافع نے (جو راوی ہیں) معلوم کیا قزع کیا ہے تو انہوں نے کہا بچے کے سر کے بعض بالوں کو مونڈ دیا جائے اور بعض کو چھوڑ دیا جائے۔ (مسلم جلد۲ صفحہ۲۰۳)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قزع سے منع فرماتے ہوئے سنا، راوی حدیث عبیداللہ نے

پوچھا قزع کیا ہے۔تو فرمایا کہ بچوں کے بال کسی جگہ سے مونڈ دیئے جائیں۔اور پیشانی اور سر کے دونوں جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اِدھر اُدھر کے بال چھوڑ دیئے جائیں۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۸۷۷)

علامہ نووی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے اس کی تشریح میں لکھا ہے کہ سر کے کسی حصے سے بال تراشے جائیں اور کسی حصے سے مونڈے جائیں۔ جیسا کہ آج کل سر کے دائیں اور بائیں تو استرہ استعمال کیا جاتا ہے اور پیچھے کے بالوں کو تراشا جاتا ہے۔ اور آگے کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ بالعموم ہند میں رائج ہے جو ناجائز ہے۔ حکم ہے کہ پورے بال بنا دیئے جائیں خواہ قینچی یا استرہ یا مشین سے کہ ہر جانب یکساں ہو۔قزع کی مزید تشریح کرتے ہوئے علماء نے مختلف صورتیں ذکر کی ہیں۔

1. سر کے چاروں طرف بال بنوانا اور وسط کا چھوڑ دینا۔
2. بابری بال بنوانا۔سر کے ہر سہ جانب بالوں کو چھوڑ دینا اور وسط سے پیشانی کی طرف نالی سا کھول دینا۔
3. پیشانی کے اردگرد بال بنوانا باقی چھوڑ دینا۔ (تنویر الشعور صفحہ ۱۲،۱۱)
4. پیشانی کے طرف بالوں کو چھوڑ دیا جائے۔ (نصاب الاحتساب صفحہ ۳۹۲)

بڑے بالوں کا رکھنا ممنوع ہے

وائل بن حجر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کہتے ہیں کہ مجھے نبی پاک ﷺ نے منع فرمایا کہ میرے بال لمبے تھے۔

(ابن ابی شیبہ ۲۶۷)

سہل بن حنظلہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کہتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے منع فرمایا ہے خریم کیا ہی اچھا آدمی ہے کاش اس کے بال لمبے اور اس کے ازار نہ لٹکتے۔خریم کو اس کی خبر پہنچی تو انہوں نے بالوں کو کاٹ کر کان کے اوپر، اور ازار کو نصف ساق کر لیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۵۶۵، آداب، بیہقی صفحہ ۳۸۶)

فَائِدَہ: مردوں کا کندھوں سے نیچے بال رکھنا ممنوع ہے کندھے سے نیچے آپ ﷺ کے بال نہ ہوتے تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ جمعہ کے دن محافظ دستوں کو بھیجا کرتے تھے۔تا کہ وہ مسجد کے دروازے پر کھڑے رہیں۔اور جن کے بال لمبے ہوں ان کو کاٹ دیں۔ (ابن ابی شیبہ جلد۸ صفحہ ۲۶۷)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ ہپی اور البرٹ بال درست نہیں فساق فجار اور ملحدین یہود و نصاریٰ کا طریقہ ہے۔

گدی کے بالوں کا مونڈنا

حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ بلا پچھنے (گدی) کے بال مونڈنا مجوسیت ہے۔

(کنز العمال جلد۲ صفحہ ۳۷۶)

طبرانی ایک دوسری روایت میں ہے کہ حجامت کے علاوہ آپ ﷺ نے گدی کے بال مونڈنے سے منع فرمایا ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۱۷۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ گدی کے بالوں کا مونڈنا مکروہ ہے البتہ پچھنا لگانے کی صورت میں ضرورتاً اس کی اجازت ہے۔

مصنوعی بال لگانا حرام ہے

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں نبی پاک ﷺ کی خدمت میں ایک عورت آئی اور اس نے کہا آج ہماری لڑکی کی شادی ہے۔ اس کے سر کے بال بیماری کی وجہ سے جھڑ گئے ہیں۔ کیا دوسرے بال اس میں جوڑ دوں (یعنی دوسری عورت کے بالوں سے کام چلا لوں تا کہ بالوں کے جھڑنے کی بدصورتی ختم ہو جائے) آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی لعنت ہے بال جوڑنے والی اور جڑوانے والی پر۔ (نسائی صفحہ ۲۹۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے بال جوڑنے والی پر لعنت فرمائی ہے۔ (صفحہ ۲۹۲)

فائدہ: بعض عورتوں کے سر کے بال کم لانبے یا کم ہوتے ہیں۔ حسن اور خوشنمائی کی وجہ سے دوسری عورتوں کے بال جوڑ کر لگاتی ہیں۔ یہ حرام ہے۔ آج کل بازار میں ایسے بال ملتے ہیں اس کا لگانا اور لگوانا حرام ہے۔ اگر سر کے بال بیماری سے جھڑ گئے ہوں یا چھوٹے ہوں۔ جس سے سر کا حسن جاتا رہا تب بھی دوسرے کے بالوں کو لگانا حرام ہے۔ اور ایسی عورت پر خدا اور رسول کی لعنت ہے اسی طرح عورتوں کو خود اپنے بال جو کنگھی اور جھاڑنے کے درمیان گر جائیں ان کو دوبارہ اپنے سر میں جوڑ کر لگانا حرام ہے۔ (شامی جلد ۵ صفحہ ۳۴۸)

البتہ ایسی تراکیب و دوا جس سے بال زیادہ بڑے ہوتے ہوں درست ہے۔

بیوہ یا بوڑھی عورت کے سر کے بالوں کا حکم

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی پاک ﷺ کی بیویاں اپنے سر کے بالوں کو کاٹتی تھیں۔ یہاں تک کہ وہ گردن کے قریب ہو جاتیں تھیں۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۴۸، مسند ابی عوانہ جلد ۱ صفحہ ۲۹۲، کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۷)

فائدہ: خیال رہے کہ ازواج مطہرات کا بالوں کو کاٹنا نبی ﷺ کی وفات کے بعد تھا۔ اس وجہ سے تھا کہ بالوں کا طول عورتوں میں حسن کا سبب ہے وہ نہ رہے۔ یہ کاٹنا زینت اور خوشنمائی کے طور پر نہ تھا۔ چنانچہ علامہ نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ کاٹنے کا سبب لکھتے ہیں۔ یہ ترک زینت اور خوشنما نہ لگنے اور بالوں کے طول کی ضرورت نہ سمجھنے کی بنیاد پر تھا۔ چونکہ آپ کی وفات ہو چکی تھی۔ زینت کی ضرورت باقی نہ تھی۔

(جلد ۱ صفحہ ۱۴۸، حاشیہ مسند ابی عوانہ صفحہ ۲۹۵، فتح الملہم جلد ۱ صفحہ ۳۷۲)

اس سے معلوم ہوا کہ عورت بوڑھی ضعیفہ بیوہ ہو تو زینت اور خوشنمائی کم کرنے کی وجہ سے کچھ بال تراش لے تو اس کی اجازت ہو سکتی ہے جیسا کہ قاضی عیاض مالکی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ، امام نووی شافعی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ، علامہ شبیر احمد عثمانی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے اجازت دی ہے۔ مگر شادی شدہ عورتوں کو یا نوجوان عورتوں کو فیشن یا زینت کے طور پر جیسا کہ مغربی طرز کے بالوں میں کاٹا جاتا ہے بالکل اجازت نہیں ہو سکتی کہ ممنوع اور حرام کا ارتکاب ہوگا۔

خیال رہے کہ بال بڑھنے کی نیت سے بھی کاٹنا درست نہیں۔ دراصل عورتوں کو بال کاٹنے کی بالکل اجازت نہیں مطلقاً ممنوع ہے۔ یہ حدیث پاک اس اطلاق میں مخصص ہے لہٰذا اسی دائرہ تک محدود رہے گی کہ ضعیفہ بیوہ کو کچھ کاٹنے کی اجازت ہو سکتی ہے اس کے علاوہ کسی کو مطلقاً اجازت نہ ہوگی نیز یہ کہ معمولی اجازت دیگر مفاسد کا سبب بن سکتی ہے۔

مردوں کو بھی اگر داڑھی کے بال تھوڑے نکلے ہوں زیادہ نکلنے کی نیت سے استرہ لگانا جائز نہیں۔

(کذا فی فتاویٰ رحیمیہ جلد ۶ صفحہ ۲۲۹)

اسی طرح عورتوں کو بھی بڑھنے کی نیت سے یا برابر کرنے کی نیت سے کاٹنا بالکل درست نہیں۔

عورتوں کو سر کے بال کاٹنے اور تراشنے کی ممانعت

حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے منع فرمایا ہے کہ عورت اپنے سر کے بال منڈوائے۔ (مشکوٰۃ، بزار، مجمع جلد ۳ صفحہ ۲۶۶)

فَائِدَہ: عورتوں کے سر کے بال کم کرنا۔ کٹانا، تراشنا، بالکل جائز نہیں البتہ سر میں زخم ہو یا شدید درد ہو اور بالوں کے دور کرنے سے اس میں خفت ہو سکتی ہو تو ایسی صورت میں منڈانا درست ہے۔ باقی مرض کے علاوہ کسی بھی صورت میں بالوں کا تراشنا درست نہ ہوگا۔ پیچھے کے بال برابر کرنے کے لئے بھی کاٹنا درست نہیں۔ عورتوں کے لئے بال خلقی زینت ہیں۔ اس میں کمی بیشی کرنا تغیر لخلق اللہ اور قطع زینت ہے۔ جس کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ تکملہ بحر الرائق میں ہے۔

آسمانوں پر ملائکہ کی تسبیح ہے۔ "سُبْحَانَ مَنْ زَیَّنَ الرِّجَالَ بِاللُّحٰی وَالنِّسَاءَ بِالذَّوَائِبِ" پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو داڑھی سے اور عورتوں کو چوٹیوں سے زینت بخشی۔ (جلد ۸ صفحہ ۳۳۱)

نصاب الاحتساب میں علامہ سنامی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ لکھتے ہیں۔ عورتوں کو بال کاٹنا یا چھوٹے کرنا اور تراشنا جائز نہیں۔ (صفحہ ۱۴۳)

چنانچہ حدیث پاک میں بھی اس کی صراحۃً ممانعت منقول ہے۔ عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے منقول ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے آزاد عورتوں کو جمہ (مونڈھے تک) رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ (مجمع جلد ۵ صفحہ ۱۷۲)

فائدہ: حدیث پاک سے صراحۃً کندھے تک بال رکھنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔

شوہر جس کی اطاعت بیوی پر واجب ہے۔ اگر شوہر بھی بال کاٹنے کا حکم دے یعنی تزئین کے لئے تو بھی اس کی فرمائش پر عمل کرنا درست نہیں۔ کہ خدا اور رسول کی نافرمانی میں شوہر کی بات یا اس کا حکم قابل اتباع نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آج کل جو مغربی فیشن سے متاثر ہو کر پیچھے کے بالوں کو کاٹتی اور تراشتی ہیں۔ حرام اور ناجائز ہے مردوں کی مشابہت کی وجہ سے ازروئے حدیث لعنت کا باعث ہے۔

پیچھے کے بالوں کو برابر کرنے کے لئے بھی یا بڑا ہونے کی نیت سے بھی کاٹنا درست نہیں ہے۔ البتہ چھوٹی بچی کے بال مونڈنا درست ہے۔ (تنویر الشعور مؤلفہ مفتی سعد اللہ صاحب صفحہ ۱۴)

بال مبارک سے تبرک، اور امراض ونظر میں شفا حاصل کرنا

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول پاک ﷺ کو دیکھا حجام آپ کا سر مبارک مونڈ رہا ہے۔ (حجۃ الوداع کے موقع پر) اور حضرات صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ آپ کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ وہ نہیں چاہ رہے تھے مگر یہ کہ آپ کے سر مبارک سے جو بال گریں وہ کسی نہ کسی ہاتھ میں پڑیں (یعنی گریں نہیں اور وہ ان کو تبرکاً رکھ لیں)۔ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۵۶)

فائدہ: علامہ نووی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث پاک سے بال مبارک سے برکت حاصل کرنے اور اس کے اکرام واحترام کا علم ہوتا ہے۔ اس سے صالحین کے آثار سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔ (شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۵۶)

حضرت عثمان بن موہب رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں کہ مجھے گھر والوں نے پانی کا پیالہ لے کر حضرت ام سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پاس بھیج دیا وہ چاندی کی نلکی لے کر آئیں جس میں آپ ﷺ کے بال مبارک تھے۔ جب کوئی بیمار ہو جاتا یا اسے نظر لگ جاتی تو لوگ پانی لے جاتے وہ پانی ڈال کر ہلا دیتیں وہ پلا دیا جاتا۔ میں نے اس نلکی میں غور کیا تو وہ بال لال تھے (خضاب یا عطر لگانے کی وجہ سے)۔ (بخاری صفحہ ۸۷۵، سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۵۴۰)

ابو عقیل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی پاک ﷺ کے بال مبارک کو مہندی سے خضاب زدہ دیکھا اور کہا کہ ہم لوگ پانی میں ڈال کر ہلا دیتے تھے اور اس پانی کو پی لیتے تھے۔ (خواہ تبرکاً یا امراض وغیرہ کے دفاع کے لئے)۔ (مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۲۷۵)

عثمان بن عبد اللہ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پاس چاندی کی ایک نلکی تھی جس میں نبی پاک ﷺ کے بال مبارک تھے جب کوئی بخار زدہ ہو جاتا تو ام سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پاس بھیج

دیا جاتا وہ اس بال کو (پانی میں ڈال کر) ہلا دیتیں پھر وہ پانی اس کے چہرے پر ڈال دیا جاتا۔

(دلائل النبوۃ جلد ۱ صفحہ ۲۳۶)

فائدہ: ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کو چاندی کی ایک نلکی میں رکھا تھا۔ کوئی بیمار ہوتا یا کسی کو نظر لگ جاتی تو اس کے دفاع کے لئے بال مبارک کا پانی بہت مجرب تھا۔ چنانچہ ایسے شخص کے لئے نلکی میں پانی ڈال کر ہلا دیا جاتا اور وہ پانی مریض کو خواہ پلا دیا جاتا یا اس کا چھینٹا مارا جاتا تو وہ شفایاب ہو جاتا۔ یہ بال مبارک کی برکت تھی۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ لوگ اس بال مبارک کے پانی سے برکت حاصل کرتے اور مریض شفایاب ہوتے۔ (جلد ۲۲ صفحہ ۴۹)

ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس کسی برتن میں پانی بھیج دیا جاتا، وہ بال مبارک اس پانی میں ڈال کر ہلا دیتیں اور نکال لیتیں اور لوگوں کے پاس بھجوا دیتیں۔ چنانچہ اس پانی سے سینکڑوں مریض شفایاب ہوئے۔ سینکڑوں نظر زدہ بچوں کی نظر دور ہوئی۔ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اس عمل سے معلوم ہوا کہ بال مبارک سے برکت حاصل کرنا، اور شفاء امراض و نظر میں اس سے نفع حاصل کرنا جائز اور درست ہے بلکہ برکت و سعادت کی بات ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی فتح الباری میں لکھا ہے کہ مریض حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیج دیئے جاتے وہ موئے مبارک سے مغسول پانی مریضوں کو پلا دیتیں یا اس سے غسل دیا جاتا جس سے وہ شفایاب ہو جاتے۔ (جلد ۱۰ صفحہ ۳۵۳)

حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک موئے مبارک کی بڑی اہمیت اور وقعت تھی۔

چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے "بَابُ الْمَاءِ الَّذِی یُغْسَلُ" کے تحت امام تابعین ابن سرین رحمہ اللہ تعالیٰ کی موئے مبارک سے محبت کا واقعہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوعبیدہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے ذکر کیا کہ ہمارے پاس نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک ہے۔ جو ہمیں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا ان کے اہل وعیال سے حاصل ہوا ہے۔ تو انہوں نے کہا موئے مبارک کا ہونا دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہے۔ (جلد ۱ صفحہ ۲۹)

خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی موئے مبارک جو ان کو حاصل ہوا تھا برکت کے لئے ٹوپی میں رکھا تھا۔ اور اسی کی برکت سے وہ جنگوں میں کامیاب ہوتے تھے۔

کسی جنگ کے موقع پر وہ ٹوپی گر گئی تو خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ٹوپی کے حاصل کرنے میں کہ بے حرمتی نہ ہو۔ اور اپنے پاس سے برکت نہ جائے جنگ کر کے حاصل کیا۔

لوگوں نے سمجھا کہ ٹوپی کی وجہ سے پریشان ہیں تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ مرا حملہ ٹوپی کے واسطے نہ تھا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کے واسطے تھا۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی برکت مجھ سے چھن جائے اور مشرکین کے ہاتھوں اس کی بے حرمتی ہو۔ (شفاء جلد ۱ صفحہ ۹۸)

موئے مبارک کی برکت سے فتوحات جنگ

چنانچہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کیا اور سر منڈوایا لوگ آپ کے بال کی جانب دوڑ پڑے۔ میں نے پیشانی کے بال کو حاصل کیا اور اسے اپنی ٹوپی میں سی لیا۔ کسی بھی جنگ میں حاضر نہ ہوا مگر یہ کہ بال مبارک کی برکت سے فتح یاب ہو کر لوٹا۔ (خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶۸)

ہند میں بال مبارک

ہند وغیرہ کے بعض علاقوں میں بال مبارک کے پائے جانے کی خبر ہے۔ لوگ ان کی حسب موقع زیارت کراتے ہیں اور لوگ عقیدتاً و برکتہً ان کی زیارت بھی کرتے ہیں ان میں بیشتر وہ ہیں جن کی کوئی معتبر سند نہیں۔ محض مسموعات کے قبیلہ سے ہیں۔ تاہم قصبہ پھلت ضلع مظفر نگر (جائے ولادت مسند الہند شاہ ولی اللہ قدس سرہ العزیز میں شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے خاندان کے پاس جو بال مبارک ہے وہ سنداً معتبر ہے۔ جس کی سند مسلسلات میں صفحہ ۵۹ پر مذکور ہے۔

موئے مبارک کی برکت کا ایک واقعہ

ابو حفص سمرقندی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب رونق المجالس میں لکھتے ہیں کہ بلخ میں ایک تاجر تھا جو بہت زیادہ مالدار تھا۔ اس کا انتقال ہوا اس کے دو بیٹے تھے۔ میراث میں اس کا مال آدھا آدھا تقسیم ہو گیا۔ لیکن ترکہ میں تین بال بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موجود تھے۔ ایک ایک دونوں نے لے لیا تیسرے بال کے متعلق بڑے بھائی نے کہا اس کو آدھا آدھا کر لیں۔ چھوٹے بھائی نے کہا ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک نہیں کاٹا جا سکتا۔ بڑے بھائی نے کہا کیا تو اس پر راضی ہے کہ یہ تینوں بال تو لے لے اور یہ سارا مال میرے حصہ میں لگا دے۔ چھوٹا بھائی خوشی سے راضی ہو گیا۔ بڑے بھائی نے سارا مال لے لیا۔ اور چھوٹے بھائی نے تینوں موئے مبارک لے لئے۔ وہ ان کو اپنی جیب میں ہر وقت رکھتا اور بار بار نکالتا، ان کی زیارت کرتا۔ اور درود شریف پڑھتا۔ تھوڑا ہی زمانہ گزرا تھا کہ بڑے بھائی کا سارا مال ختم ہو گیا۔ اور چھوٹا بھائی بہت زیادہ مالدار ہو گیا۔ جب اس چھوٹے بھائی کی وفات ہوئی تو صلحاء میں سے بعض نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس کسی کو کوئی ضرورت ہو اس کی قبر کے پاس بیٹھ کر اللہ تعالیٰ شانہ سے دعا کیا کرے۔

نزہۃ المجالس میں بھی یہ واقعہ مختصراً نقل کیا ہے۔ لیکن اتنا اس میں اضافہ ہے کہ بڑا بھائی جس نے سارا مال لے لیا تھا بعد میں فقیر ہو گیا تو اس نے حضور ﷺ کی خواب میں زیارت کی اور حضور ﷺ سے اپنے فقر و فاقہ کی شکایت کی۔ حضور ﷺ نے خواب میں فرمایا "او محروم تو نے میرے بالوں میں بے رغبتی کی اور تیرے بھائی نے ان کو لے لیا۔ اور وہ جب ان کو دیکھتا ہے مجھے درود بھیجتا ہے۔ اللہ جل شانہ نے اس کو دنیا اور آخرت میں سعید بنا دیا۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو آ کر چھوٹے بھائی کے خادموں میں داخل ہو گیا ؎

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

(فضائل درود شریف صفحہ ۱۰۰، القول البدیع صفحہ ۱۲۳)

چند فقہی مسائل

مسئلہ: کنپٹی کے نیچے داڑھی کی حد شروع ہو جاتی ہے۔ یہاں استرہ لگانا، اور کاٹنا درست نہیں۔

(تنویر، داڑھی اور انبیاء)

مسئلہ: خشخشی داڑھی جو بمشکل ایک آدھ انچ لمبی ہوتی ہے۔ جائز نہیں۔ (مالا بدمنہ، درمختار جلد ۲ صفحہ ۱۵۵)

مالا بد میں ہے ایک مشت سے کم داڑھی کا کاٹنا حرام ہے۔ (صفحہ ۱۳۰)

مسئلہ: داڑھی میں گرہ لگانا۔ داڑھی کے بالوں کو اندر گھسانا درست نہیں۔ (جیسا کہ سکھ کرتے ہیں)۔

(داڑھی اور انبیاء صفحہ ۷۰)

مسئلہ: داڑھی کے اس حصہ میں جہاں بال نہیں بھی آئے ہوں استرہ پھیرنا درست نہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد ۶ صفحہ ۲۶۹)

مسئلہ: داڑھی کے جو بال رخسار کی طرف بڑھ جاتے ہیں۔ ان کو برابر کر دینے میں خط بنوانے میں (مونڈ دینے پر) کوئی حرج نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۶ صفحہ ۲۶۸)

مسئلہ: داڑھی کے بال جو ہاتھ لگانے سے یا کنگھا کرنے سے گر جائیں تو ان کو توڑ دیا جائے۔ (تنویر الشعور)

مسئلہ: رخسار۔ گال کے ابھرے ہوئے حصہ کے بال لینا جائز ہے۔ گو بہتر نہیں۔ (فیض الباری جلد ۴ صفحہ ۳۸۰)

مسئلہ: بے ریش بچہ کے دائیں بائیں کنارہ کی جانب جو بال ہوتے ہیں ان کا دور کرنا اور مونڈنا درست ہے۔

(تنویر صفحہ ۲۱)

مسئلہ: اگر سر منڈوائے تو پورا سر منڈوائے۔ اور اگر کتروائے تو پورے سر کے بال مساوی برابر کٹائے کمی بیشی جائز نہیں۔

مسئلہ: پورے سر کو مشین سے برابر کاٹنا بھی درست ہے۔

مسئلہ: ناک کے بال کاٹنا اور اکھاڑنا دونوں جائز ہے۔ (تنویر الشعور صفحہ ۲۵)

مسئلہ: بھوؤں کے بال درست کرنا۔ اور زیادہ بڑھ جائے تو کاٹ دینا درست ہے۔ (خزانہ تنویر الشعور صفحہ ۲۶)

آنکھ سے دیکھنے میں پریشانی ہو تو بھوؤں کے بالوں کو تراشنا جائز ہے۔ (تنویر صفحہ ۲۶)

مسئلہ: سینہ، پیٹ، پیٹھ ہاتھوں اور پیروں کے بال مونڈنا خلاف ادب ہے۔ (تنویر صفحہ ۲۷)

مسئلہ: حلق کے بال مونڈنا بہتر نہیں۔ (شامی جلد ۶ صفحہ ۴۰۷)

مسئلہ: سر کے بالوں میں تیل کنگھا نہ کرنا، جس سے جٹے پڑ جائیں جیسا کہ ھنود کے سادھو کرتے ہیں جائز نہیں۔ (نصاب الاحتساب صفحہ ۱۲۷)

مسئلہ: کان کے بال کاٹنا، تراشنا سب درست ہے۔ (داڑھی اور انبیاء کی سنتیں صفحہ ۱۰۰)

مسئلہ: سینہ اور پنڈلی کے بال صاف کرنا درست ہے۔ (۱۰۰)

عورت کو اپنے گرے ہوئے بالوں کو چوٹی میں لگا کر باندھنا درست نہیں۔ (شامی جلد ۵ صفحہ ۳۲۸)

مسئلہ: عورتوں کا بال کاٹنا اور تراشنا ناجائز ہے۔ (نصاب الاحتساب صفحہ ۱۴۳)

مسئلہ: چھوٹی بچی کا سر مونڈنا۔ اور بال کاٹنا درست ہے۔ (تنویر صفحہ ۱۴)

مسئلہ: مردوں کو اتنی مقدار بال کہ چوٹی بندھ جائے درست نہیں۔

مسئلہ: مردوں کو چوٹی باندھنا درست نہیں۔ البتہ اگر مختلف حصے کر کے الگ الگ کر دیئے جائیں تو درست ہے۔ (داڑھی الخ صفحہ ۹۵)

مسئلہ: عورتوں کو اگر داڑھی کے بال خواہ ایک دو ہی نکل جائیں تو اس کا کاٹنا مستحب ہے۔ (مرقات جلد ۴ صفحہ ۴۵۷)

مردوں اور عورتوں دونوں کو مانگ بیچ سے نکالنا سنت ہے۔ آپ ﷺ ناک کی سیدھ سے مانگ نکالا کرتے تھے۔

مسئلہ: ٹیڑھی مانگ خلاف سنت ہے دائیں بائیں جانب سے مانگ نکالنا اسلامی طریقہ کے خلاف ہے۔

(ڈاڑھی اور انبیاء کی سنتیں صفحہ ۹۴)

مسئلہ: چھوٹے بچوں کو اتنی مقدار بال رکھنا کہ مانگ نکال کر جھاڑنے کی ضرورت پڑ جائے درست نہیں۔

(نصاب صفحہ ۳۹۰)

مسئلہ: اسکولی بچے جو بال رکھتے ہیں یہ انگریزی بال ہیں۔ ان کا رکھنا جائز نہیں۔ اس کا گناہ والدین کو ہوگا۔

(نصاب صفحہ ۳۹۰)

مسئلہ: گردن سے نیچے بالوں کا رکھنا خلاف سنت اور ممنوع ہے۔ جیسا کہ بعض درویش رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ کے بال کندھے سے باہر نہیں ہوئے ہیں۔ (مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۱۵۷)

مسئلہ: حجام اور نائی کو داڑھی کا مونڈنا جائز نہیں۔ کہ یہ اعانت علی المعصیۃ ہے۔

مسئلہ: سر کے سفید بال نور اور باعث وقار ہیں ان کا چننا، توڑنا مکروہ ہے۔ (تنویر الشعور صفحہ ۳۳)

البتہ ایک آدھ بال دور کر دیئے جائیں تو گنجائش ہے۔ (بزازیہ صفحہ ۳۷۱)

مسئلہ: بالوں میں گوند وغیرہ لگا کر چپکانا کہ بال نہ بکھریں درست ہے۔ (تنویر الشعور صفحہ ۱۸)

مسئلہ: بالوں کو چھوڑے رکھنا تیل وغیرہ نہ لگانا۔ مکروہ خلافِ سنت ہے۔ (تنویر الشعور صفحہ ۱۸)

مسئلہ: عورتوں کے بال چوٹی کی شکل میں گندھے ہوئے ہوں تو ان کا کھولنا ضروری نہیں صرف جڑ میں پانی پہنچا دینا کافی ہے۔ (شامی جلد ۶ صفحہ ۱۵۳)

بالوں کے متعلق سنن و آداب کا بیان

بالوں کا رکھنا۔
بالوں کا کان کی لو یا کندھے تک رکھنا۔
بالوں کا کندھے تک آنے کے بعد چھوٹے کرا لینا۔
ضرورت کی وجہ سے بالوں کا گوند سے چپکانا۔
مانگ نکالنا۔
ناک کی سیدھ سے مانگ نکالنا، یعنی سیدھی نکالنا۔
قینچی سے پورے سر کو ہر جگہ سے برابر تراشنا۔
بالوں میں تیل لگانا۔
کنگھا کرنا۔
سونے سے قبل اور بعد میں پراگندہ بالوں کو سنوارنا۔
کنگھی پاس رکھنا۔
آئینہ دیکھ کر بالوں کو سنوارنا۔
دائیں جانب سے دائیں ہاتھ سے کنگھی کرنا۔
گرے اور جھڑے بالوں کا دفن کرنا۔

بالوں کے متعلق خلافِ سنت امور کا بیان

بالوں کو کسی مقام سے چھوٹا اور کسی مقام سے بڑا رکھنا۔

بالوں کو کندھے سے آگے بڑھنے دینا۔

کنگھی اور تیل نہ کرنا۔

بالوں کا خشک اور پراگندہ رکھنا۔

مرد یا عورت کا ٹیڑھی مانگ نکالنا۔

بچوں کے سر پر بال رکھنا۔

داڑھی کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا بیان

آپ کی داڑھی گھنی تھی

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی کے بال گھنے تھے۔

(مسلم جلد۲ صفحہ ۲۵۹، نسائی جلد۲ صفحہ ۲۱۹، دلائل النبوۃ جلد۱ صفحہ ۲۱۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک بڑی تھی

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک بڑا۔ اور داڑھی مبارک بڑی تھی۔

(ترمذی فی المناقب، دلائل النبوۃ صفحہ ۲۱۶)

فائدہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی داڑھی گھنی تھی۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی داڑھی تو اس قدر گھنی تھی کہ سینہ کے دونوں طرف کو گھیرے ہوئے تھی۔ البتہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گھنی نہیں تھی۔

(شرح احیاء العلوم جلد۲ صفحہ ۴۳۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی کالی تھی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کالی تھی۔

(دلائل النبوۃ جلد۱ صفحہ ۲۱۷)

فائدہ: یعنی مبارک بال سیاہ تھے۔ کیلے یا بھورے رنگ کے نہیں تھے۔ البتہ آخیر عمر مبارک میں چند بال سفید ہو گئے تھے۔ (مسلم جلد۲ صفحہ ۲۵)

الروض النظیف میں ہے۔ "ذُولِحیَۃٍ کَثَّۃٍ زَانَتْ مَحَاسِنَہٗ کما یزین عیون الغادرۃ الحور" گنجان داڑھی والے تھے جس نے آپ کے حسن کو اور زینت دے دی۔ جیسا نازک اندام عورتوں کی آنکھوں کو آنکھ کی سفیدی اور سیاہی کی تیزی رونق دیتی ہے۔

داڑھی میں کنگھی کرنا مسنون ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت کثرت سے سر میں تیل لگاتے اور داڑھی مبارک میں کنگھی فرماتے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۱)

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلاً مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی مبارک کنگھی سے سنوارتے۔

(سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۵۴۶)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیل لگاتے پھر کنگھی فرماتے تھے۔

(سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۵۴۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنگھی کیسی تھی

ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ آپ کے پاس ہاتھی کے دانت کی کنگھی تھی جس سے داڑھی میں کنگھی فرماتے۔ (ابن سعد، سیرۃ الشامی، جلد ۷ صفحہ ۵۴۷)

آئینہ دیکھ کر داڑھی سنوارنا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئینہ دیکھ کر داڑھی درست فرماتے۔

(مجمع جلد ۵ صفحہ ۱۷۴، فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۳۶۷)

طبرانی میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ جب داڑھی میں کنگھی فرماتے تو آئینہ دیکھتے۔

(جمع الوسائل شرح شمائل جلد ۱ صفحہ ۸۴)

کنگھی ہمیشہ پاس رکھنی سنت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مسواک اور کنگھی پاس رکھا کرتے تھے۔

(فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۳۶۷، مرقات جلد ۴ صفحہ ۴۶۴)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ آپ تیل اور کنگھی ہمیشہ رکھا کرتے تھے حتیٰ کہ سونے کے وقت بھی کنگھی رکھ دی جاتی تھی۔ سفر میں بھی آپ کنگھی رکھتے تھے۔ (جلد ۴ صفحہ ۴۶۴)

اس سے معلوم ہوا کہ جیب میں کنگھی رکھنا سنت ہے۔

کنگھی کرنے کا مسنون طریقہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز میں دایاں پسند تھا۔ طہارت میں، جوتا پہننے میں، جہاں تک ہوسکتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی رعایت فرماتے۔ (نسائی جلد ۲ صفحہ ۲۹۲)

حضور اقدس ﷺ ہر چیز کو دائیں سے ابتداء کرنا پسند فرماتے تھے۔ اس کا اصل قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز کا وجود زینت اور شرافت ہے اس کے پہننے میں دایاں مقدم ہوتا ہے۔ جیسے، کپڑا جوتا، اور نکالنے میں بایاں مقدم۔ اور جس چیز کا وجود زینت نہیں۔ اس کے کرنے میں بایاں مقدم کرنا چاہئے۔ جیسے پاخانہ جانا کہ اس میں جاتے وقت بایاں پاؤں مقدم ہونا چاہئے اور نکلنے کے وقت دایاں۔ برخلاف مسجد کے کہ اس کا قیام شرافت اور بزرگی ہے۔ اس لئے مسجد میں داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں اول داخل کرنا چاہئے۔ (خصائل صفحہ ۳۷)

داڑھی سنوارنے اور درست کرنے کا حکم

عطاء بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جس کے سر اور داڑھی کے بال منتشر اور پراگندہ تھے آپ نے ان کو سر اور داڑھی کے بالوں کو سنوارنے اور درست کرنے کا حکم دیا۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۱)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ سر اور داڑھی کے بالوں سے بے پرواہی برتتے ہیں۔ غبار آلود، پراگندہ ہوئے چھوڑے رہتے ہیں۔ سنجیدگی کے خلاف ہے۔ اعتدال تو یہ ہے کہ نہ فیشن اور سنگار میں رہے۔ اور نہ بالکل بے پرواہ جانور کی شکل بنائے کہ لب کے بال ہونٹ سے بڑھ رہے ہیں، اسے خبر ہی نہیں، ایسی حالت اللہ اور اس کے رسول کو پسند نہیں۔ بعض فقراء اس کو زہد سمجھتے ہیں سو سن لیجئے خلاف سنت طریقہ سے زہد نہ مطلوب ہے نہ محمود ہے اور نہ باعث ثواب و نجات ہے۔

پانی لگا کر داڑھی سنوارنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ داڑھی مبارک میں ہر دن پانی لگا کر سنوارا کرتے۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۵۴۶)

پانی لگا کر سنوارنے اور کنگھی کرنے میں بال کم ٹوٹتے ہیں۔ اور سہولت ہوتی ہے۔ اس لئے آپ نے ایسا کیا۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ بکثرت سر میں تیل لگاتے۔ اور داڑھی کو پانی سے سنوارتے۔ (شعب الایمان جلد ۵ صفحہ ۲۲۶)

اس سے معلوم ہوا کہ داڑھی میں پانی اور سر میں تیل لگا کر سنوارے۔

داڑھی میں خوشبو لگانا

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ مشک سر اور داڑھی میں لگاتے۔

(ابویعلی، مرقات صفحہ ۴۶۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میں بہترین خوشبو آپ کو لگاتی یہاں تک کہ خوشبو کا نشان آپ

کے سر اور داڑھی میں ہوتا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب آپ تیل یا زعفران داڑھی میں لگانا چاہتے تو اولاً ہاتھ پر رکھتے۔ پھر داڑھی پر لگاتے۔ (مجمع جلد ۶ صفحہ ۱۶۵)

یعنی بائیں ہاتھ میں رکھ کر دائیں ہاتھ سے لگاتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تیل یا عطر وغیرہ داڑھی پر ملنا اور لگانا درست ہے۔ مگر خوشبو کو چہرے پر ملنے سے منع کیا گیا ہے کہ چونکہ اس میں تزئین ہے۔

داڑھی کو زعفران سے زرد کرنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زعفران اور ورس سے داڑھی کو زرد فرماتے۔

(سیرۃ الشامی جلد ۳ صفحہ ۵۴۲)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ داڑھی میں زعفران لگا سکتے ہیں۔ مگر خیال رہے کہ صرف اس کی بو کا احساس ہو تو ٹھیک ہے۔ ورنہ آپ نے مردوں کو زعفران سے منع فرمایا ہے۔ جس سے رنگین ہونے کا احساس ہو۔ خضاب کے طور پر ہلکی زردگی درست ہے۔

داڑھی میں تیل کس طرح لگائے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب داڑھی میں تیل لگاتے تو اولاً ریش بچہ میں لگاتے۔ (نسائی، سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۵۴۷)

فائدہ: ریش بچہ یعنی نچلے ہونٹ کے نیچے جو بال ہیں ان میں اولاً لگاتے۔ اور جب سر مبارک میں تیل لگاتے تو اولاً پیشانی کے مقابل وسط سر (تالو) میں لگاتے۔ (نسائی، سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۵۴۷)

غم ورنج کے وقت داڑھی پکڑنا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب غمگین ہوتے تو داڑھی مبارک کو ہاتھوں سے پکڑتے۔ (مجمع جلد ۶ صفحہ ۱۴۲)

فائدہ: آپ کے غمگین اور رنجیدہ ہونے کی علامت ہوتی کہ داڑھی مبارک کو دست مبارک سے پکڑ لیتے۔

ریش بچہ کا رکھنا سنت، منڈانا بدعت ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ کے ریش بچہ کے کچھ بال سفید تھے۔ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۵۷)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں چاہوں تو ریش بچہ (ٹھوڑی) کے سفید بالوں کو شمار کر لوں (کم تھے کہ شمار کئے جا سکتے تھے)۔ (دلائل النبوۃ جلد ۱ صفحہ ۲۳۰)

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ قریب ۱۷، ۲۰ بال آپ کے ریش بچہ کے سفید تھے۔

(ابن ماجہ صفحہ ۲۵۸)

یعنی نیچے کے ہونٹ کے بال یا ٹھوڑی اور نیچے کے ہونٹ کے درمیان کے بال ہیں۔

(حاشیہ، دلائل النبوۃ صفحہ ۲۳۲)

فَائِدَہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ریش بچہ یعنی نیچے کے ہونٹ کے بال کا کاٹنا اور مونڈنا، خلاف سنت ہے۔ شاہ عبدالحق دہلوی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی صراط مستقیم میں فرماتے ہیں حضرت امیر المؤمنین ریش بچہ منڈانے والے کو مردود الشہادۃ قرار دیتے تھے۔ (تنویر الشعور صفحہ ۲۱)

علامہ انور شاہ کشمیری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کی فیض الباری میں ہے۔ اس کا مونڈنا بدعت ہے۔ (جلد ۳ صفحہ ۳۸۰)

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ ریش بچہ کو مونڈ دیتے ہیں وہ خلاف شرع کرتے ہیں۔ یہ داڑھی میں داخل ہے اس کا مونڈنا داڑھی کے ایک جز کا مونڈنا ہے۔ جو ناجائز اور حرام ہے۔

داڑھی کے بالوں کا زیادہ لمبا ہونا مذموم ہے

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک شخص کو دیکھا۔ جس نے داڑھی چھوڑ رکھی تھی کہ اچھی لمبی ہوگئی آپ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ مٹھی سے جو نیچے ہوا سے کاٹ دے اس نے کاٹ دیا آپ نے فرمایا۔ اس طرح کیوں چھوڑ دیتے ہو کہ درندے کی طرح ہو جاؤ۔ (عمدہ جلد ۲۲ صفحہ ۴۷)

یعنی جس طرح درندے بال کاٹتے اور تراشتے نہیں اسی طرح تم نے یہ شکل کیوں اختیار کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ داڑھی کی لمبائی مذموم ہے۔ اور ایک مشت سے زیادہ کاٹا جا سکتا ہے۔ اگر یہ کاٹنا خلاف سنت ہوتا تو حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہرگز نہ کٹواتے۔ لہٰذا جو لوگ ایک مشت سے زائد کو کاٹنا ممنوع قرار دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اعفاء کے خلاف ہے۔ یہ صحیح نہیں۔ خود حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے بھی ایک مشت سے زائد کاٹنا صحاح سے ثابت ہے۔

داڑھی کے بال زیادہ بڑھ جائیں تو کم کرنا مسنون ہے

حضرت عمرو بن شعیب کی روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ داڑھی مبارک کو طول و عرض سے کم کیا کرتے تھے۔

(ترمذی صفحہ ۱۰۰، مشکوۃ صفحہ ۳۸۱، شعب الایمان جلد ۵ صفحہ ۲۲)

داڑھی کے بال جب زیادہ لمبے اور بڑھ جاتے تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اسے طول اور عرض سے کم کر دیتے تھے اگر کم کرنا اعفاء کے خلاف ہوتا تو آپ ایسا نہ کرتے۔

اس کی حد کہ جس مقدار سے زائد کاٹا جائے ایک مشت ہے جو حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اور ابو ہریرہ

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے عمل سے ثابت ہوتا ہے۔ اگر مشت کی حد نہیں ہوتی تو حضرات صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اسے اختیار نہ کرتے حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ایک مشت سے جو بڑا ہوتا اسے کاٹ دیتے حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا متبع وشیدائے سنت ہونا مشہور اور معلوم ہے اسی سے احناف رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے ایک مشت کو معیار مانا ہے۔ اور اس سے کم کونا جائز قرار دیا ہے۔

لمبی داڑھی کے کم کرنے میں حضرات صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ و تابعین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی کا طرز عمل

لمبی داڑھی کا چھوٹا کرنا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وحضرات صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ وتابعین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی سے ثابت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا حج وعمرہ کے موقع پر سر کا حلق کراتے تو داڑھی کو مٹھی سے پکڑ لیتے پھر ہر چہار جانب سے برابر کرنے کا حکم دیتے۔ (بخاری جلد۲ صفحہ۸۷۵)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا داڑھی کو مٹھی سے پکڑ لیتے اور جو مقدار زائد ہوتی اسے کاٹنے کا حکم دیتے۔ داڑھی کو ہر طرف سے برابر کرتے۔ (شعب الایمان جلد۵ صفحہ۲۲)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ داڑھی کو پکڑ لیتے پھر جو مقدار مٹھی سے زائد ہوتی اسے کاٹ دیتے۔
(بیہقی شعب الایمان جلد۵ صفحہ۲۲)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ''اعفاء لحیہ'' کی بھی روایت ہے اگر ایک مشت سے زائد کا کاٹنا اعفاء کے خلاف ہوتا تو ہرگز ان سے یہ عمل نہ ہوتا۔ حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ایک مشت سے زیادہ ہونے پر کاٹنا یہ علامت ہے کہ ایک مشت سے کم پر کاٹنا درست نہیں۔ اور انہوں نے یہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے سمجھا ہوگا چونکہ ان حضرات کا کوئی فعل وعمل نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی سنت کے خلاف نہیں ہوتا تھا۔ اسی طرح حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منقول ہے کہ حج وعمرہ کے موقع پر داڑھی کم کیا کرتے تھے۔
(فتح الباری جلد۱۰ صفحہ۳۵۰)

حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مٹھی سے زائد لمبی داڑھی کو کاٹ دیا کرتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ جلد۸ صفحہ۳۷۵)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ چہرے کی جانب داڑھی کو کچھ کاٹ دیا کرتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ جلد۸ صفحہ۳۷۵)

حضرت قاسم رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی جب سر کا حلق کراتے تو داڑھی اور لبوں کو درست کراتے۔ (جلد۸ صفحہ۳۷۵)

حضرت ابراہیم نخعی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی ہر جانب سے داڑھی کو کاٹ کر برابر کیا کرتے تھے۔
(شعب الایمان جلد۵ صفحہ۲۲۰)

حضرت حسن بصری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی لمبائی اور چوڑائی سے داڑھی کو کاٹا کرتے تھے تاکہ زیادہ لمبی نہ ہو جائے۔ (فتح الباری جلد۱۰ صفحہ۳۵۰)

حضرت سالم بن عبداللہ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی احرام سے قبل داڑھی اور لب درست فرماتے تھے۔ (موطا امام مالک رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی) حضرت عطا رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی سے داڑھی کا کم کرنا منقول ہے۔ (فتح جلد۱۰ صفحہ۳۵۰)

حضرت حسن بصری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی اور ابن سیرین رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی سے مروی ہے کہ داڑھی کو لمبائی سے کم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (جلد۸ صفحہ۳۷۶)

حضرت فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ایک تنبیہ

حضرت فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک شخص کی داڑھی بڑھی دیکھی تو اسے کھینچنے لگے اور حکم دیا کہ مشت سے جو زائد ہو اسے کاٹ دو۔ (عمدۃ القاری جلد۲۲ صفحہ۴۷)

فَائِدَہ: قاضی عیاضی مالکی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کا قول حافظ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے نقل کیا ہے کہ اگر داڑھی بڑی لمبی ہو جائے تو طول اور عرض سے کم کر دینا مستحسن ہے۔ اگر اس مقدار میں بڑی ہو جائے کہ لوگوں میں اس کی شہرت ہو جائے تو مکروہ ہے۔ (جلد۱۰ صفحہ۳۵۰)

ملا علی قاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے لکھا ہے کہ داڑھی اگر قبضہ سے زائد ہو جائے تو اس کا کاٹنا کم کرنا اعفا (جس کا آپ نے حکم دیا ہے) کے خلاف نہیں۔

آپ نے اس طرح کم کرنے اور کاٹنے سے منع کیا ہے جو عجمیوں کا طریقہ ہے۔ یعنی خشخشی کرنے سے داڑھی ایک مٹھی سے زائد ہو جائے یا اتنی لمبی ہو جائے کہ اس کی لمبائی لوگوں میں مشہور ہو جائے تو کم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (مرقات جلد۴ صفحہ۴۶۳)

حضرت عطاء رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں کہ طول و عرض میں جب کہ زیادہ لمبی ہو جائے تو کم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (عمدۃ القاری جلد۲۲ صفحہ۴۷)

اس کے برخلاف نووی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کی رائے یہ ہے کہ داڑھی چھوڑ دی جائے جتنی بھی بڑھے کہ کاٹنا اعفاء کے خلاف ہے۔ اسی کا جواب ملا علی قاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے دیا ہے کہ کم کرنا اعفاء کے خلاف نہیں۔

علامہ عینی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے لکھا ہے کہ خود آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے داڑھی کا کم کرنا ثابت ہے۔ (جلد۲۲ صفحہ۴۷)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا کاٹنا اور ایک مٹھی سے کم کرنا دلیل ہے کہ ضرور آپ سے یہ ثابت ہے، اور سنت ہے۔ اگر خلاف سنت ہوتا تو حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا جو شیدائے سنت تھے اور ان کا اہتمام سنت اہل علم کے نزدیک مشہور ہے ہرگز مٹھی سے زائد نہ کاٹتے۔

زیادہ لمبی داڑھی کے متعلق

ملا علی قاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے لکھا ہے کہ داڑھی کا زیادہ لمبی ہونا خفت اور نقصان عقل کی بات ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ "کُلَّمَا طَالَتْ لِحْیَتُہٗ نَقَصَ عَقْلُہٗ" داڑھی جس قدر لمبی ہوگی اسی قدر عقل کم ہوگی۔

(جلد۴ صفحہ۴۶۳)

یعنی ایک مشت سے زائد پر۔

احیاء میں ہے کہ ابوعمر بن عبدالعلاء رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے کہا کہ جس کو تم لمبے قد اور سر والا اور بڑی داڑھی والا دیکھو تو اس پر بے وقوفی کا حکم لگاؤ۔ حضرت معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے نقل ہے کہ آدمی بھی لمبا ہو اور اس کی داڑھی بھی لمبی ہو تو اس کی حماقت ظاہر ہے۔ (جلد۲ صفحہ۴۳۴)

اس سے معلوم ہوا کہ داڑھی کو چھوڑ دینا کہ وہ بڑی اور لمبی ہو جائے بہتر نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے لکھا ہے کہ طول وعرض میں بڑی ہو جائے تو کاٹنا، کم کرنا مستحسن ہے۔ (جلد۱۰ صفحہ۳۵۰)

شرح احیاء میں امام مالک رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے بھی داڑھی کے زائد لمبی ہونے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

(جلد۳ صفحہ۴۱۹)

داڑھی کے سفید بالوں کو چننا

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا سفید بال مت چنو یہ مسلمان کا نور ہے حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ قیامت کے دن کا نور ہے۔ (آداب بیہقی صفحہ۳۸۶)

عمرو بن شعیب رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کی روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ سفید بال مت چنو یہ مسلمان کا نور ہے جس کے بال اسلام کی حالت میں سفید ہوئے ہوں خدائے پاک اس کی وجہ سے نیکی لکھے گا گناہ معاف فرمائے گا درجہ بلند کرے گا۔ (مشکوٰۃ صفحہ۳۸۲)

سفید بال وقار ہے

حضرت سعید بن مسیب رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے فرمایا سب سے پہلے جس نے داڑھی میں سفید بال دیکھا وہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامُ ہیں۔ دیکھا تو خدائے تعالیٰ سے پوچھا کہ اے اللہ یہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ وقار ہے۔ آپ نے فرمایا اے اللہ میرے وقار میں زیادتی فرما۔ (مشکوٰۃ صفحہ۳۸۵)

فَائِدَہ: شرح احیاء میں ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامُ کی داڑھی کے سفید بال پر فرشتے نے کہا اللہ پاک نے آپ کو زمین وآسمان والوں پر عظمت بخش دی ہے۔ (جلد۳ صفحہ۴۲۵)

ان فضائل مذکورہ کے پیش نظر داڑھی سے سفید بالوں کا چننا مکروہ قرار دیا ہے کہ نور اسلام ضائع کرنا ہے آپ

نے اسے پسند نہیں کیا۔ ملا علی قاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے مرقات میں لکھا ہے کہ حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ داڑھی یا سر کے سفید بالوں کو چننا مکروہ سمجھتے تھے۔ (مرقات جلد۴ صفحہ ۴۶۹)

خوش نمائی اور اچھا لگنے کے لئے سفید بالوں کا چننا جیسا کہ آج کل بعض لوگوں کا مزاج اور عادت ہے۔ ملا علی قاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے اسے مکروہ اور ناپسندیدہ کہا ہے۔ چونکہ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ ایک آدھ بال کبھی اتفاقاً چن لئے جائیں تو اس کی گنجائش ہے۔ (ردالمختار جلد۵ صفحہ ۲۲۸)

داڑھی کے چند مکروہات

۱. سیاہ خضاب کا استعمال۔ (البتہ غازی اور مجاہد کے لئے فقہاء کرام نے اجازت دی ہے) (شامی صفحہ ۲۹۵)

۲. بزرگ بننے اور ظاہر کرنے کی نیت سے زرد یا سرخ خضاب کرنا تاکہ لوگ نیک سمجھیں ہاں اگر اتباع سنت کے پیش ہو تو پھر قباحت نہیں۔

۳. گندھک یا اور کسی چیز سے بالوں کو سفید کرنا تاکہ معمر اور بزرگ معلوم ہو۔ پیری کی وجہ سے لوگوں میں اعزاز ہو۔

۴. شروع عمر میں جب داڑھی کے بال اگنے لگیں تو بالوں کو اکھاڑنا تاکہ جلد داڑھی والے نہ ہو جائیں۔ حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور قاضی ابن ابی لیلیٰ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے ایسے شخص کی گواہی رد فرما دی جو داڑھی کے بال اکھاڑا کرتا تھا۔ شرح احیاء میں ہے کہ یہ کبائر منکرات میں سے ہے۔

۵. سفید بالوں کو چننا اس سے قبل سفید بالوں کی اہمیت اور افضلیت معلوم ہو چکی ہے۔ یہ زینت اور وقار ہے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامُ نے اس کے اضافہ کی دعا فرمائی حدیث پاک میں اسے نور فرمایا گیا ہے۔ شرح احیاء میں ہے کہ سفید بالوں کا چننا نور خداوندی سے اعراض کرنا ہے۔

۶. داڑھی کو اس طرح کترنا کہ تہ بہ تہ معلوم ہو اور عورتوں کو بھلا لگے مکروہ ہے۔

۷. ڈاڑھی کو کترنا اور خشخشی کرنا۔

۸. نمائش اور تفاخر کے طور پر اچھا معلوم ہونے کے لئے کنگھی کرنا۔

۹. زہد تقویٰ اور بزرگی ظاہر ہونے کے لئے بالوں میں کنگھی نہ کرنا بالوں کو پراگندہ چھوڑ دینا (جیسا کہ سادھو لوگ کرتے ہیں)

۱۰. داڑھی کی سیاہی یا سفیدی کو فخر یا غرور کے طور پر دیکھنا۔

۱۱. داڑھی باندھنا یا گوندھنا تاکہ خوبصورت معلوم ہو۔

ان امور کو حافظ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے فتح الباری جلد۱۰ صفحہ ۳۵۰ علامہ نووی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے شرح مسلم

جلد اصفحہ ۱۲۹ علامہ زبیدی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے شرح احیاء جلد ۲ صفحہ ۴۲۶ میں ذکر کیا ہے۔

داڑھی کے بالوں کا شرعی حکم

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ دس چیزیں فطرت (حضرات انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ) کی سنت ہیں۔ ① لبوں کو کتروانا ② داڑھی کا چھوڑ دینا اور بڑھنے دینا۔ (مسلم جلد اصفحہ ۱۲۹)

فَائِدَہ: فطرت حضرات انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کی سنت کو بھی کہتے ہیں اور دین کو بھی کہتے ہیں اسی وجہ سے بعض روایات میں فطرت کے بجائے سنت کا لفظ ہے۔ (فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۳۳۹)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا مشرکین کی مخالفت کرو۔ ڈاڑھیاں بڑھاؤ (اسے بڑھنے دو کاٹو مت) (بخاری جلد اصفحہ ۸۵۷)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا میرے رب نے ہمیں حکم دیا ہے کہ داڑھیاں بڑھاؤ۔

فَائِدَہ: تمام انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ نے خواہ نسل ابراہیمی سے ہوں یا اس سے قبل کے، داڑھیاں رکھی ہیں کسی نبی نے نہ داڑھی منڈائی ہے نہ خشخشی داڑھی رکھی ہے جیسا کہ بعض اہل عرب رکھتے ہیں۔

تمام ائمہ محدثین، فقہاء مجتہدین ائمہ اربعہ اور غیر اربعہ داڑھی کو واجب قرار دیتے ہیں۔ کسی نے بھی نہ مونڈنے کی، نہ خشخشی رکھنے کی اجازت دی ہے۔

داڑھی مرد کے لئے باعث زینت ہے۔ (جس طرح بالوں کی چوٹیاں عورتوں کے لئے باعث زینت ہیں)

(ہدایہ جلد ۴ صفحہ ۱۷۵)

داڑھی کا بڑھنے دینا یہ فطرت ہے اور اس کا مونڈنا تخلیق خداوندی کو بگاڑنا ہے اور خدا کی پیدا کردہ صورت کو بگاڑنا درست نہیں۔ چنانچہ مردود ابلیس نے گمراہ کرنے کے متعلق کہا ہم ان کو حکم دیں گے کہ وہ خلقت خداوندی کو بگاڑا کریں۔ "وَلَاٰمُرَنَّھُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰہِ" (سورۃ النساء)

افسوس کہ آج لوگوں کو مردود مغربی اور مشرکانہ تہذیب کی وجہ سے خدا کے خلقی جمال و زینت سے نفرت ہوگئی ہے۔ حضرات انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کی موکد سنت کو چھوڑ رہے ہیں۔ داڑھی شعائر اسلام میں سے ہے شعائر اسلام سے ہٹ کر شعائر کفر اختیار کر رہے ہیں جو بالکل درست نہیں۔

بڑے خوف وخطرہ کی بات ہے۔ ایک محبوب سنت اور شرعی حکم کو چھوڑ کر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی شفاعت جو ہر مؤمن کے لئے واجب ہے اور قیامت کے دہشت ناک خوف ناک وقت میں عظیم دولت ہوگی اس سے محروم

ہونے کا سبب اختیار کر رہے ہیں۔ اللہ کی پناہ۔

داڑھی کے سلسلے میں دیگر ائمہ مجتہدین کے اقوال

اہل حدیث علماء ظاہر کا مسلک: ان کے یہاں بھی داڑھی کا رکھنا فرض ہے۔ ابن حزم صاحب محلی لکھتے ہیں

"فُرِضَ قَصُّ الشَّارِبِ وَاِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ" (جلد۲ صفحہ ۳۲۰)

تَرْجَمَہ: "لب کترنا، داڑھی بڑھانا فرض ہے۔"

علامہ شوکانی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نیل الاوطار میں لکھتے ہیں

"وَكَانَ مِنْ عَادَةِ الْفُرْسِ قَصُّ اللِّحْيَةِ فَنَهَى الشَّارِعُ مِنْ ذَالِكَ وَاَمَرَنَا اِعْفَائَهَا"

تَرْجَمَہ: "مجوسی داڑھی کترتے تھے اسی وجہ سے آپ نے منع کیا اور اس کے چھوڑے رکھنے کا حکم دیا۔" (جلد ا صفحہ ۱۱۶)

حنبلی مسلک: حنبلی مسلک میں بھی داڑھی مونڈانا اور کترنا حرام لکھا ہے۔ ان کی مشہور کتاب الاقناع میں ہے

"وَيُحْرَمُ حَلْقُهَا"

تَرْجَمَہ: "داڑھی مونڈنا حرام ہے۔"

شیخ تقی الدین حنبلی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بھی مونڈنا حرام قرار دیتے ہیں۔ ان کا معتمد مسلک یہ ہے کہ مونڈنا حرام ہے۔ (داڑھی اور انبیاء کی سنتیں)

شافعی مسلک: امام شافعی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے کتاب الام میں مونڈنے کو حرام قرار دیا ہے۔ (جواہر الفقہ جلد۲ صفحہ ۴۱۸)

داڑھی مونڈنا بالاجماع ناجائز اور حرام ہے۔ علامہ محمود رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی لکھتے ہیں

"حَلْقُ اللِّحْيَةِ مُحَرَّمًا عِنْدَ اَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ الْمُجْتَهِدِيْنَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَمَالِكٍ وَالشَّافِعِىْ وَاَحْمَدَ وَغَيْرِهِمْ" (داڑھی اور انبیاء کی سنتیں)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ داڑھی مونڈنا تمام انبیاء کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اور ائمہ عظام اور اولیاء کرام کے خلاف ہے۔ خدائے پاک ایسی مخالفت سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

خشخشی داڑھی ناجائز ہے

آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے داڑھی کے بالوں کے متعلق حکم دیا کہ اسے چھوڑے رکھو۔ خود آپ کی داڑھی مبارک اتنی گھنی تھی کہ سینے مبارک پر آجاتی تھی جیسا کہ اس سے قبل ذکر کیا گیا ہے۔

آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مبارک ڈاڑھی میں خلال فرمایا کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت

ابوداؤد میں ہے۔ آپ وضو فرماتے تو ہتھیلی میں پانی لیتے اور خلال فرماتے۔ (ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۹)

ظاہر ہے کہ خشخشی داڑھی میں یہ بات نہیں ہو سکتی اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی داڑھی چھوٹی ایک مشت سے کم نہیں ہوتی تھی۔ آپ داڑھی مبارک کو ایک مشت سے زائد پر بھی کاٹ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ ترمذی میں بروایت عمرو یہ حدیث گزری کہ آپ داڑھی کو طول وعرض سے کم کیا کرتے تھے۔ اسی سنت پر حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا جو عاشق سنت تھے عمل پیرا تھے۔ چنانچہ بخاری شریف کی یہ روایت بھی گزری کہ حج وعمرہ کے موقع پر اپنی داڑھی کو مٹھی سے پکڑ لیتے جو حصہ زائد ہوتا اس کو کاٹ دیتے۔ (جلد ۱ صفحہ ۸۷۵)

اسی طرح مختلف صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا بھی یہ عمل تھا جس میں حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی ہیں اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ داڑھی کے بالوں کو ایک مٹھی سے کم کرنا درست نہیں۔

امام محمد رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کا قول: امام محمد رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اپنی مشہور کتاب کتاب الآثار میں لکھتے ہیں سنت ایک مٹھی کی مقدار ہے۔ اس طرح کہ داڑھی مٹھی میں لے اور جو زائد ہوا سے کاٹ دے۔

(شامی جلد ۶ صفحہ ۴۰۷)

خشخشی داڑھی قوم لوط کی عادت تھی

حضرت حسن رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی سے مروی ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا قوم لوط میں دس عادتیں تھیں جس کی وجہ سے وہ ہلاک کئے گئے اس میں سے ایک "قَصُّ اللِّحْیَۃِ" داڑھی کا کاٹنا اور تراشنا بھی تھا۔

(درمنثور جلد ۵ صفحہ ۶۴۴)

خشخشی داڑھی قیامت کی علامت ہے

حضرت کعب رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں کہ آخر زمانہ میں ایک جماعت ظاہر ہوگی جو داڑھی کو کبوتر کی دم کی طرح چھانٹے گی یعنی چھوٹی کرے گی۔ (اتحاف جلد ۲ صفحہ ۴۲۶)

خشخشی داڑھی کو کسی نے بھی جائز قرار نہیں دیا

ابن ہمام رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اور علامہ شامی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی لکھتے ہیں کہ داڑھی کو ایک مٹھی سے کم جیسا کہ بعض مغربی علاقے کے لوگ کرتے ہیں۔ اس کو کسی نے بھی جائز قرار نہیں دیا ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے بھی ایک مشت سے کم پر داڑھی کاٹنے کو حرام قرار دیا ہے۔ (صفحہ ۱۲۲)

علامہ سنامی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے بھی لکھا ہے کہ ایک مشت جو مقدار مسنون ہے۔ اس سے داڑھی کم نہ

کرائے۔ (نصاب الاحتساب صفحہ ۱۲۲)

اس سے معلوم ہوگیا کہ خشخشی داڑھی شرعی ڈاڑھی نہیں ہے اور جو بعض اہل عرب میں رائج ہے سو یہ شرع اور سنت سے ثابت نہیں ہے اور خلاف سنت وشریعت رواج کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

آئینہ دیکھنے کی دعا

❶ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب آئینہ دیکھتے تو یہ دعا فرماتے

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ حَسَّنَ خَلْقِیْ وَخُلُقِیْ وَزَانَ مِنِّیْ مَاشَانَ مِنْ غَیْرِیْ"

ترجمہ: "تعریف اس اللہ کی جس نے صورت وسیرت کو بہتر بنایا اور مزین کیا جس سے دوسروں کو مزین نہیں کیا۔"

❷ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئینہ دیکھتے تو یہ فرماتے

"اَللّٰهُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ وَاَوْسِعْ عَلَیَّ رِزْقِیْ" (سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۵۴۶)

ترجمہ: "اے اللہ آپ نے مجھے اچھا پیدا کیا پس میرے اخلاق کو بھی اچھا بنادے اور میرے رزق کو وسیع بنادے۔"

❸ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا آئینہ دیکھتے وقت پڑھتے

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ سَوّٰی خَلْقِیْ فَعَدَّ لَهٗ وَکَرَّمَ صُوْرَةَ وَجْهِیْ فَحَسَّنَهَا وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ" (ابن سنی صفحہ ۱۶۵، مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۱۳۹)

ترجمہ: "تعریف اس خدا کی جس نے پیدا کیا اور معتدل بنایا اور میرے چہرے کی صورت کو قابل اکرام بنایا، اور اسے خوبصورت بنایا اور بنایا مجھے مسلمانوں میں سے۔"

❹ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب چہرہ مبارک آئینہ میں دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَللّٰهُمَّ کَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ" (ابن سنی صفحہ ۱۶۳)

ترجمہ: "تعریف اللہ کی، اے اللہ! جس طرح آپ نے عمدہ پیدا کیا میرے اخلاق کو بھی عمدہ بنا دے۔"

لب اور ناخن کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا بیان

لب کاٹنا یا تراشنا مسنون ہے

ام عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لب مبارک کو خوب مبالغہ سے کٹایا کرتے تھے۔
(مجمع جلد ۵ صفحہ ۱۶۹)

حضرت عبداللہ بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا کہ اپنے لب مبارک کو خوب مبالغہ سے اچھی طرح کٹوا رہے تھے۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۵۵۱، مجمع جلد ۵ صفحہ ۱۷۰)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لب کو خوب مبالغہ سے کاٹ رہے تھے۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۵۵۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ وہ اپنے لبوں کو خوب مبالغہ سے کاٹا کرتے تھے یہاں تک کہ کھال کی سفیدی نظر آنے لگتی تھی۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۷۴، طحاوی جلد ۲ صفحہ ۳۳۴)

لب کاٹنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لب مبارک کو کاٹتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی کاٹتے تھے۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۰۰، مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۳۰۱، طبرانی جلد ۱۱ صفحہ ۲۷۷)

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے لب تراشا یا کاٹا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۵، موطا امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ)

لب کا کاٹنا سنت ہے مونڈنا نہیں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لب کاٹنا سنت ہے۔
(بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۷۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ امور فطرت میں سے ہیں۔

ختنہ کرنا، زیر ناف بال مونڈنا، لب کاٹنا، ناخن کاٹنا، بغل کے بال اکھاڑنا۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۸۷۵)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ لب کو کاٹنا، ڈاڑھی کو بڑھانا فطرت (سنت) ہے۔

(ابن ابی شیبہ جلد۸ صفحہ ۳۸۰)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی سے پوچھا گیا کہ لب کے بالوں میں سنت کیا ہے تو انہوں نے کہا کاٹنا۔ اس طرح کہ ہونٹ کے کنارے نظر آ جائیں۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۷۸)

فَائِدَہ: یعنی لب کے کنارے کے بالوں کو اس طرح کاٹے کہ ہونٹ کے اوپر کا حصہ نمایاں ہو جائے۔

احادیث میں قص اور احفاء کا مفہوم ہے۔ قص کے معنی کاٹنے کے ہیں احفاء کے معنی مبالغہ سے کاٹنے کے ہیں۔ علامہ نووی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے بیان کیا ہے کہ قص کا مطلب یہ ہے کہ کاٹے بالکل جڑ سے ختم کرے۔

(فتح جلد۱۰ صفحہ ۳۴۷)

فطرت سے مراد انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَامُ کی سنت ہے۔ (فتح الباری جلد۱۰ صفحہ ۳۳۹)

معلوم ہوا کہ لبوں پر استرا پھیرنا۔ مونڈنا خلاف سنت ہے۔ (مزید تحقیق آگے آ رہی ہے)۔

لب تراشنے کا ایک مسنون طریقہ

حکم بن عمر شمالی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا لب کو ہونٹ تک تراشو۔

(طبرانی جلد۳ صفحہ ۲۱۹)

لبوں کے بال بڑھے ہوئے چھوڑ دینا درست نہیں

حضرت مغیرہ بن شعبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ایک شخص کو دیکھا جس کے لب بڑھے ہوئے تھے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مسواک اور قینچی منگوائی اور اسے کاٹ ڈالا۔

(مسند طیالسی جلد۱ صفحہ ۳۶۰، بیہقی فی الشعب جلد۵ صفحہ ۲۲۲)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ایک شخص کو دیکھا جس کے لب بڑھے ہوئے تھے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا قینچی اور مسواک لاؤ۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ہونٹ کے کنارے مسواک رکھ کر زائد لب کو کاٹ ڈالا۔ (فتح الباری جلد۱۰ صفحہ ۳۴۷)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ لب کو بڑھائے رکھنا مذموم اور قبیح فعل ہے تہاون اور سستی سے اگر کسی شخص نے بڑھنے دیا ہے تو کسی بڑے کو کاٹ دینے کا اختیار ہے کہ یہ مسنون ہے۔ بشرطیکہ کوئی فتنہ نہ ہو۔

مونچھوں کا رکھنا جائز نہیں

حضرتت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا مونچھیں کٹاؤ، داڑھی بڑھاؤ

مجوسیوں کی مخالفت کرو۔ (کہ وہ مونچھ بڑھاتے اور داڑھی کٹاتے ہیں) (مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۲۲)

زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لب نہ تراشے وہ ہم میں سے نہیں۔ (ترمذی صفحہ ۱۰۰، بیہقی فی الشعب جلد ۵ صفحہ ۲۲۲)

مونچھ کافروں کا طریق ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بت پرستوں کی مخالفت کرو (کہ وہ داڑھی مونڈتے اور مونچھ بڑھاتے ہیں) تم داڑھی بڑھاؤ اور مونچھ کاٹو۔ (بخاری شریف صفحہ ۸۷۵)

مونچھ رکھنا مذہب اسلام کے خلاف ہے

حضرت عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجوسی (آتش پرست) آپ کی خدمت میں آئے تو ان کی داڑھی مونڈی ہوئی تھی اور مونچھیں لمبی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا یہ کیا ہے انہوں نے کہا ہمارا یہی مذہب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارا مذہب یہ ہے کہ مونچھ کاٹیں، داڑھی بڑھائیں۔

(ابن ابی شیبہ جلد ۸ صفحہ ۳۷۹)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ان لوگوں نے جواب دیا ہمارے رب کسریٰ نے اسی طرح کہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہمارے رب نے مونچھ کاٹنے اور داڑھی بڑھانے کو کہا ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اے اللہ کے رسول اہل کتاب اپنی داڑھیاں کاٹتے ہیں اور مونچھیں لمبی کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی مونچھیں کاٹو داڑھیاں بڑھاؤ۔ (مسند احمد مرتب جلد ۱۴ صفحہ ۳۱۴)

صحاح کی بکثرت روایات ہیں جن میں مونچھ رکھنے کی ممانعت اور اس کو کاٹنے اور تراشنے کا حکم ہے۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ مونچھ رکھنا اور اس کو بڑھانا ناجائز ہے اور مذہب اسلام کے خلاف ہے۔ افسوس کہ جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شدت سے روکا آج بعض اسی کو عزت و وقار خیال کرتے ہیں، خدا کی پناہ۔

لب کے مختلف مسنون و مشروع طریقے

احادیث کی روشنی سے علماء محققین اور فقہائے کرام نے تین طریقے اخذ کئے ہیں۔

1. لب کے بالوں کو قینچی وغیرہ سے اس مبالغہ سے کاٹے کہ کھال نظر آجائے احفاء کا یہی مفہوم ہے۔
2. لب کے بالوں کو اس قدر کاٹے کہ اوپر کے ہونٹ کی سرخی ظاہر ہو جائے۔

(عمدہ جلد ۲۲ صفحہ ۴۴، فتح جلد ۱۰ صفحہ ۱۴۷)

3. بالوں کو اس طرح تراشے کہ وہ بھوؤں کی مانند ہو جائیں۔ (حاشیہ بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۷۵)

لب کے دونوں کناروں کا شرعی حکم

لب کے دونوں کنارے جسے سبالتین کہا جاتا ہے۔ محققین علماء وفقہاء کرام کی دونوں رائے ہے۔

(فتح صفحہ ۳۴۶)

اسے باقی رکھا جائے۔ اس کے رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ امام غزالی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے احیاء العلوم میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ علامہ شامی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے لکھا ہے کہ بعض اسلاف سبالتین کو چھوڑ دیتے تھے۔

(ردالمختار جلد ۵ صفحہ ۲۸۹)

حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور بیشتر صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ وتابعین عظام رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی کا یہی معمول تھا اس کے برخلاف بعضوں نے اس کے باقی رکھنے کو مذموم قرار دیا ہے، چنانچہ ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی حدیث سے یہی مستفاد ہوتا ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے سامنے مجوس کے متعلق ذکر کیا گیا کہ وہ سبالتین چھوڑتے ہیں اور ڈاڑھی مونڈتے ہیں تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اس کی مخالفت کرو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سبالتین کو کاٹ دیا کرتے تھے۔ (اتحاف شرح احیاء جلد ۲ صفحہ ۴۰۹، بیہقی فی الشعب جلد ۵ صفحہ ۲۲۲)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ لبوں کے دونوں کنارے چھوڑ دینے میں کوئی حرج نہیں۔

اس زمانہ میں معتمد علماء کا عمل اسی پر ہے کہ لبوں کے دونوں کنارے باقی رکھتے ہیں۔

(اشعۃ اللمعات جلد ۱ صفحہ ۲۱۲، تنویر الشعور صفحہ ۲۴)

لب کا مونڈنا افضل ہے یا تراشنا

لب کے سلسلے میں احادیث پاک میں جو الفاظ آئے ہیں وہ یہ ہیں۔

❶ "اَحْفُوا الشَّوَارِبَ" ❷ "قَصُّ الشَّارِبِ"

❸ "جَزُّوا الشَّوَارِبَ" ❹ "اَنْهِكُوا الشَّوَارِبَ"

❺ "اَخْذُ الشَّارِبِ"

اکثر احادیث میں قص کا لفظ ہے۔

جز اور انہاک دونوں کے معنی مبالغہ کے ساتھ کاٹنا کم کرنا ہے جو قص کا مفہوم ہے۔ (فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۳۴۷)

احادیث میں وارد شدہ الفاظ کا مفہوم تراشنا یا کام کرنا جو مبالغہ کے ساتھ ہو مستنبط ہوتا ہے۔ حلق کسی حدیث میں نہیں آیا ہے۔ جو بعض روایات میں ہے وہ غیر محفوظ ہے۔

البتہ سر کے سلسلہ میں آپ سے حلق کا لفظ متعدد روایتوں میں محفوظ ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے کبھی لب کا حلق

نہیں کرایا ہے۔ قص ہی کا ذکر آتا ہے۔ ترمذی میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لب کا قص کراتے تھے۔ اور کسی دوسرے کا لب کم کرایا ہے تو قص ہی کرایا ہے۔ بیہقی میں ہے مسواک رکھ کر قص کرایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل بھی اسی پر تھا۔ بیہقی وطبرانی میں ہے اور مجمع نے بھی نقل کیا ہے۔ جلیل القدر صحابہ ابوسعید، جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن عمر، رافع بن خدیج، ابوسید، سلمہ بن اکوع اور ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہم لب کو اس مبالغہ کے ساتھ کاٹتے تھے کہ مانند حلق کے ہوجاتا تھا احادیث کے الفاظ سے مبالغہ کے ساتھ تراشنا کم کرنا معلوم ہوتا ہے۔ (مجمع جلد۵ صفحہ ۱۶۹)

اسی وجہ سے حلق کو ایک کثیر جماعت نے بدعت اور ممنوع قرار دیا ہے عمدۃ القاری میں ہے اکثر لوگ حلق اور استیصال کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔ (جلد۲۲ صفحہ۴۴)

شارح بخاری علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حج کے موقعہ پر سر کا تو حلق کراتے داڑھی اور لب کا قص کراتے اگر لب کا بھی حلق ہوتا تو ضرور حلق کراتے۔ حلق اور قصر دونوں کو انہوں نے جمع کیا۔ (جلد۲۲ صفحہ۴۷)

جہاں حلق افضل تھا وہاں حلق جہاں قصر افضل تھا وہاں قصر کرایا اس سے معلوم ہوا کہ حلق سنت ہوتا تو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نہ چھوڑتے کیونکہ وہ سنت کے شیدائی تھے۔

احناف کے یہاں ایک قول خود بدعت کا ہے۔ مجتبیٰ میں اسے بدعت کہا ہے۔ (شامی جلد۶ صفحہ ۴۰۷)

البتہ احناف کے علاوہ مالکیہ کے یہاں تو بالکل بدعت ہے۔ (فیض الباری جلد۴ صفحہ ۳۸۰)

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ اسے مثلہ قرار دیتے ہیں۔ (عمدۃ القاری صفحہ۴۴)

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ عمدۃ القاری میں امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک احفاء لکھتے ہیں اسی طرح صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جم غفیر جماعت احفاء کی قائل ہے۔ جن میں اہل کوفہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما، مکحول رحمہ اللہ تعالیٰ محمد بن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ، نافع رحمہ اللہ تعالیٰ، ابوسعید رحمہ اللہ تعالیٰ، رافع مسلمہ رحمہ اللہ تعالیٰ، ابواسید رحمہ اللہ تعالیٰ۔ اور احفاء کے مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اس طرح صاف کرنا کہ حلق کی طرح ہوجائے یعنی قص میں مبالغہ کرنا۔ تو یہ احفاء حلق نہ ہوگا بلکہ حلق کی مانند ہوگا۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق کے مطابق احفاء ہی کی تعبیر امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حلق سے کی ہے۔ (جلد۲۲ صفحہ۴۳)

اسی وجہ سے تمام شراح حضرات احفاء کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اتنا کاٹا جائے کہ کھال نظر آنے لگے اور حلق کے مانند ہوجائے تو اس سے امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ کے

نزدیک حلق نہ ہوا بلکہ قص مبالغ ثابت ہوتا ہے لیکن فقہاء کے یہاں تو امام طحاوی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کا مسلک صاف حلق لکھا ہے۔ یعنی استرے سے مونڈنا۔ فقہاء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ امام طحاوی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کے یہاں احفاء کا مفہوم حلق ہے۔ اور دیگر حضرات کے یہاں احفاء کا مفہوم مثل حلق مبالغہ کے ساتھ کم کرنا ہے۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حلق کو افضل قرار دینا درست نہیں۔ انہوں نے حلق لب کو حلق راس پر قیاس کیا ہے۔ حلق کو ترجیح دیتے ہوئے۔ "مُحَلِّقِيْنَ رُءُ وْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ" کو پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح اس حدیث کو جس میں حلق پر دعا بمقابلہ قصر کے زائد ہے۔ یہ افضلیت تو حلق راس فی الحج والعمرۃ ہے۔ جس کی جمہور افضلیت کے قائل ہیں۔ اور اس کی افضلیت کے دلائل قولی و عملی دونوں ہیں۔ مگر لب کو اس پر منطبق کرنا درست نہیں۔ محل نظر ضرور ہے۔ اسی وجہ سے ائمہ اربعہ رَحِمَهُمُ اللہُ تَعَالیٰ میں کوئی حلق کو افضل قرار نہیں دیتا۔ جو ہے وہ امام طحاوی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ یا امام طحاوی کی زبانی ائمہ احناف رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ ہیں۔

چنانچہ فقہاء احناف رَحِمَهُمُ اللہُ تَعَالیٰ کے علاوہ محدثین احناف رَحِمَهُمُ اللہُ تَعَالیٰ احفاء مبالغہ کے ساتھ لب کٹوانے کو سنت قرار دیتے ہیں۔ علامہ عینی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں سنت یہ ہے کہ ہونٹ کے بال کاٹنے میں اس قدر مبالغہ کرے کہ ہونٹ کے کنارے نظر آجائیں۔ (عمدۃ جلد۲۲ صفحہ۴۴)

علامہ انور شاہ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کی فیض الباری شرح بخاری میں ہے۔ "وَلِهٰذَا اَمْنَعُ عَنِ الْحَلْقِ وَاُفْتِیْ بِقَصِّهَا مِنْ مِّقْرَاضٍ" (جلد۴ صفحہ۳۸۰)

اسی وجہ سے حلق سے روکتا ہوں اور قص یعنی کاٹنے کا فتویٰ دیتا ہوں۔

شارح مشکوٰۃ بھی اسی کو مستحب قرار دیتے ہیں۔ (مرقات جلد۴ صفحہ۴۵۶)

حافظ ابن حجر رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ علامہ نووی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ شارح مسلم کے قول کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ مختار لب کٹوانے میں یہ ہے کہ ہونٹ ظاہر ہو جائیں بالکل جڑ سے ختم نہ کرے۔ جیسا کہ حلق میں ہوتا ہے۔

ائمہ اربعہ میں امام مالک رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ تو حلق سے اتنے ناراض ہیں کہ ان کی پٹائی کے قائل ہیں۔ اور فرماتے ہیں بدعت ہے جو لوگوں میں جاری ہوگئی۔ (فتح جلد۱۰ صفحہ۳۴۷)

مگر محدثین احناف حلق کو نہ بدعت نہ ممنوع قرار دیتے ہیں بلکہ جائز قرار دیتے ہیں۔

علامہ عبدالحیٔ فرنگی محلی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ بھی حلق شارب کو بدعت قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ متاخرین نے قص کو مختار مانا ہے۔ (نفع المفتی صفحہ۴۰)

اسی وجہ سے شاہ عبدالحق محدث دہلوی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے حلق کو مکروہ قرار دیا ہے۔ خزانۃ الروایات میں ہے کہ لبوں کا مونڈنا بدعت ہے۔ اور تراشنا سنت ہے۔ یہی مذہب ہے اسی کو متاخرین نے اختیار کیا ہے۔ فتاویٰ

حمادیہ میں ہے کہ حلق اس میں مکروہ ہے یہی صحیح ہے اور امام طحاوی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کے قول حلق کی تضعیف کرتے ہوئے لکھتے ہیں یہ قول صحیح نہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ صراط مستقیم کی شرح میں فرماتے ہیں حلق کا افضل ہونا مذہب حنفی میں محل نظر ہے ظاہر سنت ہے۔ (تنویر الشعور صفحہ ۲۴)

علامہ عینی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے لب کے سلسلہ میں قص قینچی سے تراشنے اور کاٹنے کا مسلک متعدد اسلاف سے نقل کیا ہے۔ جن میں سالم، سعید بن میسب، عروہ بن زبیر، جعفر بن زبیر، عبداللہ بن عبداللہ، ابوبکر بن عبدالرحمٰن، حمید بن ہلال، حسن بصری، ابن سیرین، عطاء بن رباح، امام مالک، قاضی عیاض مالکی رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالیٰ اور بیشتر اکابرین اسلاف شامل ہیں۔ (عمدۃ القاری جلد ۲۲ صفحہ ۴۴)

خیال رہے کہ علامہ عینی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے امام طحاوی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کے قول حلق سے مراد احفاء لیا ہے۔ چنانچہ احفاء کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "الاحفاء، اذا استاصله حتی یصیر کالحلق ولکون احفاء الشارب افضل من قصه عبر الطحاوی بقوله باب حلق الشارب" (عمدۃ جلد ۲۲ صفحہ ۴۴)

یعنی احفاء کے مفہوم کی تعبیر امام طحاوی نے حلق سے کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بالوں کی جڑوں کو اس طرح کاٹا جائے کہ مانند حلق ہو جائے۔ علامہ عینی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کی اس تحقیق کے اعتبار سے امام طحاوی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کا مذہب بھی یہ ہوگا ایسا کاٹنا جو حلق کی مانند ہو جائے، تو حلق کا قول ہی ختم ہو جائے گا چونکہ جو حضرات حلق کے قائل ہیں وہ امام طحاوی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ ہی کے قول کو اختیار کرتے ہیں۔

لب اور ناخن تراشنے کا مسنون وقت

ہر جمعہ کو لب اور ناخن تراشنا سنت ہے

حضرت ابوعبداللہ الاعز رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جمعہ کے دن لب اور ناخن تراشتے تھے۔

(شرح السنۃ، مرقات جلد ۴ صفحہ ۴۵۷)

ابورمثہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جمعہ کے دن لب تراشتے اور ناخن کاٹتے تھے۔

(سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۵۵۱)

ابوجعفر رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ سے مرسلاً مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جمعہ کے دن ناخن کاٹنے کو پسند فرماتے تھے۔

(عمدۃ القاری جلد ۲۲ صفحہ ۴۶)

فَائِدَہ: حافظ ابن حجر رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے لکھا ہے کہ جمعہ کے دن تنظیف کا حکم ہے اس لئے بہتر ہے کہ جمعہ کے دن کاٹے۔

ایک جمعہ سے دوسرا جمعہ نہ ہونے دے۔ اگر بڑے ہوں تو جمعہ کا انتظار نہ کیا جائے کہ ضرورت اصل ہے۔ (فتح جلد ۱۰ صفحہ ۳۴۶)

نماز جمعہ سے قبل لب اور ناخن تراشنا سنت ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز سے قبل لب تراشتے اور ناخن کاٹتے تھے۔ (بزار، طبرانی، مجمع جلد ۲ صفحہ ۱۷۳، کنز جلد ۷ صفحہ ۷۶)

محمد بن حاطب نے بھی بیان کیا کہ آپ جمعہ کے دن لب اور ناخن تراشتے تھے۔ (ابونعیم، کنز جلد ۶ صفحہ ۳۸۷)

جمعہ کے دن ناخن کاٹنے کی فضیلت

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو جمعہ کے دن ناخن کاٹے گا۔ وہ دوسرے جمعہ تک مصائب سے محفوظ رہے گا۔ (طبرانی مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۷۴، بسند ضعیف کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۷۲)

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن لب کاٹے گا ہر بال جو گرے گا اس کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی۔ (دیلمی کنز جلد ۶ صفحہ ۳۷۳)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک مرفوع روایت میں ہے کہ جمعہ کے دن ناخن کاٹنا شفاء دلاتا ہے بیماری دور کرتا ہے۔ (ابوالشیخ کنز جلد ۶ صفحہ ۳۷۳)

فائدہ: ہر دن کے متعلق جو ناخن کاٹنے کی فضیلت بعض کتابوں میں مرقوم ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے اقبح الموضوعات قرار دیا ہے۔ (جلد ۲۲ صفحہ ۴۶)

جمعہ کے دن کی فضیلت تو کسی حد تک ثابت ہے۔

جمعرات کے دن ناخن تراشنا

حافظ عراقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث مسلسل جمعرات کے دن ناخن کاٹنے کے متعلق لکھی ہے جس میں لکھا ہے کہ حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ جمعرات کو ناخن تراش رہے ہیں اور یہ کہا کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو جمعرات کے دن ناخن کاٹتے ہوئے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی جمعرات کے دن ناخن تراشو بغل کے بال اکھاڑو اور زیر ناف بال لو اور غسل کرو خوشبو اور (عمدہ) لباس جمعہ کے دن استعمال کرو۔ (شرح احیا جلد ۲ صفحہ ۴۱۴)

علامہ زبیدی شارح احیاء نے متعدد اکابرین و مشائخ کا معمول جمعرات کے دن ناخن تراشنے کا نقل کیا ہے۔ مثلاً عبداللہ بن سالم بصری رحمہ اللہ تعالیٰ، حافظ ولی الدین عراقی رحمہ اللہ تعالیٰ، شیخ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ جمعرات کو ناخن تراشتے تھے۔ (جلد ۲ صفحہ ۴۱۴)

مگر محققین علماء ومحدثین کے یہاں جمعرات کے دن ناخن تراشنے کی حدیث ثابت نہیں اس حدیث مسلسل کی سند میں شدید ضعف ہے۔ چنانچہ حافظ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے فتح الباری میں (جلد۱۰ صفحہ۳۴۶) اور ملا علی قاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے مرقات میں لکھا ہے کہ جمعرات کے دن ناخن کاٹنے کے سلسلے میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔ (جلد۴ صفحہ۴۵۶)

لہٰذا سنت یہ ہے کہ جمعہ ہی کے دن لب اور ناخن وغیرہ تراشے تاکہ سنت کا ثواب پائے۔ حافظ ابن حجر رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے لکھا ہے کہ جمعہ کے دن نظافت کا حکم ہے اسی دن کاٹے۔ (جلد۱۰ صفحہ۳۴۶)

صاحب درمختار اور علامہ طحاوی رَحِمَہُمَا اللّٰہُ تَعَالیٰ نے لکھا ہے کہ لب اور ناخن وغیرہ جمعہ کے دن تراشنا مستحب ہے۔ (جلد۵ صفحہ۲۸۸)

پندرہ دن پر ناخن تراشنا

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پندرہ دن میں ناخن تراشا کرتے تھے۔ ابن عساکر رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ایک ماہ میں زیر ناف بال لیا کرتے اور پندرہ دن میں ناخن تراشا کرتے تھے۔ (کنز جلد۶ صفحہ۳۸۷)

ناخن کاٹنے کا حکم

عبداللہ بن کثیر رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ سے مرفوعاً روایت ہے فرمایا کہ اپنے ناخن کاٹو اور اس کے تراشے کو دفن کرو۔ (کنز العمال جلد۶ صفحہ۳۷۲)

ناخن نہ کاٹنے پر وعید

ایک غفاری صحابی سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جو زیر ناف بال نہ لے ناخن نہ کاٹے لب نہ تراشے ہم میں سے نہیں۔ (کنز جلد۶ صفحہ۳۷۱)

بڑھے ہوئے ناخن پر شیطان

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ناخن تراشو کہ ناخن اور گوشت کے درمیان شیطان دوڑتا ہے۔ (خطیب فی الجامع، اتحاف جلد۲ صفحہ۴۱۱)

امام غزالی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ بڑھے ہوئے ناخن پر شیطان بیٹھتا ہے۔ (جلد۲ صفحہ۴۱۱)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ ناخن کو نہ تراشا چھوڑے رکھنا درست نہیں ہے۔ بعض لوگ ہاتھ کی کسی ایک انگلی مثلاً سب سے چھوٹی انگلی کے ناخن کو چھوڑے رکھتے ہیں یہ مکروہ ہے درست نہیں۔ نہایت ہی مذموم اور قبیح عادت

ہے یہ انسانی خصلت نہیں درندوں کی صفت ہے۔ ملا علی قاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے لکھا ہے کہ ناخن نہ کاٹنا بڑھے ہوئے رکھنا تنگی رزق کا باعث ہے۔ (مرقات جلد ۴ صفحہ ۴۵۷)

ناخن کاٹنے کے بعد تراشہ کو دفن کرنا مسنون ہے

مسرج اشعریہ نے یہ بیان کیا کہ ہمارے والد جو اصحاب نبی پاک ﷺ میں سے تھے انہوں نے ناخن کاٹے اور اس کے تراشہ کو جمع کر کے دفن کر دیا۔ اور پھر کہا کہ میں نے اسی طرح (آپ کو ناخن کے تراشے کو دفن) کرتے ہوئے دیکھا۔ (شعب الایمان جلد ۵ صفحہ ۲۳۲)

حافظ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ ناخن کاٹنے کے بعد اسے دفن کر دینا چاہئے۔ (جلد ۱۰ صفحہ ۳۴۶)

ناخن کب کاٹے

عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے کہ اس کا کوئی وقت نہیں جب بھی ناخن اور لب بڑھ جائیں۔ تراش لے۔ (جلد ۲۲ صفحہ ۴۶)

شرح مسلم میں نووی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے اور حافظ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس کی کوئی حد متعین نہیں۔ جب بڑھ جائیں کاٹ لے۔ جمعہ کے دن کاٹ لیا کرے کہ اس دن تنظیف کا حکم ہے۔ (جلد ۱۰ صفحہ ۳۴۶)

ملا علی قاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے شرح مشکوٰۃ میں حد کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ لب کے بال اور ناخن جب بڑھ جائیں کاٹ لے البتہ زیر ناف بال اور بغل کے بال کو (ہفتہ عشرہ سے) مؤخر کر سکتے ہیں مگر لب ناخن کو نہیں کہ یہ دونوں ہفتہ میں بڑھ جاتے ہیں اسی وجہ سے روایت میں ہے کہ آپ لب اور ناخن ہفتہ میں جمعہ کے دن بناتے تھے۔ افضل یہ ہے کہ ہر جمعہ کو ہر قسم کی صفائی کرے اگر ہفتہ میں نہ کر سکے تو پندرہ دن میں اور چالیس دن کے بعد گناہ اور وعید کا مستحق ہوگا۔ ہفتہ افضل ہے پندرہ دن متوسط ہے۔

چالیس دن انتہائی مدت ہے۔ (مرقات جلد ۴ صفحہ ۴۵۷)

شاہ عبدالحق صاحب رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے جمعہ کے دن کاٹنا مستحب قرار دیا ہے۔ (اشعۃ اللمعات جلد ۱ صفحہ ۳۱۴)

ناخن کاٹنے کا مستحب طریقہ

علامہ نووی نے شرح مسلم میں عینی نے عمدہ میں اور حافظ بن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ ناخن کاٹنے کی یہ ترتیب مستحب ہے کہ اولاً دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت اس کے بعد بیچ والی اس کے بعد اس کے بغل والی پھر سب سے چھوٹی انگلی پھر آخر میں انگوٹھا۔ اس کے بعد بائیں ہاتھ کی سب سے چھوٹی انگلی پھر اس کے بغل والی پھر اس کے بعد والی اس کے بعد انگوٹھے کے بغل والی پھر آخر میں انگوٹھا۔

امام غزالی نے احیاء میں لکھا ہے کہ دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو باقی رکھے بائیں انگوٹھے کے بعد دائیں انگوٹھے کو کاٹے (گویا یہ ایک دوسرا طریقہ ہوا) لیکن حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ دائیں کو بائیں سے قبل ہی کاٹ لے۔ (جیسا کہ اوپر کے طریقہ میں مذکور ہے)

حافظ نے ایک اور ناخن کاٹنے کا طریقہ لکھا ہے کہ دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے شروع کرے اور بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی پر ختم کرے۔

پیر کے ناخن کاٹنے کی ترتیب میں حافظ نے لکھا ہے کہ دائیں پیر کی چھوٹی انگلی سے شروع کرے اور انگوٹھے پر ختم کرے پھر بائیں پیر کے انگوٹھے سے شروع کر کے چھوٹی انگلی پر ختم کرے۔ (جلد۱۰ صفحہ۳۴۴)

خلاصہ یہ ہے کہ ہاتھ کی انگلیاں مقدم ہوں گی پیر کی انگلی پر اور ہر ایک کا دایاں رخ پہلے ہوگا بائیں پر۔ شرح احیاء میں ہے کہ کسی طرح بھی کاٹے گا تو ناخن کاٹنے کی سنت ادا ہو جائے گی۔ (جلد۲ صفحہ۴۱۲) البتہ مستحب طریقہ سے کاٹنا بہتر ہے۔

ناخن کاٹنے کی ایک اور نفع بخش ترتیب

حافظ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے فتح الباری میں علامہ زبیدی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی شارح احیاء نے اتحاف السادۃ میں اور علامہ شامی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے ردالمحتار میں ناخن کاٹنے کی ایک ترتیب لکھی ہے جو آشوبِ چشم کے لئے مجرب ہے وہ یہ ہے اولاً دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت کے ناخن کاٹے پھر چھوٹی انگلی کے بغل والی پھر انگوٹھا پھر بیچ کی انگلی پھر چھوٹی انگلی اس کے بعد بائیں ہاتھ کی اس طرح پہلے انگشت شہادت پھر چھوٹی انگلی کے بغل والی پھر انگوٹھا پھر بیچ کی انگلی آخر میں سب سے چھوٹی انگلی اور پیر کی اس طرح اولاً دائیں پیر کی چھوٹی انگلی پھر بیچ کی انگلی اس کے بعد انگوٹھا پھر چھوٹی انگلی کے بغل والی پھر انگوٹھے کے بغل والی اس کے بعد بایاں پیر اس طرح کاٹے اولاً انگوٹھا پھر اس کے بعد بیچ والی پھر چھوٹی انگلی پھر انگوٹھے کے بغل والی اس کے بعد چھوٹی انگلی کے بغل والی۔ اس کی خاصیت یہ ہے کہ جس کو آنکھ آنے کی شکایت رہتی ہو آشوبِ چشم کی بیماری ہو مجرب ہے کہ دور ہو جائے گی۔

(فتح، اتحاف جلد۲ صفحہ۴۱۲)

علامہ شامی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے بھی مجرب لکھا ہے امام احمد رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے اس طریقہ کو مستحب قرار دیا ہے۔ (شامی صفحہ ۲۸۷)

خیال رہے کہ یہ طریقہ کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

ناخن کے متعلق چند مسائل و آداب

ناخن جمعہ کے دن تراشنا بہتر ہے۔ (فتح جلد۱۰ صفحہ۳۴۶)

ناخن کاٹنے کے بعد اسے دفن کر دینا مستحب ہے۔ (فتح جلد ۱۰ صفحہ ۳۴۶)

غسل خانے اور ناپاک جگہوں میں ڈالنا مکروہ ہے۔ (مرقات جلد ۴ صفحہ ۴۵۶)

ناپاک جگہوں میں ڈالنے سے بیماری کا خطرہ رہتا ہے۔ (شامی جلد ۶ صفحہ ۴۰۵)

ناخن کے تراشے کو اِدھر اُدھر نہ کرے تاکہ اس سے کوئی جادو نہ کر سکے۔ (فتح جلد ۱۰ صفحہ ۳۴۶)

دانت سے ناخن کاٹنا مکروہ ہے تنگی رزق اور غربت کا باعث ہے۔ (اتحاف جلد ۲ صفحہ ۴۱۲)

دانت سے ناخن نہ کاٹے کہ اس سے برص کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔ (شامی جلد ۵ صفحہ ۲۸۷)

رات میں ناخن کاٹنے میں کوئی قباحت نہیں۔ (شرح احیاء جلد ۲ صفحہ ۴۱۲)

ناخن خود بھی کاٹ سکتا ہے اور دوسرے سے بھی کٹوا سکتا ہے۔ (شرح احیاء جلد ۲ صفحہ ۴۱۲)

مجاہدین کو دار الحرب میں ناخن بڑھانے کی اجازت ہے۔ (شامی جلد ۵ صفحہ ۲۸۷)

لب و ناخن کے چند مسنون آداب کا بیان

❶ مونچھوں کا رکھنا ناجائز ہے اور اسلامی طریقہ نہیں۔

❷ لب کا کاٹنا اور تراشنا۔

❸ جب بھی زیادہ بڑھ جائے فوراً کاٹنا اور تراشنا۔

❹ قینچی سے کاٹنا یا تراشنا۔

❺ اس مقدا کاٹنا کہ کھال نظر آ جائے۔

❻ اس طرح کاٹنا کہ ہونٹوں کے کنارے ظاہر ہو جائیں۔

❼ ہر جمعہ کو کاٹنا۔

❽ پندرہ دن میں کاٹنا۔

❾ سبالتیں چھوڑ دینا۔

❿ مسنون ترتیب سے ناخن تراشنا۔

⓫ ناخن کے تراشہ کو دفن کرنا اِدھر اُدھر نہ ڈالنا۔

⓬ تمام انگلیوں ۔ کے ناخن کو کاٹنا کسی انگلی کو نہ چھوڑنا جیسا کہ بعض لوگ چھوٹی انگلی کے ناخن کو نہیں کاٹتے یہ درست نہیں اور اسلامی طریقہ کے خلاف ہے۔

⓭ ناخن دائیں جانب سے شروع کرنا۔

زیرناف بالوں کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا بیان

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نورہ (ہڑتال وغیرہ) سے زیرناف بال خود دور کرتے تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۲۶، کنز صفحہ ۷۵)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں کہ آپ ہڑتال استعمال فرماتے تھے۔

(سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۵۵۸)

فائدہ: یعنی ہڑتال وغیرہ سے زیرناف بال دور کیا کرتے تھے۔

زیاد بن کلیب نے بیان کیا کہ ایک شخص نے آپ کے بدن پر ہڑتال لگایا زیرناف آپ نے خود ہڑتال لگا کر دور کئے۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۵۵۸)

فائدہ: کبھی کبھی آپ پورے بدن پر ہڑتال وغیرہ لگاتے ممکن ہے کہ آپ کے بدن مبارک پر بالوں کی کثرت ہو اور آپ اس کو دور کرنا پسند فرماتے ہوں اس لئے پورے بدن پر ہڑتال لگاتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ ہڑتال وغیرہ سے بال دور فرماتے اور پندرہ دن میں ناخن تراشتے تھے۔ (کنز جلد ۶ صفحہ ۳۸۷، سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۵۵۸)

فائدہ: ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ اولاً جس نے زیرناف بال کا حلق کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔ (مرقات جلد ۴ صفحہ ۴۵۷)

زیرناف بال مونڈنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہڑتال وغیرہ کا استعمال نہ فرماتے (کبھی نہ فرماتے) بال جب بڑے ہوجاتے تو مونڈتے۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۳۵۸)

امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ آپ زیرناف بال اکثر مونڈتے "حلق" فرماتے تھے اور کبھی ہڑتال وغیرہ سے بھی دور فرماتے تھے۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۵۵۸)

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منقول ہے کہ مونڈنے کو پسند فرماتے تھے۔ (کنز جلد ۶ صفحہ ۳۸۸)

حافظ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے فتح میں لکھا ہے کہ سنت مرد اور عورت کے حق میں یہ ہے کہ استرے وغیرہ سے بال صاف کرے۔ (جلد ۱۰ صفحہ ۳۴۴)

علامہ نووی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے بیان کیا ہے کہ مردوں کے حق میں استرہ بہتر ہے اور عورتوں کے حق میں اکھاڑنا۔

ابن دقیق العید رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی اور حافظ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کی رائے یہ ہے کہ عورتوں کے حق میں بہتر ہڑتال وغیرہ سے دور کرنا ہے۔ (جیسا کہ سہولت اور رائج بھی ہے) (جلد ۱۰ صفحہ ۳۴۴)

زیر ناف بال صاف کرنے کی حد

اس بارے میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے دو طریقے منقول ہیں

❶ ہر بیس دن پر زیر ناف بال صاف فرماتے تھے جیسا کہ ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی حدیث مرفوع میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہر جمعہ کو لب اور ناخن تراشتے بیس دن پر زیر ناف بال لیتے بغل کے چالیس دن میں لیتے۔

(مرقات جلد ۴ صفحہ ۴۵۷)

❷ ماہ میں ایک مرتبہ صاف فرماتے تھے جیسا کہ ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی حدیث جو ماقبل میں گزری۔ چالیس دن گزر جانے پر زیر ناف بالوں کا صاف نہ کرنا گناہ کا باعث ہے جیسا حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے لب تراشنے ناخن کاٹنے بغل کا بال صاف کرنے اور زیر ناف بال لینے کے متعلق چالیس دن کی تحدید فرمادی ہے کہ چالیس دن سے زائد نہ چھوڑے رکھے۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۰۰)
چالیس دن گزرنے پر بال صاف نہ کرنے کی صورت میں ایسے شخص کی نماز مکروہ ہوگی۔

(داڑھی اور انبیاء کی سنتیں)

مستحب یہ ہے کہ ہر جمعہ کو زیر ناف بال صاف کرلے اور لب و ناخن بھی تراشے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو پندرہ دن پر ورنہ چالیس دن پر جو آخری حد ہے۔ (مرقات جلد ۴ صفحہ ۴۵۷)

زیر ناف بال صاف نہ کرنے پر وعید

بنی غفار کے ایک شخص سے مرفوعاً روایت ہے کہ جو شخص زیر ناف بال نہ لے ناخن نہ کاٹے لب نہ تراشے وہ ہم میں سے نہیں۔ (اتحاف جلد ۲ صفحہ ۴۱۲)

زیر ناف بال کی تفصیل اور اس کے آداب

زیر ناف بال سے مراد مرد عورت کے پیشاب گاہ کے ارد گرد (جو بال بلوغت کے بعد) اگتے ہیں وہ مراد ہیں۔ (مرقات جلد۴ صفحہ ۴۵۶)

پیشاب گاہ اور پاخانے کے مقام دونوں کا دور کرنا مستحب ہے۔ (فتح جلد۱۰ صفحہ ۳۴۳)

مردوں اور عورتوں کے پیشاب گاہ کے اوپری حصہ کے بال بھی شامل ہیں۔ (فتح جلد۱۰ صفحہ ۳۴۳)

مردوں اور عورتوں کو زیر ناف بالوں کا دور کرنا ضروری ہے۔ چالیس دن گزرنے پر گناہ اور وعید کا استحقاق ہوگا۔ (مرقات صفحہ ۴۵۷)

پاخانے کے ارد گرد کے بال دور کرنا مستحب ہے۔ (فتح جلد۱۰ صفحہ ۳۴۴، جلد۲ صفحہ ۴۱۰)

قینچی سے کاٹنا بھی درست ہے۔ (فتح جلد۱۰ صفحہ ۳۴۳)

سنت کا ثواب حلق (مونڈ) کر صاف کرنے سے ہوگا۔ (مرقاۃ جلد۴ صفحہ ۴۵۷)

زیر ناف بال دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بال مونڈنے کی ابتداء ناف کے نیچے سے کرے۔ (شامی جلد۵ صفحہ ۲۸۸)

زیر ناف بال کو کسی دوسرے کا دیکھنا جائز نہیں۔ اس لئے غسل خانہ وغیرہ میں اس طرح نہ چھوڑے کہ دوسرے کی نگاہ پڑے۔ (نفع المفتی صفحہ ۱۱۶)

فطرت اور زینت کے امور

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ امور فطرت (خصائل حسنہ) میں سے ہیں ① ختنہ کرنا ② زیر ناف بال لینا ③ بغل کے بال اکھاڑنا ④ ناخن کاٹنا ⑤ لب تراشنا۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۸۷۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس امور فطرت کی باتیں ہیں۔

1. لب تراشنا۔
2. داڑھی چھوڑنا۔
3. مسواک کرنا۔
4. ناک صاف کرنا۔
5. ناخن تراشنا۔

❻ جوڑوں کو صاف کرنا۔

❼ ناک کے بال اکھاڑنا۔

❽ زیرناف بال لینا۔

❾ انتقاص الماء۔

❿ دسویں چیز شاید کلی کرنا۔ (ترندی صفحہ ۱۰۰، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۲۹)

فائدہ: فطرت سے مراد حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔ (شرح مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۲۸)

فطرت کے امور انہی دس پانچ میں منحصر نہیں اس سے زائد بھی ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول لکھا ہے کہ قریب ۳۰ بلکہ اس سے بھی زائد ہیں۔ (جلد ۱۰ صفحہ ۳۳۷)

مختصر تشریح: ختنہ، سنت مؤکدہ (واجب) ہے اور شعائر اسلام میں سے ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ختنہ ساتویں دن ہو جائے۔ (شرح مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۲۸)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ آپ نے حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ختنہ ساتویں دن کرادیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ساتویں دن ختنہ کرادے یہ سنت ہے۔ حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ ختنہ جلد کرادیا جائے کہ جلد نرم رہتی ہے اس میں بڑے فوائد ہیں۔

(جلد ۱۰ صفحہ ۳۴۳)

فیض الباری میں ہے کہ سن شعور سے قبل کرالیا جائے کہ اس میں سہولت ہے۔ (جلد ۴ صفحہ ۴۱۳)

بعض لوگ ختنہ میں تاخیر کرتے ہیں سن شعور اور بڑے ہونے پر سخت تکلیف ہوتی ہے۔

بغل کے بال لینا

احادیث میں اس کے متعلق لفظ نتف آیا ہے۔ جس کے معنی اکھاڑنا ہے۔

اکھاڑنے میں بمقابلہ حلق کے زیادہ فائدہ ہے۔ مثلاً بدبو کا نہ ہونا بال کا نرم رہنا۔ بخلاف مونڈنے کے اس میں بال سخت ہوجاتے ہیں۔ مونڈنا بھی کافی ہے۔۔ چونکہ نظافت مقصود ہے۔ اس سے بھی سنت ادا ہوجائے گی اگر اکھاڑنے کی عادت نہ ہو اور پریشانی ہو تو مونڈ والینا چاہیے۔ یونس بن عبدالاعلیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ امام شافعی کے پاس ایک مرتبہ گئے تو دیکھا بغل کے بال مونڈوا رہے تھے تو آپ نے فرمایا معلوم تو ہے کہ سنت اکھاڑنا ہے مگر اکھاڑنے کی طاقت نہیں پاتا۔ (فتح جلد ۱۰ صفحہ ۳۴۴)

مستحب طریقہ: دائیں طرف کے اول مونڈنا سنت ہے۔ بائیں ہاتھ سے دائیں جانب کے بال اولاً لے۔ پھر اسی طرح بائیں ہاتھ سے بائیں جانب کے لے۔ اگر بائیں سے نہ کرسکے تو دائیں ہاتھ سے لے۔ (فتح جلد ۱۰ صفحہ ۳۴۴)

آپ ﷺ کے بغل مبارک کی کیفیت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تو بغل کی سفیدی نظر آتی۔ (دلائل النبوۃ جلد ا صفحہ ۲۴۷)

حضرات شوافع نے اس حدیث پاک سے یہ ثابت کیا ہے کہ آپ کے بغل مبارک میں بال نہیں تھے۔ بعضوں نے اسے قبول نہ کرتے ہوئے کہا کہ بال تھے مگر بالکل صاف رہتے تھے۔ شارح احیاء نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کے بغل مبارک میں ناپسندیدہ بو نہیں تھی جو عموماً اس مقام پر ہوتی ہے۔ (اتحاف السادۃ جلد ۲ صفحہ ۴۱۰)

ناک صاف کرنا

بدن کے ہر عضو کی نظافت مطلوب ہے بعض لوگ ناک میں ریزش رکھے ہوئے سُڑ سُڑ کرتے رہتے ہیں یہ منع ہے انہیں چاہئے کہ ناک صاف کرلیں۔ ناک میں پانی ڈال کر یعنی چڑھا کر صاف کرنے میں سہولت ہے۔ ناک کی ریزش کو بلا پانی چڑھائے یونہی چلتے پھرتے ہاتھ سے صاف کرنا اور ہاتھ کو بدن کے پہنے کپڑے وغیرہ میں پوچھ لینا نظافت کے خلاف ہے کوئی رومال وغیرہ ہو تو بہتر ہے۔ ناک میں پانی ڈالنے کے لئے دایاں ہاتھ اور ناک جھاڑنے میں بایاں ہاتھ استعمال کرے۔

روزہ کی حالت میں ناک میں پانی چڑھانا درست نہیں کہ روزہ فاسد ہونے کا احتمال رہتا ہے۔

ناک کے بالوں کو اکھاڑنا

حضرت عمرو بن شعیب رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ناک کے بالوں کو اکھاڑو۔ (بیہقی، فیض القدیر جلد ۱۱ صفحہ ۱۹۹)

حضرت عبداللہ بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ناک کے بال مت اکھاڑو کہ اس سے مرض آکلہ پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اسے قینچی سے کاٹو۔ (مرقاۃ جلد ۴ صفحہ ۴۵۶)

علامہ مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فیض القدیر میں اکھاڑنا اور کاٹنا دونوں کو درست قرار دیا ہے ناک کے بالوں کا دور کرنا مستحب ہے۔ (فیض جلد ا صفحہ ۱۹۹)

ایسا طریقہ اختیار کرنا کہ ناک کے بال زائل ہو جائیں درست نہیں کہ حدیث پاک میں ہے کہ ناک کے بال کا ہونا جذام سے حفظ کا ذریعہ ہے۔ (فیض جلد ۱۰ صفحہ ۱۹۹)

جوڑوں کو صاف کرنا

اعضاء انسانی کے وہ جوڑ جہاں عموماً میل جمع ہو جاتے ہیں۔ گرد وغبار جمع ہو جاتے ہیں۔ کان کے سوراخ

اور اس کے میل کو بھی صاف کرے۔ (شرح احیاء جلد۲ صفحہ۳۹۴)

امام نووی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے لکھا ہے کہ جس مقام پر بھی میل اور غبار جمع ہو جائے اس کی نظافت کا حکم ہے۔ (جلد۱ صفحہ۱۲۹)

فطرت کے امور حدیث عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْهَا میں سے ایک فطرت انتقاص الماء ہے، اس کی تشریح میں محدثین وفقہاء نے اس کے دو مفہوم لئے ہیں۔

❶ پیشاب کے بعد رومال کے مقام پر چھینٹیں ماریں تا کہ قطرہ وسوسہ پریشان نہ کرے۔

❷ پانی سے استنجاء کرنا۔ علامہ نووی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے شرح مسلم میں اسے ذکر کیا ہے۔ (جلد۱ صفحہ۱۲۹)

امام ترمذی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے حدیث فطرت میں اس کی تشریح استنجاء بالماء سے کی ہے یعنی پانی سے استنجاء کرنا مراد لیا ہے۔ (سنن ترمذی جلد۲ صفحہ۱۰۰)

بالوں میں خضاب کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا بیان

بالوں میں خضاب لگانا سنت ہے

حضرت عثمان بن موہب رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک دکھائے جو خضاب شدہ تھے۔ (بخاری صفحہ ۸۷۵)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بال دکھائے جو سرخ تھے۔ (بخاری صفحہ ۸۷۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی مبارک کو زرد فرماتے تھے۔ (یعنی زرد خضاب مثلاً ورس یا زعفران لگاتے تھے) (شعب الایمان جلد ۵ صفحہ ۲۱۳)

فائدہ: ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی اتباعاً ورس اور زعفران کا خضاب لگاتے تھے۔ (دلائل النبوۃ جلد ۱ صفحہ ۲۳۸)

حضرت ابورمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو سبز چادروں میں ملبوس ہیں اور آپ کے بال مہندی کے خضاب سے سرخ تھے۔

(دلائل النبوۃ جلد ۱ صفحہ ۲۳۷)

حضرت ابن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے پوچھا گیا کہ کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا ہے تو انہوں نے کہا ہاں۔ اور طبرانی کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنپٹی کے بالوں میں مہندی کا اثر تھا۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۵۴۱)

حضرت ابوجعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کچھ سفید تھے تو آپ نے مہندی اور کتم کا خضاب کیا تھا۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۵۴۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خضاب کا ارادہ فرماتے تو تیل اور زعفران کو ہاتھ میں لیتے اور پھر داڑھی مبارک میں لگا لیتے۔ (طبرانی سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۵۴۲)

فائدہ: علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی بیان کیا کہ آپ نے خضاب کیا ہے۔ البتہ کم اور کبھی کبھی کیا ہے۔

بیشتر اوقات خضاب نہ فرماتے تھے۔ (شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۵۹)

مہندی کا خضاب

حضرت ابورمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ پر دو سبز چادر تھیں اور آپ کے بالوں پر بڑھاپے کا اثر تھا آپ کے بال مہندی کے خضاب سے لال تھے۔

(سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۵۴۰، نسائی)

حضرت عثمان بن موہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گیا تو انہوں نے ایک برتن نکالا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال تھے جو مہندی سے خضاب شدہ تھے۔ (دلائل النبوۃ جلد ۱ صفحہ ۲۳۷)

مہندی کے خضاب کے فوائد

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہندی کا خضاب لگاؤ اس کی بو خوشگوار ہے اور دردسر کے لئے مفید ہے۔ (مطالب عالیہ جلد ۲ صفحہ ۲۷۵)

فائدہ: ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ دردسر کی وجہ سے مہندی کا خضاب لگایا ہے۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۰۰)

حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر خضابوں کا سردار مہندی لازم ہے یہ خوشگوار جسم اور مقوی باہ ہے۔ (کنز جلد ۶ صفحہ ۳۸۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت ہے کہ مہندی کا خضاب کرو یہ تمہارے شباب جمال اور قوت باہ میں اضافہ کرتا ہے۔ (مسند بزار، کنز جلد ۶ صفحہ ۳۷۹)

مہندی اور کتم کا خضاب

ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کیا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب لگایا ہے، انہوں نے کہا ہاں مہندی اور ورس کا۔ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۵۸، بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۷۵)

اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی مہندی اور ورس کا خضاب لگایا ہے۔ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۵۹)

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے جس نے مہندی اور کتم کا خضاب کیا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔ (مرقات جلد ۴ صفحہ ۴۸۲)

حضرت ابورمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم مہندی اور وسمہ کا خضاب استعمال فرماتے تھے۔ (دلائل النبوہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۸، مسند احمد، سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۵۴۰)

موہب قریشی کہتے ہیں کہ میں ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک نکال کر دکھائے تو وہ لال تھے۔ مہندی اور کتم سے رنگے ہوئے تھے۔

(دلائل النبوہ جلد ا صفحہ ۲۳۶)

علامہ مناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا موطا امام مالک میں ہے کہ آپ کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کو مہندی کا خضاب کر دیا تھا تا کہ اس میں پائیداری آ جائے۔ (شرح مناوی جلد ا صفحہ ۱۰۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بالوں کی سفیدی کو دور کرو سفیدی کے دور کرنے میں سب سے بہتر مہندی اور کتم ہے۔ (مجمع جلد ۵ صفحہ ۱۶۳)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آپ کی داڑھی مبارک کے جو بال تھے وہ مہندی اور کتم سے خضاب زدہ تھے۔ (فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۳۵۳)

کتم یمن میں ایک پودہ ہوتا ہے جس سے سیاہی مائل سرخ رنگ تیار ہوتا ہے ان دونوں کے ذریعے سے سیاہی اور سرخی کے درمیان کا رنگ نمایاں ہوتا ہے۔ (فتح الباری صفحہ ۳۵۵)

بیری کے پتوں کا خضاب

حضرت عبدالرحمٰن ثمانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی مبارک میں بیری کے پتوں سے خضاب فرماتے اور بالوں کی تغییر کا حکم فرماتے کہ عجمیوں کی مخالفت کرو۔ (کہ عجمی لوگ خضاب نہیں کرتے)

(شرح مناوی صفحہ ۹۸، ابن سعد، سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۵۴۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے ایک شخص مہندی کا خضاب لگائے گزرا تو آپ نے فرمایا کیا ہی اچھا ہے یہ، پھر ایک دوسرا شخص گزرا جو مہندی اور کتم کا خضاب لگائے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا یہ اس سے اچھا ہے پھر ایک شخص گزا جس نے زرد خضاب لگایا تھا آپ نے فرمایا یہ سب سے اچھا ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۵۷۸)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اولاً زرد خضاب پھر مہندی اور کتم سے مخلوط خضاب پھر مہندی خالص کا خضاب بہتر ہے۔

زرد یا زعفرانی خضاب

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو زرد خضاب کرتے دیکھا ہے۔ (نسائی، سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۵۴۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم زعفران اور ورس سے ـ اڑھی مبارک

زرد فرماتے تھے۔ اور خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ایسا ہی کرتے۔

(ابوداؤد صفحہ ۵۷۸، سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۵۴۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب خضاب کا ارادہ فرماتے تو تیل اور زعفران دست مبارک پر لیتے پھر اسے داڑھی میں ملتے۔ (طبرانی، سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۵۴۲)

بسا اوقات آپ ورس زعفران سے داڑھی اور سر مبارک دھوتے اس کے زرد پانی کا ہلکا اثر باقی رہ جاتا اسی کی تعبیر خضاب سے کی گئی ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ اور امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی رائے یہ ہے کہ بعض موقعہ پر خضاب کا استعمال کیا ہے۔ راوی نے اسی کا ذکر کیا ہے۔

سیاہ خضاب کی ممانعت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوقحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ (بالوں کو) متغیر کرو۔ (یعنی خضاب کرو) اور سیاہ خضاب سے بچو۔ (مسلم، شعب الایمان جلد ۵ صفحہ ۲۱۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کالے خضاب سے بچو۔

(مجمع جلد ۵ صفحہ ۱۶۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ بالوں کی سفیدی کو بدلو، اور کالے خضاب کے قریب نہ جاؤ۔ (حاکم، کنز جلد ۶ صفحہ ۳۸۰)

سیاہ خضاب لگانے والے نگاہ کرم سے محروم

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمانہ میں ایک جماعت ہوگی جو سیاہ خضاب کرے گی اس کی طرف خدا کی نگاہ نہ ہوگی۔ (ابوداؤد، مجمع جلد ۵ صفحہ ۱۶۴)

سیاہ خضاب لگانے والے جنت کی خوشبو بھی نہ پائیں گے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک جماعت آخر زمانہ میں ہوگی کبوتر کے سینے کی مانند سیاہ خضاب کرے گی یہ لوگ جنت کی خوشبو بھی نہ پائیں گے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۲، ابوداؤد صفحہ ۵۷۸)

کبوتر کا سینہ اکثر سیاہ ہوتا ہے اسی وجہ سے اکثر علماء سیاہ خضاب کو مکروہ تحریمی قرار دیتے ہیں۔

(مرقات جلد ۴ صفحہ ۴۶۷)

سیاہ خضاب کرنے والے کا چہرہ قیامت کے دن سیاہ

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے سیاہ خضاب کیا قیامت کے دن اس کا چہرہ سیاہ ہوگا۔ (بزار مجمع جلد ۵ صفحہ ۱۶۶)

سیاہ خضاب کافر کا ہے

• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤمن کا خضاب زرد ہے مسلمان کا خضاب سرخ ہے اور کافر کا خضاب کالا ہے۔ (مجمع الزوائد جلد۵ صفحہ ۶۶)

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے احیاء میں بیان کیا ہے سیاہ خضاب لگانے والا مبغوض ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ سیاہ خضاب لگانے والے بوڑھے کو اللہ مبغوض رکھتا ہے۔

(کنز جلد۶ صفحہ ۳۸۶)

سیاہ خضاب فرعون کی ایجاد ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ جس نے مہندی اور کتم کا خضاب کا اولاً استعمال کیا وہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور جس نے سیاہ خضاب اولاً استعمال کیا وہ فرعون تھا۔ (دیلمی، کنز جلد۶ صفحہ ۳۷۹)

عرب میں خضاب اولاً عبدالمطلب سے رائج ہوا۔ (فتح جلد۱۰ صفحہ ۳۵۵)

سیاہ خضاب کے متعلق

بالوں میں کالا خضاب ناجائز ہے البتہ مجاہدین کو اس کی اجازت ہے کہ وہ اعداء اسلام کو مرعوب کرنے کے لئے کالا خضاب استعمال کریں۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۰۲)

شاہ عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ کالا خضاب حرام ہے۔ (اشعۃ اللمعات صفحہ ۵۶۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سیاہ خضاب لگاتے تھے، چونکہ جہاد میں تشریف لے جاتے تھے۔

بعض حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے سیاہ خضاب منقول ہے۔ مثلاً حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ جہاد وغیرہ کی نیت سے تھا کہ یہ حضرات مجاہدین اور غازی تھے۔ (شرح احیاء جلد۲ صفحہ ۴۲۲)

شاہ عبدالحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ مراد سیاہ سے سرخ مائل بسیاہی ہے۔

(اشعۃ اللمعات جلد۳ صفحہ ۵۷۰)

عورتوں کے لئے سیاہ خضاب تاکہ ان کو اچھا معلوم ہو مکروہ ہے۔ (اشعۃ اللمعات جلد۳ صفحہ ۵۷۰)

عورتوں کا خضاب مہندی ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے آپ کی جانب پردے کے پیچھے سے خط دینے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو آپ نے ہاتھ روکتے ہوئے فرمایا نہیں معلوم یہ آیا کسی عورت کا ہاتھ ہے یا مرد کا۔ کیا عورت کا ہاتھ ہے۔ آپ نے فرمایا اگر عورت ہے تو ناخن کو مہندی سے کیوں نہیں رنگا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو ناخن کا رنگنا درست ہے۔ مگر ایسا سخت جس سے وضو غسل میں پانی

سرایت نہ کرے درست نہیں چنانچہ آج کل نیل پالشوں کا حکم یہی ہے اس کے لگے رہنے کی صورت میں وضوء غسل درست نہیں۔

عورتوں کا مہندی لگانا سنت ہے

حضرت مکحول رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ ازواج مطہرات خضاب (مہندی) لگایا کرتی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد مہندی لگایا کرتی تھیں۔

(شعب الایمان جلد۵ صفحہ ۲۱۷)

مگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نہ لگاتی تھی چونکہ آپ کو مہندی پسند نہ تھی۔ (نسائی صفحہ ۲۷۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہند بنت عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا میں اس وقت تک بیعت نہ کروں گا جب تک کہ تم اپنی ہتھیلیوں میں مہندی نہ لگا لو گی ہاتھ کیا کسی درندے کی ہتھیلی ہے۔ (ابوداؤد مشکوٰۃ صفحہ ۳۷۵)

فائدہ: آپ نے ہاتھ میں مہندی نہ ہونے پر تنبیہاً فرمایا اس سے عورتوں کو ہاتھ میں مہندی لگانے کی تاکید معلوم ہوتی ہے۔

عورتوں کو مہندی کی تاکید

ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جس نے دونوں قبلوں کی جانب نماز پڑھی ہے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی آپ نے فرمایا مہندی لگاؤ تم میں سے کوئی مہندی نہ چھوڑے کہ اس کا ہاتھ مرد کے ہاتھ کی طرح ہو جائے۔ چنانچہ اس عورت نے کبھی مہندی کو آپ کے فرمان مبارک کی وجہ سے نہیں چھوڑا یہاں تک کہ اسی سال کی عمر ہو گئی اور مہندی لگاتی رہی۔ (مسند احمد مجمع جلد۵ صفحہ ۱۷۴)

فائدہ: اس حدیث پاک سے عورتوں کو مہندی کی تاکید معلوم ہوتی ہے بوڑھی جوان ہر عمر کی عورتوں کو مہندی کا حکم ہے۔

بلا مہندی کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت نہیں کی

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک عورت آپ کی خدمت میں بیعت ہونے آئی اور اس کا ہاتھ مہندی سے رنگا نہیں تھا آپ نے بیعت نہیں فرمائی یہاں تک کہ اس نے مہندی نہ لگالی۔

(مجمع جلد۵ صفحہ ۱۷۵)

حضرت سودۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت ہونے آئی آپ نے فرما جاؤ مہندی لگا کر آؤ تاکہ بیعت کروں۔

مسلم بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے فتح مکہ کے موقعہ پر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ مقام صفا پر عورتوں سے بیعت فرمارہے ہیں ایک عورت آئی جس کا ہاتھ مرد کی طرح تھا (مہندی کا نشان نہیں تھا) آپ نے بیعت سے انکار فرمادیا یہاں تک کہ وہ عورت گئی اور مہندی سے ہاتھ زرد کر کے آئی۔ایک شخص آیا جس کے ہاتھ میں لوہے کی انگوٹھی تھی آپ نے فرمایا اللہ پاک اس ہاتھ کو پاک نہ فرمائے جس میں لوہے کی انگوٹھی ہو۔

(طبرانی جلد۵صفحہ۱۷۵)

فَائِدَہ: ان احادیث کی روشنی میں یہ معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں کے ہاتھ میں مہندی کا نہ ہونا کس قدر ناپسندیدہ تھا۔

شرح احیاء میں ہے کہ مہندی عورتوں کے لئے سنت ہے۔شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے عورتوں کو مہندی لگانا مستحب اور چھوڑ دینا مکروہ ہے ترک آں مکروہ گفتہ است۔ (اتحاف جلد۲صفحہ۵۸۱)

عورتوں کا ہاتھ بلا مہندی کے پسندیدہ نہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند تھا کہ عورتوں کے ہاتھ کو آپ بلا مہندی یا خضاب کے دیکھیں۔ (آداب بیہقی صفحہ ۳۷۹)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو ہمیشہ مہندی سے رنگے ہاتھ رہنا مسنون ہے۔بعض جگہ ماحول ہے کہ صرف عید، بقرعید اور شادیوں کے موقعوں پر مہندی لگاتی ہیں اس کی کوئی خصوصیت نہیں۔ بلکہ ہمیشہ مہندی کا لگانا سنت ہے۔خصوصاً شادی شدہ عورتوں کو اس کا اہتمام چاہئے چونکہ ان کا جمال محمود و مطلوب ہے۔

مردوں کو مہندی حرام ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مخنث آیا جس نے ہاتھ و پیر میں مہندی لگا رکھی تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ایسا کیوں؟ جواب دیا عورتوں کی مشابہت کی وجہ سے آپ نے ان کو نکل جانے کا حکم دیا چنانچہ اسے بقیع تک پہنچا دیا گیا۔ (مشکوٰۃ، مرقات صفحہ ۴۸۰)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ مردوں کو مہندی مطلقاً حرام ہے۔بعض لوگ صرف ایک ہاتھ میں لگاتے ہیں۔ بعض جگہوں میں شادی کے موقعہ پر لگاتے ہیں یہ سب ناجائز حرام ہے اسی طرح لڑکوں کو بھی درست نہیں۔ حدیث پاک میں مردوں کو عورتوں کی مشابہت پر لعنت آئی ہے۔

خضاب کا حکم

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس کے سر اور داڑھی

کے بال بالکل سفید تھے آپ نے فرمایا کیا تم مسلمان نہیں ہو انہوں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا پھر خضاب لگاؤ۔

(مطالب عالیہ جلد ۲ صفحہ ۲۷۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود و نصاریٰ خضاب نہیں کرتے تم ان کی مخالفت کرو (خضاب کرو)۔ (بیہقی شعب الایمان جلد ۵ صفحہ ۲۱۱، ابن ماجہ)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انصاریوں کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے جن کی داڑھیاں سفید تھیں آپ نے فرمایا اے انصار سرخ یا زرد کرو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔

(بیہقی فی شعب الایمان جلد ۵ صفحہ ۲۱۴)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے موقعہ ابو قحافہ (والد ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تشریف لائے ان کے سر و داڑھی کے بال سفید تھے آپ نے فرمایا اسے بدلو اور سیاہ خضاب سے بچو۔ (جلد ۵ صفحہ ۲۱۵)

حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ جو لوگ شدید بوڑھے ہوں ان کو خضاب کا حکم ہے کہ اس میں دھوکا نہیں ان کی جسامت سے ہی بوڑھا ہونا ظاہر ہو جائے گا ایسوں کے لئے خضاب کا استعمال اولیٰ ہے کہ آپ کے حکم کا امتثال ہے۔ (فتح جلد ۱۰ صفحہ ۳۵۵، جمع الوسائل صفحہ ۱۰۲)

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ اگر داڑھی میں سفید بال ہوں تو خضاب مستحب، سیاہ ناجائز ہے۔

(جمع الوسائل صفحہ ۱۰۲)

شرح احیاء میں ہے کہ سیاہ خضاب کے علاوہ خواہ سرخ ہو یا زرد خضاب سنت ہے۔ (جلد ۲ صفحہ ۴۲۱)

ان میں مہندی کا خضاب زیادہ بہتر ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہندی کے لگے خضاب والے کو دیکھ کر فرمایا کیا ہی خوب ہے اسی طرح زرد کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی احسن قرار دیا ہے۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۰۲)

شارح مسلم نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سفید بالوں پر خضاب کو مستحب قرار دیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب کی تفصیل

احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بالوں میں خضاب کرنے اور نہ کرنے دونوں کا ذکر ہے۔

حضرت ابو رمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے خضاب کا علم اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خضاب نہ کرنے کا علم ہوتا ہے۔ قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہی رائے ہے۔ یہ حضرات خضاب کی تاویل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ ورس اور زعفران سے جو بالوں کو دھوتے اس کا کچھ اثر باقی رہ جاتا اسی کو خضاب سمجھا گیا۔ یا جن لوگوں نے آپ کے بال مبارک کو

کچھ مدت کے بعد دیکھا اور سرخ دیکھا خضاب زدہ سمجھا حالانکہ ٹوٹے بال کچھ مدت کے بعد سرخ ہو جاتے ہیں۔
(فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۳۵۴، عمدۃ القاری، جمع الوسائل صفحہ ۱۰۱)

یا عطر و تیل کی وجہ سے بال رنگین نظر آتے تو وہ خضاب زدہ سمجھتے۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۰۱)

چنانچہ بیہقی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے دلائل میں لکھا ہے کہ ربیعہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے آپ کے بال کو سرخ دیکھا تو پوچھا بتایا گیا خوشبو سے۔ (جلد ۱ صفحہ ۲۲۹)

یا اس وجہ سے کہ آپ کے بالوں کو رنگ دیا ہوتا کہ زیادہ دن تک محفوظ رہ سکے۔ (مناوی جمع صفحہ ۱۰۱)

کثرت طیب کی وجہ سے آپ کے بال سرخ تھے یا دردِ سر کی وجہ سے آپ نے سر میں مہندی لگا رکھی تھی اس کے اثر سے بال سرخ ہو گئے تھے۔ جسے خضاب سمجھا گیا۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۰۰)

علامہ نووی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے قول مختار یہ ذکر کیا ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے خضاب لگایا ہے۔ جن لوگوں نے نفی کی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ بیشتر اوقات آپ نے نہیں لگایا ہے۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے کبھی کبھی لگایا ہے۔ حافظ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے بھی بیان کیا ہے کہ آپ نے ہمیشہ نہیں لگایا ہے۔ چنانچہ روایتیں اس درجہ ہیں کہ انکار مشکل ہے۔ ملا علی قاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے لکھا ہے کہ کبار صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا عمل بھی اسی پر رہا ہے۔
(جمع الوسائل صفحہ ۱۰۱)

علامہ نووی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے کہا کہ جس نے جیسا دیکھا ویسی روایت کر دی۔

سیرت شامی میں ہے کہ خضاب کا ذکر صحیحین میں ہے۔ ابن عمر اس کے راوی ہیں نہ اسے ترک کیا جا سکتا ہے نہ اس کی تاویل کی جا سکتی ہے۔ حضرت انس کو خضاب کی حالت میں دیکھنے کا موقعہ نہ ملا ہوگا اس وجہ سے انہوں نے نفی کر دی۔

امام احمد نے بھی حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بیان کا انکار کر دیا ہے۔ (جلد ۷ صفحہ ۵۴۴)

بہر حال احادیث خضاب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے خضاب کبھی ضرور استعمال کیا ہے۔

شرح احیاء میں بھی ہے کہ آپ نے بعض موقعوں پر خضاب کیا ہے اور یہی مختار ہے۔
(اتحاف السادہ جلد ۲ صفحہ ۴۱۱)

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے سفید بالوں کا ذکر

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وفات پا گئے اور آپ کے سر اور داڑھی مبارک میں بیس بال بھی سفید نہ تھے۔ (بخاری، دلائل النبوۃ صفحہ ۲۲۹)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے خضاب کا استعمال نہیں فرمایا کہ آپ کی

ٹھوڑی مبارک میں چند سفید بال تھے اور کچھ کنپٹی کی طرف اسی طرح چند بال سر میں (ظاہر ہے کہ اس صورت میں کیا خضاب فرماتے)۔ (دلائل جلد ۱ صفحہ ۲۳۲، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۵۹)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ سر مبارک میں نہ داڑھی مبارک میں سفید بال تھے۔ ہاں مگر چند سفید بال بیچ پیشانی پر تھے وہ بھی تیل لگاتے تو تیل اس کی سفیدی کو چھپا دیتا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ سر اور داڑھی کے اگلے حصہ میں بال تھے وہ بھی جب تیل اور کنگھی فرماتے تو وہ نمایاں نہ ہوتے۔ (مسند احمد، مسلم صفحہ ۲۵۹، دلائل النبوہ جلد ۱ صفحہ ۲۳۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بال صرف ۲۰ کے قریب ہوں گے۔ (جلد ۱ صفحہ ۲۳۹)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ مدینہ تشریف لائے، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ مدینہ کے حاکم تھے۔ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک قاصد بھیج کر معلوم کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب لگایا ہے کہ میں نے آپ کے بال مبارک کو رنگین دیکھا ہے۔ تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اگر میں داڑھی کے سفید بالوں کو گنوں تو ۲۱ سے زائد نہ ہوں۔ اور وہ جو رنگین تھے، اس عطر و خوشبو کی وجہ سے تھا جو آپ لگاتے تھے اسی نے آپ کے بالوں کے رنگ کو بدل دیا تھا۔ (دلائل جلد ۱ صفحہ ۲۳۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مستقل خضاب لگانے کی وجہ سے نہیں بلکہ کثرت عطر کی وجہ سے اس نے سرخ رنگ کو پکڑ لیا تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بالوں کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیل کا استعمال فرماتے تو وہ محسوس نہیں ہوتے تھے اور جب تیل نہ لگاتے تو کچھ سفیدی محسوس ہوتی۔ (شمائل صفحہ ۴)

فائدہ: تیل کے استعمال کے وقت چونکہ سب بال چمکنے لگتے تھے اس لئے بالوں کی سفیدی تیل کی چمک میں مخلوط ہو جاتی۔ یا تیل کی وجہ سے بال جم جاتے تھے تو سفید بال اپنی قلت کی وجہ سے مستور ہو جاتے تھے۔

(خصائل صفحہ ۳۹)

۶۰ یا ۶۵ سال کی عمر کے درمیان بالوں کا برائے نام سفید ہونا یہ آپ کی قوت طاقت پر دال ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ آپ کے بال سفید نہ ہوتے تھے تاکہ ازواج مطہرات بال کی سفیدی کو ناپسندیدہ نہ سمجھیں۔ اور جو چند بال سفید ہوئے تھے اس سے آپ کا حسن و جمال اور دوبالا ہو گیا تھا۔ اور ٹھوڑی کی سفیدی نے داڑھی مبارک میں مزید حسن پیدا کر دیا تھا۔ (مرقات جلد ۴ صفحہ ۴۶۹)

عطر کے متعلق آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا بیان

خوشبو اور عطر کا استعمال حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پسندیدہ عادت ہے

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ چار چیزیں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عادتوں میں سے ہیں۔ ① ختنہ کرنا ② مسواک کرنا ③ عطر لگانا ④ نکاح کرنا۔

(سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۵۳۳)

فائدہ: انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اطوار و عادات اللہ تعالیٰ کے محبوب اور پسندیدہ ہوتے ہیں دین اور دنیا کے اعتبار سے نفع بخش ہوتے ہیں۔ ان کی سنتوں کو اختیار کرنا دین و دنیا کی خوبی اور سعادت کی بات ہے۔

ملیح بن عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے والد انہوں نے اپنے دادا سے انہوں نے نبی پاک ﷺ سے یہ روایت کی ہے کہ پانچ چیزیں پیغمبروں کی عادتوں میں سے ہیں۔ ① حیاء ② بردباری (انتقام نہ لینا اور صبر و برداشت کرنا) ③ پچھنے لگانا۔ ④ عطر لگانا۔ ⑤ مسواک کرنا۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۵۳۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ عطر اور خوشبو کا استعمال اللہ کے برگزیدہ بندوں کی عادت ہے۔

آپ ﷺ عطر اور خوشبو کے ہدیہ کو واپس نہ فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ عطر کے ہدیہ کو واپس نہ فرماتے۔

(بخاری صفحہ ۸۷۸، نسائی صفحہ ۲۹۳، ترمذی، مسند احمد)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ کو عطر پیش کیا گیا ہو اور آپ نے اسے واپس کر دیا۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۵۳۴، بزار، ابویعلی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تین چیزیں واپس نہیں کی جاتیں۔ ① تکیہ ② تیل ③ عطر۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۰۲)

فائدہ: چونکہ دینے اور لینے والے پر کوئی بوجھ نہیں پڑتا اور از راہ محبت و اخوت دیا جاتا ہے اسی لئے انکار کی ممانعت ہے کہ تکلیف کی بات ہے۔

عطر یا خوشبو سامنے رکھ دیا جائے تو انکار نہ کرے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تمہارے سامنے عطر و خوشبو رکھ دیا جائے تو اسے واپس

نہ کرو، اسی طرح مٹھائی رکھ دی جائے تو واپس نہ کرو۔ (بزار جلد ۳ صفحہ ۳۷۴)

شیرینی اور عطر کا ہدیہ واپس کرنا ممنوع ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے پاس کوئی شیرینی مٹھائی لائے تو اسے کھالو واپس نہ کرو۔ جب تمہیں کوئی عطر خوشبو دے تو اسے سونگھ لو (واپس نہ کرو)۔

(سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۵۳۴)

ابوعثمان مدنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کو کوئی ریحان (خوشبو) دے تو اسے واپس نہ کرو یہ جنت سے نکلا ہے۔ (سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۵۳۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی خوشبو پیش کرے تو اسے واپس نہ کرو کہ خوشبو بھی ہے اور اس میں کوئی بوجھ نہیں۔ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۳۹، نسائی صفحہ ۲۹۳)

فائدہ: ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ عطر کے ہدیہ میں گرانی نہیں ہوتی اس لئے قبول کر لینی چاہئے کہ تکلیف نہ ہو۔ (جلد ۲ صفحہ ۴)

عطر محبوب اور پسندیدہ ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میں مجھے تین چیزیں محبوب و پسند ہیں۔ (۱) عورت (۲) عطر (۳) نماز کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ (نسائی جلد ۲ صفحہ ۹۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کی یہ چیزیں مجھے محبوب و پسندیدہ ہیں۔ (۱) کھانا۔ (۲) عورت۔ (۳) عطر (چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں) دو چیزیں تو آپ نے پالیں ایک نہیں پایا عورت اور خوشبو تو پالیا مگر کھانا نہ پایا۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کھانے کی خواہش پوری نہ ہو سکی۔ آپ کبھی پیٹ بھر کر نہ کھا سکے ایک وقت میسر ہوتا تو دوسرے وقت میسر نہ ہوتا۔ بسا اوقات کئی ماہ تک کھانا پکنے کی نوبت نہیں آتی کھجور اور پانی پر گزارا ہوتا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلا عطر لگائے سراپا عطر تھے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو (جو آپ سے آتی تھی) جیسی خوشبو میں نے مشک وعنبر میں نہیں پائی کہ آپ مشک وعنبر سے زائد خوشبودار تھے۔ (بخاری، دلائل النبوۃ جلد ۱ صفحہ ۲۵۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے کوئی مشک وعنبر کی خوشبو کو آپ کی خوشبو سے زائد نہیں پایا۔ (مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۵۷)

فائدہ: آپ کی ذات گرامی خود خوشبودار تھی آپ سے ہمیشہ مشک وعنبر سے بہتر خوشبو مہکتی رہتی تھی۔ آپ کو خوشبو

لگانے کی ضرورت نہیں تھی مگر پھر بھی آپ خوشبو لگاتے تھے۔ (مناوی شرح شمائل صفحہ۲)

باجودیکہ آپ ہمہ وقت خوشبو سے معطر رہتے۔ وحی کی آمد اور ملائکہ کی تشریف آوری کی وجہ سے آپ خوشبو لگانے کا اہتمام کرتے یہ آپ کی انتہائی درجہ نظافت کی بات تھی۔ (حاشیہ دلائل جلد۶ صفحہ ۲۵۸)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ معراج کے واقعہ کے بعد آپ ﷺ کا جسم اطہر خوشبو سے مہکتا تھا، جیسے کہ دلہن کو شب عروسی میں خوشبو سے معطر کیا جاتا تھا بلکہ اس سے زائد۔ (حاشیہ دلائل النبوۃ جلد ا صفحہ ۲۵۸)

دارمی بیہقی اور ابونعیم کے حوالہ سے ملا علی قاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے ذکر کیا ہے کہ آپ کسی راستے سے گزرتے تو آپ کے بعد گزرنے والا آپ کے گزرنے کو جان لیتا۔ آپ گزرتے تو تمام درخت زمین پر سجدہ ریز ہو جاتے۔ مسند بزار اور مسند ابویعلی کے حوالہ سے ہے کہ آپ جس راستہ سے گزر جاتے وہ راستہ معطر خوشبودار ہو جاتا لوگ کہتے کہ آپ ﷺ ادھر سے تشریف لے گئے۔

امام بخاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے تاریخ کبیر میں حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا بیان نقل کیا ہے کہ آپ جب چلتے تو خوشبو مہکنے کی وجہ سے جان لیا جاتا۔ (نسیم الریاض صفحہ ۳۵۱)

امام مزنی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے بیان کیا کہ حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے اپنے پیچھے بٹھالیا میں نے مہر نبوت پہ اپنا منہ لگالیا (اور بوسہ دیا) تو اس سے مشک کی خوشبو نکلتی تھی۔

(نسیم الریاض جلد ا صفحہ ۳۵۳)

علامہ سیوطی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے ذکر کیا ہے کہ آپ کی تشریف آوری خوشبو کی آمد سے معلوم ہو جاتی۔

(خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۶۷)

علامہ نووی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے لکھا ہے کہ آپ سراپا معطر تھے یہ آپ ﷺ پر خدائے پاک کا خصوصی انعام تھا۔ باوجود اس بات کے کہ آپ سراپا معطر تھے آپ سے خوشبو آتی تھی پھر بھی بکثرت آپ عطر کا استعمال فرماتے۔ اس وجہ سے کہ آپ کے پاس حضرات ملائکہ کی آمد وحی کے نزول کا سلسلہ قائم تھا۔ نیز مجالس کی رعایت کہ محفل خوشبو سے معطر رہے۔ بکثرت عطر کا استعمال فرماتے۔ اس سے عطر کی اہمیت اور بکثرت دوام عطر کے استعمال کی سنیت ثابت ہوئی صرف عید و بقر عید اس کا محل نہیں جیسا کہ رواج ہے۔

پسینہ مبارک مشک وعنبر سے زیادہ خوشبودار

حضرت ام سلیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ تشریف لائے اور دوپہر کو آرام فرمایا آپ سے پسینہ نکلنے لگا۔ میں نے ایک شیشی لی اور اس میں آپ کے پسینہ مبارک کو جمع کرنے لگی آپ بیدار ہو گئے پوچھا کہ یہ کیا کر رہی ہو میں نے کہا کہ آپ کے پسینہ کو خوشبودار ہونے کی وجہ سے جمع کر رہی ہوں کہ یہ تمام

خوشبوؤں سے زیادہ بہتر ہے۔ (مسلم شریف جلد۲ صفحہ ۲۵۷، دلائل النبوۃ جلد ا صفحہ ۲۵۸)

محدث بیہقی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے لکھا ہے کہ آپ کا پسینہ مبارک مثل موتی کے چمکتا تھا جو مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔ (دلائل النبوۃ جلد ا صفحہ ۱۹۹)

نسیم الریاض شرح شفا میں ہے کہ آپ کا پسینہ بہت نکلتا تھا۔ (جلد ا صفحہ ۳۴۲)

چنانچہ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ آپ کے چہرے مبارک پر پسینہ مثل موتیوں کے چمکتا تھا۔ (مسلم صفحہ ۲۵۷، البدایہ جلد ۶ صفحہ ۲۳)

علامہ سیوطی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے لکھا ہے کہ چہرہ مبارک پر پسینہ مثل موتیوں کے چمکتا جو خالص مشک سے بھی زیادہ خوشبودار ہوتا۔ (خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۶۷)

ابویعلی نے بیان کیا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اپنے پسینہ مبارک کو انگلی سے پونچھ کر شیشی میں ڈال لیتے لوگ اس معطر پسینہ کو اپنی لڑکیوں کی شادی میں استعمال کرتے تو وہ گھر اتنا خوشبو سے معطر ہو جاتا کہ لوگ اس گھر کو دارالعطر (خوشبو کا گھر) پکارنے لگتے۔ (جمع الوسائل جلد۲ صفحہ ۲)

پسینہ مبارک کے متعلق حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی وصیت

حضرت ام سلیم والدہ انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے جو شیشی میں پسینہ مبارک جمع کیا تھا اس کے متعلق حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے وصیت کی تھی کہ میری وفات کے بعد لگائی جانے والی عطر میں اس پسینہ مبارک کو شامل کر لیا جائے۔ (نسیم الریا صفحہ ۳۴۹)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہمارے یہاں تشریف لائے اور دوپہر کا قیلولہ فرمایا ہماری والدہ ایک شیشی لے کر آئیں اور پسینہ مبارک کو پونچھ کر اس میں جمع کرنے لگیں۔ آپ بیدار ہو گئے اور پوچھا اے ام سلیم یہ کیا کر رہی ہو والدہ نے کہا پسینہ جمع کر رہی ہوں جو بہترین خوشبو ہے۔ (مسند احمد، البدا صفحہ ۲۵)

اسحٰق راہویہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے لکھا ہے کہ خوشبو لگانے کی وجہ سے یہ پسینہ معطر نہیں تھا بلکہ آپ کے جسم اطہر کی وجہ سے تھا کہ آپ کا جسم مبارک ہی بہت خوشبودار تھا۔ (حاشیہ دلائل جلد ا صفحہ ۲۵۸)

مسند ابویعلی میں ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ میں لڑکی کی شادی کر رہا ہوں آپ سے اعانت کا خواہش مند ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ میرے پاس تو کچھ نہیں البتہ کل تم بڑی منہ والی ایک شیشی اور درخت کی ایک ٹہنی لے کر آنا۔ ہمارے اور تمہارے درمیان پہچان کی بات یہ ہو گی تم دروازہ کھٹکھٹانا اس سے میں پہچان لوں گا۔ چنانچہ وہ ایک ٹہنی اور بڑی منہ والی شیشی لے کر حاضر ہوا آپ اسے لے کر بازوؤں سے پسینہ جمع کرنے لگے یہاں تک کہ وہ شیشی بھر گئی۔ آپ نے فرمایا لے جاؤ اسے اور بیٹی سے کہو کہ اس ٹہنی کو اس میں ڈال دے اور

اس سے عطر لگائے۔

چنانچہ جب وہ خوشبو لگاتی تو مدینہ والے اس کی خوشبو محسوس کرتے چنانچہ اس کا نام ہی پڑ گیا عطر گھر۔

(البدایہ جلد ۶ صفحہ ۲۵)

اس کی تعبیر روض النظیف میں ہے ؎

یفوح من عرق مثل الجمان له
شذاً تظل الغوالی منه تعطر

آپ کے پسینہ میں جو کہ چاندی کے موتیوں کے مشابہ تھا۔ خوشبوئے مشک مہکتی تھی کہ حسین عورتیں اس کو بجائے عطر لگاتی تھیں۔ (نشر الطیب صفحہ ۱۹۶)

پاخانہ تک میں بدبو نہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ بیت الخلاء جاتے ہیں تو کچھ معلوم نہیں ہوتا (نہ فضلہ نظر آتا ہے نہ بدبو کا احساس) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ تجھے معلوم نہیں کہ حضرات انبیاء کے فضلات کو زمین نگل لیتی ہے اور نظر نہیں آتا۔

دار قطنی کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا کہ آپ بیت الخلاء تشریف لے جاتے ہیں پھر کوئی آپ کے بعد جاتا ہے تو آپ کا فضلہ نہیں نظر آتا آپ نے فرمایا اے عائشہ تجھے معلوم نہیں اللہ پاک نے حکم دیا ہے کہ حضرات انبیاء کرام کے فضلے کو زمین نگل جائے۔ (شرح شفاء جلد ۱ صفحہ ۳۵۳)

اسی وجہ سے محققین شوافع نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلہ کو پاک مانا ہے کہ اس میں بدبو نہیں ہوتی تھی بلکہ خوشبو کا ہی احساس ہوتا تھا۔ (نسیم الریاض جلد ۱ صفحہ ۳۵۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے نکلی ہوئی تمام چیزیں پاخانہ پیشاب خون سب پاک تھے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ آپ کے پیشاب پیے جانے کا ذکر صحیح روایت میں ہے اور آپ نے اس پر نکیر نہیں فرمائی (بلکہ آپ نے فرمایا کہ جہنم کی آگ تیرے پیٹ میں داخل نہ ہوگی)۔ یہ طہارت کی علامت ہے نہ منہ دھونے کا حکم دیا نہ دوبارہ منع کیا۔ اسی پر دمیری کا شعر ہے ؎

غریبة فضلة سیّد البشر
طاهرة علی خلاف انتشر

وفات کے بعد بھی جسم اطہر سے خوشبو

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ایک روایت میں ہے کہ جس جگہ آپ کو غسل دیا گیا وہ گھر آپ کی مشک کی

بہترین خوشبو سے معطر ہو رہا تھا۔ اور ایسی خوشبو نکل رہی تھی کہ اس جیسی خوشبو کبھی دیکھی نہ گئی۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ پورے مدینہ میں اس کی خوشبو پھیل گئی اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرمایا۔ "طِبْتَ حَيًّا وَّطِبْتَ مَيِّتًا" زندگی میں بھی اور وفات کے بعد بھی آپ خوشبو سے معطر تھے۔ (شرح شفاء نسیم الریاض جلد ا صفحہ ۵٦٠)

دست مبارک خوشبو سے معطر

حضرت جابر اپنے والد یزید بن الاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں تشریف فرما تھے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اپنا دست مبارک بڑھایئے (کہ میں مصافحہ کرلوں یا بوسہ لے لوں) چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑھا دیا۔ میں نے آپ کا دست مبارک برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار پایا۔ (دلائل النبوۃ جلد ا صفحہ ۲۵۷)

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کو مقام بطحا کی جانب تشریف لائے۔ وضو فرما کر ظہر کی دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ فراغت کے بعد لوگ کھڑے ہوئے اور آپ کے دست مبارک کو چھونے (مصافحہ) کے بعد اپنے چہرے پر (تبرکاً) ملنے لگے میں نے بھی مصافحہ کیا اور اپنے ہاتھ کو منہ پر مل لیا تو آپ کا ہاتھ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زائد خوشبودار پایا۔ (البدایہ جلد ٦ صفحہ ۲۴)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو نہایت خوشبودار اور ٹھنڈا پایا گویا کہ عطر فروش کے عطر دان سے نکلا ہو۔ (مسلم صفحہ ۲۵٦، دلائل النبوۃ جلد ا صفحہ ۲۵٦)

فائدہ: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی ہاتھ کیا پورا جسم مبارک مشک و عنبر سے زائد خوشبودار تھا۔ اس سے بڑھ کر آپ کا پاخانہ مبارک بھی بدبو سے پاک ہوتا تھا اسی وجہ سے آپ کے بول و براز کو علماء محققین نے پاک مانا ہے۔

مفتی الٰہی بخش رحمہ اللہ تعالیٰ کے رسالہ شیم الحبیب میں ہے کہ آپ کسی سے مصافحہ فرماتے تو تمام دن اس سے خوشبو آتی رہتی کسی بچے کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے تو وہ خوشبو کے سبب دوسرے لڑکوں میں پہچانا جاتا۔

(نشر الطیب صفحہ ۱٦۱)

مصافحہ کرنے والے کے ہاتھ خوشبو سے معطر ہو جاتے

شفاء میں قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ آپ جس سے مصافحہ فرماتے تو تمام دن مصافحہ کرنے والے کا ہاتھ خوشبو سے معطر رہتا۔ نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض میں علامہ خفاجی نے ابونعیم اور بیہقی کے حوالہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک حدیث بیان کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی عطار کی ہتھیلی تھی

خواہ خوشبو لگائیں یا نہیں۔ مصافحہ کرنے والا مصافحہ کرتا تو تمام دن آپ ﷺ کے دست مبارک کی خوشبو سے اس کا ہاتھ خوشبو دار رہتا۔ اگر کسی بچے کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے تو دوسرے بچوں کے درمیان وہ خوشبو سے ممتاز ہو جاتا اور پہچان لیا جاتا کہ آپ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا ہے۔ (چونکہ آپ کے دست مبارک کی خوشبو سے اس کا سر خوشبو دار ہو جاتا۔ (نسیم الریاض جلد ا صفحہ ۳۴۹)

ابن دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کسی سے مصافحہ فرماتے تو تمام دن مصافحہ کرنے والا ہاتھ خوشبو سے تر پاتا۔ (اتحاف جلد ۷ صفحہ ۱۵۴)

لعاب مبارک مشک سے زیادہ خوشبودار

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی خدمت میں پانی کا ڈول پیش کیا گیا آپ نے پانی پیا اور ڈول میں تھوک دیا پھر اس پانی کو کنویں میں ڈال دیا گیا۔ اس کنویں سے مشک کی خوشبو آنے لگی۔

(دلائل النبوۃ جلد ا صفحہ ۲۵۷)

حضرت وائل بن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت میں بھی ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں پانی کا ڈول پیش کیا گیا آپ نے اس میں تھوک دیا پھر اسے کنویں میں ڈال دیا گیا تو کنویں سے مشک کی خوشبو آنے لگی۔

(البدایہ جلد ۶ صفحہ ۲۴)

طبرانی کے حوالہ سے ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک پر تھوک کر حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ اور کمر پر مل دیا جس سے وہ خوشبو سے معطر ہو گئے۔ ان کی چار بیویاں تھیں ہر ایک خوشبو سے چاہتی کہ برابری کر لوں مگر برابری نہ کر سکیں باجودیکہ حضرت عقبہ خوشبو نہیں لگاتے تھے۔ (شرح شمائل جلد ۲ صفحہ ۲)

یعنی بیویاں خوشبو لگانے پر بھی برابری نہ کر سکیں۔

خوشبو اور عطر سے آپ ﷺ کو محبت

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ خوشبو اور عطر آپ ﷺ کو بہت پسند تھی۔

(کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۷۳، حاکم)

فائدہ: تقرب الٰہی اور حضور ملائکہ کی وجہ سے آپ ﷺ اس کا اہتمام فرماتے آپ نظیف الطبع ہونے کی وجہ سے از حد محبت فرماتے باوجودیکہ آپ سراپا معطر تھے مگر پھر بھی عطر خوشبو خوب کثرت سے استعمال فرماتے۔

علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ آپ سراپا معطر تھے۔ مگر وحی ملائکہ کی آمد اور مجالس کی رعایت میں کثرت سے خوشبو کا استعمال فرماتے۔ (شرح مسلم صفحہ ۲۵۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کے یہاں عطر تلاش فرمایا کرتے تھے۔ (کنز جلد ۷ صفحہ ۳۰)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اہتمام مطلوب اور مستحسن ہے۔ اپنے پاس نہ ہو تو اپنی بیوی بھائی بہن اور جس سے بے تکلفی ہو لے کر عطر کا استعمال کرنا محمود ہے۔

بکثرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم عطر کا استعمال فرماتے

حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی اطلاع خوشبو سے ہوتی۔ (مرسلاً ابن سعد، کنز جلد ۷ صفحہ ۴۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں بہترین خوشبو آپ کو لگاتی یہاں تک کہ خوشبو کا نشان داڑھی اور سر مبارک پر ہوتا۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۳۸۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کثرت سے عطر اور خوشبو کا استعمال فرماتے کہ آپ کو خوشبو سے ہی پہچانا جاتا اور خوشبو کے نشانات جسم اطہر پر باقی رہتے۔

بیوی کا شوہر کو عطر لگانا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگاتی۔ (بخاری صفحہ ۸۷۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھوں سے خوشبو لگاتی۔ (بخاری ۸۷۷)

فائدہ: بیوی کا شوہر کی ہر امر میں خدمت کرنا اس کی راحت کا خیال کرنا حسن معاشرت میں داخل ہے۔

بیوی کے لئے سنت ہے کہ شوہر کے کپڑوں میں عطر لگائے۔

تہجد کے وقت عطر کا استعمال

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخر شب میں عطر کا استعمال فرماتے۔

(ابو نعیم، سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۵۳۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو بیدار ہوتے (اولاً) استنجا اور وضو فرماتے۔ پھر ازواج مطہرات کے گھر کسی کو عطر حاصل کرنے بھیجتے۔ (مسند بزار، سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۵۳۳)

فائدہ: تہجد کے وقت خوشبو لگاتے اس لئے کہ یہ وقت اللہ پاک جل شانہ سے مناجات اور حضرات ملائکہ کی حضوری کا ہے اس لئے آپ اہتمام سے عطر لگاتے اور ازواج مطہرات کے گھروں سے حاصل فرماتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آخر شب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو استعمال فرماتے۔

(سیرۃ الشامی جلد ۳ صفحہ ۵۳۳)

روایت حدیث کے وقت عطر کا استعمال

حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جب حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوتا تو آپ خوشبو منگاتے ہاتھوں میں اور باہوں میں ملتے۔

فائدہ: حضرت ثابت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس روایت حاصل کرنے کے لئے آتے تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت حدیث فرماتے تو عطر مل لیتے اسی وجہ سے محدث ہیثمی نے "اَلطِّیْبُ عِنْدَ التَّحْدِیْثِ" باب قائم کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حدیث پاک کی روایت کے وقت نظافت کے پیش اہتمام عطر لگا لے۔ محدثین حضرات نے اس کا اہتمام کیا ہے۔

وضو کے بعد عطر

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ایک مشہور جلیل القدر صحابی ہیں) وضو سے فارغ ہوتے تو مشک ہاتھ اور داڑھی میں ملتے۔ (مجمع جلد ۱ صفحہ ۲۴۵)

صاحب مجمع الزوائد نے الطیب بعد الوضو کا باب قائم کر کے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وضو کے بعد بھی خوشبو لگائے۔ حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بظاہر یہ عمل حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا ہوگا۔

اجتماع اور مجالس کے موقعہ پر عطر کا استعمال

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو پسند نہیں فرماتے تھے کہ اصحاب کی مجلس میں بلا عطر و خوشبو لگائے تشریف لے جائیں۔ (سیرۃ الشامی صفحہ ۵۳۳)

فائدہ: کسی دینی مجلس میں شرکت کے لئے عطر لگا لینا بہتر ہے۔

مختلف مواقع پر عطر کا استعمال

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح شمائل ترمذی میں لکھا ہے کہ ان موقعوں پر عطر کا اہتمام مناسب ہے جمعہ و عیدین کے دن، ذکر اور تعلیم کے وقت، اجتماعات اور محافل کے موقعوں پر، احرام کے وقت، زوجین کے باہمی ملاقات کے وقت۔ (جمع الوسائل صفحہ ۵)

جمعہ کے دن عطر کا اہتمام سنت ہے

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور اچھی طرح طہارت حاصل کرے، تیل لگائے، اور گھر کی خوشبو عطر لگائے پھر نکلے اور دو آدمیوں کے درمیان پھاندے نہیں۔ پھر جس مقدار چاہے نماز پڑھے اور جب امام خطبہ دے تو خاموش ہو جائے تو جمعہ کے درمیان کے گناہوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۲۱)

حضرت ابو سعید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ہر بالغ پر غسل جمعہ لازم ہے اور یہ کہ مسواک کرے اور حسب استطاعت عطر لگائے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جمعہ کا دن مسلمانوں کے لئے عید کا دن ہے۔ جمعہ آئے تو غسل کرو، عطر ہو تو عطر لگاؤ اور مسواک کرو۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۰۹۸، ترغیب جلد ۱ صفحہ ۴۹۸)

حضرت براء بن عازب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا مسلمانوں پر حق ہے کہ جمعہ کے دن غسل کریں۔ اور یہ کہ گھر میں جو عطر ہو استعمال کرے پس اگر نہ پائے تو پانی ہی خوشبو ہے۔ یعنی عطر نہ پا سکے تو غسل کافی ہوگا۔ (ترمذی جلد ۱ صفحہ ۶۹)

فَائِدَہ: جمعہ کے دن خوشبو اور عطر لگانا سنت ہے۔ اسی طرح عید و بقر عید کے موقعہ پر بھی عطر لگانا سنت ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے شرح شمائل جمع الوسائل میں ذکر کیا ہے۔ (صفحہ ۵)

اسی طرح فقہاء کرام نے عید میں عطر کو مستحب قرار دیا ہے۔ مراقی کی شرح طحطاوی میں ہے۔ عید کے دن خوشبو لگائے۔ (صفحہ ۱۰۵)

ابن قیم رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ جمعہ کے دن کی پانچویں خصوصیت عطر کا استعمال ہے ہفتہ کے دوسرے دنوں کے مقابلہ میں اس دن عطر کا استعمال زیادہ باعث فضیلت ہے۔ (جلد ۱ صفحہ ۳۷۷)

خیال رہے کہ غسل کے بعد یا غسل کے موقعہ پر خوشبو کا استعمال مسنون ہے۔

امام بخاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے اس پر باب قائم کیا ہے۔ خوشبو دار صابن سے بھی یہ مقصد پورا ہو سکتا ہے۔

غسل حیض میں خوشبو کا استعمال

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے ایک عورت نے غسل حیض کا طریقہ معلوم کیا آپ نے فرمایا تھوڑا مشک لے لو اور اس سے پاکی حاصل کرو۔

فَائِدَہ: یعنی خون حیض کی بدبو کو دور کرنے کے لئے وہاں پر خوشبو کا ملنا مسنون ہے۔

حافظ ابن حجر رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے لکھا ہے کہ حیض اور نفاس کے غسل میں عطر اور خوشبو کا استعمال ہونا چاہئے یعنی مسنون ہے۔ (صفحہ ۳۴۰)

غسل کے بعد اگر دھونی دی جائے تب بھی ٹھیک ہے۔ (جلد ۱ صفحہ ۳۳۹)

اس سے معلوم ہوا کہ ایسے موقعہ پر خوشبو دار صابن کا استعمال کرنا بھی بہتر ہے۔

عطر مجموعہ ومرکب سنت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذریرہ خوشبو اپنے ہاتھوں سے لگایا۔
(بخاری)

فائدہ: عینی میں ہے کہ ہر مجموعہ ومرکب ذریرہ ہے۔ (جلد ۲۲ صفحہ ۶۳)

فائدہ: حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ ذریرہ چند خوشبوؤں کا مجموعہ اور مرکب ہے، حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ہند سے آنے والی خوشبوؤں میں سے ہے۔
(فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۳۷۱)

اس اعتبار سے آپ نے ہندی خوشبو کو استعمال کیا ہے جو اہل ہند کے لئے شرف کی بات ہے۔ صاحب سیرۃ الشامی نے غالیہ عطر لگانے کا ذکر کیا ہے جو مرکب خوشبو ہے اس سے ''عطر مجموعہ'' کو سنت قرار دیا جا سکتا ہے۔

ہندی خوشبو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عود میں سب سے زیادہ پسندیدہ قماری تھا۔ قماری ہندوستان میں پیدا ہونے والی ایک قسم کی عود کا نام ہے۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۵۳۷)

عود اور کافور کی دھونی سنت ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب دھونی دیتے تو عود خالص کی اور کافور مع عود کے دھونی دیتے اور فرماتے کہ اسی طرح رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم دھونی دیتے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۱، نسائی جلد ۲ صفحہ ۲۸۳)

فائدہ: ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ کبھی خالص عود اور کبھی مخلوط کی دھونی دیتے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی دیتے تھے۔ (جلد ۴ صفحہ ۴۶۲، مرقات)

فائدہ: اس سے لوبان کی دھونی اور اگربتی کی خوشبو کا استحباب ثابت ہوسکتا ہے یعنی کسی چیز کو جلا کر خوشبو کا حاصل کرنا بھی سنت میں داخل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جسم اطہر پر تو خوشبو لگاتے اور گھر میں خوشبو عود کی دھونی دیتے تا کہ گھر بھی خوشبودار رہے اور فضا نظیف اور صاف رہے۔

لہٰذا خوشبو کا لگانا اور گھر میں خوشبو کی دھونی دینی مسنون اعمال میں سے ہے اس سے جہاں سنت کا ثواب ہوگا وہیں صفائی اور نظافت بھی حاصل ہوگی۔

مشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ عطر

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبوؤں میں سب سے زیادہ مشک اور عود پسند

تھا۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۵۳۷)

فائدہ: اس لئے مشک اور عود کا استعمال مسنون اور زیادہ باعث ثواب ہوگا۔

عود آپ ﷺ کا محبوب و پسندیدہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ خوشبوؤں میں آپ کو عود بہت پسند تھا۔ عود ایک خوشبو دار لکڑی ہوتی ہے جس کے جلانے سے بہترین خوشبو نکلتی ہے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۵۳۷)

مردوں کے لئے کون سی خوشبو بہتر ہے

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی آپ ﷺ کی خدمت میں آیا کہ وہ آپ سے بیعت ہوا۔ آپ نے ان کو دیکھا تو ان پر زرد رنگ تھا۔ آپ نے بیعت سے انکار فرما دیا اور فرمایا کہ مردوں کے لئے وہ خوشبو ہے جس میں خوشبو غالب ہو اور رنگ ہلکا ہو اور عورتوں کے لئے وہ ہے جس کا رنگ غالب ہو خوشبو بہت معمولی ہو۔ (مجمع جلد ۵ صفحہ ۱۶۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا مردانہ خوشبو وہ ہے جس کی خوشبو غالب ہو یعنی خوب مہکتی ہو اور زنانہ خوشبو وہ ہے جس کا رنگ غالب ہو۔ اور خوشبو مغلوب بہت کم ہو۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مرد کو رنگین خوشبو استعمال نہیں کرنی چاہئے کہ رنگ عورتوں کے لئے ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ مرد کے لئے گلاب، مشک عنبر اور کافور مناسب ہیں اور عورتوں کے لئے زعفران صندل مناسب ہے۔ (جمع الوسائل صفحہ ۵)

عورتوں کو خوشبو لگا کر باہر نکلنا منع ہے

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول پاک ﷺ نے فرمایا جو عورت عطر لگائے اور لوگوں پر گزرے کہ لوگ اس کی خوشبو کو پائیں تو وہ زانیہ ہے اور ہر آنکھ زنا کار ہوگی۔ (نسائی، آداب بیہقی صفحہ ۴۱۰)

فائدہ: جو لوگوں کو خوشبو سے متوجہ کرنے کے لئے خوشبو لگاتی ہے تو وہ زانیہ ہے کہ لوگوں کو دیکھنے کی طرف رغبت دلاتی ہے اور دیکھنے والی آنکھ بھی زنا کرنے والی ہوگی۔

البتہ اگر گھر میں ہی عطر لگا کر شوہر کے پاس رہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (شرح شمائل صفحہ ۵)

مردوں کو زعفران ممنوع

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے زعفران لگانے سے منع فرمایا ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۱، الاحسان جلد ۱۲ صفحہ ۲۷۹)

فائدہ: ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے مردوں کو بدن اور کپڑے پر زعفران لگانا ممنوع ہے ہاں تھوڑا

معمولی سا لگائے یا لگ جائے تو گنجائش ہے کہ آپ ﷺ نے اس مقدار میں بعض صحابہ پر دیکھا تو منع نہیں فرمایا۔ (مرقات جلد۴ صفحہ ۴۶۱)

مردوں کے لئے وہ خوشبو جس میں رنگ غالب ہو منع ہے جیسے زعفران، مہندی، ورس، عصفر، وغیرہ بلکہ ایسی خوشبو لگانا مسنون ہے جس میں بو زیادہ ہو اور رنگ کا اثر معمولی ہو جیسے عام عطر ہوتا ہے۔

عطر حنا کی فضیلت

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جنت کی خوشبو حنا ہے۔

(طبرانی، سیرۃ جلد۷ صفحہ ۵۳۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں حنا کا پھول لایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ خوشبوئے جنت کے مشابہ ہے۔ (سیرۃ جلد۷ صفحہ ۵۳۵، مجمع جلد۵ صفحہ ۱۶۰)

حنا خوشبوؤں کا سردار ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جنت کی خوشبوؤں کا سردار حنا ہے۔ (طبرانی، مجمع جلد۵ صفحہ ۱۶۰)

ایک روایت میں ہے کہ حنا دردِ سر کے لئے مفید ہے۔ (مجمع جلد۵ صفحہ ۱۶۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کو حنا کا رنگ تو پسند تھا مگر اس کی خوشبو نہیں۔ (مسند احمد جلد۶ صفحہ ۱۱۷)

خوشبو اور عطر جنت سے ہے

حضرت ابوعثمان مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جس شخص کو ریحان دیا جائے اس کو چاہئے کہ لوٹائے نہیں اس لئے کہ اس کی اصل جنت سے نکلی ہے۔ (شمائل صفحہ ۱۵)

فائدہ: ریحان ہر خوشبو کو کہتے ہیں۔ (شرح مناوی صفحہ ۵)

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ جنت سے ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ جنت سے یہ خوشبو نکلی ہے بلکہ اس کی ابتداء اور اصل جنت سے ہے اور یہ خوشبو دنیا کی پیداوار ہے۔ بلکہ اس کی نقل اور نمونہ ہے۔ ورنہ تو جنت کی خوشبو تو پانچ سو سال کی مسافت سے مہکتی ہے۔ (جمع الوسائل صفحہ ۶)

لوگوں کا اکرام عطر سے کرنا سنت ہے

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کا اکرام کرو اور افضل طریقہ اکرام کا عطر کے ساتھ ہے کہ اس میں کوئی تکلیف بوجھ نہیں۔ (مجمع جلد۵ صفحہ ۱۶۱)

فَائِدَہ: اکرام کا نہایت ہی سہل اور بلا تکلف طریقہ ہے کہ عطر کا ہدیہ پیش کر دے ہدیہ اور سنت دونوں کا ثواب پائے گا۔

عطر دان سنت ہے

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس ایک ڈبہ (عطر دان) تھا جس سے آپ عطر لگایا کرتے تھے۔ (آداب بیہقی صفحہ ۴۰۹)

فَائِدَہ: سرمہ دانی کی طرح عطر دانی بھی مسنون ہے کہ حسب موقعہ اس سے نکال کر لگایا جا سکے۔

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نجاشی نے شیشی میں عطر ہدیۃً پیش کیا تھا۔ (سیرۃ جلد ۵ صفحہ ۵۳۷)

لہٰذا (کسی عطر دان یا شیشی میں عطر کا رکھنا اور حسبِ موقعہ لگانا اپنے پاس رکھے رہنا مسنون ہوگا)۔

مشک وعنبر

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے معلوم کیا گیا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم عطر لگاتے تھے (چونکہ آپ خود معطر تھے) کہا ہاں پوچھا گیا مردوں کا بہترین عطر کیا ہے فرمایا مشک وعنبر۔ (نسائی صفحہ ۲۸۱)

مشک بہترین خوشبو ہے

حضرت ابوسعید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا مشک تمام خوشبوؤں میں سب سے بہتر ہے۔ (نسائی جلد ا صفحہ ۲۹۳، عمدۃ القاری جلد ۲۲ صفحہ ۶۱)

ابوسعید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے مشک کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا وہ تمام عطروں میں سب سے بہتر ہے۔ (ترمذی جلد ا صفحہ ۱۱۸)

فَائِدَہ: حافظ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے لکھا ہے کہ آپ سب سے بہترین قیمتی عطر لگاتے جو مشک ہے۔ (جلد ۱۰ صفحہ ۳۷۰)

افسوس کہ آج امت اس محبوب سنت سے غافل ہے۔ اولاً تو عموماً عطر کا استعمال نہیں کرتے اور اگر کرتے ہیں تو صرف عید و بقرعید کے موقعہ پر حالانکہ عطر کا استعمال ہمیشہ مسنون ہے اور عید وغیرہ کے موقعہ پر جو استعمال کرتے ہیں تو وہ بھی ارزاں سے ارزاں ڈھونڈتے ہیں جو تیل کی مانند ہوتا ہے۔ عطر جو محبوب سنت ہے اس پر روپیہ لگانا گراں معلوم ہوتا ہے اور کپڑے تو قیمتی قیمتی خریدتے ہیں جوتوں اور واہی تباہی میں سینکڑوں روپیہ خرچ کر دیتے ہیں جس کا اہتمام آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ثابت نہیں۔ آج یہ سنت عموماً متروک ہوتی جا رہی ہے جو بہترین عطر مشک وعنبر عود استعمال کرے گا سنت کا عظیم ثواب پائے گا اسی وجہ سے امام بخاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے اس کی اہمیت کے پیش نظر عمدہ عطر کے استعمال کے استحباب پر باب قائم فرمایا ہے۔

سر اور داڑھی میں عطر لگانا ملنا مسنون ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ خوشبو کے نشانات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں دیکھتی۔

(بخاری صفحہ ۲۰۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی اور سر مبارک پر ورس (ایک خوشبودار پتی) اور زعفران لگاتے۔ (دلائل النبوۃ جلد ا صفحہ ۲۳۸)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں مشک دیکھا۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۵۳۶)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مشک کو لیتے سر اور داڑھی پر لگاتے۔

(کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۷، مرقات جلد ۴ صفحہ ۴۶۲)

مانگ میں خوشبو

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں خوشبو کے نشانات دیکھ رہی ہوں۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۲۰۸، طحاوی جلد ۲ صفحہ ۳۶۵)

آپ عطر لگاتے تو بسا اوقات سر اور داڑھی میں بھی لگا لیتے اصل میں آپ کو خوشبو سے بہت زیادہ مناسبت اور محبت تھی چنانچہ حج کے موقعہ پر جو سر میں عطر لگایا تھا مانگ میں اس کا اثر نمایاں ہو رہا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب اور پسندیدہ عطر

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ مشک اور عود پسند تھا۔

(سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۵۳۷)

عصا کے استعمال کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا بیان

عصا کا استعمال سنت ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصا کا استعمال فرماتے تھے۔

(سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۵۸۹)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کے دست مبارک میں عصا تھا۔ (سیرۃ الشامیہ جلد ۷ صفحہ ۵۸۷)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے ساتھ سونے کی انگوٹھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں عصا تھا آپ نے اس عصا سے اس کی انگلی پر مارا۔

(سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۵۸۷)

فائدہ: مردوں پر سونے کی انگوٹھی حرام ہے۔ اس لئے آپ نے تنبیہ کے طور پر ایسا کیا اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص ناجائز وحرام امور کا مرتکب ہو تو اس سے خاموشی اختیار نہ کی جائے بلکہ اسے تنبیہ کی جائے اور اسے باز رکھنے کی کوشش کی جائے۔

عصا حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عصا کا استعمال قرآن پاک سے ثابت ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے جو عصا حضرت موسیٰ کو دیا تھا یہ حضرت آدم علیہ السلام جنت سے لائے تھے۔ جو جنت کی لکڑی آبنوس سے بنا تھا۔

حضرت آدم علیہ السلام سے یہ عصا حضرت نوح علیہ السلام و حضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہ کے پاس سے ہوتا ہوا حضرت شعیب علیہ السلام تک پہنچا تھا۔ (الفتوحات الالٰہیہ جلد ۳ صفحہ ۳۴۶)

بحر محیط میں ہے کہ جنت سے یہ عصا حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ زمین پر اترا تھا۔ (جلد ۶ صفحہ ۲۳۵)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ عصا کا استعمال جلیل القدر حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ عصا کا سہارا لینا انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق و عادات میں سے ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم عصا کا استعمال فرماتے تھے اور اس کے استعمال کا حکم دیتے تھے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۵۸۹)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ عصا کا استعمال مؤمن کی علامت اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔ (الحاوی جلد ۱۱ صفحہ ۱۸۸)

میمون بن مہران رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ عصا رکھنا حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت اور مؤمن کی پہچان ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جلد ۱۱ صفحہ ۱۸۸)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت طیبہ تھی کہ بسا اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصا یا اس کے مثل چھڑی یا کھجور کی شاخ وغیرہ رکھ لیتے۔

چنانچہ مسند حمیدی میں حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کی شاخ کو پسند فرماتے اسے ہاتھ میں رکھتے۔ ہاتھ میں رکھے ہوئے مسجد میں داخل ہو جاتے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۵۸۷)

قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ کے ہاتھ میں کھجور کی شاخ تھی۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۵۸۷)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ عصا چھڑی وغیرہ کا رکھنا سنت ہے یہ کوئی استخفاف و ذلت کی بات نہیں۔

عصا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے فرمایا کہ عصا کا استعمال کرو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عصا کا استعمال کیا ہے۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۵۸۹)

عصا موسیٰ علیہ السلام کی لمبائی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ان کی قامت کے برابر تھا جو بارہ ہاتھ تھا ایک قول میں اس کی لمبائی دس ذراع تھی جو آپ کی قامت سے کم تھا۔ (بحر محیط جلد ۶ صفحہ ۲۳۵)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ عصا کی لمبائی عصا رکھنے والے کی قامت کے برابر ہو سکتی ہے۔ اس سے چھوٹی بھی ہو سکتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عصا کی لمبائی کا علم نہ ہو سکا۔

عصا کا استعمال مستحب ہے

علامہ آلوسی بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سورہ طٰہٰ کی آیت "اَتَوَکَّؤُا عَلَیْھَا" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس آیت

کریمہ سے عصا کا استحباب ثابت ہوتا ہے۔ (جلد۱۶ صفحہ ۱۷۷)

فائدہ: آج عصا کا استعمال امت میں متروک ہو چکا ہے سنت کی حیثیت سے اس کے استعمال اور رائج کرنے کا بڑا ثواب ہے مبارک ہیں وہ بندے جو سنتوں کے متلاشی اور اس پر خلوص کے ساتھ عمل کرنے والے ہیں۔

چلنے کے وقت عصا کا رکھنا اور سہارا لینا مسنون ہے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصا کا سہارا لئے ہوئے تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۷۲)

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عصا تھا جس سے آپ سہارا لئے ہوئے تھے آپ نے ان کو دے دیا۔ (طبرانی صفحہ ۵۸۹)

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کے ہاتھ میں عصا تھا۔ (مختصراً ابن ماجہ صفحہ ۱۳۱)

حارث نے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے) جب آپ کہیں باہر تشریف لے جاتے تو جوتا پہناتے پھر آپ عصا لیتے اور چلتے پھر جب آپ مجلس میں تشریف فرما ہوتے جوتا کھولتے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں دے دیتے اور عصا ان کے حوالے فرما دیتے۔

(سبل الہدیٰ جلد ۱۱ صفحہ ۴۰۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے۔ سفر و حضر میں آپ کی خدمت کیا کرتے تھے خاص کر کے آپ کے جوتے عصا اور مسواک کے ذمہ دار تھے اس کا انتظام ان کے حوالے تھا۔

سفر میں بھی عصا کا استعمال مسنون ہے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عصا کو سفر میں رکھ لیتے اور نماز پڑھ لیتے یعنی سترہ کے طور پر استعمال فرماتے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۵۸۸)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں آپ عصا رکھتے تھے سفر میں عصا رکھنا حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر اور حضر میں آپ کا عصا رکھتے تھے۔ اس لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب عصا النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لقب سے نوازے گئے۔ (الجامع لاحکام القرآن جلد ۱۱ صفحہ ۱۸۹)

عصا کے استعمال کا حکم اور تاکید

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عصا کے استعمال کا حکم دیتے تھے۔

(سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۵۹۹)

حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا عصا کا استعمال کرو حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے عصا کا استعمال کیا ہے۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۵۸۹)

عبداللہ بن انیس اسلمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے عصا دیتے ہوئے فرمایا کہ لو اور اسے استعمال کرو۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۱۸۵)

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ترکہ میں عصا تھا

ابوالحسن ضحاک نے محمد بن مہاجر رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کے واسطے سے حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے نقل کیا ہے کہ ان کے پاس نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی چارپائی، عصا، پیالہ، لگن، تکیہ جس کا بھراؤ چھال سے تھا اور کپڑے کا ایک ٹکڑا اور رحل تھا جسے وہ اہل قریش کو دکھاتے اور کہتے کہ لو دیکھو یہ ان کی میراث ہے جو اللہ پاک کے نزدیک مکرم و معزز تھے۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۵۶۳)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ عصا کا استعمال آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اخیر تک کیا ہے اور آخر تک رہا تب ہی تو آپ کے ترکہ میں شامل ہوا۔

عصا کے سہارے خطبہ دینا مسنون ہے

حکم بن حزن کلفی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے قیام (مدینہ) کے موقعہ پر جمعہ کے دن آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو عصا یا کمان کے سہارے خطبہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ (مختصر ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۵۶)

حضرت عبدالرحمٰن بن سعد رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب جنگ کے موقعہ پر خطبہ دیتے تو کمان کے سہارے دیتے اور جب جمعہ کے موقعہ پر (مدینہ منورہ میں) خطبہ دیتے تو عصا کے سہارے دیتے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۷۷)

ابن شہاب زہری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی (جو جلیل القدر تابعین میں سے ہیں) کہتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (جمعہ کے دن) خطبہ دینے کھڑے ہوتے تو عصا لیتے اور اس کے سہارے ممبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے۔ اسی طرح عصا کے سہارے صدیق اکبر، عمر بن خطاب، عثمان بن عفان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ خطبہ دیتے۔ (مراسیل ابوداؤد صفحہ ۷)

فَائِدَہ: یعنی حضور پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور اس کے بعد خلفاء کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سنت نبوی پر عمل کرتے ہوئے عصا

کے سہارے ممبر پر کھڑے ہوکر خطبہ دیا کرتے تھے یہ آپ ﷺ اور خلفاء راشدین کی سنت ہے چنانچہ آج بھی مدینہ منورہ میں ممبر نبوی پر امام خطبہ عصا کے سہارے دیتا ہے۔

حضرت عطا رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا گیا کہ جب آپ ﷺ خطبہ دیتے تو کیا عصا کے سہارے خطبہ دیتے؟ جواب دیا کہ ہاں آپ عصا کے سہارے خطبہ دیتے۔

حضرت ابن میسّب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ عصا کے سہارے خطبہ دیتے تھے۔ پہلے آپ کھجور کے تنہ پر خطبہ دیا کرتے (جسے ممبر بننے کے بعد دفن کر دیا گیا) جب ممبر بن گیا تب بھی آپ عصا کے سہارے خطبہ دیتے۔ (مصنف عبدالرزاق جلد۳ صفحہ ۱۸۵)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کسی سہارے پر عصا وغیرہ کے خطبہ دیتے تھے۔ (مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ ۱۹۰)

سعد قرظ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو نبی پاک ﷺ کے مؤذن تھے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ جب جمعہ کا خطبہ دیتے تو عصا کے سہارے ممبر پر خطبہ دیتے۔ اسی طرح آپ کے بعد حضرات خلفاء راشدین بھی عصا کے سہارے خطبہ دیتے۔ (جلد۱ صفحہ ۱۸۹)

عیدین کا خطبہ عصا کے سہارے دینا مسنون ہے

براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کو عید کے دن کمان دیا گیا آپ نے اسی پر خطبہ دیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۶۲، سبل الہدیٰ جلد۸ صفحہ ۳۱۹)

سعد بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو آپ کے موذن تھے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ جب عیدین میں خطبہ دیتے تو کمان کے سہارے خطبہ دیتے۔ (سبل الہدیٰ جلد۸ صفحہ ۳۱۹)

ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ اور خلفاء راشدین کا عمل اور سنت ہے کہ جمعہ کا یا عیدین کا خطبہ عصا کے سہارے دیتے۔

یعنی ممبر پر چڑھ کر عصا ہاتھ میں لے کر خطبہ دیتے افسوس کہ خطبہ کا یہ مسنون طریقہ بالکل چھوٹ گیا ہے۔ ہندو پاک میں تو ایسا متروک ہوگیا ہے کہ حیرت ہوتی ہے خطیبوں کو اور ذمہ داران مسجد کو چاہئے کہ اس مسنون طریقہ کو اختیار کریں عصا کے سہارے خطبہ دیں ہر مسجد میں ایک عصا کا انتظام رکھیں مسنون اعمال وطریق کو زندہ کرنے کا ثواب سو شہیدوں کے برابر ہے۔

فقہاء کرام نے بھی عصا کے استحباب کو ذکر کیا ہے

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قہستانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ جس طرح خطبہ میں قیام

سنت ہے اسی طرح عصا کا سہارا بھی سنت ہے۔ (جلد ا صفحہ ۶۰۹)

جن بعض فقہاء سے اس کی کراہت وارد ہے وہ مرجوح ہے صحیح نہیں اسی وجہ سے علامہ شامی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے درمختار کی نقل کراہت پر قہستانی کے حوالہ سے گویا رد کرتے ہوئے عصا کے استعمال کو خطبہ میں سنت قرار دیا ہے۔ جس کا واضح مفہوم ہے کہ کراہت کا قول قابل اعتبار نہیں بلکہ اس کے خلاف سنت ہے۔ اور یہی صحیح اور ثابت بالحدیث ہے۔ (شامی جلد ا صفحہ ۶۰۱)

عصا کے فوائد اور منافع

حسن بصری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ عصا کے متعلق فرماتے ہیں اس میں چھ خصوصیتیں ہیں: ① انبیاء کی سنت ② صلحاء کی زینت ③ دشمنوں پر ہتھیار ④ کمزوروں ضعیفوں کا معاون ⑤ منافقین کے لئے باعث غم ⑥ زیادتی طاعات۔

علامہ قرطبی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے اس کے فوائد کو ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ مؤمن کے پاس جب عصا ہوتا ہے تو اس سے شیطان بھاگتا ہے فاجر اور منافق اس سے خوف کھاتے ہیں نماز پڑھے تو قبلہ ہو جاتا ہے تھک جائے تو قوت کا باعث ہوتا ہے۔

تفسیر الجامع میں علامہ قرطبی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے ذکر کیا کہ حجاج نے ایک اعرابی سے جس کے ہاتھ میں عصا تھا پوچھا یہ کیا ہے اس نے جواب دیا عصا ہے جسے میں نماز کے وقت سترہ بنالیتا ہوں اپنے جانوروں کو ہانکتا ہوں سفر میں اس سے قوت حاصل کرتا ہوں (اس کے سہارے چلتا ہوں) چلنے میں اس کا سہارا لے کر قدم بڑھاتا ہوں اس کے سہارے نہر میں چھلانگ لگاتا ہوں گرنے پھسلنے سے محفوظ رہتا ہوں دھوپ کے وقت کپڑے ڈال کر سایہ کر کے دھوپ سے بچتا ہوں اس سے دروازہ کھٹکھٹاتا ہوں کاٹنے والے کتے سے حفاظت حاصل کرتا ہوں۔

عصا کے استعمال کرنے والے کم ہوں گے

حضرت عبداللہ بن انیس اسلمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے عصا (ہدیۃً) دیتے ہوئے فرمایا لو اور اسے استعمال کرو قیامت میں (لوگوں کو معلوم ہوگا) عصا کے استعمال کرنے والے بہت کم لوگ ہوں گے۔ جب عبداللہ بن انیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کی وفات ہوئی تو (آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا عطا فرمودہ) عصا ان کے ساتھ (تبرکاً) دفن کر دیا گیا۔ (مصنف عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۱۸۵)

فَائِدَة: عصا کا استعمال عرف اور عام رواج میں شان کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔

اس کے استعمال میں ایک قسم کا تواضع اور اظہار ضعف و مسکنت ہے اس وجہ سے بہت کم لوگ اس کا استعمال کرتے ہیں۔

آج آپ ﷺ کی پیشین گوئی پوری ہو رہی ہے۔

آپ کا عطا فرمودہ عصا آپ کی یادگار اور تبرک تھا اس وجہ سے تبرکاً دفن کر دیا گیا جو محبت اور عقیدت کی علامت ہے۔